



# اوراقِ عم

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا

# اوراقِ یحییٰ

۱۳۴۹ھ

مؤلف

غلام نبی صاحب سید محمد احمد قادری نور محمد

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

جملہ حقوق بحق جامعہ حسنت العلوم مسجد وزیر خان محفوظ ہیں

نام کتاب	اوراقِ غم
مؤلفہ	علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تاریخ اشاعت	مارچ 2002ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1240
قیمت	150/- روپے

ملنے کے چتے

## ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7247350-7225085

فیکس:- 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:- 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

**Green Dome International Ltd.**

148-164 Gregory Boulevard

Nottingham NG7 5JE UK.

Tel:- 0115-911 7222 Fax:- 0115-911 7220

# فہرست مضامین اوراقِ غم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۸	گریہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا	۵	دیباچہ کتاب معہ سبب تالیف
	در فراق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم	۱	مہبوط سیدنا آدم علیہ السلام
	معہ مختصر سوانح شریفین	۱۰	مصائب سیدنا نوح نجی علیہ السلام
۱۶۳	سیدہ کی شادی کے حالات	۱۳	کوائف ذبح سیدنا اسماعیل ذریعہ اللہ علیہ السلام
۱۶۶	سیدہ کا بیسز	۲۴	گریہ سیدنا یعقوب علیہ السلام در فراق یوسف
۱۸۲	وفات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	۳۸	بتلا سیدنا یوسف
۱۸۹	زوجہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہا	۶۷	بتلا سیدنا ایوب علیہ السلام
	سیدہ کو غسل دیا	۷۱	مصائب و شہادت سیدنا زکریا و یحییٰ علیہما السلام
	حضرت صدیق و فاروق جنازہ سیدہ	۸۰	ولادت سرور بنیاد علیہ السلوٰۃ والسلام
	میں کس وجہ سے شریک نہ ہو سکے		معہ مختصر سوانح
۱۹۰	اور سیدہ کے تعلقات رشتہ داروں	۱۲۳	وفات سیدنا ابراہیم فرزند
	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اعتراض		محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
	حضرات شیعہ معاملہ فدک پر اور اس	۱۲۴	ثبوت گریہ و مانعت نوح و حام از
	کا اطمینان بخش جواب		احادیث صحیحہ
۱۹۶	خصائل و فضائل شیر خدا	۱۲۷	وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۰۳	قصیہ خلاف پر یہی بحث		معہ وصایا شریفین
۲۱۰	بقیہ فضائل و خصائل معہ شہادت	۱۳۷	آزاد جہاد شہزادہ کی اسبیت
۲۳۵	تاریخ مجروح شدن شیر خدا و تاریخ شہادت	۱۴۵	قصہ حضرت عکاشہ
			اور ان کا اسلام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۵	ہجرت امام ازمدینہ تک مکہ معظمہ	۲۳۰	مختصر حالات و خصائل و فضائل {
۳۱۸	آہلک خطوط از کوفیاں		صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
۳۲۳	سبب عداوت یزید یہ امام ہمام	۲۵۰	صدیق کے اخلاق رضی اللہ عنہ
۳۲۶	روانگی حضرت سلم بن عقیل یہ کوفہ	۲۵۲	صدیق کے خصائل رضی اللہ عنہ
۳۳۳	قصہ شہادت حضرت ابان بن عمرو رضی اللہ عنہ	۲۵۳	صدیق کی وفات رضی اللہ عنہ
۳۴۱	شہادت حضرت سلم بن عقیل رضی اللہ عنہ	۲۵۶	خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
۳۴۲	شہادت فرزندان سلم رضی اللہ عنہ	۲۵۹	کرامات فاروق رضی اللہ عنہ
۳۴۸	سزا قاتل فرزندان سلم	۲۶۳	شہادت فاروق رضی اللہ عنہ
۳۶۱	روانگی حضرت امام ہمام بہ سمت کوفہ	۲۶۳	خلافت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۳۶۲	شہادت حضرت قیس رضی اللہ عنہ	۲۶۶	اخلاص و تقویٰ عثمان رضی اللہ عنہ
	قاصد امام ہمام	۲۶۸	واقعات شہادت عثمان رضی اللہ عنہ
	امام فرات عراق پر زہیر بن قیس بجلی طقات	۲۶۵	ولادت سیدنا امام حسن سید الشہداء
۳۶۵	امام مقام شقوق پر		رضی اللہ عنہ سعد فضائل
۳۸۰	منزل سراقہ سے آگے شکر حجر کا نظر	۲۸۵	تاریخ زہر خورانی اور کس نے زہر دیا
	آنا اور حجر سے امام ہمام کا مکالمہ	۲۹۱	تاریخ شہادت امام حسن سید الشہداء رضی اللہ عنہ
۳۸۲	خفیہ ملاقات حجر امام ہمام سے اور عرض	۲۹۲	اس امر کا ثبوت کہ قرآن وحدیث کے
	کو حضور رات میں کہیں تشریف لیجائیں	۲۹۹	مقابلہ میں تاریخ کی کوئی وقعت نہیں
۳۸۲	مقام مامیہ یعنی زمین کہ بلا پر امام کی نائزی	۳۰۲	ولادت سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ
	قیام امام در وصیت ادنیٰ یہ اہلبیت		مباہرت شہادت سید الشہداء رضی اللہ عنہ
۳۸۳	گرام و منع کروں امام نوحد زاری بہ	۳۰۳	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید
	اہلبیت گرام	۳۰۸	کو وصیت بوقت وفات
			ابتدا اظہار تاریخ یزید بر سیدی امام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۵۵	شہادت عباس علیہ السلام رضی اللہ عنہ	۳۸۹	حضرت بربر بن حصیر ہمدانی کی شہادت
۴۷۳	شہادت علی اکبر رضی اللہ عنہ		فہرست اسماء شکر امام ہمام مد
۴۸۹	شہادت امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ	۳۹۰	فہرست اسمائے اہلبیت
۴۹۹	شجرہ نسب امام ہمام و تاریخ شہادت	۳۹۳	منظر خونی بیع حرم یعنی محرم الحرام کا
۵۰۲	اسیرانِ بلا اہل بیت مصطفیٰ کی		عشرہ وصیت ثانیہ بہ ہمراہ بیان و
	کربلا سے روانگی اور سر امام سے		جواب ہمراہ بیان
	راہ میں ظہور کربلا	۳۹۷	جنگ کی تیاری
	مصیبت زدگان اہلبیت کا سمرہ	۳۹۷	اتمام حجت امام شکر اشقیاء جواب شمر
۵۱۲	پہنچنا اور حضرت شریں کا صحیح قصہ		ابتداء شہادت لشکران امام ہمام
۵۲۳	یزید کا معافی مانگنا امام زین العابدین سے	۴۰۱	نبرد اور نام بنام
	یزید کا استفسار امام سے کہ آب آپ		ہر ایک لشکر کے کا نام
۵۲۶	کیا پاتے ہیں اور اس کا جواب	۴۱۴	شہادت ہاشم بن عقبہ اور چچازاد
۵۳۴	کاروان اہلبیت کا مدینہ پہنچنا		ابن سعد بن جبیر
	مدینہ پہنچ کر امام زین العابدین		کا نام حضرت خرمین ریاحی سے
۵۳۶	رضی اللہ عنہ کی حالت	۴۱۹	شہادت و شہادت
	حضرت محمد بن حنفیہ کی کوفہ پر چڑھائی		رفقاء و ابنائے آل
۵۴۲	اور سر اقا اعلان امام	۴۲۸	ہمیشہ زادوں کی شہادت
۵۴۹	یزید کیسے مرا	۴۳۴	امام کے جتیبوں کے کا نام
۵۵۲	فضائل عاشورہ	۴۴۱	حضرت قاسم کی شہادت
۵۵۵	غرض مؤلف نجد دست ناظرین کرام		

# دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَمْطَرَ شَایِبَ رَحْمَتِهِ  
وَرِاضُوَانِهِ عَلٰی الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَاَعْطٰی دَرَجَةَ الشَّهَادَةِ لِلِامَامِیْنَ الْمُهَامِیْنِ  
وَجَعَلَهُمَا اللّٰهُ الشَّعِیْدَیْنِ الشَّهِیْدَیْنِ الْمَظْلُوْمَیْنِ وَوَضَعَ سَیْفَ الْغَضَبِ  
وَاللَّعْنِ عَلٰی اَعْدَائِهِمَا فَاِنَّهُ تَعَالٰی قَالَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الظَّالِمِیْنَ وَانزَلَ  
سَكِیْنَتَهُ وَرَحْمَتَهُ عَلٰی اِحْبَائِهِمَا وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ  
وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ بِاعْطَافِ الْكُوفْرِ وَمَا لَ التَّسْلِیْمِ وَجَنَاتٍ النَّعِیْمِ وَبَشِّرِ الظَّالِمِیْنَ  
بِالْعَذَابِ الْحَرِیْمِ وَالْعَذَابِ الْاَلِیْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْکَوْنِیْنَ نَبِیِّ الْحَرَمِیْنَ  
عِیَاشِ الدَّارِیْنَ وَمُعِیْثِ الْمَلُوْیْنَ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلٰی  
اٰلِهِمْ وَاَصْحَابِهِمُ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِمْ وَبَدَلُوْا اَنْفُسَهُمْ  
وَآمُوْا لَهُمْ لِیُتِغَاوَرَ رِضَايُهُ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِیْنَ ه

ابتداء سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ ہر زمانہ میں زمانہ ہدایت پسند کرتا ہے اگرچہ  
واقعات شہادت میں ہزار ہا مولف مستند موجود ہیں۔ مگر ہر زمانہ میں زمانے کی یہ آواز سمونٹ  
ہوتی رہی کہ اگرچہ واقعات میں بہت سی کتابیں ہیں۔ مگر کسی میں رطب و یابس روایات ملتی ہیں  
تو کسی میں انتہائی ساوگی ہے۔ کوئی تاریخی حیثیت سے لکھا رہا ہے تو کوئی فسانہ گوئی کر رہا ہے۔  
کسی کی تصنیف میں مرثیہ خوانوں کو مدد ملی ہے تو کسی تصنیف میں حضرات شیعہ کی روایات  
بھری ہیں اور جن کتابوں کو مستند مانا جاتے وہ یا فارسی میں ملتی ہیں یا عربی میں۔ علاوہ ان میں  
احباب کا بھی اصرار رہا کہ میں کوئی ایسی کتاب واقعات شہادت میں نکھوں جو نہ مرثیہ خوانی سے  
ہی پر ہونہ اس میں فسانہ گوئی کا رویہ ہو۔ رطب و یابس روایات سے پاک ہو۔ جہاں یہ سبیل تذکرہ  
ایسے واقعات آجائیں کہ اس میں حضرت شیعہ کو اعتراض ہو۔ وہاں محققانہ حیثیت سے ان کے  
اعتراض بھی اٹھانے جائیں۔ سننا رہا اور سوچنا رہا۔ مگر ارادہ کرتا تو اس و شوار گزار پر خار واوی میں  
گزرنے کی ہمت نہ پڑتی۔ مجبوراً ڈر کر رک جاتا۔ پھر میرے مخلص و محب برادر اسلامی جناب شیخ  
حمید اللہ پور پرائیمر و میجر فیض اللہ ٹیلنگ اینڈ کونسل نے اس بارگراں کو میرے سر ڈالنا چاہا۔ میں  
معذرت کہتا رہا۔ اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی علم سے خائف رہا۔ مگر دیگر چند در چند

اجاب کے اصرار نے مجھے مجبور ہی کر دیا آخر ہمت کر کے قدم رکھا اور سمجھ لیا کہ المسعی منی والاتمام من اللہ مقولہ سلف صالحین ہے۔ اب ناظرین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اگرچہ یہ کتاب میری ایک سال کامل کی جگر کاوی کا نتیجہ ہے مگر تاہم انسان ہر اکب من الخطاء والنسیان اگر کسی مقام پر کہیں لغزش ملاحظہ فرمائیں۔ تو دامن کرم سے اسے معفی فرما کر زبان طعن و دراز نہ فرمائیں بلکہ فقیر کو اس غلطی سے مطلع فرما کر شکوریت کا موقعہ بخشیں۔ میں نے اپنی دانست میں تحقیق و تدقیق کافی کی ہے اور میرا مخدوم درجہ ذیل کتب ہیں:-

- (۱) بخاری شریف (۲) روضۃ الشہداء (۳) بحر الحقائق (۴) ابو داؤد (۵) بخون الرضا (۶) حیفہ رضویہ لامام علی موسیٰ رضا (۷) کنز الغرائب (۸) موطا امام مالک (۹) تفسیر مدارک (۱۰) تفسیر حسینی (۱۱) تفسیر کشاف (۱۲) تفسیر القرآن لامام مخدوم علی ہمامی (۱۳) جواہر التفسیر (۱۴) تفسیر درختور (۱۵) معالم التسنیل (۱۶) تفسیر ثعلبی (۱۷) انیس المریدین (۱۸) ترمذی شریف (۱۹) وسیطہ (۲۰) عین المعانی (۲۱) درالسنیہ (۲۲) لطائف سبعین (۲۳) تبیان (۲۴) تفسیر الفاتحہ (۲۵) نور العین علامہ محمد حاضری (۲۶) شواہد النبوة (۲۷) زلال الصفا (۲۸) درج الدرر (۲۹) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن الاعلیٰ حضرت بریلوی (۳۰) مقفل نور الائمہ (۳۱) روح الارواح (۳۲) روضۃ الاسلام (۳۳) سیرام شہید اسماعیل خوارزمی (۳۴) موالید ابو محمد خشاب (۳۵) کتاب الآل لامام حسن عسکری (۳۶) مناقب ابو مویہ خوارزمی (۳۷) ستین الجامع لابو بکر طرطوسی (۳۸) معارج النبوة (۳۹) نور العین فی مشہد الحسین للعلامہ ابی اسحاق اسفرائینی (۴۰) خصائص البکری للجلال الدین السیوطی (۴۱) بشار المصطفیٰ (۴۲) سیرۃ ابن ہشام (۴۳) تاریخ ابن اثیر (۴۴) تاریخ ابو الفدا (۴۵) تاریخ الخلفاء (۴۶) تاریخ اعظم کوفی (۴۷) تاریخ حلبی (۴۸) مناقب ابن مرویہ (۴۹) مشہد امام احمد حنبل (۵۰) فرووس الاخبار (۵۱) حلیہ (۵۲) صواعق محرکہ لابن حجر مکی (۵۳) دلائل ابن ہبوی للشیخ اصفہانی (۵۴) تاریخ طبری (۵۵) عوالی القمیش الی معالی العرش (۵۶) اصحابہ فی معرفۃ الصحابہ (۵۷) سیرۃ حلبی (۵۸) مسدس حالی (۵۹) علام الوردی (۶۰) مقفل حنفیہ وینوری (۶۱) مرستۃ الجنان نافعہ (۶۲) نور الائمہ خوارزمی (۶۳) بحر المصاب (۶۴) تاریخ ابو المویدا احمد علی پ

مگر تاہم معترف ہوں کہ یہ مضمون میری قابلیت و منبع علم سے دوری تھا اور شرم بھی ضرور آتی ہے کہ آنازہ بردست مضمون میں لکھ کر کس طرح اہل علم کے سامنے پیش کروں۔ مگر یہ سمجھ کر کہ جہاں بازار میں جواہرات کی دکانیں ہیں وہاں ایک باطنی سوئی انگشتانے پچاک مٹی ریت سوت نوار لے کر اگر بیٹھ جاتا ہے تو خریدار اس کے پاس بھی آئے ضرور ہیں بلکہ اکثر جواہرات والے



اس بساطی سے ریل بچھک ہی غریب کو اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ بنا بریں اعتراف ہے مانگی  
 علم کو تیرا ہوا اس رسالہ کو لکھتا ہوں۔ اور مذرا نظر بن کر کے دل دربار انبیا علیہ السلام و انصار میں در خواست  
 کرتا ہوں کہ وہ میری اس کج کج سے کجی تحریر کو مقبول عوام فرما کر خود بھی شرف قبولیت سے مشرف  
 فرمائیں پھر تمام اہل بیت اطہار و تقویٰ این پنج خیر آید اور شہزادہ کو نبین سیدی حسین اور امہ کریم و خلفاء عظام  
 کے حضور میں معروض ہے کہ اگرچہ یہ مجالہ ان کی مناقب و محامد کو کافی نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا مگر باوقار کرم  
 نموی اسے منظور فرما کر مذریعہ دعا و نصرت ارواح طیبہ مقبول عوام و خواص کرائیں اور آخرت میں یہی  
 میری سند منظور ہو۔

اگرچہ لائق دربار خسروی این نیست ز لطف تو چشم قبول یسداورم  
 عملی حیثیت سے بھی چونکہ بے بقااعت ہوں اس لیے ناظرین کرم سے درخواست کرتا ہوں  
 برکہ خواند دعا طبع دارم زانکہ من بندہ گنہ گارم  
 دربار الہی میں دعا ہے کہ خدا میرے اس مجالہ کو مقبول خلائی فرمائے اور ذخیرہ آخرت  
 بنائے۔ آمین۔ آمین۔ تم آمین۔ بحرۃ النبی الامین الملکین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم  
 مادام قوم خاکچائے حقیر و سیرور ماندہ نفس شریر فقیر قادری ابوالحسنا سید محمد احسان  
 قادری رفقوی اشرفی چشتی نظامی۔ صاحبی۔ شادوی و احدی مشہدی الوری۔ لاہور خلیف  
 امام العلماء راس الفضل سید الواعظین سند الحقیقین عامی سنت حاجی بدعت حضرت قبلہ ابوہامولوی  
 الحاج صوفی سید ابو محمد محمد ایدہ اسرا علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی قادری چشتی  
 مشہدی رحمہ اللہ تعالیٰ ۛ

کتبہ  
 محمد شریف منیر رقم تلمیذ جناب تنویر رقم

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترے جلوے کے آگے اپنی ہستی کو فنا پایا  
یہ پینام بلا ہم نے دمِ قائلو ابلی پایا

افسان کو مادہ موانست کیا ملا کہ جملہ بلا و مصائب کے لیے وقف کر دیا گیا۔ ابھی آدم صغی کتم عدم سے منصفہ وجود میں نہ آتے تھے۔ زبان ملائکہ کے طعن سے مجروح ہوتے۔ فساد و خوریزی کا ارتکاب انہیں کے سر تھوپا گیا مگر اذیۃ اعلیٰ ما لا تعلمون کی آواز نے انہیں ساکت کر دیا۔ حتیٰ کہ آدم صغی کا وجود باوجود فضا و وجود میں آیا۔ آپ کے جنب ایسر سے حضرت سوا ز نیت بخش عالم ہوئیں۔ و بار اعدیت سے جنت علیٰ انسبکن انت و ز وجک الجنة کا حکم ہوا۔ اس پر فکلامینہا ما غدا حیث شدتسا کی بشارت نے ساکن جنت کو ہر قسم کی نعمتیں کھانے پینے کی اجازت دی مگر ولا تقربا لہذہ الشجرۃ نے درخت گندم سے دور رہی رکھا اور ضرورت بھی تھی اس لئے کہ فردوس بریں مقام لطیف ہے اور وہاں اغذیۃ لطیفہ غذا ہوتی ہیں۔ بخلاف گندم کہ وہ غذائے کثیف عالم سفلی کے لئے مخلوق کیا گیا تھا:

شیطان سے خلود جنت آدم و حوا

نہ دیکھا گیا۔ بوسیلہ طاؤس و مار بہشت میں آیا۔ جھوٹی قسموں سے اپنے آپ کو آدم و حوا کا غیر خواہ ثابت کیا۔ اور خلود جنت دائرہ گندم کے کھانے پر موقوف بتاتے ہوئے آپ کو کھلا ہی دیا۔

## اُدھر کھانا تھا اُدھر لشکر بلا و مصائب کا آنا

وہ آدم جو سلطانِ مملکتِ بہشت تھے۔ وہ آدم جو متوج بتاج عزت تھے آج  
مصائب میں مبتلا ہیں

### حللِ نوری جسدِ نوری سے

جدا ہو گئے۔ آپ رونے لگے اور از خود فتگی میں بدنِ مستور فرمانے کو جس  
درخت کی جانب جاتے وہ درخت آپ سے دور ہوتے۔ خطابِ الہی ہوا اَللّٰہُ  
مِنۡیَیۡ اٰدَمُ

### کیا آدم ہم سے بھاگتے ہو؟

عرض کی بَلْ حَیۡۡۡءٌ مِّنۡکَ شَرۡمٌ کُنَّاہُ سَے پریشان ہو کر نجل ہوں۔ تجھ سے  
کہاں بھاگوں۔ تجھ سے چھپنا محال ہے شاعر

کجا روم کہ بغیر از درت پناہ نہ دارم  
جز آستانہ لطفت گرینہ گاہ نہ دارم

بالآخر انجیر کے پتوں سے جسم مبارک چھپایا۔ ارشادِ الہی ہوا کہ اب بہشت سے باہر  
تشریف لیجائیے۔ آدم علیہ السلام حضرت خوا کا ہاتھ تھامے باہر تشریف لائے اور پھر پھر کہ  
رَحِمَ اللّٰہِیۡ پَرۡنَظَرُ ڈالتے کہ شاید اب بھی حکم و نوبلِ جنت ہو جائے مگر اتنا سہارا ہوا کہ وقتِ خروج  
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ زبانِ مبارک پر جاری تھا۔ جبریل نے اس کلمہ کے سنتے ہی آدم  
علیہ السلام کو بشارت دی کہ اگرچہ اس وقت عتاب ہے۔ مگر اسمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آپ کا ساتھ دے  
گا اور جنابِ الہی میں عرض کی کہ خدایا اسمِ رحمنِ رحیم پڑھنے والا اور معتوب ہو جو اب الہی ملا کہ ہماری  
رحمت کم نہیں۔ مگر آج ان پر رحمت کی جائے گی تو صرف آدم و حوا ہی اس سے استفادہ کر

سکیں گے۔ تھوڑا انتظار کرو۔ قیامت کو اس انتظار کے صلہ میں انہیں بہشت دے کہ ہزار ہزار گنہگار ان کی اولاد میں سے ان کے ہمراہ داخل جنت کروں گا تا کہ وسعتِ رحمت کا پورا اظہار ہو۔

صاحب بحر الحقائق ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کا جنت سے باہر نکالنا محض اس غرض و غایت سے تھا کہ انہیں ضائقہ عشق و محبت چکھایا جائے اور مذاقاتِ عشق و ارامِ الملام میں حاصل ہو سکتی ہیں دارالسلام میں اس کا حصول متعذر ہے۔ اس لیے کہ عشق مقنعی کرب و بلا ہے اور عقل جو یاتے عز و علا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ فوٹش محبت بغیر پیش بلیت نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ شعری

عاشقان را از بلا صد راحت است      کہ محبت ہم نشین راحت است  
عشق چوں دعویٰ جفا دیدن گواہ      چوں گواہت نیست دعویٰ شد تباہ  
ہر کہ دعوائے محبت ساز کرد      صد درد از غم بر رخ خود باز کرد

مختصر یہ کہ آدم علیہ السلام گلستانِ بہشت سے مصیبت گاہ دنیا میں تشریف لائے۔ تو ہمراہ تھیں کہ روح الامین نے حاضر ہو کر عرض کی۔ آدم حکم اس طرح ہے کہ تو آب کے ساتھ نہ رہیں۔ لہذا ہاتھ چھوڑتے کہ یہ کسی دوسری جگہ جائیں گی۔ آدم علیہ السلام غلبہٴ محبت و فرقتِ حوا میں رونے لگے تو حوا بھی غربت و کربت میں آدم پر آشکبار ہونے لگیں کہ اچانک حوا نظر آدم سے کم کی گئیں نہ آدم کو یہ خبر کہ حوا کہاں ہیں نہ حوا کو یہ معلوم کہ آدم کدھر ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کوہ سراندیب پر لائے گئے

حوا علیہا السلام ساحلِ دریائے ہند پر تار می گتیں۔ اسی وجہ سے منبسط  
حوا کا نام جتہ رکھا گیا۔

آدم علیہ السلام ۲۲ سال کامل اسی پہاڑ پر روتے رہے۔ جبریل علیہ السلام حکم الہی اکثر آدم علیہ السلام کے پاس آکر دلجوئی فرمایا کرتے۔ ایک روز آپ نے جبریل سے دریافت کیا کہ تو کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا ساحل دریا پر تمہارے درد جدائی میں اشکبار ہیں۔ یہ سن کر فرط غم سے آپ بیہوش ہو گئے۔ روح الامین نے آپ کا سراپنہ پہلو میں رکھ لیا۔ یہوشی میں آدمؑ، تو آکر دیکھتے ہیں کہ کنارۃ دریا پر رو رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں اے میرے پیارے رفیق آدم میرے مونس و ہمدم تجايع انت ام شبعان الایس انت ام عریان انت ام یقظان ۛ

تم بھوکے ہو یا کھانا کھائے ہو تے۔ تم کپڑے پہنے ہوئے ہو یا  
برہنہ تم سو رہے ہو یا بیدار

آدم علیہ السلام جواب دینا چاہتے تھے کہ ناگاہ ہوش آگیا اور مشغول گریہ و زاری ہوئے۔ جبریل نے سبب گریہ دریافت فرمایا۔ آپ نے واقعہ گزشتہ اس درد سے سنایا کہ جبریل کے آنسو نکل آئے اور دربار الہی میں دعائے رحم فرمائی۔ جناب الہی سے ارشاد ہوا کہ جبریل آدم کو مزودہ دو کہ

**شب فراق ختم ہوئی اور قمر مراد مطلع امید پر آنے والا ہے**

یعنی آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی گئی۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ قبول توبہ آدم کے تین سبب تھے اول حیا۔ دوم بکا۔ سوم دعا۔  
شہر بن حوشب سے منقول ہے کہ ظہور حیاتویوں ہوا کہ جب آپ زمین پر تشریف لائے۔ سورس تک آسمان کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا اور شرمساری سے گردن جھکاتے رہے۔

مبکا اس درجہ بڑھی کہ اکثر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر تم م روئے

زمین کے رونے والے جمع کئے جائیں تو گریہ داؤد علیہ السلام بھی اُن سے زیادہ نکلے اور اگر گریہ داؤد علیہ السلام کو تمام عالم کے ساتھ ملایا جائے تو گریہ نوح علیہ السلام بڑھا رہے اور اگر گریہ نوح علیہ السلام بھی اس میں ملا دیا جائے تو گریہ آدم علیہ السلام افزوں تر ثابت ہوگا:

صاحب عیون الرضا نقل فرماتے ہیں کہ سیل اشک آدم چشم راست سے مثل دجلہ کے جاری تھا اور چشم چپ سے مثل فرات فراوانی میں رواں:

ایک روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام بائیس سال تک تو اس قدر اشکبار رہے کہ خسارہ مبارک پر دو چشمہ جاری نظر آتے تھے اور آب اشک سے مرغان ہوائی جب سیراب ہوتے تو ان میں باہمی گفتگو ہوتی۔ کہ ایسا شیریں و باذائقہ چشمہ ہم کو کبھی میسر نہ ہوا۔ آدم علیہ السلام نے اس گفتگو کو طنز سمجھ کر آہ سرد دل پر درد سے کھینچ کر عرض کی کہ الہی کیا اب میں اس درجہ کو پہنچ گیا۔ کہ مرغان ہوائی میرا استہزا کریں جو اب آیا کہ اے صفی تمہیں خوش ہونا چاہیے مرغان ہوائی سچ کہتے ہیں

اشک عاصی سے بہتر ہم نے کوئی پانی پیدا ہی نہیں کیا

گوہرے بس گراں بہا اشک است      سبب آبروئے ما اشک است  
گریہ مے کن کہ زان شریابی      اشک ریزی کنی گہریابی  
ایدا گریہ بر حسن نکتہ      غنچہ ہم خندہ بر حسن نکتہ

اور یہ دعا قبول کیوں ہوتی۔ محض اس وجہ میں کہ وسیلہ ذات اقدس محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے لیا۔ اور یوں عرض کیا کہ الہی بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری توبہ کو شرف قبولیت عطا فرما۔

## جناب الہی کی طرف سے ارشاد ہوا

کہ آدم اس نام پاک کو تو نے کیسے پہچانا اور کیونکر جانا کہ اس کے تو تل سے شرف قبولیت عطا ہو جائے گا

### عرض کیا

الہی ساق عرش پر اس نام نامی کو تیرے نام کے قریب دیکھا تھا۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ مخلوقات میں افضل مخلوق یہی ایک ہستی ہے۔

بعد قبول توبہ آدم علیہ السلام کو حضرت حوا سے ۹۔ ذی الحجہ کو ملایا اور اس دن کا نام عطرہ رکھا۔ اور جہاں ملایا اس مقام کا نام عرفات رکھا گیا اور پھر بعد قبول توبہ اس قصور کو قصور ہی نہ رکھا بلکہ صاف ارشاد فرمایا کہ **وَلَقَدْ عٰهَدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسٰی وَكُنَّا بِمَا كٰنَ يٰكُفٰرًا عٰزِمٰٓا** پارہ ۱۶

ہم نے جرم سے قبل آدم سے ایک عہد لیا تھا وہ بھول گئے اس میں ان کا قصور تھا جو قصور مانا جائے۔

### اس مصیبت سے نجات پانی تھی کہ دوسری بلا نے

ظہور کیا اور وہ یہ کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ مختصر قصروں ہے کہ بعد اتصال آدم حضرت حوا بیس بار حاملہ ہوئیں اور ہر بار حمل میں ایک لڑکا، ایک لڑکی آپ سے متولد ہوئے۔

طریقہ عقیدوں تھا کہ ایک حمل کا لڑکا دوسرے حمل کی لڑکی سے منسوب کیا جاتا تھا۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی ہوئی اس کا نام اقلیما تھا۔ یہ حسن و جمال و خط و خال میں بے مثل تھی اور ہابیل کے ساتھ جو لڑکی ہوئی اس کا نام ایوذا تھا وہ اس قدر حسین نہ تھی۔

جب یہ چاروں بالغ ہوئے۔ تو آدم علیہ السلام نے ایوذا کو قابیل کے لئے نامزد کیا اور اقلیما کو ہابیل کے لئے قابیل نے اس تجویز سے انحراف کیا اور کہا کہ میری بہن حسین ہے اور میرے ساتھ رحم میں رہی ہے۔ میں اس کا حقدار ہوں۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا حکم الہی کے خلاف نہیں ہو گا۔ مجھے ترمیم کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ قابیل نے سرکشی کر کے کہا کہ تم ہابیل کو مجھ سے زیادہ محبوب رکھتے ہو۔ یہ سبب ہے کہ حسین ہابیل کے لئے اور معمولی میرے لئے نامزد کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا ایک ایک قربانی دونوں کرو۔ جس کی قربانی مقبول ہو جائے گی۔ اقلیما اُسے ملے گی :

**ہابیل نے ایک بکرا پہاڑ پر رکھ کر عرض کیا کہ اگر میری قربانی**

نامقبول ہوئی تو میں اقلیما کو اپنے لئے نہ سمجھوں گا۔ ہابیل بکریاں ہی پالتا تھا۔ وہ ہی قربانی لایا۔ قابیل چونکہ کاشت کرتا تھا ایک دستہ گبیوں لایا اور وہاں ہی رکھ کر کہا کہ یہ قربانی مقبول ہو یا نہیں میں اپنی بہن سے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ ناگاہ ایک بھلی آئی اور بکرے کو لے گئی اور قابیل کی قربانی چھوڑ گئی۔

**قابیل کی آتش خشم و غضب بوش زن ہوئی**

اور تیرگی حسد دیدہ بصیرت میں آئی۔ قتل ہابیل کا عزم بالجزم کر لیا اور راستہ میں پھڑکیا۔

آدم علیہ السلام زیارت بیت المعمور کے لئے تشریف لے گئے تھے

ہابیل دن بھر کام کرتا رہا۔ شب کو فرصت پا کر سویا۔ قابیل نے ایک بھاری



پتھر سے ہابیل کا

سر کچل ڈالا۔ اب اُسے فکر ہوئی کہ

اس لاش کا کیا کروں۔ پتھر سے ہابیل کو لاش کو لے کر چلا اس سمت میں ہر طرف  
پھر ہاتھ لگا کہ اس لاش کو کیا کیا جائے

اسی طرح چالیس روز تک برابر بیاباں نور دی کرتا رہا

آخر الامر ایک روز کوٹے کو دیکھا کہ اپنی منتقار (چونچ) سے گڑھا کر کے مردہ کوٹے  
کو لایا اور اس گھڑے میں رکھ کر اس پر خاک ڈال دی کہ اس مردہ کوٹے کی لاش چھپ گئی۔  
قابیل نے بھی اسی طرح ہابیل کو خاک میں ملا دیا۔ پھر اپنی قوم میں آگیا۔ جب آدم  
علیہ السلام نے زیارتِ حرم سے مراجعت فرمائی تو تمام صاحبزادے استقبال کو  
حاضر آئے۔ مگر ہابیل نہ آیا۔ آپ کو ہابیل سے حقیقتاً محبت بھی بہت زیادہ تھی۔ آپ  
نے ہابیل کو نہ پا کر اس کی جستجو کی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ آپ سات شبانہ روز کوہ و صحرا میں  
تلاش ہابیل فرماتے رہے۔ آٹھویں شب کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ ہابیل کھڑا  
پکار رہا ہے یا اَبْتَا الْغِيَاثِ آپ گھبرا کر چونک پڑے

اور ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گئے

جب ہوش آیا تو روح الامین کو دیکھا کہ تشریف فرما ہیں۔ آپ نے بے تابانہ  
فرمایا کہ جبریل! ہابیل کی کیفیت سے بھی کچھ واقف ہو۔ میں ابھی خواب میں اُسے  
بحالیِ مظلوم و بیچارہ دیکھ چکا ہوں اور وہ فریاد رسی چاہتا ہے۔  
جبریل نے فرمایا کہ جناب الہی فرماتے ہیں عَظْمَ اجْرِكَ تَمَارَا ثَوَابِ

زبردست ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا ہے اور وہ اسی وجہ سے فریاد کرتا ہے۔ مگر اس وقت سے اب تک کوئی اس کی فریاد کو نہ پہنچا۔

اور اسی طرح وہ فریاد کناں زورِ قیامت کو اٹھے گا

آدم علیہ السلام جبریلؑ کو ساتھ لے کر قبر ہابیل پر پہنچے اور اس قدر شک و غم بہائے کہ ملائکہ سماوی کے دل ہل گئے۔ ارشادِ الہی ہوا کہ آدم مصیبت میں صبر کرو کہ  
 إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس قتل کے کیفر کو دار میں  
 تمام عذابِ جہنم کا نصف حصہ قابیل کے لیے مخصوص ہے۔ یہی سبب ہے کہ  
 ہمارے سرکارِ مدنی تاجدارِ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ آدم صفتی سے زبردست ہے کہ  
 وہاں صرف ایک فرزند آدم کے قتل کی سزا نصف عذابِ جہنم تجویز فرمائی اور  
 یہاں فرزندِ ان مصطفیٰ علیہ التیمۃ و الثنا و جگر گوشہ سردارِ انبیاء نور و یدۃ علی المرتضیٰ کے  
 قاتلوں پر کوئی سختی گوارا نہ فرمائی۔ اور روزِ قیامت کفنِ خونی حضرت سیدہ کے  
 دستِ اقدس میں دیکھ کر فرمائی۔ بیٹی اس کفنِ خونی کے صدقہ سے بخشش امت  
 کی دعا کرو۔ بس یہی خون بہا ہے ۛ

صحیفہ رضویہ میں ہے کہ جو سلطان خراسان حضرت علی موسیٰ  
 رضا رضی اللہ عنہ کی مصنفہ ہے۔ جس کو آپ نے آبائے کرام سے احادیثِ نبویہ  
 لے کر جمع فرمایا ہے، کہ قاتلانِ حسینؑ ایک تابوتِ آتشیں میں ہوں گے اور نہ بخیر  
 ہائے آہنی و آتشیں سے دست و پا بستہ۔ اس تابوت سے اس قدر عفونت آتی  
 ہوگی۔ کہ ملائکہ و دوزخ خدا سے پناہ مانگیں۔ مگر یہ سب کچھ غضبِ الہی سے سزا  
 ملے گی نہ کہ خواہشِ امامِ الانبیاءِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ۛ

## حضرت نوح نجی اللہ

یہی کیفیت حضرت نوح نجی اللہ کی ہے کہ اپنے مرتبہ کے موافق صید بلاد مصائب بنے۔ آپ نے ۹۵۰ سال تک بوروجھائے قوم ستم شعار رہیں۔ مگر تبلیغ پیام الہی میں ایک لحظہ کمی نہ فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ تین قرن دنیا میں مقیم رہے۔ اور ایک قرن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے تین ہزار سال قیام فرمایا۔ مگر یہ روایت خبر قرآنی کے خلاف ہے۔ اور پہلی روایت مطابق قرآن مجید کے ہے وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا یعنی نوح علیہ السلام کو ہم نے ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ وہ ان میں ایک ہزار پچاس برس کم ٹھہرے۔ آپ پر یہ مصیبت رہتی۔ کہ جب آپ دعوت حق دیتے تو آپ کی قوم اس قدر پتھر برسائی۔ کہ آپ کی پسلیاں شکستہ ہو جاتیں۔ وہ ظالم کہتے بس اب وہ مرچکے خاطر جمع سے رہو شب کو جبریل تشریف لائے اور پر مبارک کی مس سے تمام جو احمٹائے جسم درست فرماتے۔ صبح ہوتے ہی پھر اسی طرح قوم میں تشریف لاکر فرماتے :-

قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا

یعنی لا الہ الا اللہ کہو نجات پاؤ گے۔ پھر وہ سب مل کر میدان بلا میں گوناگوں تکالیف پہنچاتے۔ آپ جوشن تسلیم پہن کر تمام مصائب برداشت فرماتے۔ جتنا قوم اپنے بچوں کو کندھوں پر چڑھا کر لاتے اور کہتے دیکھو یہ شخص دیوانہ ہے ہرگز اس کی فرمانبرداری مت کرنا۔ ایک روز ایک غبیث اپنے کندھے پر اپنے

لڑکے کو چڑھا کر لایا۔ اور نوح علیہ السلام کو دکھا کر کہا کہ (معاذ اللہ) یہ ایسے دیسے  
 ہیں۔ جو ان ہو کر ان سے مقابلہ کیجو۔ لڑکے نے کہا۔ باپ ممکن ہے تیری نصیحت  
 پر عمل کرنے سے قبل مجھے موت آسنبھالے اور اُس شخص کی ایذا رسانی کے "ثواب"  
 سے محروم رہ جاؤں۔ مجھ کو زمین پر اتارا! اس کے باپ نے اسے زمین پر اتارا۔ اس  
 خبیث زادے نے ایک پتھر اٹھا کر نوح علیہ السلام کے سر مبارک پر مارا۔ آپ  
 کے سر مبارک سے خون کے فوارے بہ گئے۔ آپ نے صبر فرماتے ہوئے  
 اُس خون کو صاف کیا اور جناب الہی میں دعا کی جو قرآن کریم میں ہے قَالَ نُوحٌ  
 رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنْ الْكَافِرِينَ دِيَا مَرَا اے رب میرے  
 زمین پر اب ان سرکشوں کو چلتا نہ چھوڑا اِنَّكَ اِنْ تَذَرَهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ  
 وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فِجْرًا كَثِيْرًا ط اور اگر تو نے انہیں اب بھی چھوڑ دیا تو تیرے  
 بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان سے جو پیدا ہو گا وہ بھی فاجر اور سخت سرکش ہی  
 ہو گا)

بس یہ دعا ہونی تھی کہ ارشاد ہوٹا۔ نوح تم ایک کشتی تیار کر لو۔ اس  
 میں اپنے متوسلین کو لے لو۔ چنانچہ جب کشتی بن گئی تو طوفان عذاب نمودار ہوا۔  
 یہ کشتی چھ ماہ تک برابر پانی میں چلتی رہی۔  
 صاحب کنز الغرائب لکھتے ہیں کہ یہ کشتی تمام روئے زمین پر  
 گشت کرتے کرتے جب زمین کو بلا پر پہنچی تو رک گئی۔  
 نوح علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی۔ الہی یہ کیا مقام ہے اور  
 کشتی ٹھہرنے میں کیا مصلحت ہے۔ جواب ملا کہ :-

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ كَمَثَلِ سَيْفِيْنَةِ نُوْحٍ يَّهٗ وَهٗ مَقَامُہٗ جہاں  
 اہل بیت اطہار کی کشتی گرداب خون میں غرقاب ہوگی اور ہمارے محبوب کے جگر گوشہ

اس مقام سے جامِ شہادت پی پی کر ہم سے مواصلت کریں گے :

## حضرت ابراہیم خلیل اللہ

اسی طرح بلاؤ مصائب میں مبتلا رہے اور کیوں نہ رہتے۔ خلیل اللہ تھے۔ جس کو جناب الہی اپنا پیارا بناتے ہیں شکارِ بلا کرتے ہیں۔ اکثر اکابر کا قول ہے نَحْنُ نَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ ہم ایسے سرور و مخطوط بلاؤں سے ہوتے ہیں کَمَا يَفْرَحُ أَهْلُ الدُّنْيَا بِالنِّعَمِ جیسے اہل دنیا نعمتوں سے اس واسطے کہ بلا صیقلِ دل ہے۔ آئینہٴ قلب کو عیار ہوا وہوس سے مچلی کر دیتی ہے۔ اور زنگار خیال ماسوی اللہ سے صاف ہو مصیبت کحل الجواہر ہے۔ کہ چشم بصیرت اس سے روشن ہوتی ہیں چنانچہ حضرت خلیل علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انہیں دبوہ سے کہیں آگ میں ڈلوادیا۔ کہیں مخالفین سے حملے کرائے مگر ہر صورت میں معاون و مددگار حقیقی رہا۔ چنانچہ کتب سیر سے ثابت ہے کہ جب نار فرودی کافی طور پر مشتعل ہو گئی اور ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق یعنی گوتے میں ڈال کر آگ میں پھینکا گیا تو تمام ملائکہ میں کھلبلی پڑ گئی۔ حوران بہشتی بے چین ہو گئیں و عوش و طیور میں شور مچ گیا۔ ملائکہ عرش نے جناب الہی سے امداد کی اجازت لے کر ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم مدد کو حاضر آئے ہیں :

سب سے اول ملک الریاح آئے اور آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام فرما کر پوچھا تو کون ہے کہ مصیبت زدوں کو سلام کہتا ہے۔ فرشتہ نے عرض کیا۔ میں موکل فرشتہ ہوں میرا ہوا کی سلطنت پر قبضہ ہے۔ اگر ارشاد ہو تو ہوا کو حکم کروں تمام چنگاریاں اڑا کر فرود کے محل سر کو خاک سیاہ کر ڈالیں۔ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرے مددگار حقیقی کے سوا کسی سے مددوں اما ایلک فلا ملک ابرو کا بادشاہ آیا۔ عرض کی کہ اجازت ہو ابراہیم کا حکم کروں تمام آگ بجھا دے۔ آپ

نے فرمایا میں اپنی مصیبت کو اپنے جلیب حقیقی کے سپرد کر چکا ہوں۔ وہ میرے حال سے بے خبر نہیں ہے۔ ملک الارض زمینوں کا بادشاہ آیا۔ عرض کی کہ اگر اجازت ہو زمین بابل کو حکم کروں کہ وہ دم زدن میں تمام نمودریوں کو خورد برد کر دے آپ نے فرمایا۔

خَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ حَبِيبِي - چھوڑ دو مجھے اور میرے جلیب کو۔ شعس

ماکار خود بہ یارِ گرامی داشتیم  
گر زندہ ساز دار بکشد لے رائے دست

سب کے بعد روح الامین آئے۔ یہ وہ وقت ہے کہ خلیل منجلیق سے علیحدہ ہو

کر آگ میں جانے والے ہیں۔ باواز بلند پکارے

يَا خَلِيلُ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ - اے خلیل کوئی حاجت رکھتے ہو۔

آپ نے فرمایا امَّا اِلَيْكَ فَلَا - حاجت تو رکھتا ہوں۔ مگر تجھ سے نہیں۔

جبریل نے عرض کی جس سے حاجت ہے اُسے بتاؤ۔ آپ نے فرمایا عَلِمْتُ

بِحَاجَتِي حَسْبِي مِنْ سِوَايَ اِسے مطلع کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ سوال سے

پہلے میرے حال سے واقف ہے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ اس سے

کیا حاجت رکھتے ہو وہ ظاہر کرو۔ آپ نے فرمایا جب دوست دوست کو

جلانا چاہتا ہے تو زندہ رہنا جائز نہیں۔ حکم الہی ہُوَ اِيَّاكَ رُكُوْنِي بِسُودَاو

سَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اے آگ سلامت رہی کی برودت ہمارے ابراہیم

پر اختیار کرے

## حضرت اسماعیل ذبیح اللہ

پر بھی هجوم مصائب و موم کراںب نے ایسی ہی صورت دکھائی کہ قرآن کریم میں بھی جس

کی تصدیق آئی اِنَّ هَذَا الْمَوْلَىٰ بِسَلَامٍ الْمُبِينُ جب بے شک کھلی بلا تھی تاکہ مجھانِ  
الہی اور مقربانِ احدیت پناہی سمجھ لیں کہ دعویٰ محبت بغیر تکالیف شدیدہ و کراہتِ  
عدیدہ برداشت کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔

واقعہ ذبح اسماعیل یوں ہے کہ ایک روز آپ شکار سے واپس تشریف  
لائے۔ تو غبارِ راہ و گردِ شکار گاہِ رخسارہٴ نوری پر نمایاں تھا۔ اور تمازتِ آفتاب سے  
عذارِ آشفقتہ۔ حضرت خلیل نے سر راہ آپ کو دیکھا۔ تو فرطِ محبت و فریوانیِ مودت  
سے آپ کے رخسارہٴ مثلِ گلِ شفتهٴ نظر آئے۔ اور عذارِ ہائے نوری ماہِ دوہفتہ سے  
زیادہ تابندہ پائے۔ ادھر شفقتِ پدری جو طبعِ بشری سے وابستہ ہے متحرک  
ہوئی۔ ادھر غیرتِ الہی کو سلسلہٴ محبت نے جوشمزن کیا۔ شب ہوئی ابراہیم  
ورود و ظائف سے حسبِ عادت فارغ ہو کر آرام گاہ میں تشریف لائے۔ عالم  
رویامیں دیکھا کہ برسرِ بالین کوئی ندا کرتا ہے کہ اے خلیل دعویٰ محبت ہمارا اور مودت  
فرزندی اس کے ساتھ دل میں۔ اے خلیل اگر ہماری محبت رکھتے ہو اور ہمارے وصل  
کے خواستگار ہو تو اٹھو اور حلقومِ فرزندِ ولیند کو آبِ تیغ سے سیراب کر دو۔  
حضرت خلیل خائف ہو کر چونک پڑے۔ علی الصباح ذبیح کی والدہ حضرت ہاجرہ  
سے فرمایا۔ اٹھو اور خلعتِ فاخرہ اپنے فرزندِ ولیند کو پہناؤ۔ آنکھوں کو سرمہ  
سے سجاؤ۔ گیسوئے مشکیں شانہٴ رضا و تسلیم سے سنوارو۔ کہ اس کو دوست کے یہاں  
مہمانی کے لیے لے جانا ہے۔ شعر

اندک آرائش مکن بسیار کن ہرچہ بتوانی ہمہ درکار کن

حضرت ہاجرہ نے بتعمیل ارشاد حضرت اسماعیل کو پوشاکِ فاخرہ سے مزین  
کیا۔ گیسوئے مشکیں دھو کر شانہٴ سے سنوارے سینہ سے لگا کر خوب پیار فرما کر  
رخصت کیا۔ اور فرمایا۔ جانِ مادر۔ میں نہیں جانتی کہ تم کہاں لے جا رہے ہو۔

مگر میں اپنے دل میں بے تابی۔ جگر میں خونخواری پاتی ہوں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ہاجرہ سے ایک پھری اور ایک رسی طلب فرمائی۔ آپ زار زار روئے لگیں اور اس طرح آہ و فغاں کی۔ کہ جگر حاملانِ عرش لرزاں ہو گئے۔ اور دست بستہ عرض کی کہ اے خلیل! نہانی میں لے جاتے وقت پھری و رسی سے کیا تعلق ہے۔ آپ نے فرمایا شاید قربانی کی ضرورت ہو جائے۔ اور قربانی میں پھری رسی لازمی ہے۔ بدیں سبب لے جاتا ہوں۔ آپ کے دل میں یقین ہو گیا کہ خلیل اپنے لختِ جگر کو ذبیح بنانا تجویز کر چکے ہیں۔ پھری رسی دے کر نہایت صبر و استقلال سے رخصت کیا۔ مگر شفقتِ مادری نے ہیجان کر کے ہاجرہ کی زبان سے یہ الفاظ جاری کر دیئے جو اشعار ذیل سے ظاہر ہیں۔

جان کن لطفے بکن زیں ویدہ گریاں مرد      دل کیاب تست برخواں کساں مہاں مرد  
 پوں تو کردی عزم رفتن از تنم جاں می دؤ      از تنم تا بر نیاید جان من اے جاں مرد  
 آفر سنگ صبر و شکیبائی سینہ رضا پر رکھ کر ہاجرہ نے خلیل و ذبیح کو وداع کیا۔ اور دولت سرائے میں بحال حرماں و گریاں واپس تشریف لائیں۔ خلیل و ذبیح میدان منیٰ میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ ہاجرہ بسترِ فراق و مہاجرت پر بے تاب ہیں۔ شیطان لعین کو خبر پہنچی کہ خلیل کا آج امتحان ہے۔ اور ان کے فرزند دل بسند عنقریب ذبیح اللہ کے خطاب سے مشرف ہونے والے ہیں۔

سو چتا رہا آخر یہ خیال دل میں جمایا کہ

کوئی ایسا مگر کا ٹھنڈا چاہیے۔ کہ خاندانِ خلعت ہی نیست دنا بود ہو جائے۔ پھر دل میں سوچا کہ بہ نسبت مردوں کے عورتوں کی قوت کمزور ہوتی ہے۔ اور بالخصوص ماں کا دل اولاد کی طرف سے نہایت ہی رقیق واقع ہوا ہے۔ ہاجرہ



کو چل کر واقعہ کی صحیح خبر دوں۔ ممکن ہے ان کی واویلا۔ بے چینی اور بے تابی قدم خلیل کو صراطِ عشق سے متزلزل کر دے۔

## ایک بزرگ صورت بن کر ہاجرہ کی خدمت میں حاضر آیا

اور رو کر کہنے لگا۔ ہاجرہ کچھ خبر بھی ہے تم لٹ رہی ہو اور بالکل لٹنے والی ہو۔ آپ نے متحیر ہو کر فرمایا آپ کون ہیں۔ اور یہ خبر خواہی کس معاملہ کی ہے۔ شیطان نے کہا اسمعیل کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا دوست کے یہاں مہمانی میں اپنے باپ کے ساتھ گیا ہے۔ شیطان نے کہا تم غفلت نہ کرو ورنہ عنقریب اس کے رخسار خنجر آبدار سے گلنار ہو جائیں گے۔ اور گیسوٹے مشکیں سنبل تاب خوناب نظر آئیں گے۔ ہاجرہ نے فرمایا اے بڈھے تو پیر مرد نہیں۔ شیطان معلوم ہوتا ہے۔ جو میرے دل میں اس کے باپ کی طرف سے یہ بدگمانی پیدا کر کے میرے دین و دنیا کو خراب کرنا چاہتا ہے۔ خلیل جیسا باپ اسمعیل جیسے فرزند و بلند کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی نہال میوہ رسیدہ کو باغِ خلعت میں لگا کر اپنے ہاتھ سے کاٹ دے۔ شیطان نے کہا۔ ہاجرہ اس کا سبب یہ ہے کہ خلیل نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس کا محبوب حقیقی اس کے فرزند کے ذبح کا حکم کرتا ہے۔ یسنتے ہی حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو خلیل نے غلط نہ کہا۔ جب خدا کا حکم اس طرح ہوا ہے۔ تو ذبح کی دعوت حقیقی دعوت ہے اور ایسی دعوت پر ایک جان ہاجرہ کی کیا حقیقت ہزار جان ہاجرہ اور ہزار ہا فرزندان و خان و مان فدا ہیں چل دور ہو غیبت تو دوست نادشمن ہے

اس جواب سے ابلیس پر ابلیس مایوس ہو کر حضرت خلیل کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ ابراہیم! اسمعیل کے کمان ابرو پر ہزار جان فدا ہوں تو زیبا

ہے۔ تمہیں کیا ہوا ہے کہ محض خیال و خواب پر اپنے گھر کی شمع تاباں کو گل کرتے ہو۔ چراغِ دو دمانِ نبوتہ اور روشنی دیدہ محبت کو بجھاتے ہو۔ اسی معاملہ میں ذرا غور کر لو۔ حضرت خلیل علی الفور تاڑ گئے کہ یہ مشورہ شیطانی ہے۔ تیرا ستغاذہ کو کمان لا حول پر رکھ کر اس کی طرف چھوڑا وہ اس تیر کی تاب نہ لا کر بھاگا اور پکار کر کہتا گیا کہ ابراہیم تیرا خواب شیطانی ہے پھتائیگا۔ آپ نے جواب دیا کہ تو شیطان ہے تیرا داؤ اہلبیاء پر نہیں چل سکتا۔ خبیث میرا خواب کبھی شیطانی نہیں ہو سکتا وہ خواب رحمانی ہے اور جو حکم دوست نے مجھ کو دیا ہے وہ مشکل برکتہاٹے سکران راز پائے نہاں ہے۔ شیطان پھر پکارا کہ خلیل انصاف سے کہو کہ ایسے نعت جگر کی ذبح کو تمہارا ضمیر اجازت دیتا ہے۔ حضرت خلیل کی آتش غضب مشتعل ہوئی۔ اور فرمایا اے مردود مسرود۔ جبکہ میں آگ میں ڈالا گیا تھا۔ تجھے معلوم ہے ملائکہ مقربین کی باتوں میں نہ آکر اپنے محبوب کی رضا جوئی میں رہا۔ جبکہ تو ظاہر راندہ درگاہ ہے تیرے دموں یہ کیونکر آسکتا ہوں

## قسم ہے جلال و جمال حسن محبوب کی

اگر مشرق سے مغرب تک میرے ایسے ہی لختِ جگر ہوں جیسا کہ اسمعیل ہے۔ تو حکم الہی کی تعمیل میں سب کو قربان کر دوں۔ شعس جنوں بے خودی میں پائے استقلال رکھتا ہوں صراطِ عشق سے لغزش نہیں کرتا قدم میرا بالآخر ابلیس خیس و سوسہ خلیل جلیل سے محروم ہو کر حضرت ذبیح کی نسبت میں آیا اور عرض پیرا ہوا کہ اے نختہ گلستان رسالت وائے میوہ بوستان عزت و جلالت کچھ خبر بھی ہے کہ تمہارا باپ تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہے اور کہاں لے جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا دوست کے یہاں مہمانی ہے۔ شیطان نے کہا اس نے غلط کہا وہ دوست کی مہمانی کو نہیں لے جا رہا ہے بلکہ تم کو ذبح کرنے جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ

کس قصور میں۔ عرض کی کہ محض خواب کی بنا پر کہ شب کو اُن کے خدا نے تمہاری ذبح کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا او پیر بد تدبیر تو شیطان دشمن انسان معلوم ہوتا ہے۔ اگر فرمان حضرت قدیم و قدیر اور حکم مالک الملک علی البکیر سے ارادہ ہے تو ایک جان اسمعیل کیا چیز ہے۔

## ہزار جان فدا کرنے کو خود اسمعیل حاضر ہے

جان شیریں کو قبول چوں تو جانا بود کے بچنے باز ماند ہر کرا جانے بود  
شیطان نے کہا صاحبزادے تم سے تحمل تکلیف تیغ آبدار شکل ہے۔ آپ نے فرمایا بخیریت دور ہو۔ میں اپنے رب مجازی و حقیقی کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا۔ سر با سعی

دلدا ز من گفت کہ نونت ریزم گفتم شرف من است ازان نگریم  
یک جان چه بود ہزار جان با یستے مے کشی و بار و گرمے نیمم  
شیطان نے پھر کچھ زور دے کر منع کرنا چاہا۔ آپ نے باواز پکا کر خلیل اللہ سے فرمایا کہ ابا جان! یہ بخیریت بوڑھا گمراہ مجھے حیران کرتا ہے۔ آپ تشریف لائے۔ شیطان لعین فرار ہوا۔ آپ نے فرمایا جان پدر! یہ ابلیس روسیہا ہے یہ بدترین سگان درگاہ ہے۔ پتھر اٹھاؤ اور اس بخیریت کو سنگسار کرو۔ یہ تین منارہ اب تک یادگار میں قائم ہیں۔ جہاں حاجی بعد حج رمی بخار سات سات کنکریوں سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بخیریت حضرت حق نے سچ فرمایا  
وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ط ہماری رحمت سے توفیقات تک دور ہے۔

حتیٰ کہ پدر و پسر منیٰ میں پہنچ گئے اور ذبح کو اپنے سامنے بٹھایا اور

پھری رسی آستین سے باہر نکالی اور فرمایا اِنِّیْ اَسْأَلُ فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اَذْبَحُ لَكَ فَاَنْظِرْ مَا ذَا تَرَى۔ میں خواب میں تمہاری ذبح کا حکم پاتا ہوں۔ کہو کیا رائے ہے۔ اسماعیل خوش ہو کر فرماتے ہیں یا اَبَتِ افْعَلْ مَا تَوْمَرُ مَا تَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ ہ ابا جان جو حکم ہے۔ اس کی فی الفور تعمیل کیجئے۔ اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔

ابا جان کچھ خیال نہ کیجئے۔ اسماعیل جیسے ہر اردوں ہو جائیں گے اور رب جلیل اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اس کا فراق چند روزہ ہے اور محبوب حقیقی کا صدمہ تازیت بھی ہوگا۔ اب دیر نہ کیجئے۔ شعر

مرا سریت کہ خواہم فدائے پاد تو گردن قبول کن کہ جزا میں مایہ دستگاہ ندوم  
خلیل نے فرمایا۔ جان پدر، نخت جگر کچھ وصیت کرنا چاہو تو کر لو۔ عرض کی  
ہاں تین وصیتیں قبول فرمائیے۔

اول۔ وقت ذبح میرے ہاتھ باندھ دینا تاکہ دربار احدیت میں حاضر ہوتے  
وقت صدمہ تیخ سے ہاتھ مارتا نہ حاضر ہوؤں اور میرے خون سے آپ کا لباس  
مبارک آلودہ نہ ہو جائے شعر

گفتی کہ بربریم از تو خون با کے نیست زان می ترسم کہ دستت آلودہ شود  
دوسری وصیت یہ ہے کہ وقت ذبح میرا سر زمین پر رکھ دینا۔ تاکہ میرے  
عجز و انکسار پر حضرت عزت کو رحم آجائے اور وہ مجھے مقرب بنالے۔ گرد  
آلودہ سُخ اور خاک فرسودہ جبیں دربار محبوب میں محبوب ہے۔

تیسری یہ کہ اولاد سے والدین کو انتہائی محبت ہوتی ہے۔ وقت ذبح اگر  
نظر سامی مجھ پر پڑی اور شفقت پدری نے ہاتھ روک دیا۔ تو میں بشفرف دعوة  
سے محرم رہ جاؤں گا۔ لہذا اپنا منہ پھیر لینا یا آنکھوں پر پٹی باندھ لینا۔ اور مکان پر

بہنچ کر والدہ کے سامنے بیوں ہی نہ تشریف لے جانا۔ اس لئے کہ جب اس مادرِ فراق دیدہ باجہ تیران کشیدہ کی نظر صرف آپ پر پڑے گی اور میں نہ بول گا تو وہ بے تابی سے از خود رفتہ ہو جائیں گی۔ ان سے سختی نہ کرنا۔ درستی سے جواب نہ دینا۔ کہ فراقِ فرزند بقائیت اشد ہوتا ہے۔ تطف و ولداری سے تسکین کر دینا۔ اور میرا سلام انہیں پہنچا دینا۔ اور میری طرف سے فرمادینا کہ اسماعیل ذبیح نے بعد سلام عرض کیا ہے کہ دردِ فراق کے ایام صبر سے گزارنا کہ محبوب حقیقی صابروں کو دوست رکھتا ہے۔

مختصر یہ کہ تمام وصایا ابراہیم علیہ السلام نے منظور فرما کر دست و پا اسماعیل حسب وصیت باندھے۔ ملاءِ اعلیٰ میں شور مچ گیا سبحانِ عرش کے دل ہل گئے شعرا غلغلہ درگنبد خضر افتاد ولولہ در قبۃ میں افتاد فرشتے اس منظرِ خونی کو دیکھ دیکھ کر لرز رہے تھے۔ دورانِ ہستی جنت کے بھروسوں سے اس بے نیازی کا مشاہدہ کر کے کلیجہ تھامے محو حیرت تھیں۔ ملائکہ جنابِ الہی میں عرض کر رہے تھے کہ الہی ابراہیم کتنا صابر بندہ ہے کہ تیری رضائیں تسلیم خم کئے آگ میں گرا اور قدم شکیبانی ذرا پیچھے نہ ہٹایا۔ اب اپنے نونہال گلشنِ نبوت کو تیری رضا جوئی میں اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کو تیار ہے۔ ارشاد ہوا کہ اسی وجہ سے ہم نے اسے خلعتِ نخلت پہنایا اور ساعزِ محبت پلایا ہے:

## رباعی

ہر کہ با عشقِ مادرِ آمیزد      ز غم و استلا نہ برہیزد  
در بر و صد ہزار تیغ کشیم      بکنہ سرِ خداؤنگر میزد  
ایک روایت میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے تیغ تیز سے

سلتوم اسماعیل کا ٹٹنا شروع کیا۔ ستر بار چھری چلائی۔ مگر پوست و گوشت ورگ  
 حلقوم پر ڈرا اثر نہ ہوا۔ خلیل غصہ میں آئے اور چھری ہاتھ سے پھینک دی اور فرمایا  
 تو میرا حکم کیوں نہیں مانتی۔ چھری نے زبان حال سے عرض کیا۔ ابراہیم غصہ نہ  
 فرمائیے اَلْخَلِيلُ يَا مُرْتَبِ الْقَطْعِ وَالْجَلِيلُ يَنْهَى عَنِ . میں  
 حیران ہوں کیا کروں آپ کاٹنے کا حکم فرماتے ہیں اور رب جلیل ممانعت فرماتا  
 ہے۔ کس کا حکم بجالاؤں۔ مجھے آپ کے حکم کے مقابلے میں خدا کا حکم ماننا  
 ضروری ہے۔

خلیل نے فرمایا تیرا کام کاٹنا ہے۔ تو کاٹنے کو بنائی گئی ہے۔ چھری نے  
 عرض کیا۔ آگ بھی جلانے کو بنی ہے۔ پھر آپ کو کیوں نہ جلایا۔ شعر  
 اگر تیغ عالم بجنسہ زجائے نہ بر در گے تا نخواہد خدائے  
 فرشتوں میں گفتگو شروع ہوئی کہ خلیل اشہاد و جہ کے سخی ہیں کہ اپنے فرزند  
 و لبند کو فدا کر رہے ہیں۔ اور اسماعیل زبردست شجاع، دلیر اور بواں مرد بھی ہیں۔  
 کہ رضائے الہی میں جان عزیز جیسی چیز فدا کرنے کو تیار ہیں۔ جناب الہی کی طرف  
 سے جو اب ملا کہ نہ وہ سخی نہ کتا۔ نہ وہ بواں مرد بے ہمتا۔ ہم سب سے زیادہ جو اد ہیں۔ کہ  
 بغیر ذبح اسماعیل کو ذبح بناتے ہیں۔ بغیر قربانی کئے ابراہیم کی قربانی قبول فرماتے  
 ہیں۔ جبریل جاؤ اور ایک بیٹھا ابراہیم کے زیر زانو ذبح کرادو اور ہماری طرف  
 سے بشارت دو کہ

قَدْ صَدَّقْتَ التَّرْوِيَا۔ ابراہیم تم ہمارا ثواب سچا ہو گیا۔

تمہارا جو کام کرنے کا تھا کہ چکے۔ ہمارا کام جو ادی کا تھا ہم کرتے ہیں۔ تم نے شرط  
 فریرواری پوری کی۔ تم بیشک ہمارے خلیل ہو اور یہ ہمارے ذبح۔ جس کا تذکرہ

قرآن کریم سے

تَمَّتْ آيَاتُ الْكُرْآنِ وَالْحَجُّ أَكْمَلُ مِنْهُ قَدْ أَتَى النَّبِيَّ وَالْأَقْبَابُ  
 تَمَّتْ آيَاتُ الْكُرْآنِ وَالْحَجُّ أَكْمَلُ مِنْهُ قَدْ أَتَى النَّبِيَّ وَالْأَقْبَابُ  
 تَمَّتْ آيَاتُ الْكُرْآنِ وَالْحَجُّ أَكْمَلُ مِنْهُ قَدْ أَتَى النَّبِيَّ وَالْأَقْبَابُ  
 ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل ٹایا۔ ہم نے ندا می رسے  
 ابراہیم بخشک تو نے خواب پر سچ کر دیا اِنَّ هَذَا الصَّوَابُ لَآتَاكَ مِنْ رَبِّكَ وَوَقَدْ يَنْبَغُ  
 بِذَلِكَ عَظِيمٌ ۵ ہم ایسا ہی صلہ نیکوں کو دیتے ہیں۔ بیشک یہ کھلی بلا تھی اور امتحان۔  
 ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے صدقہ میں دے کر آتے بچایا۔ یعنی منہ عذرا ذبح کر دیا۔ حضرت  
 ابراہیم نے آنکھوں سے ٹٹی کھول کر دیکھا تو اسماعیل کی بجائے منہ عذرا ذبح ہوا پڑا ہے۔  
 جبریل نے عرض کی اے خلیل جلیل خدا نے برتر آپ کو مبارک باد دیتا ہے۔ اور آپ  
 کے فرزند کی قربانی قبول فرماتا ہے۔ اور خلعتِ نخلت سے آپ کو مشرف کرتا ہے۔  
 صاحبزادہ کے ہاتھ پر کھوٹے اور اسے سلام اللہی پہنچائیے۔ خلیل نے فرط مسرت سے  
 سجدہ شکر الہی کیا اور ذبیح کو فرمایا بیٹا تم کو بذریعہ جبریل صبر و رضا کے صلہ میں سلام  
 اللہی آیا ہے۔ اور ارشاد ہے کہ اسماعیل تیغ بلا پر صبر کرنے کے صلہ میں ہم تمہیں مستجاب  
 الدعوات فرماتے ہیں مانگو۔ جو مانگو گے پاؤ گے۔

## ذبیح نے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی

اللہی! نبی آخر الزمان کے جاں نثار جو محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے شہید ہوں۔ ان  
 کے گناہ مجھے عطا فرما دے۔ جواب ملا۔ اسماعیل

اے محبوب! خلیل جلیل تمہاری مراد برآئی

چوں شدی از صدقِ دل قربان ما سرزہ چھیدی تو از فسادان ما

شد و عالمائے تو دروم مستجاب عاصیاں را از تو باشد فتح باب

اسے میرے ذبح تیری وجہ میں نے گناہگار ان امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر روز قیامت ہم نے مغفور کئے۔ امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب جناب الہی کی طرف سے فدائے اسماعیل کا معاوضہ گوسفند پر بیگیا۔ تو خلیل کے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ اگر اسماعیل ہی میرے ہاتھ سے ذبح ہوتا۔ تو بہ نسبت اس فدیہ کے ثوابِ عظیم ملتا۔ جناب الہی نے بذریعہ وحی خلیل سے دریافت فرمایا کہ تمام عالم میں کس کو زیادہ عزیز رکھتے ہو۔ خلیل نے عرض کی۔ تیرے حبیب حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ ارشاد ہوا۔ انہیں دوست رکھتے ہو یا خود کو۔ عرض کی۔ الہی ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا ایک ان کے جگر گوشوں کو زیادہ محبوب رکھتے ہو یا اپنے نچھتے جگر کو۔ عرض کیا ان کی اولاد کو یا را رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا ایک ان کے فرزند و لبند کو غریب الوطنی پر مصیبت زدگی بیکسی تشنہ کامی کی حالت میں ہم تمسکاً تیرے بلا بنا کر جوڑ دجفائے شتمگاران سے بھوکا پیاسا میدانِ مریلا میں شہید کرائیں گے۔ ابراہیم خلیل اس شہر کے سنتے ہی زار و قطار اشکبار ہونے

ارشاد ہوا کہ خلیل ہو

ان کے غم میں روئے لگا۔ اسے ثواب اس قدر ہم عطا فرمائیں گے۔ جتنا کہ تمہیں تمہارے فرزند کی قربانی میں عطا ہوا ہے۔ اور ماتم و سینہ کو بی مسلمان کو جائز نہیں۔

علامہ سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں کہ عاشورہ کے دن غم حسین میں بہت رویا۔ دل میں کہا کاتس اس



وان تو کر بلا میں ہوتا۔ تو اس شہنشاہ شہداد کے آگے اپنا خون بہاتا۔ اب روئے ہے یا  
 حاصل ہے۔ میں نے اس خطرہ کی تصدیق کی اور اس افوس پر رونا بہا۔ شب کو حضور  
 انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ رونق بخش کلمہ اعزاز ہیں اور فرماتے ہیں  
 کہ اے سہیل قسم ہے عزت و جلال ذرا الجلاں کی تیرا ایک قطرہ انکاب بھی جو میرے فرزند  
 و بلند کے غم میں نکلا ضائع نہیں گیا اور یہ رونا جو تو آج رویا ہے۔ اس کا ثواب اس قدر  
 بے حد ہے کہ محاسبان تختہ خاکی و ستوفیان دفتر افلاک کے حصر و حساب سے  
 باہر ہو گا۔ یہ رونا ڈرامے اجر پر روتا ہے اور ماتم کرنا ان موتوں کے باروں کو  
 پراگندہ کرنا

بیاد حسین رضی اللہ عنہ گریہ کن کہ زین گریہ پیدا شود آبرو  
 ہر آل نامہ کز خطا شد سیاہ بدین گریہ کردن توں شست و شو  
 بعض احادیث میں وارد ہے کہ شہزادہ کوئین سیدنا حسین سید الشہداء  
 رضی اللہ عنہ روز قیامت عرصہ عشرت میں خون آلود چہرہ لے کر تشریف لائے اور  
 جناب اللہ میں عرض کریں مَا تَشْفَعِنِي فِيْمَنْ بَكَى عَلٰى مِصِيْبَتِيْ - اللہ  
 میری شفاعت اُس شخص کے حق میں قبول فرما۔ جو میری مصیبت کو یاد کر کے گریہ  
 کناں ہو۔ اگر شریعت مطہرہ میں ماتم اور سینہ کوبی کی بھی اصل ہوتی تو فیمن بکى  
 کے بجائے فِيْمَنْ ضَرَبَ الْخَدَّوَدَا تَابَا۔ پس ثابت ہوا کہ اسلام میں غم و آلام پر  
 گریہ رحمت ہے اور ماتم لعنت ہے

## حضرت یعقوب علیہ السلام

پتہ بھی مسائب کچھ کم نہ آئے۔ ان کا سب میں بڑا صدمہ فراق فرزند و بلند یوسف

علیہ السلام ہے۔ جس کا مفصل تذکرہ سورہ یوسف میں مذکور ہے۔ اس سورہ کے شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے اس طرف گئے ہیں کہ خبر شہادت حسینؑ تکین قلب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ سورہ نازل ہوئی۔ چنانچہ صاحب روضۃ الشہداء اس کا نزول یوں لکھ رہے ہیں کہ ایک روز آنحضرتؐ مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رواق افروز تھے کہ تو تو مر جان یعنی حسن و حسین علیہم السلام تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گور میں بٹھایا اور حسین مبارک چومنا شروع کی کہ روح الامین حکم رب العالمین حاضر رہا ہوئے اور عرض کیا کہ حکم الہی ہے کہ **اَنْجِبْهُمَا** کیا حسن و حسین کو دست رکھتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں **اَوْلَادُنَا اَكْبَادُنَا** یہ دو نعت جگر ہیں یا دونوں نور لبیر فرزند از حنہ ہیں یا جگر گوشہ و لبند جبریل نے عرض کی۔ کہ دونوں میں سے کس کو زیادہ محبوب رکھتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل دونوں ڈریک سدف ہیں۔ دونوں بدریک آسمان شرف ہیں۔ حسن و حسین نگہبان ایک مدینہ۔ ایک بادبان یک سفینہ ہیں۔ دونوں سردیک باغ ہیں۔ دونوں نوریک چراغ ہیں۔ اس لئے یہ دونوں جگر گوشہ رسول اور گوشہ دل بتول ہیں۔ میں تو دونوں کو محبوب کہتا ہوں۔ جبریل نے عرض کی۔ حضور رب جلیل فرماتا ہے کہ اے محبوب تمہیں کیا خبر نہیں عنقریب تمہارے بعد دونوں نونہال زہر و قہر سے شہید ہوں گے۔ ایک زہر پلائے جائیں گے۔ دوسرے نہ تیغ بے دریغ فرمائے جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آبدیدہ ہو کر فرمایا **اِخِي جَبْرِئِيلُ مِنَ الْفِعْلِ بِهَمَّا**۔ جبریل تو بتاؤ کہ میرے جگر گوشوں کے ساتھ بے رحمی کون کرے گا۔ جبریل نے عرض کی حضور کے امتیوں کی ایک جماعت۔ آپ نے فرمایا **يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ بِي وَ يَرْجُونَ شَفَاعَتِي**۔ یہ جماعت مجھ پر ایمان لاکر میری شفاعت کی امید کرتے ہوئے ایسا کرے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل کس قصور میں حسن کو زہر اور حسین کو بولٹے قہر میں قوم بتلا کرے گی۔ عرض کی حضور کوئی قصور و خطا نہ ہوگا۔ بلا سبب

تالیانی انو: موت سے سد کر کے لاسا کریں گے۔ جیسا چاند کہ بے قصور ہے۔ مگر تے

مائی تالیانی کی باب نہ لاکر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں شعر

مر فتانہ نور سگ عو عو کند ہر کے بر خلقت خود سے تند

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جفائے امت بے دین سے گریاں ہونے۔ تو

روح الامین اس سورہ مبارکہ کو تسکین دل مخروبین کے لیے لائے۔ صاحب تفسیر حسینی

یوں فرماتے ہیں کہ شان نزول اس سورہ مبارکہ کا یہ ہے۔ کہ یہود نے مشورہ کیا۔

کہ سبب انتقال آل یعقوب علیہ السلام دریافت کریں کہ وہ کیوں شام سے مصر

گئے تو یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی۔ اور صاحب جواہر التفسیر فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ نے

عرض کی یا رسول اللہ تو قصصت علیت۔ اگر ہم پر قصہ فرمائے جائیں تو

اتھا ہو۔ تو یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی اور فرمایا نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ

بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْغَافِلِينَ

یعنی ہم بیان فرماتے ہیں آپ پر نفیس قصہ اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی

توجہ بھیجی ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے تمہیں بے شک خبر نہ تھی اِذْ قَالَ يُوسُفُ

لِأَبِيهِ جِبْكُ كَمَا يُوسُفُ نَعْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ

کی عمر بائیس سال کی تھی۔ شب میں آپ اپنے والد کے پہلو میں آرام گزریں تھے

تو ایک بونک پڑے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا کیا بات

ہے۔ عرض کی ابا جان میں نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ اِنِّي

رَأَيْتُ أَحَدًا عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مَرَّاتٍ مُمِثَّةً

سچا دین۔ گیارہ ستارے اور آفتاب اور ماہتاب ہیں۔ اور میں ایک بلند پہاڑ

پر ہوں جس کے گرد نہریں جاری ہیں اور سبز درخت ہیں اور وہ ستارے

اور تیرہین مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کھریا کہ یوسف

رفیعہ نے وہ ہے اور گیارہ ستارے ان کے گیارہ بھائی ہیں۔ اور چاند  
 سورن باپ۔ ان کی تعظیم کریں گے۔ مگر خوف سے کہ بھائی اس خبر سے  
 کہیں نہ کریں، نایا قاتل یبنتی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک  
 فتیب اؤا لک یذاکر ان الشیطن للانس ان عدو و مبین ہے کہ  
 میرے نپے پنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی چال  
 چیں۔ بس شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے و کذالک یحببک مرہدک  
 اور ان طرح تم کو اعزاز و عزت کے لیے چن لیا ہے۔ تمہارے رب نے اور سلطنت  
 رسالت کے واسطے مخصوص کر کے و یعلیک من تاویل الاحادیث تمہیں سکھائے  
 گاحقائق و دقائق کتب منزلہ و یا تمہیں نعمتہ علیک و علی ال یعقوب کما  
 آتہا علی ابویکم من قبلہ ابراہیم و اسحق ان مرآۃ علیہم حکیم اور  
 نام کرے گا اپنی نعمتیں کہ متعلق بہ نبوتہ ہیں تم پر اور فرزند ان یعقوب پر جو تمہارے بھائی  
 ہیں۔ جیسے کہ پوری کہیں ہم نے نعمتیں تمہارے دونوں باپ ابراہیم و اسحاق پر تم  
 سے پہلے یعنی تمہارے اجداد پر بے شک تمہارا رب زبردست دانا اور حکمت  
 والا ہے۔

اس کے بعد قصہ یوسف علیہ السلام ذکر فرمایا۔ اصل قصہ یہ ہے کہ حضرت  
 یوسف کے گیارہ بھائی تھے ایک عینی یعنی ایک ماں سے ان کا نام بنیامین تھا  
 اور چھ خال زاد بھائی مسیمان یہودا۔ روئیل۔ شمعون۔ لاوی۔ زیالون۔ شجر  
 تھے۔ اور چار علاقائی جن کے نام ازہ۔ سریرہ۔ جاد۔ اسر تھے۔

صاحب تفسیر حسینی تحریر فرماتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے خواب  
 مذکورہ بیان زمانے کا عزم کیا اور یعقوب علیہ السلام نے اس کے کتمان کی  
 وصیت فرمائی۔ تو بعض بھائیوں کی بیویاں اس قصہ کو سن۔ ہی تھیں۔ جب

شام کو تمام بھائی گھر میں جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے شوہروں سے قندہ خواب  
یوسف اور وصیت یعقوب علیہما السلام مفصل کہہ دیا۔ ان کے دل میں  
رشتک و غیظ بھرے اور علائی بھائی خاص طور پر متاثر ہوئے اور سب بھائیوں  
کو جمع کر کے کہنے لگے۔ جس کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے اِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ  
وَآخُوهُ اَحَبُّ اِلَىٰ اٰبِلِنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اٰبَانَ لَفِي  
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۗ کہ جب بولے وہ سب کہ بے شک یوسف اور اس کا  
بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے۔ حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں اور  
کام کرتے ہیں اور یہ دونوں یعنی یوسف و بنیامین خورد سال ہیں۔ اس معاملہ میں ہمارے  
باپ کھلی وارفتگی میں ہیں۔

صاحب تفسیر تیسیر القرآن علامہ مخدوم علی مہتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب  
شیطان لعین نے بھائیوں کے خیالات ایسے پائے تو خوش ہوا اور پیر مرد کی صورت  
بنا کر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ یوسف تمہیں عنقریب اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔  
سب نے ایک درو مند سمجھ کر اس کی طرف رجوع کیا اور پوچھا کہ بڑے میاں ہیں بتائیے  
اس ذلت سے کیونکر خلاصی ممکن ہے۔ اُس خبیث نے کہا اُقْتُلُوْهُ اَوْ طَرَحُوْهُ  
اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهًا اٰيِكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِ هٗ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۗ  
یوسف کو قتل کر ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک دو تا کہ تمہارے باپ صرف تمہاری  
طرف متوجہ رہیں اور اس کے بعد توبہ کر کے نیک ہو جانا۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین  
کرنا۔ ضروری ہے کہ صالحین در قسم کے ہیں ایک وہ جو صالح بن جاتے ہیں دوسرے  
وہ جو بذریعہ دعا صالح ہوتے ہیں تٰوٰبِ اِجْعَلْنِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ جن کی دعا  
مستجاب ہوتی ہے وہ صحیح صالح ہیں اور جو سب کچھ کرتے بھی ہیں اور صالح بننے  
پہن ان میں اور ان میں بعد بعید ہے۔ اس کو سن کر سب نے اتفاق کیا مگر ایک

نے ان بھائیوں سے کہا کہ یہ کید شیطانی معلوم ہوتا ہے۔ کہ قتل نفس غیر عاصی کی رائے ہے۔ میری رائے میں قتل نہ کیا جائے کہ قتل بے گناہ گناہ عظیم ہے۔ بلکہ الْقُوَّةُ فِي غَيْبَةِ الْجَبِّ يَلْتَقِطُهُ بَعْضُ الشَّيَاطِينِ إِنَّ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝ اگر کرنا ہی چاہتے ہو تو یوسف کو کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی چلتا ہوا اسے لے جائے پناہ سب نے اس رائے پر اتفاق کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

ایا جان! فصل بہار ہے۔ زمین پر ہر سمت سبزہ زار ہے

سنبل سرفاز باز کردہ گل دست برد از کردہ

سیرابی سبزہ ہائے نوخیز از لؤلؤ زمرد انگیز

کیا وجہ ہے کہ یوسف کو ہمارے ساتھ جنگل کی سیر کے لیے آپ نہیں بھیجتے؟  
 یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ میں خوف کرتا ہوں کہ تم اُسے لے جاؤ اور میں رنج و  
 عنایں پڑ جاؤں۔ مجھے معاف کرو۔ میں اُسے نہ بھیجوں گا۔

باپ کی طرف سے جب باپوس ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس  
 پہنچے اور کہنے لگے۔ بھائی تم یہاں پڑے کیا کر رہے ہو۔ ہمارے ساتھ چلو۔ دیکھو  
 جنگل میں کیسی بہا ہے۔

موسم گل دوسرے روز بیت غنیمت دیند کہ در نوبت تاراج خنداں خواہد بود  
 حضرت یوسف خور و سال ان کی چال نہجے اور سب بھائیوں کو ہمراہ لے  
 کر خدمت یعقوب علیہ السلام میں اجازت لینے حاضر آئے اور عرض کی۔

زین تنگنائے خلو تم ناظر بصر اے کشد

کز بوستاں باد سحر خوش می دہد پیغام را

سوال اجازت یوسف سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام متفکر ہو کر خاموش  
 ہوتے تھے کہ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا

لَهُ لَتَأْتِيَنَّكُمْ مَعَنَا غَدًا يَرْتَع وَيَلْعَبُ وَإِنَّا لَهُ لَنَحَافِظُونَ ه  
 سب بھائی کہنے لگے کہ اباجان آپ کو کیا ہم امین معلوم نہیں ہوتے۔ حالانکہ ہم اس کے  
 خیر خواہ ہیں۔ کل اُسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے اور ہم اس  
 کے نگہبان رہیں گے قَالَ اِنِّي لَيَحْزُنُنِي اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّتَّ  
 كَلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُوْنَ ه آپ نے فرمایا بیشک مجھے رنج دیگا  
 یہ کہ تم اسے لے جاؤ۔ میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے بے خبر  
 رہو قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّا اِذَا الْخَاسِرُوْنَ ه سب  
 نے کہا اگر اسے بھیڑیا کھا جائے یا انکہ ہم ایک جماعت ہیں تو پھر ہم کسی مصرف  
 کے نہیں۔

یہاں یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے۔ کہ نبی کو اللہ تعالیٰ آنے والی باتوں سے مطلع  
 فرماتا ہے اَكَلَهُ الذِّئْبُ کا یہاں واہمہ بھی نہ تھا۔ لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام  
 نے نور نبوت اور فراست علم سے جان لیا کہ یہ لے جا کر واپس آکر یہ بہانہ تراشیں گے۔  
 بالآخر جب بھائیوں کا اصرار حد درجہ کا دیکھا اور یوسف علیہ السلام کا میلان  
 طبع بھی پایا۔ تو مجبوراً حسبِ رواج و طریقہ زمانہ یوسف علیہ السلام کو غسل دیا۔  
 گیسوئے مشکیں سنوارے نئے کپڑے پہنائے۔ وہ قمیص حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 کا پہنایا جو بہشت بریں سے روح الامین لا کر بوقتِ القادیناں نرود آپ کو پہنائے  
 تھے اور میراث میں آپ کا حصہ ہوا تھا۔ اور ایک تعویذ آپ کے بازو پر باندھا  
 اور دروازہ شہر کنعان تک جہاں ایک درخت شجرۃ الوداع کے نام سے مشہور تھا  
 پہنچائے آئے۔ اور وقتِ رخصت حضرت یوسف کو پہلو میں لے کر گریہ کناں  
 خوب سینہ سے لگایا۔ اور سب کو رخصت کرنا شروع کیا۔ یوسف علیہ السلام  
 نے جو پدرِ مشفق کو گریہ کناں دیکھا۔ خود بھی رونے لگے اور عرض کی اباجان! سبب

گریہ کیا ہے، آپ نے فرمایا۔ بیٹا اس روانگی میں مجھے زبردست مصیبت نظر آئی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ انجام کیا ہو مگر خیر لا تنسانی فانی لا انساك مجھے نہ بھول جانا کہ میں بھی تمہیں نہ بھولوں گا ع

فرا موشی نہ شرط دوستانت

پھر آپ نے تمام برادران یوسف کو ان کی حفاظت کے متعلق کافی تاکید فرما کر رخصت کیا۔ انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے دکھانے کو یوسف علیہ السلام کو کندھے پر اٹھایا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کھڑے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ نظر سے غائب ہو گئے۔ آپ گریاں و حیراں اسی مقام پر تشریف فرما رہے فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْجِتْنَا إِلَيْهِ لِتُؤْتِنَهُمْ رِجَالَهُمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۗ پھر جب یوسف علیہ السلام کو لے گئے اور سب کی یہی سائے ٹھہری کہ اُسے اندھے کنوئیں میں ڈالیں تو ہم نے یوسف کو وحی کی کہ جلدی تو نہیں ان کی خطا بتادے گا۔ ایسے موقعہ پر کہ وہ اس وقت محض بے خبر ہوں گے۔

چنانچہ باپ کی تمام وصیتیں ایک طرف رکھ کر حضرت یوسف کو کندھے سے نیچے پھینک دیا۔ اور کہا ہاں ذرا بتاؤ وہ خواب تیرا کیسے سچا تھا۔ وہ گیارہ ستارے جو ہم تعبیر میں بتائے گئے تھے کیونکر سجدہ کرتے ہیں؟ آج اُس خواب کو سچا کر اور ہم سے اپنے کو سچا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائیو مجھ پر ظلم نہ کرو۔ میری خورد سالی، کمزوری پر رحم چاہیے۔ میں تمہارا چھوٹا بھائی ہوں۔ تم میرے بڑے بھائی ہو۔ انہوں نے اُس ماہ کنعان کے عجز و انکسار کی طرف اصلا التفات نہ کیا۔ بلکہ سمندناز پہ یہ اور تازیانہ ہوا۔ کہ اس ماہ برج یعقوب علیہ السلام کے روئے رنگین پر طمانچہ مارا۔ اور بجائے کھلانے پلانے کے آپ کو بھوکا پیاسا پیر پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا۔



جب اس تپیلہ ٹھسن کی حالت قریب بہلاکت پہنچی۔ تو یہود اسے نہ رہا گیا۔ وہ بولا کہ ہمارے تمہارے درمیان یہ طے پاچکا تھا۔ کہ جان سے ہلاک نہ کریں گے۔ تم نے عہد شکنی کی۔ ہٹو۔

یہ کہہ کر اس نور شید کنعان کو جو غروب ہو رہا تھا اپنی گود میں لے لیا۔ تو سب کے دھواں دار غصہ پر اس پڑی اور سب نے جمع ہو کر ایک کنواں تلاش کیا جو کنعان سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا۔ بعض روایات میں ہے۔ کہ حوالی بیت المقدس میں تھا۔ بعض کا قول ہے کہ زمین اردن میں تھا۔ سترگز گہرا۔ منہ تنگ اندر سے فراخ۔ آپ کو وہاں لائے۔ یوسف علیہ السلام کو کچھ ہوش تھا۔ جب آپ نے دیکھا کہ کنوئیں میں ڈالتے ہیں۔ تو آپ ہر ایک بھائی کے آگے ہاتھ جوڑتے اور عرض کرتے کہ مجھے کنوئیں میں نہ ڈالو۔ مگر انہوں نے رستی سے ہاتھ پیرا بندھ کر کنوئیں میں چھوڑا۔

نہ اور امانے نے غمگسارے نہ غم خوارے نہ ولد ارے نہ یارے  
آپ کے قیص مبارک کا دامن کنوئیں کے ایک پتھر سے اُلجھ کر رہ گیا تھا بعد میں انہوں نے اُسے لے لیا۔ اور جب نصف حصہ چاہ میں آپ پہنچے تو رستی کاٹنی چاہی کہ جناب الہی کی طرف سے جبریل کو حکم ہوا اذْهَبْ اِلَىٰ عِبْدِی جبریل قبل اس کے کہ ہمارا بندہ کنوئیں کی ضرب سے جان دے اسے سنبھالو۔ روح الامین حاضر آئے اور آپ کو گرتے گرتے سنبھالا اور کنوئیں کی کوٹھی پر بٹھا دیا۔ اور طعام و شراب بہشت آپ کو پیش کیا اور بذریعہ وحی بشارت ہوئی کہ یوسف گھبرانا نہیں۔ بہت جلدی ہم تمہیں اس کنوئیں سے نکال کر مسند جاہ و شہم پر تکمیل فرمائیں گے اور تمہارے ان بھائیوں کو حاجت مند کی شکل میں تمہارے سامنے پیش کریں گے۔ ایسی صورت میں وہ تمہیں نہ پہچانیں گے۔ اس وجہ سے

کہ تم سندر فیعہ پر متمکن ہو گئے اور ان کا گمان یہ ہو گا کہ معاذ اللہ تم کہیں ہلاک ہو چکے یا کسی کے غلام ہو۔

صاحبِ روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ فرزندِ ان یعقوب علیہ السلام اس شب کنعان کو واپس نہ لوٹے اور یعقوب علیہ السلام تمام دن اسی مقام پر منتظر استقبالِ یوسف رہے اور شجرۃ الوداع کے سایہ میں بیٹھ کر جوں جوں شب ہوتی آپ اُچک اُچک کر دیکھتے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ آپ کی ایک بیٹی تھیں۔ وہ بھی وقتِ شام یعقوب علیہ السلام کے پاس آگئیں۔ آپ نے ہمشیرۃ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر فرمایا: آمد نمازِ شام و نیامد نگار ما اے دیدہ پاس دار کہ خواہم حرام شد صاحبزادی کا نام دینا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ دینا تمہارے بھائیوں کو کیا ہو گیا کہ اب تک نہ آئے۔

یاد رہے کہ آج کل ماہِ نیامد جاں رفت ز تن وال بیتِ دلخواہ نیامد دینا نے اول تسلی تشفی کی باتیں کیں۔ مگر جب وقت زیادہ گزر گیا اور روئے زیبا یوسف یاد آتا رہا آخرش یعقوب علیہ السلام معہ صاحبزادی کے شب بھر اسی جگہ رہے اور بار بار نیچے سے ادھر ادھر دیکھتے رہے اور انتظار کرتے رہے اور جنابِ الہی میں خیریت یوسف کی دعا کرتے۔ ادھر برادرانِ یوسف ایک مقام پر شبِ باش ہوئے کہ نومِ عزیز آگئی۔ مگر یہودا کو نینہ آئی۔ یہ اٹھا اور کنوئیں پر جا کر پکارا: اِخِي يُوْسُفُ اَحْيِ اَنْتَ اُمِّ هَيْتُ اے بھائی یوسف تو زندہ ہے یا مر گیا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو کون ہے جو مسیبتِ زدہ کا حال پوچھتا ہے اس نے کہا: یہ بھائی یوسف ہیں۔ آپ رونے لگے اور بولے بھائی اس شخص کا کیا حال ہو چھتے ہو جو پشرفتن برہند۔ لب نشہ اور گرسزد دل خستہ ہوں میرے رب کے سوا یہاں کوئی مونس ہے نہ یار نہ نمکسار میں نہ زندوں میں ہوں نہ قبرستان کے مردوں میں۔

یہودا نے یہ درد بھری آواز سن کر ایک چیخ ماری اور غریبی دے کسی یوسف پر بہت رویا۔ یہودا چونکہ بلند آواز تھا۔ اس کی آواز سے اس کے تمام بھائی بیدار ہو گئے اور دوڑے ہوئے اس طرف آئے۔ دیکھا کہ یہودا برسر چاہ گریہ کناں ہے۔ اس بہت کچھ طاقت کی۔ اب یوسف علیہ السلام کنوئیں میں ہیں اور آپ کے بھائی واپس لوٹے۔ راستہ میں ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے اس کے خون میں دامن قمیص رنگ کر دیا۔

وَجَاءُوا آبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ۚ قَالُوا يَا أَبَا نَبَاتٍ ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ  
وَتَرَكَنا يَوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ  
لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ۚ وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ

دوسرے دن صبح ہوتے ہی اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے ابا جان! ہم بھاگتے کھلتے دوڑ کر آئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تھے تو اسے بھیرا کھا گیا اور یقین کرتے ہیں کہ ہم کتنے ہی سچے ہوں۔ مگر آپ ہمارا یقین نہیں کریں گے۔ اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْراً فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۚ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ  
عَلَى مَا تَصِفُونَ ۚ

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بچو! تم جو کہتے ہو وہ ہوا ہوگا۔ مگر تمہاری من گھڑت بات تمہارے آگے ہیں۔ لیکن اب صبر ہی ہمارا کام ہے اور اللہ ہی ہمارا مددگار ہے۔ اس کی تصدیق و تکذیب میں جو تم کہہ رہے ہو۔

اس کے بعد یوسف علیہ السلام تین روز کامل اس کنوئیں میں رہے۔ چوتھے روز علی الصبح وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَسْرَبُوا وَارْتَهُوا فَاذَلَّى ذُلُومًا مَّقَالًا  
يَا بَشَرِ هَذَا غَلَامٌ ۚ وَأَسْرَبُوا بِسَاعَةٍ ۚ وَاللَّهُ عَالِمُ مَكْرَهُمْ ۚ

ایک قافلہ آیا۔ انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے والا بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا۔ یہ ڈول ڈالنے والے مالک ابن عمر خزاعی اہل مدین سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام

کو بذریعہ وحی حکم ہوا کہ ڈول میں بیٹھ جائیے۔

صاحبِ معالم التنزیل لکھتے ہیں۔ کہ جب ڈول کھینچنا شروع ہوا تو دو دیوار چاہ، فراقِ یوسف علیہ السلام میں نالاں تھیں۔ انیس المریدین میں ہے کہ مالک ڈول کھینچتے وقت حیران تھے۔ کہ اتنا وزن ڈول میں کیوں ہے۔ آپ نے جھک کر دیکھا تو بجائے آبِ چاہ کے قمرکنعان یا خورشید یعقوب علیہ السلام جلوہ کناں نظر آیا۔ آپ پکارے یا بشریٰ ہذا غلام مبارک ہو بجائے پانی کے لڑکا آ رہا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بشریٰ آپ کے ہمراہ ہی کا نام تھا۔ اُسے اعانت کے لیے بلایا اور فرمایا ہذا غلام بہر کیف آپ کنوئیں سے باہر لائے گئے۔

چو آں ماہ جہاں از چاہ بر آمد ز جانش بانگ یا بشری بر آمد  
بشارت کز چنیں تاریک چاہے بر آمد پس جہاں افروز ملہے

اور یوسف علیہ السلام کو ایک تحفہ سمجھ کر اہل قافلہ سے پوشیدہ کر کے رکھ لیا اور خدا سب کچھ جانتا ہے جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ اس قافلہ کی طرف برادرانِ یوسف آگئے۔ دیکھا کہ یوسف ان میں موجود ہے۔ کنوئیں سے نکال لیا گیا۔ زبانِ عبری میں آپ سے کہا جو کچھ ہم کہیں اس پر خاموش رہنا ورنہ ہم قتل کر دیں گے۔ آپ خاموش رہے اور برادرانِ یوسف علیہ السلام نے مالک بن عمر خزاعی سے کہا کہ یہ ہمارا غلام نافرمان ہے۔ کام میں دل نہیں لگاتا۔ ہم سے بھاگ آیا ہے۔ تم نے کیسے لیا؟ مالک نے کہا جو کچھ زر نقد تم چاہو مجھ سے لے لو۔ انہوں نے اس شرط سے فروخت روارکھی کہ اُسے دوسرے ملک میں لے جانا۔ مالک نے اقرار کیا۔

وَشَرَوْا بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۵  
چنانچہ مالک بن عمر خزاعی نے بہت کم قیمت میں یوسف کو خرید لیا۔ ثمنِ بخری میں اس رقم کو کہا جاتا ہے جو چالیس کی تعداد سے کم ہو۔ مالک نے اپنے پاس

درہم گئے تو سترہ درہم نکلے یا بیس۔ بہر کیفیت برادران یوسف علیہ السلام نے دو دو درہم تقسیم کر لئے۔

صاحب و سیط تحریر فرماتے ہیں کہ یہود انے ان درہموں سے کچھ نہ لیا۔ بالآخر مالک نے یوسف کو خرید لیا اور برادران یوسف کو یوسف کی فرد خستگی کا کچھ خیال نہ تھا۔ مالک یوسف کو مصر لائے۔ یہ زمانہ مصر میں سلطنت ریمان بن ولید عمالقی کا تھا اور اس سلطنت کا مدار المہم قطفیر یا اطفیر مصری تھا۔ جس کو عزیز مصر کے نام سے مشہور کیا جاتا تھا۔ جب شہرت کا روان بدیں مصر میں ہوئی تو گاسٹنگان عزیز نے عزیز سے حسن و جمال یوسف کا تذکرہ کیا۔ اس کی بیوی جس کا نام راعیل تھا۔ اور مشہور لقب زلیخا۔ صاحب عین المعانی اس نام کا علیہ لکھتے ہیں۔ زلیخا بفتح زاد فتح لام اور صاحب دار السنۃ بفتح زاو کسر لام بتاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جب عزیز مصر نے خبر غلام حسین و جمیل سنی مالک بن عمر خزاعی کو حکم بھیجا کہ اسے نخاس میں لائے دوسرے روز مالک یوسف کو آناستہ کر کے نخاس میں لائے۔ تمام بازار مصر میں جلوہ حسن و جمال کی شہرت مشتہر ہو گئی۔

آراستہ آل یار بہ بازار بر آمد

فریاد و فغاں از در دیوار بر آمد

خریداروں کا ہجوم۔ ہر کس و ناکس قیمت یوسف میں یہی کہہ رہا تھا کہ ع

”نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز“

نوبت بایں جا رسید کہ خود عزیز مصر آپ کی خریداری کے لیے آگے بڑھا۔

پھر کیا تھا

خریداران دیگر لب بہ بستند پس زانوئے خاموشی نشستند

عزیز نے قیمت یوسف ادا کی اور ہمراہ لے کر گھر آیا و قال الذی

اشْتَرَاكَ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ اِكْرَمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ اَنْ يَنْفَعْتَا وَاَوْتِيَاكَ  
 وَكَدَّ اَطْعَمَ مِصْرَ نِي اِسْنِي بِيوِي سِي كَمَا اَنُهِي سِعْرَتِ سِي رَكُوو۔ شَائِدِ اِن سِي سِي  
 نَفْعِ سِي سِي اِنُهِي سِي سِي سِي سِي وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَ  
 لِنُعَلِّمَهُ مِمَّنْ تَاوِيلِ الْاَحَادِيثِ اور اسی طرَحِ یوسف کی محبت اُن کے دل  
 میں ڈال کر یوسف کے قدم اس زمین پر مضبوط کر دیئے اور یوسف کو علم تعبیر  
 عطا فرمایا وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّاهُ آتَيْنَاهُ الْحِكْمَ وَعِلْمًا ط حَتَّىٰ كَرِيْسُفِ  
 کی عمر مبارک اٹھارہ یا بیس سال اور بقول بعض تیس چالیس سال کی ہو گئی تو  
 انہیں خدا نے علوم نبوۃ و حکمت سے مشرف فرمادیا اور یہاں یعقوب علیہ السلام  
 کی فراقِ لَحْتِ جگر میں یہ حالت ہے۔ کہ آپ ہر وقت گریہ کناں رہتے اور بار بار  
 یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری رکھتے ہیں :-

يَا بَنِيَّ يَا قَرِيْبَةً عَيْنِي يَا ثَمْرَةَ فَوَادِيَّ يَا فِلْدَةً كَبِدِي فِي  
 اَرْضِي بِطَرْحِي هُوَ كَيْبَتِي سَيْفِي قَتَلُوْكَ فِي اَرْضِي بِحَرْبِي هُوَ كَيْبَتِي  
 اَرْضِي دَفَنُوْكَ۔ اے میرے بچے۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اے میوہ  
 دل پر داغ۔ اے گوشہ جگر خوں ناب تجھے کس کنوئیں میں ڈالا۔ تجھے کس تلوار  
 سے قتل کیا۔ تجھے کس دریا میں ڈبوایا۔ تجھے کس زمین میں دفنایا۔ رات دن صحرا خوردی  
 فرماتے اور زار و قطار روتے۔

یہاں گریہ یعقوب علیہ السلام سے بعض انبلا وطن ماتم کا جواز نکالتے ہیں۔  
 حالانکہ ماتم سینہ کو بی ہے۔ اگر یہ ڈرہائے اشک کا آنکھوں سے گرانا ہے  
 دونوں میں اہل فہم پر فرق ہیں ہے۔

حَتَّىٰ كَرِيْسُفِ کہ روح اللہین حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ کی زاری نے ملائکہ  
 کو رلا دیا۔ مختصر یہ کہ آپ اس قدر روئے کہ چشم مبارک کی سیاہی دھل گئی

وَأَيُّضًا عِلْنَاكَ مِنَ الْجُرُزِينَ اور اس رنج میں آنکھیں سپید ہو گئیں سے  
 نہ چھوڑی حضرت یوسف نے باں بھی غلامی سے پید کی دیدہ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں میں

## آب ابتلائے یوسف علیہ السلام

سنئے ما کہ جب عزیز مصر نے انہیں زینخا کے سپرد کر دیا۔ تو زینخا قید  
 عشق میں مقید ہو گئی۔ اور ہر وقت پروانہ وار اس بقعہ نور کی پرستاری کرتی۔  
 حتیٰ کہ یہ راز زمان مصر پر منکشف ہو گیا۔ سب جمع ہوئیں اور زینخا کو ملامت کرنے  
 لگیں مگر اس نے ملامت کی پرواہ نہ کی۔ یہاں تک کہ ایک روز آپ کو ایک ایسے  
 مکان میں لے گئی جس کے سات دروازے تھے۔ ہر دروازہ مقفل کر دیا۔ اور  
 وہاں اپنی خواہش ظاہر کی۔ وہاں ایک سمت ایک پردہ ڈال رکھا تھا آپ  
 نے فرمایا یہ کیا ہے۔ زینخا نے کہا کہ یہ میرا بت ہے۔ جسے میں پوجتی ہوں۔ آپ  
 نے فرمایا پردہ کیوں ڈال رکھا ہے اس نے کہا مجھے شرم آتی ہے۔ کہ اپنے  
 معبود کے آگے ایسا کروں۔ آپ نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهُ سَرِيٌّ اَخْتَنَ  
 مَشْوَاىِ اِنَّهُ لَا يَفْضَحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ خدا کی پناہ! میرا رب تیرے رب کے  
 بہت زیادہ میرا نگران ہے۔ اور وہ بدکار ظالموں کو فلاح نہیں دیتا۔ کہ اچانک  
 آپ کے آگے صورت یعقوب علیہ السلام متمثل ہوئی۔ آپ دیکھتے ہی ان کی طرف  
 دوڑے زینخا نے آپ کو پکڑنا چاہا۔ مگر یہ معجزہ ہوا کہ مقفل دروازے کھلتے چلے گئے۔  
 حتیٰ کہ آخری دروازہ پر زینخا نے آپ کی قمیص کا پھللا دامن کھینچا۔ جس کا تذکرہ  
 قرآن مجید میں ہے وَاسْتَبَقَا الْبَابُ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ  
 اور دوڑے دونوں دروازہ کو کہ زینخا نے آپ کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ لیا۔ آخری  
 دروازہ پر عزیز کھڑا ملا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَالْفَيْ سَبَدَهَا الَّذِي

قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ  
 أَلِيمٌ اور پایا دونوں نے عزیز کو زندہ دیکھ کر دروازہ کے توڑ لینے کہا کہ عزیز اس شخص  
 کی کیا سزا ہے جو تیری بیوی کے ساتھ بڑا ارادہ کرے۔ یہی کہ قید کیا جائے یا سخت تکلیف  
 دیا جائے۔ عزیز نے خنمناک نظر حضرت یوسف علیہ السلام پر طوالی۔ آپ نے فرمایا  
 میں بے قصور ہوں۔ تمہاری بیوی نے مجھے سات تالوں میں بند کر کے مجھ سے ارادہ  
 بد کیا تھا۔ مگر اللہ نے محفوظ رکھا۔ اور اس سے محتبانہ بھاگا ہوں۔ عزیز نے  
 کہا یہ تو تمہارا قول ہے۔ اس کی تصدیق بغیر شہادت کیسے ہو۔ آپ نے فرمایا وہاں  
 ایک گوارہ پر صرف چار ماہ کا بچہ سو رہا تھا وہ میرا گواہ ہے اور کوئی اس جگہ نہ تھا۔ عزیز  
 نے کہا کہ چار ماہ کا بچہ کیا شہادت دے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا خدا قادر  
 مطلق اس سے بھی زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ عزیز نے کہا تم تسخر بھی کرتے ہو۔  
 آپ نے فرمایا اس بچے کو منگوالو۔ یہ بچہ زینجا کی خالہ کا تھا۔ فوراً اس کو منگوایا اور عزیز  
 نے اس بچہ سے کہا تو کیا کہتا ہے یوسف زینجا کے معاملے میں؟ تو قرآن کریم  
 میں تذکرہ ہے وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَ  
 وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۚ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ  
 الصَّادِقِينَ ۚ اس بچہ نے کہا اگر یوسف کا قمیص آگے سے وریدہ ہے تو زینجا سچی  
 ہے اور یوسف جھوٹے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے تو زینجا جھوٹی اور یوسف سچی  
 ہیں فَلَمَّا سَأَلِيَ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ  
 عَظِيمٌ ۚ هُوَ يُوَسِّفُ أَعْرَاضَ عَنْ هَذَا وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ  
 مِنَ الْخَاطِئِينَ ۚ جب یوسف کا کرتہ دیکھا گیا تو پیچھے سے پھٹا تھا۔ عزیز نے  
 غضب ناک ہو کر کہا زینجا یہ تمہاری مکاری ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں کے مکر  
 زبردست ہوتے ہیں۔



حضرت یوسف نے کیا کیا گُل کھلانے مفسر میں

چاک دامانی سے ظاہر پاک دامانی ہوئی

اسے یوسف اخیر جانے دو جو ہوا سو ہوا۔ اب اس راز کو کسی پر افشاء نہ

کرنا۔ اور اسے زینما۔ اب تو اپنے گناہ سے توبہ کر لے شک تو خطا دار ہے۔

صاحب لطائف سبعین لکھتے ہیں کہ اس بچہ نے صاف لفظوں میں شہادت دی

تھی کہ یوسف بری ہیں اور تمام عیاری زینما کی ہے۔ علامہ حسین الدین واعظ کاشفی

اپنی تفسیر حسینی میں فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ عزیز نے اطمینان دلا کہ قصہ رفع دفع کر

دیا تھا۔ مگر سخن عشق و محبت کا کتمان ناممکن ہے۔ شدہ شدہ یہ خیر انوار عوام تک

پہنچ گئی اور جا بجا چرچے ہونے لگے۔ خواتین محل نے زینما کا استہزاء شروع

کر دیا۔ مگر فَمَتَا سَمِعَتْهُ مَكْرِهَةً أُرْسِلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ عَمَلًا

وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ حَبِيبُ زَيْنَا

نے ان کی بائیس سُن لیں تو انہیں دعوت میں طلب کیا اور مکان آراستہ کر کے بٹھایا

اور ہر ایک کو چھری دے دی کہ گوشت وغیرہ کاٹ کر کھائیں اور یوسف علیہ السلام

کو لباس فاخرہ سے آراستہ کر کے کہا: نکلو ان عورتوں کے سامنے۔ آپ نے

انکار فرمایا مگر مجبوراً آنا پڑا

زخولت خانہ آل گنج نہفتہ

بروں آمد چوں گلزار شگفتہ

فَلَمَّا رَأَتْهُ أُنْفُسَهُ كُرْهًا وَقَطَعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا

بَشَرًا مِّنْ هَذَا الْأَمَلِكِ كَرِيمٍ ط جب ان عورتوں کی نظر آپ پڑی تو موحیرت ہو

گئیں۔ اور سب نے بجلے لیموں یا بولی کھانے کے اپنے ہاتھ تراش لئے اور کہا خدا کی قسم ہمارے

نہیں بلکہ کوئی برگزیدہ فرشتہ ہے۔ صاحب تفسیر کشاف لکھتے ہیں کہ علامت کفہ

پانچ عورتیں تھیں جو بادشاہ ریان بن ولید عمالقی کے خاص ملازمین کی بیویاں تھیں اور خود بھی اس کی ملازم تھیں۔ ایک حاجب تھیں۔ دوسری خواص ملک ریان۔ تیسری ساتی تھیں۔ چوتھی خیاز یعنی ڈوٹی بنانے والی۔ ایک کھانا چننے والی۔ مگر زلیخا نے صرف ان پانچ کو ہی بلایا بلکہ چالیس عورتیں بلائیں۔ ان میں یہ بھی تھیں۔

القصد جب تمام عورتیں از خود رفتگی سے آپے میں آئیں تو زلیخا کو سب نے داد دی کہ بیشک تم بڑی ہمت والی ہو کہ ہر وقت جمال یوسف کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہوش میں ہو۔ ہمیں تو ایک ہی جلوہ نے بے ہوش کر دیا اور آئندہ زبانِ طعن بند کر لی۔ صاحبِ وسیط اپنے استاد سے اور وہ حضرت جابر انصاری سے راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس روح الامین آئے اور سلام الہی لائے اور عرض کی کہ ارشاد الہی ہے۔ اے حبیبِ حسن یوسف نورِ کریم سے مستبیر ہے اور تمہارا حسن انوارِ عرش سے وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَحْسَنَ مِنْكَ میں نے مخلوقات میں آپ سے بہتر حسن پیدا ہی نہیں کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا مَلِيحٌ وَأَخِي يُوسُفُ صَبِيحٌ۔ میں حسنِ ملیح رکھتا ہوں اور بھائی یوسف صبح تھے۔

حسن یوسف بے کٹیں مصر میں انگشتِ زناں

سرکٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

بعد ازاں قَالَتْ فَذَٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنِّي فِيهِ ط زلیخا نے کہا کہ اسی شخص کی وجہ میں تو تم مجھے ملامت کرتی تھیں وَلَقَدْ رَأَوْنَهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْمَمَ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا أَمَرْنَا لَيَسْجُنَنَّ وَلَيَكُونًا مِنَ الصَّاغِرِينَ اب بیشک میں اسے پاک دامن نہ چھوڑ دوں گی۔ یا تو جو میرا حکم ہے پورا کرے ورنہ جیلخانہ کراؤں گی یا انتہا درجہ ذلیل۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے یہ جملے سنے۔ ادھر دیگر

زنانِ مصر بھی ایسی ہی درخواست کرنے لگیں تو مجبوراً آپ نے عرض کی کہ  
 تَرَبِّ السَّبْحِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَ نَبِيَّ إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرَفْ عَنِّي كَيْدًا  
 هُنَّ أَصَبُ الْيَهُودِ وَأَكْنُ مِنْ الْجَاهِلِينَ ۵ اسے پروردگار! مجھے جیل خانہ پارا  
 ہے اس کام سے جس کی طرف مجھے زنانِ مصر بلاتی ہیں اور اگر تو مجھے محفوظ نہ رکھے گا تو  
 میں ان کے مکر کا شکار ہو جاؤں گا فَسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ  
 كَيْدَهُنَّ۔ آخر میں آپ کی دعا مستجاب ہوئی آپ ان کی عیاری سے محفوظ ہو  
 گئے۔ چنانچہ جب زینجا مایوس ہو گئی تو یہ تجویز کی کہ چند روز انہیں قید خانہ میں بھیجا جائے  
 ممکن ہے کہ کالیف زندان سے قدر عافیت و راحت معلوم ہو اور میری خواہش منظور  
 کر لے۔ یہ فیصلہ کر کے اپنے خاوند عزیز کے پاس آئی اور آکر کہا اس عبری غلام کی بدولت  
 میں پوری بدنام ہو چکی ہوں۔ لہذا اگر میری خوشی تجھ کو منظور ہے تو چند روز اسے جیل  
 میں داخل کر دے تاکہ عوام کا خیال بدل جائے اور تہمت غلام کی طرف منسوب ہو  
 جائے۔ عزیز نے مجبوراً اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام  
 کو بجائے زبور لوری کے آہنی زبور ہتھکڑی۔ بیڑی پہنا دیں اور جیلخانہ بھیج دیا ۵

چوں آں دل زندہ در زنداں در آمد  
 بجسے مردہ گوئے جاں در آمد  
 در آں محنت سرائے افتادہ جوئے  
 بر آمد زان گرفتاراں خردوئے

صاحبِ رؤفۃ الشہداء لکھتے ہیں۔ جب حضرت یوسف پاجولاں برسر  
 راہ گزرے تو منادی پکارتا جاتا تھا ہذا غلامٌ من کنعان والعزیز علیہ  
 غضبان یہ غلام کنعانی ہے اور عزیز مصر اس پر ناراض ہیں تو آپ بار بار بول  
 واسطہ ہذا خیرٌ من غضب الرّجمن ومعصیۃ الدّیان ودخول

الْبَيْتِ اِنْ وَسَّرَ اِبْرٰهِيْمَ الْقَطْرَ اِنْ - ”یہ جولاں و زندان میرے لیے غضب الہی سے بہتر ہے۔ خدا کی نافرمانی سے افضل ہے۔ جہنم کی دخول سے دنیاوی جیل خانہ اچھا ہے۔ لباس قطرانی سے پوشاک زندانی افضل ہے“ آپ کے یہ تمام جملے اس ندا کنندہ نے زینجا کو جاسناٹے۔ اس کی آتش غضب اور مشتعل ہوئی۔ اٹھی اور امیر زندان کے پاس گئی اور تاکیدی کی کہ اس مقام کو تیرہ و تار عام میں مقید کیا جائے اور آب و دانہ بند کیا جائے۔ امیر زندان نے تعمیل حکم کی۔ حضرت یوسف سات سال کامل جیل خانہ میں شب و روز گریاں رہے۔ جتنی کہ تمام قیدی ان کی گریہ و ناری سے تنگ آگئے زینجانے جب یہ سنا حکم دیا کہ شارع عام کی طرف ایک دریچہ بنا کر اس میں یوسف کو رکھا جائے تاکہ آئندہ دروندگان کی مشغولی سے اس کا رونا بند ہو اور قیدی اس مصیبت سے نجات پائیں۔

ایک روز اسی دریچہ میں یوسف رو رہے تھے کہ ایک شخص اعرابی شترسوار راستہ بھول کر ادھر آ نکلا۔ یہاں اُونٹ نے سرکشی کی اور جیل کی طرف جانے لگا۔ اعرابی ہر چند اس کی مہار کھینچتا رہا مگر وہ جیل کی طرف اُسے لے جا رہا تھا۔ مجبوراً اتر پڑا۔ اُونٹ نے مہار ہاتھ سے پھڑائی اور چلا۔ یہاں تک کہ اس دریچہ کے پاس آ گیا۔ جہاں یوسف گریاں و حیراں تشریف انداز تھے اور اُونٹ نے بزبان فصیح حضرت یوسف سے عرض کی۔ اے سمن چمن خوبی۔ اے گلبن گلشن محبوبی میں کنعان سے مصر میں آیا تھا اور اب مصر سے کنعان میں جا رہا ہوں۔ اس ضعیف مصیبت زدہ و دروہجراں کشیدہ یعقوب کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہو؟ اس الم رسیدہ یعقوب کو کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہ دو۔

یوسف نے جیسے نام کنعان سنا ایک چیخ ماری اور زار زار رونے لگے۔

باز بادِ صبح بوئے گلستاں می آورد

عند لیبان نفس را در فغاں می آورد

حتیٰ کہ وہ اعرابی بھی اس کے پیچھے پہنچا اور چاہتا تھا کہ اس اؤنٹ کو ذود کوب کرے کہ اعرابی کو زمین نے پکڑ لیا اور پنڈ لیاں دھنس گئیں۔ یوسف نے فرمایا  
 يَا اَخَا الْعَرَبِ مِنْ اَيْنَ تَجِيئُ اے بھائی تو کہاں سے آیا ہے؟ اُس نے  
 عرض کی مِنْ كِنْعَانَ۔ کنعان سے۔ آپ نے فرمایا تیرا اؤنٹ کس چراگاہ میں  
 رہتا ہے؟ عرض کی آل یعقوب کے کھیتوں میں۔ آپ نے فرمایا کنعان میں  
 تو اس درخت سے واقف ہے جس کی بارہ شاخیں تھیں۔ اب ایک شاخ  
 اس سے کاٹ دی گئی ہے اور اس درخت کا اہل اس شاخ کے علم فسراق  
 میں گریاں و حیراں ہے۔

## اعرابی نے کہا

یہ جو تم کہہ رہے ہو یہ تو صورت یعقوب پر عینبر خدا کی سی ہے کہ بارہ بیٹے  
 رکھتے تھے۔ ایک بیٹا ان کا غائب کیا گیا ہے اور یعقوب علیہ السلام رنجِ جدائی  
 میں شب و روز روتے ہیں۔ برسرِ راہ جو گزرتا ہے۔ اس سے اپنے گم شدہ  
 یوسف کو پوچھتے ہیں۔ اور جب پتہ نہیں ملتا تو فرماتے ہیں

زیا رگم شدہ خود نشاں نمی یابم

ولم یشد زکف و دلتاں نمی یابم

آپ نے یہ جواب سن کر بے تابانہ اُس سے دریافت کیا کہ اب تو کہاں  
 جائے گا۔ اس نے عرض کیا۔ کسی گاؤں میں جاؤں گا کہ سامان جو خریدا ہے۔  
 فروخت کروں۔ پھر کنعان کو روانہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ اس سامان سے

کس قدر روپیہ تجھے ملنے کی امید ہے۔ اس نے عرض کی سو درم۔ آپ نے فرمایا میں ایک یا قوت اور بیس ہزار دینار دیتا ہوں اس شرط پر کہ تو اسی مقام سے واپس کنعان چلا جائے اور اس بکین بیت الاحزاں سے جا کر کہے کہ میں قاصد ایک مہجور و قیدی کا ہوں۔ پیام یہ ہے کہ آپ کے درد کی حد حد سے گزر چکی۔ سوز و گداز فرقت غایت سے عبور کر چکا۔ ہاتھ اٹھائیں اور جناب بے نیاز میں دعا فرمائیں۔ چونکہ اس مظلوم نے اب تک آپ کو فراموش نہیں کیا ہے لہذا آپ بھی اسے نہ بھلائیں :-

## اعرابی نے کہا

آپ کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے نام بتانے کی اجازت نہیں تو میرا علیہ قلم نظر سے قرطاب میں جس مشترک پر لکھ لے۔ اور صفحہ خیال پر میرا نقش و نگار سُخ کھینچ لے کہ اُس مصیبت زدہ ہجران رسیدہ کو دکھاسکے۔ پھر اس طرح سلسلہ کلام کا آغاز کرنا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا الْمَغْمُومُ مِنَ الْغَرَابِ الْمَهْمُومِ۔ یعقوب! ایک مصیبت زدہ مظلوم دور افتادہ فیض صحبت سے محروم گریہ وزاری سے عرض پیرا ہے کہ میرے حق میں دعا خلاصی فرمائیے کہ

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال سے آید

اعرابی نے عرض کی کہ میں یا قوت آپ سے کیسے لینے آؤں کہ مجھے زمین نے پکڑ کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اونٹ کو مارنے سزا دینے کا خیال اپنے دل سے نکال۔ زمین تجھے چھوڑ دے گی۔ اعرابی نے کہا میں نے اونٹ کو سزا دینے کا خیال چھوڑ دیا۔ اعرابی کو زمین نے رہا

کیا۔ وہ یوسف کی خدمت میں پہنچا اور حسن و جمال یوسف کی خاص شان  
 ذہن نشین کی یا قوت آپ کے دست اقدس سے لے کر راہ کنعان لی۔ اور  
 حضرت یوسف حسرت بھری نگاہ اس مسافر کنعان پر ڈالتے ڈالتے پکارے  
 يَا لَيْتَ رَا حِيْلًا لَّمْ تَلِدْنِي اِسْ كَا شٍ اِكْمِيْرِي مَا ل رَا حِيْلٍ لِّحَيِّ نِي جَنَّتِي۔  
 اعرابی مقام کنعان پہنچا۔ کچھ شب گزر جانے پر خدمت یعقوب میں حاضر  
 آیا اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ حضرت یعقوب نے اس  
 آواز میں ایسی راحت پائی کہ اچھل پڑے اور گھر سے باہر تشریف لا کر فرمانے  
 لگے وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا عَبْدِي مِنْ اَيْنَ تَجِيئُ۔ کہاں سے آیا ہے۔ عرض  
 کی میں ایک پیام لایا ہوں۔

مرحبا قاصد فرخ نے فرخندہ پیام خیر مقدم پہنچا کہ کعب راہ کدم  
 آپ نے فرمایا کس کا پیام لایا ہے۔ اور کس کا قاصد بن کر آیا ہے۔ اس نے کہا میں قاصد  
 غریباں ہوں۔ پیامبر مہجوراں ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تو قاصد غریباں ہے تو میں پیامبر غریباں  
 ہوں اور اگر تو پیامبر مہجوراں ہے تو میں بھی سوختہ آتش مجراں ہوں۔

اگر تو فرستادہ زنداں ہے تو میں بھی ساکن بیت الاعزماں ہوں۔  
 مگر اے قاصد تو کچھ ایسا پیام لایا ہے۔ جس سے میرے دل کو سکون ہوتا ہے۔  
 مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس نے عرض کی اے نبی الہی جو میرا مقصود تھا۔ وہ اس  
 سے مجھے مل چکا۔ جس کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں۔ اب آپ سے صرف  
 دعا کا طالب ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ الہی ہمدرد مصیبت  
 پر سکرات موت آسان فرمانا۔ وہ اونٹ بزبان فصیح عرض پیرا ہوا۔ کہ حضور  
 اس جیل خانہ تک اس اعرابی کو پہنچانے کا سبب میں بنا تھا لہذا دعا کا حق دار  
 تو میں ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ کہ الہی

اس اونٹ کو بروزی قیامت ناکھا بہشت میں اٹھانا اعرابی نے عرض کی حضور اُس مقتید و مجرب کیسے پوچھا آپ نے دعا کی  
 اللَّهُمَّ أَطْلِقْهُ عَنْهُ وَصِلْهُ بِأَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ اَللّٰہی اَسے بندِ عَم سے آزاد  
 فرما کر اس کے اعزاز و اقربا سے ملاوے۔ چنانچہ یہی دعا سبب خلاصی یوسف  
 علیہ السلام یوں نبی کہ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانٍ۔ حضرت یوسف کے  
 ہمراہ دو شخص ملازمین ملک ریان بن ولید عمالقی بھی جیل میں آئے۔ ایک یوننا  
 نامی ساقی ریان ولید عمالقی تھا۔ دوسرا محلب طباح تھا۔

ریان ولید کو یہ شبہ پیدا کر آیا گیا۔ کہ یہ دونوں تجھے نہ ہر دینا چاہتے ہیں۔  
 اس شبہ میں ان دونوں کو جیل خانہ بھیج دیا گیا۔ یہاں آنے پر انہیں معلوم ہوا  
 کہ یوسف فن تعبیر میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ اور جو تعبیر بتاتے ہیں اس کا  
 ظہور بہت جلدی ہوتا ہے۔ امتحاناً طباح نے ایک نادریدہ فرضی خواب بیان  
 کیا اور ساقی نے دیکھا ہوا خواب اس طرح کہا قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَأَيْتُ  
 آعْصِمُ خَمْراً وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَأَيْتُ أُحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْرًا تَأْكُلُهُ  
 الطُّيْرُ مِنْهُ نَبْتُ ثَابِتٍ وَيُلْبِسُنَا نَزْلًا مِنْ الْمُحْسِنِينَ ۝ ساقی نے کہا  
 میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بیل انکور کی باغ میں ہے۔ اور اس میں خوشہ  
 انکور کے لگے ہیں اور میرے ہاتھ میں کاسہ ملک ریان ہے۔ میں اس میں اُس  
 خوشہ کا عصاہ نچوڑ رہا ہوں۔

طباح نے کہا کہ میں بادشاہ کے مطبخ سے روٹیاں اپنے سر پر لے کر چلا  
 ہوں تو پرند اس میں سے کھا رہے ہیں۔ ہمیں اس کی تعبیر دیجئے۔ ہم آپ  
 کو نیک بخت و نیک شمار دیکھتے ہیں۔

ان دونوں خوابوں کو سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے اول تو کچھ  
 نصیحتیں فرمائی۔ اور اشراک باللہ سے انہیں منع کرتے ہوئے تعلیم توحید فرمائی۔



ازاں بعد فرمایا ایھا حبیبی السبعین اَمَا اَعَدُّكَ فَيَسْقِي رَبَّهٗ عَمْرًا  
 وَاَمَا الْاٰخِرُ فَيُصَلِّبُ فَتَا كُلِّ الطَّيْرِ مِنْهَا اَيْسِهٖ اے یاران خانہ قید  
 ایک تمہارا جو ساقی ہے۔ وہ تو تین روز کے اندر اپنے مالک کے پاس جا کر شرب  
 پلائے گا۔ اور دوسرا طبّاخ جھوٹا خواب بیان کرتے والا ایک مدت جیل میں رہ کر  
 سولی دیا جائے گا۔ اور اس کے گوشت پر پرند کھائیں گے۔ جناب الہی کا اسی  
 طرح حکم ہو چکا ہے اور ساقی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جب تو اپنے بادشاہ  
 ریان کے پاس پہنچے تو ہماری بے گناہی کا بھی تذکرہ کیجو۔ تاکہ خدا ہمیں بھی اس  
 بلا سے نجات دے۔ علامہ حسین الدین واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اب  
 دونوں میں باہمی گفتگو ہوئی۔ کہ ہم نے تو خواب غلط بیان کیا تھا۔ لہذا یہ تعبیر بھی  
 غلط ہے۔ مگر تین روز بھی نہ گزرے تھے کہ بادشاہ نے اس طبّاخ کے لیے حکم  
 دیا۔ کہ اس پر جرم ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا اسے سولی پر چڑھا دیا جائے۔ اور  
 اس کی آنکھیں جانوروں کو کھلا دی جائیں اور ساقی چونکہ نہایت امانت دار ثابت  
 ہوا لہذا اسے بھی بلایا جائے اور منصب سابق پر مامور کیا جائے۔

یہ فرحان و شادان زندان سے رخصت ہوتے وقت حضرت یوسف  
 علیہ السلام سے عقیدت کیشی ظاہر کرتا ہوا وعدہ کر کے گیا۔ کہ ملک ریان بن ولید  
 عمالقی سے آپ کا ذکر ضرور کروں گا۔ مگر یہاں آکر عیش و طرب میں ایسا منہمک  
 ہوا کہ سب بھول گیا۔ غرضیکہ یوسف علیہ السلام چند سال جیل خانہ میں رہے۔  
 جیسا کہ قرآن پاک میں ہے فَلَيْتَ فِي السَّبْعِ بِضَعِّ سِنِيْنَ ط یعنی یوسف  
 چند سال اُس جیل خانہ میں ٹھہرے۔ لفظ بضع میں ابہام ہے اور یہ کم از کم  
 تین اور زیادہ سے زیادہ نو پر دلالت کرتا ہے۔ اور روایت بھی یہی خبر دیتی ہے۔  
 کہ اس واقعہ کے بعد یوسف علیہ السلام سات سال جیل میں رہے۔ اور تمام مدت

قیام جیل خانہ کی صاحب تفسیر حسینی بارہ سال لکھتے ہیں۔ صاحب معالم حسن بصری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل فرماتے ہیں۔ کہ روح الامین حکم رب العالمین یوسف علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ نے جبریل کو پہچان لیا اور فرمایا یا اخصا المرسلین اے نبیوں کے بھائی کیا بات ہے کہ میں تم کو گنہگاروں کے مقام میں دیکھتا ہوں۔ جبریل نے عرض کی یا طاہر الطاہرین حضرت رب جلت و عظمت آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ یوسف تمہیں اس وقت شرم نہ آئی کہ جب تم نے ایک آدمی کو اپنی خلاصی کا سبب بنایا۔ اب قسم ہے مجھے عزت و جلال کی کہ اس استشفاع لغیر اللہ میں تم کو چند سال اور جیل خانہ میں رکھوں گا۔ یوسف نے کہا مگر وہ مجھ سے راضی ہو یا نہیں۔ جبریل نے کہا بے شک آپ سے راضی ہے۔ آپ نے فرمایا اس اذالہ الوبالی۔ اب مجھے پرواہ نہیں چاہے تمام عمر جیل میں گزر جائے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی ثنوی میں تمثیل دیتے ہوئے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے

پس جزائے آنکہ وید اورا مسیں

ماند یوسف جس والبضع السنین

گرچہ تقصیر آمد از بحد سبحاب

تا تو یاری خواہی از یک و سراب

آخرش مدت بضع گزر جانے پر ملک ریان بن ولید عمالقی ایک خواب

دیکھتا ہے۔ جو سبب خلاصی یوسف علیہ السلام بنتا ہے۔ وہ خواب اس

طرح ہے کہ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلْنَ

سَبْعَ عِجَافٍ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضِرٍ وَأُخْرَى سَبْتٌ ط بادشاہ نے

اپنے اراکین دولت سے کہا کہ میں سات گائیں موٹی دیکھتا ہوں کہ نہریا بس سے باہر آئی ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ حسی کہ تمام موٹی گائیں ان ساتوں دبلی گایوں کے پیٹ میں چلی گئیں اور سات سبز خوشے ہیں ان پر سات خشک بالیں لپٹی ہوئی ہیں۔ اور وہ سب زمیں میں مل گئی ہیں۔ مجھے اس خواب کی تعبیر دو۔ شاید تم میں کوئی تعبیر جانتا ہو۔ سب نے جواب دیا کہ

أَضْعَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بَعْدَ لَيْلٍ پریشان خواب ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے وَقَالَ الَّذِي نَحَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَنْزِلُونِہ ساقی نے جو جیل سے یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق آئے اور ہو کر آیا تھا پرانا

قصہ یاد کیا۔ اور ریان سے کہا۔ میں اس خواب کی تعبیر ابھی دوں گا۔ آپ فکر نہ فرمائیے۔ میرے ساتھ کسی کو جیل خانہ بھیجئے۔ وہاں ایک شخص علم تعبیر کا ماہر کامل ہے۔ ریان بن ولید نے ساقی سے کہا جلدی جا اور تعبیر لا۔ ساقی گھوڑے پر سوار ہو کر جیل خانہ آیا اور یوسف علیہ السلام کی خدمت میں مؤدبانہ حاضر ہو کر عرض پیرا ہوا یوسفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا اے یوسف آپ سے تعبیر دینے والے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر بیان کرو تا کہ آپ کی شرف و عظمت سے ارباب حکومت و ملک ریان واقف ہوں۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ سات سال کھیتی کرو گے۔ پھر جو کچھ اس سے پیدا ہوگا اس کو سات سال زراعت میں محفوظ کرو گے۔ پھر جو کچھ تم کھا لو گے اس کا بچا ہوا سات سال کے قحط میں خرچ کر دو گے۔ پھر ایک سال ایسا آئے گا۔ کہ تمام قحط فرو ہو کر اس قدر انگور۔ تل۔ زیتون ہوگا کہ خوب ارزانی ہو جائے گی۔

## یہ تعبیر سن کر ساقی واپس

ریان کے پاس پہنچا اور حرف بحرف اسے تمام جملے سنائے۔ بادشاہ کو یہ تعبیر پسند آئی وَقَالَ الْمَلِكُ اَتُونِي بِهِ اور کہا کہ یوسف کو میرے پاس لاؤ۔ تاکہ میں ان کی زبان سے تعبیر سنوں فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ اِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ ۴۱ جب فرستادہ آپ کے لینے کو حاضر آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ جاؤ اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ ان عورتوں کے کیا حال ہیں۔ جنہوں نے زینجا کے جلسہ میں اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے بے شک میرا پروردگار ان کی مکاری کو جانتا ہے۔

یہ پیام حضرت یوسف نے اس غرض سے کہلا بھیجا کہ جلسہ عام میں ریان کے اراکین دولت کہیں پھر کچھ تہمت لگائیں تو قبل اس کے معاملہ صاف ہو جائے۔ چنانچہ ریان نے ان تمام عورتوں کو جمع کر کے قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ ط ریان نے دریافت کیا کہ تم نے جب یوسف کو اپنی طرف بلایا تھا۔ تو تم نے اُسے کیسا پایا۔ سب نے کہا خدا کی قسم ہم نے یوسف میں کوئی بدبیتی نہ دیکھی۔ جب زینجا نے کہا کہ اب صاف صاف سب نے کہہ دیا تو مجبوراً س قَالَتْ اَمْرَاةُ الْعَزِيْزِ الْاَلَانِ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اُس نے بھی کہہ دیا کہ اب صاف صاف اظہار حق و باطل کا موقعہ ہے۔ بے شک میں نے یوسف کو اپنی طرف بلایا تھا۔ اور وہ اپنی برأت کے دعوے میں بالکل سچا تھا نشعر

بجرم خویش کرد اقرار مطلق  
 بر آمد زو صدائے حصص الحق  
 بگفتا نیست یوسف را گناہے  
 منم در عشق او گم کردہ ماہے  
 تخت اورا بوصل خویش خواندم  
 چو کام من نہ داد از پیش راندم

ریان بن ولید عمالقی نے آپ کو کہلا بھیجا کہ تمام زنان مصر اپنے قصود اور آپ کی بے گناہی کی معترف ہیں۔ تشریف لائیے۔ تاکہ آپ کے سامنے ان کو سزا دیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب میں کہلا دیا کہ میری غرض ان کو سزا دلانا نہیں تھی۔ بلکہ محض یہ تھی۔ کہ عزیز پر یہ بات روشن ہو جائے کہ میں خائن نہیں۔ اور اس کے پس غیبت میں نے اس کے حرم کی حرمت و عفت کی نگہداشت کی۔

اور یہ امر ظاہر کرنا مقصود تھا کہ خدا ترس کا خدا ہمیشہ محافظ رہتا ہے۔ اس پر اس کا نفس کبھی غالب نہیں آتا وَمَا أُبْرِي نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ اگرچہ میں اپنے آپ کو بری از گناہ نہیں بتاتا۔ بلکہ نفس بڑے کالوں کی طرف ضرور رجوع کراتا ہے اور گناہ کی طرف لے جاتا ہے بِالْأَمَّارِ جَمَدٍ تَرَابِي غَفُورًا رَّحِيمًا۔ مگر جس پر خدا رحم فرمائے اور بے شک وہ رحم کرنے والا مہربان ہے۔

ریان بن ولید عمالقی نے کہا جاؤ اب انہیں لے آؤ۔ تاکہ میں انہیں وزیر سلطنت بناؤں۔ صاحبہ تمسیر فرماتے ہیں۔ کہ ستر نقیب اور ستر گھوڑے آراستہ سموتاج مکمل اور لباس فاخرہ ملوکانہ آپ کی خدمت میں بھیجے۔

عزیزکے تعظیم و تکریم سے حضرت یوسف کو لایا گیا۔ روایت ہے کہ قیدیوں نے آپ کی جدائی میں چیخنا پکارنا شروع کیا۔ حضرت یوسف نے ان کی دلجوئی فرمائی۔ اور یہ دعا دی اللّٰهُمَّ اَعْطِفْ عَلَيْهِمْ قُلُوبَ الْاَخْيَارِ وَقِصْرَ عَلَيْهِمُ النَّارَ۔ یہاں سے روانہ ہو کر جب آپ قصر شاہی کے قریب پہنچے۔ بادشاہ

اطلاع پاتے ہی آپ کے استقبال کے لیے باہر آ گیا۔ شعر

ز قرب مقدش چوں شہ خبر یافت

باستقبال او چوں بخت بشافت

کشیدش در کنارِ خویش تنگ

چو سرو گلرخ شمشاد گل رنگ

یہ پہلوئے خودش بر تخت بنشانند

بپر شہائے خوش باوے سخن راند

فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ اَمِيْنٌ ہ عزیزکے

جب تعبیر رویا کے متعلق گفتگو ہو چکی۔ تو ریان نے عرض کیا کہ اب آپ آج

سے میرے پاس جاہ و جلال کے ساتھ رہیں اور جو حکومت مرغوب ہو اس

پر قبضہ فرمائیں قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ہ

حضرت یوسف نے فرمایا۔ مجھے خزانہ زمین مصر کا حاکم بنا دے۔ میں ان کا

خاص طور پر محافظ اور امین رہوں گا کہ میں حساب وغیرہ میں زبردست علم

رکھتا ہوں۔ جسے موجودہ اصطلاح میں وزیر خزانہ کہتے ہیں۔

صاحب تفسیر حسین بن ابی رواد نے ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف

علیہ السلام بہتر زبانیں جانتے تھے۔ اور دیگر تفسیر معتبرہ میں ہے کہ ملک

ریان نے ایک تخت زر سرخ کا مرصع جو اہرات سے آپ کے لیے بنوایا۔

اور تاج مکمل آپ کے سر پر رکھا اور تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کے سپرد  
 کیں۔ اور زمام سلطنت آپ کے قبضہ میں دے کر عزیز کو معزول کر دیا۔  
 اس کا عہد بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو دے دیا۔ تھوڑے دن تو عزیز  
 رشک و حسد میں رہا۔ آخر شریان نے اصرار کر کے زلیخا کا عقد یوسف  
 علیہ السلام سے کرا دیا۔ آپ کے زلیخا سے دو فرزند ہوئے۔ ایک کا نام  
 نیشار رکھا گیا دوسرے کا نام افرایم۔ المنقصر بموجب تعبیر یوسف علیہ السلام  
 سات سال کا غلہ ہوا پھر خرچ ہوا۔ پھر قحط آیا تو اس قدر آیا کہ پہلے سال میں  
 رعایا نے مصر نے جو کچھ نقدی تھی۔ اس سے شکم پڑی کی۔ دوسرے سال  
 زیورات کی نوبت آئی۔ تیسرے سال غلام و کنیز فروخت کئے۔ چوتھے  
 سال جانور بھیرے۔ بکری۔ گائے۔ بھینس بیچ کے گزر کی۔ پانچویں سال  
 زمینیں فروخت کر ڈالیں۔ چھٹے سال اپنے بچوں کو بیچ ڈالا۔ ساتویں سال  
 تو خود غلامی لکھنے کی نوبت آئی ۛ

## حضرت یوسف علیہ السلام

نے یہ تمام قصہ بادشاہ سے کہا اور اجازت امداد رعایا چاہی۔ اُس نے کہا  
 کہ امور سلطنت میں آپ کو کئی اختیارات ہیں۔ جو چاہو سو کرو۔ اپنے  
 جو کچھ اس زمانہ میں امرائے قوم سے لیا تھا وہ سب رعایا کو واپس دے دیا ۛ

روایت ہے کہ

اس قحط کا اثر کنعان تک پہنچا۔ مجبوراً حضرت یعقوب علیہ السلام سے

ابنائے یعقوب نے اجازت سفر مصر لی۔ اور کہا کہ وہاں عزیز، فقیر، اسیر، مساکین جا رہے ہیں اور دامن مرادیل مرام سے پڑ کر کے لا رہے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو اپنی خدمت کے لیے روک لیا۔ دس بھائی مصر کو روانہ ہوئے۔ ہر ایک ایک اونٹ پر سوار ہوا۔ اور ایک اونٹ بنیامین کا خالی ہمراہ لائے۔ یہاں آکر ملازمت کی درخواست کی۔ یوسف علیہ السلام نے سامنے بلایا تو پہچانا کہ یہ وہی بھائی ہیں۔ جنہوں نے مجھے کنوئیں میں ڈالا تھا اور پھر مالک کے ہاتھ بیچا تھا۔ مگر انہوں نے حضرت یوسف کو یوسف نہ جانا۔ اس لئے کہ چالیس سال کا تفاصل ہو چکا تھا۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ تم لوگ جاسوس معلوم ہوتے ہو۔ سب نے کہا۔ جہاں پناہ ہم تو آل یعقوب ہیں۔ جو خدا کے نبی ہیں۔ ہم کو جاسوسی سے کیا غرض۔ آپ نے فرمایا یعقوب کے کتنے لڑکے تھے۔ انہوں نے کہا بارہ لڑکے تھے۔ ایک صغر سنی میں بھیر پیا کھا گیا۔ ایک کو یعقوب کی خدمت کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔ فرمایا تمہارا گواہ کوئی مصر میں ہو تو پیش کرو۔ انہوں نے عرض کی۔ مصر میں ہمارا کوئی آشنا نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا تم میں سے ایک یہاں رہے۔ باقی سب جا کر اپنے گیا۔ ہویں بھائی کو ہمراہ لے کر آؤ۔ تاکہ تمہاری تصدیق ہو سکے۔ ٹھہرانے کے متعلق قرعہ ڈالا گیا اور بیٹے پایا کہ جس کے نام قرعہ آئے وہ یہاں ٹھہرے۔ آخر شمعون کے نام کا قرعہ آیا۔ وہ ٹھہر گیا اور دسوں اونٹ گہوں سے پڑ کر دیئے گئے اور شمعون کو ان کی مخالفت پر روک دیا۔ سب نے کہا کہ گیارہواں اونٹ بھی بھر دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ آدمیوں کی شمار پر اونٹ پڑ گئے جاتے ہیں۔ گیارہواں لے آؤ۔ گیارہواں اونٹ بھی بھر دیا جائے گا۔ اور اگر تم نہ لاؤ گے تو تمام اونٹ جو شمعون کی زیر حفاظت ہیں



تمہیں نہ ملیں گے۔ بلکہ تم ہماری سلطنت ہی میں نہ آنا۔ مجبوراً واپس کنعنا آئے اور حضرت یعقوب سے تمام تذکرہ کر کے بنیامین کے لئے جانے کی اجازت لی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بہت رود و قدح کے بعد قسم لے کر بنیامین کو ان کے ہمراہ کیا۔

تدسیان میں ہے کہ ان سے حبیب مکرم رحمت محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم لی گئی۔ اور بنیامین کو ان کے ہمراہ بھیجا گیا۔

مختصر یہ کہ نو بھائی بنیامین کو لے کر جب دربار یوسف میں آئے۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو۔ عرض کیا ہم وہی کنعانی ہیں۔ اپنے گیارہویں بھائی کو لائے ہیں۔ آپ نے چند خوان طعام لانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا ایک خوان پر دو دو ایک ماں باپ والے بیٹھ جائیں۔ سب دو دو ہو کر بیٹھ گئے۔ مگر بنیامین تنہا رہ جانے سے ناز زار رونے لگے۔ حتیٰ کہ بہوش ہو گئے۔ گلاب پاشی کے بعد جب ہوش آیا تو سبب گریہ پوچھا۔ بنیامین نے عرض کی یہ میرے علاقے بھائی ہیں۔ حقیقی میرا ایک بھائی تھا وہ آج مجھے یاد آ گیا۔ اگر وہ ہوتا تو میں تنہا نہ رہتا۔ آپ نے خوان اٹھوایا اور پس پر وہ رکھا کر فرمایا۔ آؤ ہم تمہارے بھائی سی۔ یہ کہہ کر علیحدہ بیٹھے۔ القصہ بنیامین پر جب یہ ظاہر ہو گیا کہ حقیقتاً میرے بھائی یوسف ہی عزیز مصر ہیں۔ تو فرط مسرت سے از خود رونے ہو کر کہنے لگے۔

آنچه می بینم بہ بیداریست یارب یا بنجواب

خویشتر را در جنبش راحت پس از چندین عذاب

آپ نے فرمایا بھائی ابھی یہ واقعہ ان پر منکشف نہ کرو۔ میں تم پر ایک الزام لگا کر تمہیں یہاں رکھوں گا۔ بنیامین وعدہ کر کے پر وہ سے باہر آ گئے۔

اب آپ نے حکم دیا کہ ان کے اُونٹ پُر کر دیئے جائیں اور خفیہ حکم دے دیا کہ ایک چاندی کا پیالہ ہمارے پانی پینے کا بنیامین کے اُونٹ میں رکھ دیا جائے اور جب ان کا کارواں روانہ ہو۔ تیچھے سے چند سپاہی ان کی گرفتاری کر کے ان سے کہیں کہ تم میں سرکاری چور ہے۔ چنانچہ جب ایسا ہی کیا گیا تو یہ سب متحیر ہوئے۔ کہ کیا چیز گم گئی کہ جس کی چوری ہم پر لگائی گئی ہے۔ گرفتار کنندوں نے کہا۔ کہ وہ کٹورازہ برجدیا سونے کا ہے۔ جو اہرات سے جڑا ہوا ہے اور ہمیں حکم ہے کہ جو اُونٹوں پر غلہ لے جا رہے ہیں۔ ان میں ہی کوئی اس کا چور ہے۔ سب نے کہا خدا کی قسم ہم لوگ چور نہیں۔ مگر چلو ہم اپنے اپنے بار دکھائے دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر واپس آئے اور حضرت یوسف سے عرض کی کہ واللہ ہم لوگ کنعان سے اس لئے نہیں نکلے کہ بدنامی اپنے سر لیں۔ مصیبت زدہ ہیں۔ قحط سالی نے پریشان کیا ہے۔ ورنہ ہمیں چوری تو چوری یہاں آنے سے بھی کیا کام تھا۔ اسے بادشاہ ہم لوگ چور نہیں ہیں اور چوری ہمارا کام نہیں ہے۔ ملازمان یوسف علیہ السلام نے کہا اگر تم اپنے دعوے میں جھوٹے ثابت ہو جاؤ۔ اور مال سرکاری برآمد ہو جائے۔ تو پھر کیا سزا ہے۔ سب نے کہا ہمارے مذہب میں اس کی یہ سزا ہے کہ جو چور ثابت ہو۔ وہ غلام بنایا جائے۔ چنانچہ تمام بار دیکھنے شروع ہوئے۔ اور بنیامین کا بار تیچھے ڈالی دیا۔ آخرش وہ کٹورازہ بنیامین میں سے برآمد ہوا اور حقیقتاً ہی اشارہ یوسف کا تھا:

چنانچہ جب بنیامین چور ثابت ہو گئے

تو تمام بھائیوں نے مل کر کہا کہ بنیامین نے اگر چوری کی کیا تعجب ہے۔ اس

کے بھائی تحقیقی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ یہ قصہ معاملہ دکشاف و مدارک میں یوں ہے کہ ایک سائل حضرت یوسف کے پاس آیا۔ آپ نے اپنی خالہ کی مرغی اسے دے دی تھی۔ ان علاقائی بھائیوں نے حضرت یوسف پر چوری کا الزام لگایا تھا۔ مگر اس کو سن کر حضرت یوسف خاموش ہو گئے اور دل میں فرمایا۔ کہ یوسف تو چور نہ تھا۔ مگر تم وہ ہو کہ یوسف کو پہلے یعقوب سے چرا لائے۔ حضرت یوسف نے بنیامین کو سپاہیوں کے سپرد کر دیا۔

بھائیوں نے اس کی خلاصی کی فکر میں شروع کیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ آخر شہ رومی کی آتشِ خشم شعلہ زدن ہوئی۔ مغلوبِ غضب ہو کر بولا کہ اے بادشاہ یا تو میرا بھائی دے دے۔ ورنہ میں ایسی جمع لگاتا ہوں۔ کہ عاقلہ عورتوں کے حمل سلاط ہو جائیں گے۔ حضرت یوسف نے جب صورتِ رومیٰ خشناک دیکھی۔ اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اس کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ دے۔ ادھر ہاتھ رکھا آتشِ غضب منطقی ہو گئی۔ فی الفور اپنے بھائیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔ تم نے میری پشت پر ہاتھ رکھا ہے۔ سب نے کہا نہیں۔

## رومیل بولا خدا کی قسم اس ملک میں

کوئی نسل یعقوب سے ہے۔ اس لیے کہ آل یعقوب کے خشم کو آل یعقوب کا ہی ہاتھ دبا سکتا ہے۔ معاملہ میں ہے کہ غضبناک ہو کر رومیٰ تختِ یوسف کی طرف بڑھا۔ حضرت یوسف تخت سے نیچے اترے اور اس کی گدی پکڑ کر زمین میں دبوج دیا۔ اور فرمایا۔ کنعانو! تم کو اپنے زور و قوت پر ابھی تک غرور ہے۔ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم پر کوئی غالب نہ آئے گا۔

خدا نے کہ بالادست آفرید

زبردست برزیر دست آفرید

جب انہوں نے دیکھا۔ کہ زور و قوت سے کام نہیں چلا تو رونے لگے قائلوا  
 يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ۔ بولے  
 اے عزیز مصر! ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ ضعیف ہے اور جب سے بنیائین  
 کا بھائی یوسف ہلاک ہوا ہے۔ تب سے اس کے درد و فراق میں اور بھی کھل  
 گیا ہے۔ بجائے اس کے اب اس سے اُسے موانست ہے۔ لہذا اُسے آزاد کر کے  
 ہم کو دے دیا جائے اور بجائے اس کے ہم میں سے کسی کو غلام بنا لیا جائے۔  
 حضرت یوسف نے فرمایا مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ تَأْخُذَ الْآمَنُ وَجَدْنَا مُتَعَانًا  
 عِنْدَآئِنَّا إِذَا الظَّالِمُونَ ۵۔ پناہ بخدا میں کبھی قصور وار کو آزاد کر کے  
 بے قصور کو اس کی جگہ مقید نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا کروں۔ تو پھر پورے ظالموں  
 میں ہو جاؤں فَلَمَّا اسْتَيْسُوا مِنْهُ خَلَصُوا بِحَيْثُ جَب مایوس ہو گئے  
 اور سمجھ گئے کہ بنیائین کو یہ بادشاہ نہ چھوڑے گا تو ایک طرف آکر جمع ہوئے  
 اور باہمی اس طرح گفتگو شروع کی۔

روئیل یا یہودا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بنیائین  
 کو ہمارے ہمراہ نہیں کرتے تھے۔ پھر جب ہم نے اس کی مخالفت میں عہد  
 و پیمانے کئے۔ اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی تب اُسے  
 ہمارے ساتھ بھیجا تھا۔ اب یہاں یہ صورت ظاہر ہوئی۔ اور اس سے قبل  
 معاملہ یوسف میں ہم تم قصور وار قرار پا چکے ہیں۔ لہذا میں ہرگز مصر سے  
 نہ نکلوں گا۔ تا وقتیکہ یعقوب علیہ السلام اجازت نہ دیں۔ یا خدا کی طرف سے  
 کوئی حکم نہ ملے۔ تم سب جاؤ اور میں یہاں ہی رہوں گا۔ تم جا کر حضرت یعقوب

سے عرض کرو یا ابانا ان اَبْنَاكَ سَرَقَ۔ اباجان۔ آپ کے بیٹے بنیامین نے چوری کی۔ اور ہم ہرگز یہ نہ کہتے۔ مگر ہمارے سامنے بنیامین کے بار میں سے بادشاہ کا پیمانہ برآمد ہوا۔ اور اہل مصر سے تصدیق فرمائیں۔ کہ ہم نے بنیامین کے چھڑانے میں کس قدر کوشش کی۔ اور اس قافلہ سے بھی دریافت کر لیجئے۔ کہ ہم اس معاملہ میں بے قصور ہیں یا نہیں۔

فرزند ان یعقوب علیہ السلام بموجب حکم روئیل یا یہودا کنعان پہنچے اور باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ ان کے بھائی نے کہا تھا عرض کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبِرْ حَتَّىٰ يَخْرُجَ مِنْكُمْ الْبَشَرُ۔ اور نئی بات جی سے گھڑ کر مجھے سنائی۔ خیر۔ صبر بہتر ہے۔

عَسَىٰ اللهُ اَنْ يَّاتِيَنَّيْ بِهٖمْ جَمِيْعًا۔ اب اللہ چاہے گا تو بنیامین کو معہ یوسف و یہودا ملا دے گا۔ ورنہ صبر ہی صبر ہے۔

بعد ازاں یعقوب علیہ السلام کے زخمی دل پر جو یہ نمک پاشی ہوئی تو اس سے آپ نہایت طول و عرض ہو کر بیت الاصر۔ ان میں تشریف لائے اور زار و قطار رو کر یوں فرمانے لگے یا اَسْتَقِيْ عَلٰى يُوْسُفَ وَاَبِيْصَتَّ عَيْنَا لَمِنَ الْحُزْنِ فَهٗوَ كَظِيْمٌ۔ ہائے افسوس فراق یوسف پر مہاجرت بنیامین نے اور نمک پاشی کی۔ ہائے افسوس یوسف کی جدائی میں روتے روتے آنکھیں سپید ہو چکی تھیں۔ اب وہ پھر غم سے پڑ رہیں۔ شعر

در دلیت دریں سینہ گفتن نتوانم  
دیں طرفہ کہ آن نسیہ نہفتن نتوانم

اس سے بعض ابناء وطن ماتم کا جواز نکالتے ہیں۔ حالانکہ اتنے سخت غم کے موقعہ پر بھی آہ سرد دل پر درد سے آپ نے کھینچی۔ مگر ہائے کرنے

کے سوا اور کوئی حرکت نہ فرمائی۔ چہ جائیکہ سینہ کو بی۔ یہ ان کی سخت غلطی ہے کہ ناجائز عمل کو جائز بنانے کے لیے آیات قرآنی استعمال کرتے ہیں۔

یہاں تک کہ آہ سرود کی آواز حضرت یعقوب کے فرزندوں نے سنی سب جمع ہو کر آئے اور عرض کی تَا اللّٰهُ تَفْتَنُوْا تَذَكُرُوْا يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنُوْا حَرَضًا اَوْ تَكُوْنُوْنَ مِنَ الْهٰٓئِلِكِيْنَ ۝ خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے کرتے گور کے کنارے جا لگیں گے یا جان سے گزر جائیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اِنَّمَا اَشْكُوْا بَسِيْثِيْ وَحُرِيْ رَاٰى اللّٰهُ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ میں تو اپنی پریشانی اور غم بھری فریاد اللہ سے ہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی وہ شائیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے شعر

عاجتے راکز تو مے جویم

باکے نہ کہ با تو مے گویم

راز گویم بخلق خوار شوم

باتو گویم بزرگوار شوم

صاحب تفسیر حسینی اس آیه کریمہ کے ماتحت بعض تفاسیر سے ایک روایت نقل فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار ملک الموت حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تجھے خدا کی قسم سچ بتا میرے یوسف کی روح تو نے اب تک قبض کی یا نہیں۔ اُس نے عرض کی نہیں۔ تو اس اُمید پر آپ نے بیٹوں سے فرمایا اِيْتِيْٓ اِذْ هَبُوْا فَنَجِّسُوْا مِنْ يُوْسُفَ وَاٰخِيْهِ وَاَوْلٰٓئِیْهِمْ مِّنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَآیْسُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَٰفِرُوْنَ ۝ اے بیٹو! جاؤ اور میرے یوسف گم گشتہ اور اس کے بھائی بنیامین کا سراغ لگاؤ۔ اور اللہ کی رحمت اور میرے یوسف گم گشتہ

اور اس کے بنیامین کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک  
اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر۔ اور آپ نے ان کو ایک نام  
لکھ کر دیا جو بادشاہ مصر کے نام تھا۔ جس کا مضمون یہ تھا من یعقوب اسرائیل  
اللہ ابن اسحق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ الی ملک المصر یعنی  
یعقوب بن اسحق بن ابراہیم خلیل اللہ کی طرف سے بادشاہ مصر کے نام یہ  
نام ہے۔ واضح ہو کہ ہم اس گھرانے کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بلاؤ مصائب کو  
ہمارا موکل بنایا ہے۔ ہمارے دادا ابراہیم کو ہاتھ پاؤں باندھ کر آگ میں فرود  
نے ڈالا۔ اللہ نے ان کو نجات دی۔ ہمارے باپ اسحاق کے گلے پر پھرمی  
چلوا کر ان کی جان بچائی اور بجائے ان کے بینڈھا ذبح کرایا۔ میرے ایک  
فرزند تھا۔ جو تمام بچوں میں محبوب تر تھا۔ میں نے اسے اس کے بھائیوں  
کے ساتھ جنگل میں بھیجا۔ وہ اس کا گرتہ خون آلودہ لائے اور مجھ سے انہوں  
نے کہا۔ کہ اُسے بھیڑیا کھا گیا۔ میں اُس کی جدائی میں اس قدر غمگین و گریباں  
ہوں کہ میری آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اس کا بھائی حقیقی بنیامین تھا۔ اس سے  
اس غم کو غلط کر رکھا تھا۔ تو اس کو تو نے چوری کا الزام لگا کر قید کر لیا۔ حالانکہ  
ہم اس خاندان سے نہیں جو چوری کرے یا ہمارے خاندان کا کوئی فرد چوری  
میں ماخوذ ہو۔ اگر تو میرے فرزند دلبند بنیامین کو رہا کر دے تو فہاورد نہ تیرے  
لئے دعا کروں گا کہ جو میرے فرزند یوسف کے ساتھ ہوا وہ تیرے ساتھ ہو۔ <sup>اسلام</sup>  
یہ نامہ صاحبزادگان کے سپرد کر کے زادراہ، عطا اور کچھ تحفہ عزیز مصر کے لیے  
دے کر انہیں روانہ کیا۔

یہ سب روانہ ہو کر اپنے بھائی یہودا سے ملے۔ اور اس کی ہمراہی میں بادشاہ  
مصر کے پاس پہنچے اور نہایت عاجزانہ لہجہ میں عرض پیرا ہوئے۔

آيَتَا الْعَزِيزِ مُسْتَنَّا وَأَهْلُنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعٍ مُّرْتَجَلَةٍ  
فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ  
اسے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت نے گھیرا۔ اور ہم  
بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں۔ تو اب ہمیں پورا ناپ دے اور ہم پر خیرات کر۔  
اللہ خیرات کرنے والوں کو صلہ دیتا ہے۔

غرضیکہ جب نامہ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی  
آنکھوں کے سامنے آیا اور آپ نے اس کو پڑھا۔ محبت پدری جوش زن ہوئی۔  
اور آپ زار زار رونے لگے اور از خود رفته ہو کر فرمانے لگے هَلْ عَمِلْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ  
يُوسُفَ وَ اَخِيهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُونَ۔ تمہیں کچھ خبر ہے کہ تم نے یوسف اور  
اُس کے بھائی بنیامین کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے۔ یہ فرما کر نقاب چہرہ  
مبارک سے اٹھائی۔ اور تاج فرق اقدس سے اتارا تو سب حیران ہو کر بولے  
عَرَانِكَ لَا نَتَّيُوسُفُ كَمَا يَمْحُحُ اَبُي يُوْسُفَ هِي۔ یہ استفہام تقریری  
تھا۔ یعنی البتہ آپ ہی یوسف ہیں۔ اس لئے کہ یہ جمال و کمال دوسرے میں  
نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا اَنَا يُوْسُفُ وَ هَذَا اَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا  
اِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ہ میں یوسف  
ہوں اور یہ میرا بھائی بیشک اللہ نے ہم پر احسان کیا اور جو پرہیزگاری کرے  
اور صبر۔ تو اللہ اس کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔ یہ سن کر تمام بھائی عرض کرنے لگے  
تَا اللّٰهِ لَقَدْ اَشْرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ۔ خدا کی قسم  
اللہ نے آپ کو ہم سب پر فضیلت دی اور بیشک ہم خطا دار ہیں۔ حضرت یوسف  
علیہ السلام نے فرمایا لَا تَزِرُ يَبِّ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَ هُوَ  
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ آج تم پر کچھ سلامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب



مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے

بآہنے بسوز و جہاں گناہ

بہ اشکے بشوید ورون سیاہ

بدر مادہ تخت شاہی وہد

بدر ماندگان صہ چہ خواہی وہد

بھائیوں کو نہایت نرمی و داد سے تسکین دی اور فرمایا اذْهَبُوا بِقَبِيضِي  
هَذَا فَاَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ اَبِي يَسٰٓءَٔ بِصِيْرًا وَاَتُوْنِي بِاَهْلِكُمْ  
اَبۡتَعَبِيْنَ۔ میرا یہ کرتے لے جاؤ۔ اسے میرے والد کے منہ پر ڈالو۔ ان کی  
آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور اپنے جملہ خاندان کو میرے پاس لے آؤ:

## یہود اسے خوشی خوشی قمیص یوسف علیہ السلام لیا

اور مصر سے سمت کنعان مع سب بھائیوں کے روانہ ہوا۔ اور جب یہ عمارات  
مصر سے نکل کر فضائے صحرا میں آئے۔ تو نسیم صبح نے خوشبوئے قمیص یوسف  
سے مشام و ماغ یعقوب کو معطر کرنا شروع کیا۔ آپ نے بے تاب ہو کر اپنے  
بھیروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اِنِّیْ لَیَجِدُ بِرَیْحِ یُوْسُفَ لَوَ لَا اَنْ تَفِیْدُوْا  
میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سٹھیا گیا ہے۔ یہ سن کر سب  
کہنے لگے تَا اَللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلٰتٍ کٰبِرٰتٍ خدایا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی  
از خود رفتگی میں ہیں۔ بھلا چالیس سال و بروایتے اسی سال بعد اس کی  
ملاقات کی امید رکھی جاتی ہے۔ جو اتنی مدت سے گم ہے فَلَمَّآ اَنَّ  
جَاءَ الْبَشِيْرَ پھر جب خوشی سنانے والا آیا۔ یعنی جب یہود اموال اپنے  
بھائیوں کے کنعان پہنچا۔ تو سرو پا رہنہ دوڑا ہوا آیا اور اپنے پدر

بزرگوار یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اَلْفَقْدُ عَلٰی وَجْهِہِ  
 فَامْرَاتًا بَصِيْرًا يَعْقُوْبَ عَلِيْہِ السَّلَامِ كَعَمْرٍوہ کرنا طوالا۔ اسی وقت اُن  
 کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ آپ نے مسرور ہو کر فرمایا اِنَّہٗ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ  
 مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ کیا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں۔ جو  
 تم نہیں جانتے۔ سب صاحبزادے دست بستہ کھڑے ہو کر عرض پر واز  
 ہوئے یَا اَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّکُمْ اَنْتَ خَاطِئُوْنَ۔  
 ابا جان ہمارے گناہ کی معافی خدا سے مانگئے۔ بیشک ہم خطاوار ہیں۔ آپ نے  
 فرمایا سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَکُمْ کَمَا بَدِیْ اِنَّہٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ ہاں  
 بہت جلد تمہاری بخشش میں اپنے رب سے چاہوں گا۔ بے شک وہی بخشنے  
 والا مہربان ہے۔ ٹھہرو شب جمعہ کو صبح کے وقت میں تمہارے حق میں دعا  
 کروں گا۔ کہ وہ منظر اجابت دعا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مصر  
 پہنچنے تک اس دعا کو اس لئے موقوف رکھا کہ عفو یوسف پر خدا کی جانب  
 سے معافی موقوف ہے۔

آپ نے پھلی شب کو وقت تہجد رو بقبلہ ہو کر

تمام بھائیوں کو پس پشت کھڑا کیا۔ اور دعا فرمائی۔ سب بھائیوں  
 نے آمین کہی

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اجابت دعا فرمائی

پھر آپ مصر کو روانہ ہوئے۔ یوسف علیہ السلام ملک ریان تک معہ تمام اراکین  
 دولت کے شہر کو آراستہ پیراستہ فرما کر استقبال کے لیے تشریف لائے

آپ نے یہ تحمل و شوکت دیکھی۔ تو معجزت ہو گئے۔ اور خدا کے کرشمہ کا شاہدہ  
 فرما رہے تھے۔ کہ روح الامین نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ یعقوب یہیں یہ تحمل و  
 شوکت نہیں ہے۔ آسمان سے زمین تک ہر فرد مخلوق اس سے مخلوط ہے۔  
 یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام نے جو نہی باپ کو آتے دیکھا سواری سے  
 اتر پڑے اور چاہتے تھے کہ سلام کریں کہ روح الامین نے آپ کو روکا اور کہا  
 ٹھہریئے پہلے یعقوب آپ کو سلام کریں گے۔ صاحب تفسیر حسینی ایک حدیث  
 سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ یعقوب علیہ السلام بھی پیادہ پاتے۔ بیسے  
 آپ کی نظر جمال یوسف پر پڑی۔ بے تابانہ فرمانے لگے

## السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَذْهَبَ الْحِزَانِ

سلام تم پر اے رنجوں کے دور کرنے والے۔ اور یوسف کے دونوں  
 ہاتھ لے کر اپنے گلے میں ڈالے اور مدتوں کے پھڑپھڑے گلے مل کر فرط  
 مسرت سے رونے لگے۔

چہ خوش جا تیت روئے دوست دیدن  
 پس از عمرے پیک دیگر رسیدن  
 شراب خوش دلی را نوش کردن  
 بہ شادی دست در آغوش کردن  
 بکام دل زمانے آرمیدن  
 بہم گفتن سخن وز ہم شنیدن

زدبہر حال عجز آغا زکردن

زعاشق دفتر عشم باز کردن

القصد قریب شہر ایک موضع تھا۔ وہاں یوسف علیہ السلام نے ایک بلند ریفیع محل تعمیر کرایا تھا۔ اس میں آپ معہ بھائیوں کے مقیم ہوئے اور تمام بھائیوں و اعزہ اقربا کو نہایت کرم سے فرمایا اَدْخُلُوا مِصْرَ اَنْتُمْ وَاٰلُكُمْ اٰمِنِیْنَ۔ چلو مصر میں امن کے ساتھ داخل ہو۔ جب سب دار السلطنت مصر میں داخل ہوئے تو اپنی محل سرائے میں سب کو اتارا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو اٹھا کر تخت پر بٹھایا اور خود بھی تخت نشین ہوئے کہ جملہ برادران یوسف علیہ السلام بہ نیت تعظیم و تکریم تخت کے آگے جھک گئے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے عرض کی۔

يَا اَبَتِ هٰذَا وِیْلٌ لِّرُؤِیَاۤی مِنْ قَبْلِ قَدْ جَعَلَهَا حَقًّا وَّقَدْ اٰحْسَنَ بِيْ اِذْ اَخْرَجْتَنِ مِنَ السِّبْغِیْنَ وَّجَاۤءَ بِكَ مِنَ الْبَدُوِّ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ تَنْزَعَ الشَّیْطَانُ بَیْنِیْ وَبَیْنِ اِخْوَتِیْ اِنَّ رَآیَ لَطِیْفًا لِّمَآیَشَاۤءِ اِنَّهُ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ہ ابا جان! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ میرے رب نے اُسے سچا کیا۔ اور مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو قصبہ کنعان سے لا کر مجھ سے ملایا۔ اور شیطان نے تو مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کراہی دی تھی۔ بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے کہ وہ علم و حکمت والا ہے۔

## حضرت ایوب علیہ السلام

ایسے ہی حضرت ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلا و مصائب

برداشت کر کے مدارج علیا حاصل فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ بغیر درد و محبت  
دوائے وصل محبوب نہیں مل سکتی۔ شعر

ہر کہ دار و راہ اور و راہ  
سوز او بر حال او باشد گواہ

یہ وہی ایوب ہیں جو پینمبری کے علاوہ

عیش و عشرت دنیاوی میں یہ پایہ رکھتے ہیں۔ کہ علی التواتر چالیس سال تک ناز و نعم میں  
رہے۔ بارہ فرزند و لبند ہیں۔ چار سو غلام ہیں۔ کوئی بکریوں کے ریوڑ کی سنبھال پر  
ہے۔ کوئی اونٹوں کی قطار کا محافظ ہے۔ چالیس باغ ہیں اور ہر باغ میوہ دار و خوش  
سے آراستہ۔ ایک روز روح الامین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض  
کی ایوب مدت گزر گئی۔ کہ آپ ناز و نعم میں گزار رہے ہیں۔ اب حکم الہی ہے کہ آپ  
کی حالت منقلب کی جائے اور ناز و نعمت رنج و محنت سے بدلی جائے۔  
تو نگری کا بدل درویشی سے ہو۔ تندرستی رنجت سفر باندھے اور بیماری خیمہ ڈالے۔  
آپ نے فرمایا کوئی فکر نہیں۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ ہر چہ از دوست می رسد  
نیکو است۔ شعر

پیکان آبدار کہ آید دوست دوست  
بر عاشقان سوختہ باران رحمت است

روح الامین جو اب سن کر رخصت ہوئے اور حضرت ایوب میرزا بانی مہمان  
بلا و مصائب بن گرفتار رہے۔ ایک روز شام کی نماز سے فرصت پا کر محراب کی  
طرف پشت فرما رہے تھے حاضرین جلسہ کو وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک آہ و بکا  
کی آوازیں آئیں۔ آپ حیران ہوئے۔ کہ اتنے میں ایک غلام آیا اور رو کر کہنے لگا۔

حضور! سیل دریا آیا اور تمام بکریوں کو بہا لے گیا۔ ابھی آپ جواب دینے نہ پاتے تھے کہ دوسرا آیا اور رو کر پکارا کہ اچانک بادِ سموم نے تمام اونٹ ہلاک کر دیئے۔ یہ سن ہی رہے تھے کہ محافظانِ باغ چبختے اور کپڑے پھاڑتے ہوئے پکارے۔ کہ حضور! بھئی کھلی گری اور تمام درختوں کو جلا گئی۔ آپ یہ سب واقعات نہایت اطمینان سے سنتے رہے اور زبانِ مبارک پر شکرِ الہی اور سبح و تہلیل جاری کرتے رہے کہ اتنے میں صاحبزادگان کا اتنا لوق سینہ کوٹتا ہوا آیا اور پیچ مار کر پکارا کہ اے پیغمبرِ خدا گیارہ صاحبزادے جو ہماری میں گئے تھے۔ اچانک صاحب خانہ کی چھت گری اس میں دب گئے۔ بعضے لقمہ منہ میں لے رہے تھے اور بعضے پانی پی رہے تھے۔ اس کو سن کر حضرت ایوب کچھ مضطرب ہوئے۔ مگر علی الفور سجدے میں گر گئے اور ہمت کر کے فرمایا کچھ پرواہ نہیں۔ اگر محبوبِ حقیقی کی محبت دل میں ہے تو سب کچھ ہے۔ شعر

اگر ہیج نہ باشد نہ بدسیا نہ بعقبہ

چوں تو دارم ہمہ دارم و گرے ہیج نباید

جب مال و منال کا یہ حشر ہو چکا۔ تو انواع و اقسام کی بلائیں آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہوئیں۔ حدیث میں ہے۔ چار ہزار کپڑے آپ کے جسدِ مبارک میں پیدا ہو گئے۔ وہ اعضاءِ مبارک کو کھاتے۔ اہل شہر نے آپ کو بیرون شہر کو کر دیا۔ آپ زمینِ شام میں عہدہ نبوت پر مامور تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے۔ جس کو صاحبِ تفسیر حسینی سورہ انبیاء میں نقل فرماتے ہیں:-

ایوب بن اموص بن نازخ بن ودم بن عیص بن اسحق بن ابراہیم علیہ السلام۔ آپ کے ساتھ صرف آپ کی بیوی رحیمہ تھیں۔ یا افرائیم ابن یوسف ماخیر بنت نیشا بن یوسف تھیں۔ یہی آپ کی خدمت کرتیں۔

جب اس مصیبت کی مدت سات برس سات مہینہ سات روز سات ساعت گزر چکی اور بروایت دیگر اٹھارہ سال و بروایت تیس سال۔ اور شیطان لعین نے حضرت ایوب سے کہا کہ مجھے سجدہ کر لو ابھی اس مصیبت سے نجات دیتا ہوں تو کیرٹوں کا اور مفارقت اولاد کا صدمہ بطیب خاطر آپ نے برداشت کیا مگر یہ جملہ آپ کے دل پر زخم کاری بن گیا۔ اس کی ضبط آپ سے نہ ہو سکی۔ تو دربار الہی میں عرض کی۔ جس کا تذکرہ سورہ انبیاء میں یوں فرمایا: **وَإِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ** اے ہمارے حبیب ایوب کی مصیبت کو دیکھئے کہ جب وہ پکارے اپنے رب کو کہ مجھے تکلیف پہنچی۔ اور تو سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔

دوسرے سبب یہ بھی تھا کہ اثر شیطانی سے یہ اثر آپ کے جسد مبارک پر یہ ہوا کہ شیطان کو بتا دیا جائے۔ کہ صابر بندے ایسے ہوتے ہیں کہ مصیبت و عشرت میں یکساں شکر گزار رہتے ہیں۔ اور اتنی مدت اس مصیبت میں جو آپ نے بخوشی گزار دی۔ اس کا باعث یہ تھا کہ روزانہ ہر صبح بلا واسطہ ملکی و بشری خطاب الہی حضرت ایوب کی طرف ہوتا تھا۔ کہ اے ہمارے بیمار کس طرح ہو۔ اس مزاج پر ہی کی مسرت میں وہ کوہ بلا آپ کی نظروں میں بیچ تھا۔ سچ ہے شعر

گر بر سزیمار خود آئی بعیادت

صد سال بامید تو بیمار توں بود

تو آپ کی صحت کا تذکرہ سورہ ص میں یوں فرمایا: **وَإِذْ نَادَى عَبْدُنَا أَيُّوبُ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصِيبٍ وَعَذَابٍ أَلِيمٍ... بِرَجُلِكَ هَذَا مَغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ** اور یاد کیئے۔ اے حبیب ہمارے بندہ ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف دی۔

ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار۔ یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو وَدَّهَبْنَا  
 لَهُ وَمَشَقَّمُوا مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا اور ہم نے اُسے اس کے گھر  
 والے اور عطا فرما دیجئے اپنی رحمت سے۔ مگر ایک واقعہ اور ہو گیا تھا۔ وہ یہ  
 کہ ایک روز آپ کی بیوی حضرت رحیمہ کسی ضروری کام میں گئیں۔ واپسی میں دیر  
 ہوئی۔ تو حضرت ایوب نے قسم کھائی۔ کہ صحت ہونے پر سوچھی ماروں گا۔ چنانچہ  
 بعد اس کے فکر ہوئی۔ کہ اس بیوی کو جس نے مصیبت میں اس قدر خدمت کی  
 تھی۔ بجائے انعام کے سوچھی کس طرح ماروں۔ لیکن اگر نہ ماروں گا تو جنت  
 میں لازم آتا ہے۔ اسی فکر میں تھے کہ حکم الہی ہوا وَخَذُّبِي لَكَ ضَعْفًا  
 وَكَضْرِبًا بِهٖ وَلَا تَحْتَسِبْ اِنَّا وَجَدْنَا لَهَا صَابِرًا وَاٰتَيْنَا  
 اِيكَاهَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْنَا لَعَلَّكَ تَتَّقِي اور اسے اپنی بیوی رحیمہ کے مارو۔ تمہاری قسم نہ  
 ٹوٹے گی۔ بے شک ہم نے اس کو صابر پایا۔

غرضیکہ شیطان کو یہ قدرت جسم اور مال و منال ایوب پر دے کر ایوب  
 کی مزاج پر ہی سے یوں ہمت بڑھا کر صابر ثابت کر دیا۔ اور اسے شرمندہ بنا دیا۔  
 ورنہ انبیاء کرام ایسے امراض سے محفوظ ہیں۔ جو موجب لغت ہوں۔ لیکن یہ کیڑے  
 محض امتحان کے لیے تھے۔ حقیقتاً بصورت مرض نہ تھے۔ شیطان کو اس ذریعہ  
 شرمندہ کرنا مقصود تھا۔ اور دکھانا تھا۔ کہ ہمارے مقربین بارگاہ بہر حال شاگرد  
 و صابر رہتے ہیں:

## حضرت یحییٰ اور زکریا علیہما السلام

اسی طرح حضرت یحییٰ اور زکریا علیہما السلام پر کوہ بلا ڈالا۔ کہ تمام عالم



میں اس کی نشہیر ہے۔ حضرت زکریا کا قصہ یوں ہے کہ آپ نے جناب الہی میں عرض کی کہ الہی میری کمزوری بحد غایت ہو چکی اور پیری مجھ پر مستولی ہے۔ فَصَبَّ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يٰرَبِّنِي وَيٰرَبُّنَا اِلٰى يَغْفُوْبَ وَاَجْعَلْهُ رَاٰبَ رَحِيْمًا تو مجھے اپنے پاس سے کوئی فرزند ولی عطا فرما کہ تو اسے دوست رکھے۔ اور وہ مجھے دوست رکھے۔

مختصر یہ کہ جناب الہی نے یہ دعاستجاب فرمائی اور حضرت یحییٰ عطا کئے۔ جو بیغایت خدا ترس تھے۔ انہیں خدا نے ایام طفولیت میں علم و حکمت عطا فرمائی فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ تین سال کے تھے۔ آپ کے ہم عمر بچوں نے آپ کو آواز دی کہ یحییٰ آؤ کھیلیں۔ آپ نے گھر میں سے جواب دیا ما للعب خلقت میں کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ کیوں نہ ہو۔ ہندی مثل مشہور ہے۔ ہو نہار بر دے کے چکنے چکنے پات۔ اول خدا کی طرف سے بختے ہوئے فرزند۔ دوسرے حضرت کے دل بند۔ جو کچھ ہی خوبی ہوتی کم تھی۔ آپ کی رقت قلبی و خدا ترسی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی۔ کہ اگر احوال قیامت یا مثل اس کو کوئی واقعہ ہولناک شروع فرمایا لیتے تو علی الفور مضطرب ہو جاتے۔ قناعت اس درجہ کی تھی۔ کہ نان خشک کو طعام ہائے لذیذہ پر ترجیح دیتے۔ چار سال کی عمر میں توریت حفظ فرمائی تھی۔ دس سال کی عمر میں تمام احکام شریعت پر عبور حاصل فرما چکے تھے۔ خدا ترسی اس درجہ تھی۔ کہ ہر وقت آپ روتے رہتے۔ یہاں تک کہ خوف الہی سے گوشت و پوست رخسارہ مبارک کا خشک ہو گیا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ دور و مال پشمینہ کے آپ کے پاس رکھتیں اور جب انہیں لیتیں تو آنسوؤں کو پھوڑتیں۔

ایک روز حضرت زکریا علیہ السلام نے جناب الہی میں عرض کی کہ خدایا میں

ایسا فرزند چاہتا تھا جو میرے سینہ کا سرور اور آنکھوں کا نور بنتا۔ نہ ایسا فرزند کہ اپنی غمگینی سے میرے سرور دل کو بھی مٹا دے۔ ایسا دل بند چاہتا ہوں کہ وہ میرے دل کو شاد و خورسند رکھے۔ یہ جگر گوشہ ایسا ہے کہ جس نے داغِ غم میری جان پر لگا دیا۔ میں اس کی زاری کا متحمل نہیں۔

ارشاد ہوا کہ ذکرِ یاتم نے ایسا فرزند مانگا تھا جو ہمارا ولی ہو۔ اور ولی کی صفت میں تو گریہ و نالہ ضروری ہے۔ بارِ محنت امانتِ محبت میں بھرا ہوا ہے۔ جس دن تحفہٴ محبت کا تقاسمہ کیا گیا تھا۔ اسی روز عالمِ عشق میں دکان ہائے راحت و مراد کو آگ دے کر بازارِ حسرت و ناامیدی سجایا گیا اور بارانِ حرمِ امانت پر سیاہ کیا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ بناٹے محبت سنگھائے قہر سے مرگب ہے اور خدا نے عشاقِ محبت جگر اور شربتِ زہر ہے۔

ذکرِ یا! کس خیال میں ہو۔ ٹھہرو۔ ابھی کیا دیکھا ہے۔ شعر

ابتداء نے عشق ہے دیکھا ہے کیا

آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا

تمہارے فرزندِ بچلی کے حلقومِ نازنین پر عنقریب تیغِ جفا چلنے والی ہے۔ اور تم کو اس کی مہاجرت میں اڑہ ستم سے دوپارہ کیا جائے گا۔ اس پر اگر تم راضی بھنار ہے تو تمہارے دعوائے محبت کی تصدیق ہوگی ورنہ غلط۔ مختصر یہ کہ حضرت ذکرِ یا مجالس و عظ میں ہمیشہ اختیار رکھتے۔ کبھی عقوبت و عذاب الہی کا ذکر نہ فرماتے۔ آثارِ رحمت لاتنا ہی کے سوا کچھ بیان نہ کرتے۔ کہ مبادا بیبی کے گوشِ اخلاص مسوع کریں اور نئی مصیبت اس کے گریہ و زاری کی یونما ہو۔

ایک دن حضرت ذکرِ یا منبر پر رونق افروز تھے۔ پپ و راست پر

نظر ڈال کر ملاحظہ فرمایا۔ یہ بھی نظر نہ آئے۔ آپ نے مطمئن ہو کر مواعد اللہی اور عقوبت لائقا ہی کا تذکرہ شروع فرما دیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک مقام ہے جس کا نام غضبان ہے۔ اس سے کوئی شخص محفوظ نہ رہتا گا۔ مگر وہی جو خوف اللہی سے رو کر اپنے گناہ معاف کر لے۔ حضرت یحییٰ ایک ستون کی آڑ میں حاضر جلسہ تھے۔ سنتے ہی ضبط ہول نہ فرما سکے۔ ایک بیخ مار کر مجمع میں گرے۔ اور پھر اٹھ کر مسجد سے باہر نالاں و گریاں چل دیئے۔ اور بار بار آہ سرد دل پر درد سے کھینچ کر فرماتے الویل لمن دخل غضبان واٹے اس شخص پر جو غضبان میں داخل ہو۔ اسی طرح روتے بیچھتے چلاتے و اوپلا کرتے شہر سے باہر نکل گئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام منبر سے اترے۔ گھر میں آکر حضرت یحییٰ کو پوچھا۔ آپ کی والدہ نے فرمایا۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ مسجد میں ہیں۔ آپ اس خیال سے کہ مبادا یحییٰ از خود نکلے میں کہیں اپنے کو ہلاک نہ کر دیں۔ آپ کی تلاش میں نکلے۔ تین شبانہ روز کوہ و صحرا میں تلاشی رہے۔ مگر کہیں پتہ نہ چلا۔

اے گلبن حدیقہ جاتھا کجاشدی

پنہاں ز چشم بلبیل بے دل چرا شدی

چوتھے روز ایک چرواہا ملا۔ اس سے فرمایا کہ تو نے کسی کو روتا ہوا کہیں پایا اس نے عرض کی نہیں۔ مگر تین رات گزریں۔ کہ برابر اس پہاڑ میں رونے کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ اودہ ایسا دردناک گریہ ہے۔ کہ چراگاہ سے میری بکریاں علیحدہ ہو کر سست کھڑی ہو جاتی ہیں۔ شعس

ز سوزِ فرقتِ بارِ آنچنساں بنالذار

کہ ہر کہ بشنود آن نالہ در فروش آید

حضرت زکریا علیہ السلام اس پتہ پر سمت پہاڑ روانہ ہوئے۔ مختصر یہ کہ ایک چٹان پر آپ کو سجدہ میں پایا اور سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر دیکھا۔ اور چہرہ تزیینا خاک اور اشک میں آلودہ دیکھا۔ آپ نے ان کا سراٹھایا اور پہلو میں لے کر پیار کیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام از خود رفتگی میں سمجھے کہ ملک الموت قبض روح کے لیے آیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں اے عزرائیل میرے ماں باپ ضعیف العمر ہیں۔ میری جدائی میں گریہ و نالوں ہوں گے۔ اتنی دیر توقف کر کہ میں ان سے مل کر اپنی خطائیں معاف کر لوں۔ آپ کی والدہ بھی تجسس میں ہمراہ تھیں۔ یہ آواز سنتے ہی حیح مار کر رونے لگیں اور پکاریں جانِ مادر! یہ عزرائیل نہیں ہیں۔ تمہارے باپ زکریا ہیں اور میں تمہاری والدہ ہوں۔ اس آواز سے حضرت یحییٰ نے آنکھیں کھولیں دیکھا کہ باپ کے پہلو میں ہیں اور ماں سامنے کھڑی اور وہی ہیں اور حضرت یحییٰ سے فرما رہی ہیں۔ بیٹا اس دودھ کے حق کے بدلے میں تم گھر چلو۔ جو تم نے پیسا ہے۔ آپ ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ زکریا گھر تشریف لائے چونکہ نین چار روز سے حضرت یحییٰ نے کھانا بھی نوش نہیں فرمایا تھا۔ آپ کی والدہ نے آتشِ عدس پکایا اور یحییٰ کو کھلایا۔ آپ نے تھوڑا سا نوش فرمایا تھا کہ تکان سے آنکھوں میں نیند آئی۔ آپ خوابِ ناز میں تشریف لے گئے۔ خواب میں دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص اگر عرض کرتا ہے۔ کہ یحییٰ! کیا غضبان کو بھول گئے جو بے فکری سے سو رہے ہو اور شکم سیر ہو کر پھر کھا رہے ہو۔ آپ چونک پڑے اور حیح مارتے مارتے پھر جنگل کو نکل گئے۔ یہ گریہ و زاری محض خوفِ الہی سے تھی نہ کہ خوفِ گناہ سے۔ اس لیے کہ یحییٰ نبی تھے اور ہر نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ بنا بریں آپ بھی معصوم عن العصیان

تھے۔ آپ کی شہادت کا قصہ ہوں ہے۔ کہ اس زمانہ کا جو بادشاہ تھا۔ اس کی بیوی پہلے شوہر سے ایک لڑکی ہمراہ لائی تھی۔ جو نہایت حسین و جمیل تھی۔ چونکہ خود بڑھیا ہو چکی تھی۔ اپنی آسائش کا خیال کرتے ہوئے اس نے یہ سوچا کہ اگر بادشاہ کوئی باہر سے بیوی لے آیا۔ تو میری کچھ نہ چلے گی۔ اپنی لڑکی کو اس کے عقد میں دے دوں۔ بادشاہ سے اس کا ذکر آیا۔ بادشاہ نے حضرت یحییٰ سے اس کے متعلق مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ لڑکی تجھ پر حرام ہے۔ اس واقعہ کی اطلاع اس بد نخت زانیہ فاحشہ کو پہنچی۔ سنتے ہی اپنے دل میں حضرت یحییٰ کی طرف سے کینہ پیدا کیا اور موقعہ کی منتلاشی رہی۔ ایک روز بادشاہ نشہ میں پور تھا۔ موقعہ دیکھ کر لڑکی کو آستانہ کر کے اس کے روبرو پیش کیا۔ اس نے اس کے جمال پر از خود رفتہ ہو کر اس کی طرف ارادہ کیا۔ تو اس قسامہ نے فوراً روک دیا اور کہا کہ یہ صورت تجھے تب میسر آسکتی ہے۔ جب یحییٰ کو قتل کر دے۔ اس لیے کہ شیر بہا میری لڑکی کا ستر یحییٰ ہے۔ بادشاہ نے خواہش نفسانی سے قتل یحییٰ کا حکم دیا۔ علاوہ وقت نے کہا کہ یہ فعل شنیع ہے۔ اس سے باز آؤ۔ یحییٰ کے خون کا قطرہ جس زمین پر گر گیا وہاں گھاس نہ اُگے گا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ستر یحییٰ کو طشت میں رکھا جائے اور خون کسی کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ سپاہی حضرت یحییٰ کے لیتے کو بھیجے گئے۔ ایک شخص نے جو مقرب بارگاہ شاہی تھا عرض کی۔ کہ حضور یحییٰ کے والد ذکر یا مستجاب الدعوات ہیں اول انھیں قتل کیجئے۔ تاکہ قتل فرزند پر وہ بد دعانہ کر سکیں۔ بادشاہ نے اس بنا پر یہ حکم بھی دے دیا کہ قتل یحییٰ سے قبل قتل ذکر یا ہو جائے۔ ملازمان شاہی حضرت ذکر یا کی گرفتاری کو بھی روانہ ہوئے۔ یہاں آکر دیکھا کہ پدر و پسر دونوں نماز میں مشغول ہیں۔ پہلے ان بے دینوں نے پہلوئے ذکر یا سے حضرت یحییٰ کو کھینچا اور مشکیں کیں۔ دوسری جماعت

نے آپ کی گرفتاری کا قصد کیا تو آپ وہاں سے بھاگے۔ مگر اس جماعت نے آپ کا تعاقب کیا۔ حضرت یحییٰ کو تو قصرِ شاہی میں پہنچایا۔ اور حضرت زکریا بھاگتے بھاگتے بے طاقت ہو کر ایک مقام پر درخت کے سایہ میں بیٹھے تھے کہ متعاقبین آتے نظر آئے۔ آپ نے اس درخت کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ شوق ہو گیا اور حضرت زکریا اس میں روپوش ہو گئے۔ شیطان نے آپ کی چادر مبارک کا ایک کونہ بیرون درخت کر دیا۔ دشمنان زکریا ڈھونڈتے ہوئے جب یہاں پہنچے تو شیطان ایک مہتر بزرگ کی صورت میں آیا اور پوچھا انہوں نے کہا۔ اس حلیہ کے شخص کی تلاش ہے۔ خبیث مرود نے انجان بن کر کہا کہ اس حلیہ کے شخص کو میں نے اس درخت میں روپوش ہوتے دیکھا ہے۔ اور چادر مبارک کا کونہ دکھایا۔ انہوں نے شیطان سے پوچھا کہ اب اس درخت سے باہر نکالنے کی کیا تدبیر ہے۔ شیطان نے کہا کہ باہر نکالنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارا مقصد اُسے ہلاک کرنا ہے۔ لہذا اس کی ہلاکت یوں بھی ممکن ہے۔ اور آ رہ کی صورت بتائی اور کہا کہ

اس کے ذریعہ سے اس درخت کے دھکے کر دو

یہ خبیث اس رائے کو پسند کر کے آ رہ لائے اور درخت پر رکھ کر اس کے دو پرکالے کرنے والے تھے کہ غیب سے زکریا کو آواز آئی شعر  
تڑپنا اس طرح بلیل کہ بال و پر نہ ملے  
ادب ضرور ہے شاہوں کے آستانہ کا

زکریا خبردار! آف زبان سے نہ نکلے۔ آواز آہ سینہ سے نہ آئے۔ ورنہ تیرا نام جریدہ صابراں سے محو کر دیا جائے گا۔ اگر سرانے وجود سے تیرے دشمن تجھے نکالیں گے تو ہم حجرہ شہود میں تجھے جاگزیں کریں گے۔ چنانچہ جب

آرہ درخت کاٹتے کاٹتے فرقی زکر یا تک پہنچا۔ تو جناب الہی میں عرض کی شعر

بجرم عشق تو مارا اگر کشند چہ پاک

ہزار شکر کربارے شہید عشق تو ایم

سر سے آرہ چل گیا۔ جسید مبارک کے دورہ کالے ہو گئے۔ مگر آہ: کی شعر

در بلا لذت پنهانی

ناچشیدہ کے کجا داند

وانکہ اولذت بلا دریافت

درد را بہتر از دوا داند

ادھر آپ شہید ناز ہوئے۔ ادھر معصوم ہستی حضرت یحییٰ بادشاہ کے

محل میں لائے گئے۔ بارگاہ شاہی سے حکم ہوا کہ زندہ ہمارے سامنے پیش

نہ کرو بلکہ سر لایا جائے۔ ان سنگین دلوں نے جفاکاری سے حضرت یحییٰ کو بحالت

مظلومی بیرون محل شہید کر ڈالا۔ سر مبارک کو طشت میں رکھا اور خون کنوئیں میں

ڈالا۔ وہ کنواں جوش زن ہوا اور اس بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر باہلی یا طوطی

رومی کے ہاتھوں ہلاک ہوا اور چنے کے ساتھ گٹھن یوں پسا کہ گردہ بنی اسٹریٹل سے

سترہ ہزار آدمی مارے گئے۔ کہ جب غضب الہی آتا ہے تو مفسوبین کے ساتھ

رہنے والے بھی مفسوب ہوتے ہیں من اکثر سواد قوم فهو منہم حدیث

شریفا میں ہے ومن تبعہ لہم منکفانہ منہم وعید قرآن پاک

میں ہے۔

شواہد امام زین العابدین میں ہے کہ جب آپ سمت کوفہ روانہ ہوئے تو کسی

منزل پر قیام نہ ہوا مگر مظلومی یحییٰ کا تذکرہ زبان امام حسین پر رہا۔ ایک روز

اشناد تذکرہ میں فرمایا کہ انتہائے خواری و بے اعتباری دنیا کی یہی ایک دلیل

ہے۔ کہ سب سے بچھی بن کر یا کو ایک نابکار عورت کے لیے ہدیہ بنایا گیا۔  
 سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شہادت بچھی کی وحی آئی۔ کہ اے محبوب! بچھی بن کر یا کے  
 سر کے عوض میں ستر ہزار آدمی ہم نے مارے اور تیرے فرزند بلند حسین کے  
 عوض ایک لاکھ چالیس ہزار تاجہ بنجارہ ہلاک کروں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ سات ہزار ستر ہزار قتل کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی  
 ہوا۔ جبکہ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی اور سیب غزاعی اور ابراہیم بن اشتر شخصی اور علاوہ  
 ان کے تہتر اور حاکم ظاہر ہوئے تو ایک لاکھ پانچ سو تیرے چن کر کوئی یزیدیوں کو ہلاک کیا۔  
 اور آخری حاکم ابو مسلم نے بقیہ مروانی جماعت کو نیست و نابود کیا۔ پھر صابقران  
 امیر تیمور نے بطریق انتقام ان کی نسلیں ہی منقطع کر دیں۔ یہ ابو مسلم وہی ہے جس  
 نے ماتم کو ایجاد کیا اور ماتمی لباس سیاہ پہنا۔

عیون الرضا میں ایک روایت ہے کہ بچھے کھچے یزیدی حضرت امام ہدی علیہ الرحمۃ والرضوان  
 ہلاک فرمائیں گے اور اس خونِ ناحق کا انتقام تا قیام قیامت یوں ہی جاری رہے گا۔  
 یہ روایت عیون الرضا میں ہے۔ اس میں بچھے یزیدیوں کا جو بدست ہدی تذکرہ ہے۔ وہ  
 وہی شیعہ ہیں جو آج بھی سوگ بھر کر نئے نئے ڈرامہ شہدائے کثرت کے پردہ میں دکھاتے ہیں۔  
 اب بقیہ انبیاء کرام کے واقعات بھی ایسے ہی جانسوز ہیں۔ مگر خوف طوائف  
 مشتے نمونہ از خردار اسی پر اکتفا کر کے

اپنے آقا و مولا روحی فدائے صلی اللہ علیہ وسلم

کے واقعات مصیبت پیش کرتا ہوں



## حضور سرور عالم رُوحی قداہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ اصل کائنات اور خلاصہ موجودات ہیں۔ آپ کے مصائب و کرائب اس قدر زبردست ہیں کہ خود فرمایا ما اُوذیٰ نبی کما اوذیت۔ کسی نبی نے اتنے صدمے نہیں اٹھائے جتنے کہ ہم نے۔ چنانچہ اول جفاء قریش اور ستمہا کفار نقل کرتا ہوں۔

مثنوی

رنج گنج آمد کہ راحتہا دردست  
مغز تازہ شد چو بخراشید پرست  
ظاہر کارے تو ویراں می کند  
لیک خارے را گلستاں می کند  
پس ریاضت را بجاں شو مشتری  
بر بلا با دل بند تا جاں بری

### شعر

حسن میں اور عشق میں کیسا یہ ساز و باز ہے  
دونوں یک جا جب کہیں پائے تو سوز و ساز ہے

آپ کی ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول ۱۰ سالہ عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۱۰۵۷ء اور بروایت دیگر ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۳ اپریل سن مذکورہ کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کے وقت ہوئی۔ ولادت باسعادت سے ۳ ماہ قبل سایہ پدری آپ کے سر مبارک سے اُٹھ کر آپ کو درتیم بنا گیا۔ ۴۴ سال آپ اپنی دایہ حلیمہ سعدیہ کی خدمت میں رہ کر اپنی فیوض و برکات سے انہیں متمتع فرماتے رہے۔

بعد چار سال کے اپنی والدہ کے پاس آگئے۔ ۲ سال حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا نے آپ کی پرورش فرمائی۔ ۶ سال کی عمر میں آپ کے سر مبارک سے سیاہ مادی بھی مرتفع ہو گیا۔ اب آپ کے دادا عبدالمطلب ۲ سال کے لیے کفیل بنے۔ جب آپ کی عمر ۸ سال کی ہوئی۔ تو بصر ۸۲ سال وہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے اور سیاہ جدی بھی سر مبارک سے اٹھ گیا۔ آپ کے چچا ابوطالب نے زہم کفالت ہاتھ میں لے لی۔ جب آپ کی عمر مبارک ۲ سال کی ہوئی۔ تو پانچ سال تک آپ نے بکریاں چرائیں۔ اور اس مدت میں آپ کی راست گوئی۔ امن پسندی شہرہ آفاق ہو چکی تھی۔ حتیٰ کہ آپ کا اسم شریف بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریش میں صادق و امین مشہور ہو گیا اللہم صل علی محمد النبی الصادق الامین

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تجارت کا خیال پیدا ہوا تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے روپیہ سے تجارت شروع کرادی۔ پہلے سفر میں آپ کا غلام حضور کے ہمراہ تھا۔ اس سفر میں بہ نسبت سابق بہت نفع ہوا۔ غلام نے حضرت خدیجہ سے آپ کے بہت محامد بیان کئے۔ حضرت خدیجہ نے باوجودیکہ بڑے بڑے عمائدین سے عقد کا انکار کر دیا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود درخواست کر کے عقد کر لیا۔ بوقت عقد آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال کی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ۴۰ سال کی۔ بعد عقد آپ نے غلوت نشینی اختیار فرمائی۔ اور یہی خواہی قوم میں سرگرم سعی رہتے۔ چنانچہ عمائدین ملک سے رہزنی اور منظم گونا گوں کی تمسکیت فرما کر اس کے انداد کے لئے ایک انجمن قائم فرمائی۔ اظہار نبوت سے سات سال قبل ایک روشنی آپ کو نظر آنی شروع ہوئی۔ آپ اکثر

غارِ حرا میں مشغول عبادت رہتے۔ پھر آپ کو جو خواب نظر آتا اس کی تعبیر صبح خود بخود ہو ہو  
 ظاہر ہو جاتی۔ جب ایک دن اوپر چالیس سال کی عمر مبارک ہو گئی۔ تو ۹ ربیع الاول ۱۱۰۰ھ  
 ہلادی مطابق ۱۲ فروری ۱۱۰۰ھ بروز دوشنبہ روح الامین حکم رب العالمین اظہار نبوت  
 فرمانے غارِ حرا میں حاضر آئے۔ حضور نے جبریل سے مکالمہ فرما کر عزم مکان فرمایا۔  
 اور نرساں و لرزاں دولت سرا کی طرف تشریف لا کر بیٹے۔ حضرت خدیجہ سے فرمایا **تَرَىٰ مَلَوْنِي**  
**تَرَىٰ مَلَوْنِي** (مجھے کھلی اور ڈھاؤں) جب ذرا سکون ہوا۔ حضرت خدیجہ سے فرمایا۔ مجھے اپنی  
 جان کا خوف ہو گیا ہے

## حضرت خدیجہؓ نے فرمایا آپ کو کس کا ڈر ہے

آپ اقربا پر شفقت فرماتے۔ بیوہ یتیموں اور بے کسوں کی ادا کرتے ہیں۔  
 خدا آپ کو اندوہ گین نہ کریگا۔ بعد ازاں آپ کو حضرت خدیجہ اپنے چھیرے بھائی  
 ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور واقعہ جبریل سنایا۔  
 (چونکہ ظہور نبی آخر الزمان کے متعلق اس زمانہ کے اکثر عیسائی۔ یہودی عالموں کو علم  
 تھا) ورقہ بن نوفل نے کہا۔ یہی وہ ہستی ہے۔ جس کی موسیٰ علیہ السلام بشارت دے  
 گئے تھے۔ کاش میں جوان ہوتا۔ اور اس وقت تک زندہ رہتا۔ جب قوم ان کو نکالیں گی  
 اور ایندائیں پہنچائیں گی۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا قوم مجھے نکال دیں گی؟

ورقہ بن نوفل نے کہا۔ ہاں اس دنیا میں جب کسی نے ایسی پاک تعلیم دی ہے۔  
 تو اس سے شروع میں عداوت ہوتی ہے۔ اور اس کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا  
 ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دولت کہہ پر تشریف لاتے ہی تبلیغ شروع فرما

دی۔ چنانچہ اول ہی روز حضرت خدیجہ (زوجہ) حضرت اعلیٰ (بھائی) حضرت ابوبکر (دوست) حضرت زید بن حارث (غلام آزاد شدہ) مسلمان ہو گئے۔ ان اشخاص کا ایمان لانا جو آپ کی چالیس سالہ حرکات و سکنات سے واقف تھے۔ آپ کی اعلیٰ ترین صداقت و راستبازی کی دلیل ہے۔ کچھ دن میں بعض اور بھی ایمان لائے۔

## اُس وقت مسلمان پہاڑ کی گھاٹیوں میں جا کر نماز پڑھتے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ سب سے اول اپنے قریبی رشتہ داروں میں فرمائی۔ پھر قوم اور شہر کے سب لوگوں میں۔ پھر مکہ کے اطراف و جوانب میں۔ پھر عرب کے تمام حصوں میں۔ پھر دنیا بھر کے بنی نوع انسان و ایجنہ میں۔

## اس تبلیغ سے جب کفار کی مخالفت حد بڑھی

تو آپ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ جو چاہے حبش چلا جائے۔ چنانچہ بہت سے چلے گئے۔ اگرچہ کفار نے وہاں بھی تعاقب کیا۔ لیکن وہ ان کی شر سے محفوظ رہے۔ آخر شاہ حبش کو کفار قریش نے بھرا۔ وہ بہت برا نیکیختہ ہوا۔ مگر جب اُس نے

## قرآن پاک سُننا تو اس قدر متاثر ہوا کہ رو دیا

اور کفار کو اپنے دربار سے نکال دیا۔ بعد ازاں انھوں نے حضور کو قتل کی دھمکی دی۔ دولت کا لالچ دیا۔ حتیٰ کہ عقبہ کو جو سردار قریش تھا۔ آپ کے پاس

بھیجا۔ اس نے آپ سے آکر تبادلاً خیال کرنا چاہا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ

سچا رسول ہوں۔ کاہن اور جادوگر نہیں ہوں

پھر کچھ آیات قرآنی سنائیں۔ ان کو سن کر عقبہ محض ہو گیا اور قوم میں واپس آکر کہنے لگا۔ کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ سچے رسول ہیں۔ ان کے کلام میں

نہ جادو ہے نہ کہانت نہ شاعر ہے نہ نظم نہ منتر ہے اور نہ افسون

قوم عقبہ سے بھی منحرف ہو گئی اور کہنے لگی کہ عقبہ پر بھی محمد کا جادو چل گیا۔ جب لالچ اور دباؤ سے بھی مطلب برآسی نہ ہوئی۔ تو آپ کے چچا ابو طالب سے کہا۔ کہ اپنے بھتیجے کو سمجھا دو۔

## ورنہ ہم اُسے جان سے ماویں گے

سارے ملک کو خلاف دیکھ کر چچا کا دل محبت سے بھر آیا۔ آپ کو بلا کر منع کیا۔ آپ نے فرمایا چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں۔ تو بھی میں اپنے فرض منصبی سے نہ ہٹوں گا۔ خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔

ماو محرم مشہہ نبوت میں کفار نے کہا کہ بنی ہاشم جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے اگرچہ مسلمان نہیں لیکن ان کا ساتھ دیتا ہے لہذا ان سے بھی قطع تعلق کرو۔ انہیں گلی کوچوں میں نہ پھر لے دو۔ کوئی چیز مول نہ دو۔ یہ باہمی معاہدہ کر کے تھریوں میں لائے اور دیوار کعبہ پر اسے آویزاں کر دیا۔ یہ موجودہ اصطلاح میں نان کارپریشن کہلاتا ہے۔ یعنی اقتصادی بائیکاٹ۔

بنی ہاشم کے بچے بھوک مارے اتنے روتے، بلکہ انکی آوازیں گھبراہٹ سے باہر جاتیں۔ مگر ان سنگدلوں کو رحم نہ آتا۔ سب نے تین سال کامل یہ مصیبت نہایت استقلال و صبر سے برداشت کی آخر جب دیمک نے ان کا معاہدہ کھالیا اور کفار قریش کے پہرے حوالی جبل سے اٹھ گئے تب آپ باہر تشریف لائے۔ اور پھر بدستور تبلیغ شروع فرمایا۔ سلسلہ نبوت میں آپ کے چچا ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ اور پھر حضرت خدیجہ بنت سخیٹ علیل ہو گئیں۔ وفات ابوطالب سے تو حضور پہلے ہی غمگین تھے۔ اب خدیجہ کے طول مرض سے اور مایوسی بڑھی۔ خدیجہ نے اپنی مرض کی شکایت فرمائی تو حضور نے فرمایا۔ خدیجہ اہل بہشت تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔ آپ نے عرض کی۔ حضور سے

زمرگ بیم ندارم دے لے ازال ترسم

کہ من بمیرم و تو جان دیگران باشی

حضور کے فراق کا صدمہ ہے۔ موت کی کوئی پرواہ نہیں۔ آخرش ابوطالب کے انتقال سے تین روز بعد آپ نے بھی دولت سراٹھے جاودانی کو رحلت فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سانحہ عظیم کو نہایت استقلال سے برداشت فرمایا اور زید بن حارثہ کو ہمراہ لے کر پیادہ پا عزم طائف فرمایا۔ گرد و نواح اور راستے میں تبلیغ بدستور جاری رکھی۔ یہاں سب سے اول قبیلہ بنو ثقیف جو انتہائی سرکش قبیلہ تھا تبلیغ فرمائی۔ اس میں وعظ و نصیحت کہی۔ انہوں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لوگوں کو سکھا دیا۔ چنانچہ جب آپ وعظ فرماتے تو وہ خبیث

پتھر برساتے حتیٰ کہ جسد انور (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم خون میں سرخ ہو جاتا  
اکثر خون بہہ کر نعیش مبارکین میں جم جاتا۔ وضو کے لئے جو آوازنا شکل ہو جاتا۔ آپ سے  
بدو دعا کے لئے عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں بدو دعا نہ کرونگا۔ اس لئے کہ ان کی  
آئندہ نسلیں ایک خدا پر ایمان لائیں گی۔ ہاں یہ دعا کرتا ہوں :-

اللَّهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

الہی! میری قوم کو ہدایت فرما دے۔ یہ میرے مرتبہ سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ  
ارشاد صرف بحرف پورا ہوا۔ اور آئندہ نسلیں خاص طور پر جاں نثار پیدا ہوئیں۔ برخلات  
مصنوعی نبیوں کے کہ ان کے بعد ان کی قوم اور جماعت میں بھی تفریق ہو گئی۔  
پھر آپ مکہ معظمہ واپس تشریف لائے۔ اور مختلف قبیلوں میں تبلیغ فرماتے  
رہے۔ ۱۲ نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی  
میں شہر مکہ سے چند میل دور مقام عقبہ پر کچھ لوگوں کی گفتگو سنی۔ آپ اس آواز پر ان  
کے پاس تشریف لائے۔ یہ چند آدمی تھے۔ جو مدینہ طیبہ سے آئے تھے۔ آپ نے  
تبلیغ توحید فرمائی۔ نبیوں سے نفرت دلائی۔ وہ ایمان لائے اور اپنے وطن کے  
سچے مبلغ اور واعظ بنے۔ ان کی تبلیغ سے آئندہ سال بارہ آدمی مکہ معظمہ میں حاضر  
ہو کر اسلام لائے۔ یہ جب واپس ہوئے تو ان کی تعلیم کے لئے مصعب ابن عمیر  
کو ساتھ کر دیا۔

یہ مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے گھر آئے

ان کی تبلیغ سے بنی عبدالاشہل کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ ۱۲ نبوت کو ۷۳  
مرد اور ۲ عورتیں مدینہ کے قافلہ میں مل کر آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ

لانے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ ان سے ملے۔ توحید کی دعوت دی۔ انہوں نے دعوتِ اسلام قبول کر کے مدینہ چلنے کی درخواست کی۔ آپ نے ان سے امداد و معاونت کی بیعت لی اور جب مسلمانوں پر کفار مکہ کی ظلم و تعدی حد سے بڑھ گئی۔ تو آپ نے اپنے غلاموں کو وطن چھوڑ کر مدینہ چلے جانے کی اجازت دے دی۔

مگر اس پر بھی کفار قریش نہ مانے اور جانے والوں کو پریشان کرنے لگے۔ چنانچہ صہیب رومی سے کہا۔ کہ تو مدینہ سے جب آیا تھا۔ تو بے زور مال تھا۔ مکہ میں ہزاروں کماٹے۔ اب جاتا ہے۔ تو مال و زر لے کر کیسے جاسکتا ہے۔ آپ نے بطیب خاطر مال و زر پر ایمان کو مقدم رکھتے ہوئے

سب ان کے سہارا اور ایمان لے کر مدینہ طیبہ پہنچے

کسی کی بیوی چھین لی۔ غرض کہ مہاجرین نے بڑی مصیبتیں اٹھا کر ان سے نجات پائی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مخالفین اسلام کی جو ستم شعاریاں اور سفاکیاں تھیں۔ ان میں خصوصیت سے دو ہمسایہ قابل ذکر ہیں۔

صاحب زلال الصفا نقل کرتے ہیں۔ کہ حضور سیدالنشور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہمسائے جابر ظالم تھے۔ ایک ابو لہب ملعون اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط۔ یہ دونوں شب و روز ایذا رسانی میں سرگرم سعی رہتے۔ خبیث نجاستیں۔ لید گوبر لاتے اور راہگزر میں اس سراپانور کے پھیلاتے۔ کہ بدبو سے مشام دماغ سے پرگندگی پیدا ہو۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ اقم جمیل خبیثہ زوجہ ابو لہب ملعون کے دل میں اس ذات ستودہ صفات سے تخم پاشی عناد اتنی زیادہ ہو چکی تھی۔ کہ شب



بھر جنگل میں سرگرداں پھرتی۔ اور خار و خشک کا گھٹڑ باندھ کر لاتی اور رہ گزر میں پچھاتی۔ محض اس نیت سے کہ محبوب خدا سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کا جب گزر اس راستہ میں ہو۔ تو آپ کے پائے مبارک میں وہ ایذا پہنچائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے۔ راستہ میں خار و خشک ملاحظہ فرماتے۔ انہیں اپنے دست اقدس سے اٹھاتے اور کنار راہ پر فرماتے۔ اور نہایت ملامت و ملاحظت سے اُسے سمجھاتے کہ یہ کیا حق ہمسائیگی ہے؟

مے دختند در رہ تو خار و باہمہ

چوں گل شکفتہ بود رخ و لستان تو

طارق بن عبد اللہ ناوی ہیں۔ کہ میں ابتدائے اسلام میں ایک بار سوق و جانہ کی طرف گیا۔ ایک عرب کو میں نے دیکھا۔ کہ حلقہ سرخ زیب تن کئے۔ بزبان فصیح فرما رہے ہیں قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اور ایک شخص اُن کے پیچھے کہتا آ رہا ہے کہ ان کا کلام نہ سنو یہ جھوٹے ہیں۔ اگر پتھر اٹھا کر ان کے سر پر مارا جس سے اس قدر خون بہا۔ کہ ٹخنے تک خون میں نہا گئے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ تو مجھے کہا گیا۔ یہ سرخ حلقہ پوش جو ان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرشی ہیں۔ جو خلق خدا کو خدا کی طرف بلا تے ہیں۔ جو ان کے پیچھے آیا ہے اور جس نے پتھر مارا ہے۔ یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ اکثر صنادرید قریش اس معاملہ میں اس خبیثت کے مدد و معاون ہیں۔ اس کا کام یہ ہے کہ جو لوگ موسم حج میں آتے ہیں۔ اُن کو ان کی خدمت میں حاضر ہونے سے روکتا ہے۔ اور ان کی طرف سے تنفر پھیلاتا ہے۔ یہ تمام مخالفین کبھی ان کو جادو گر بتاتے ہیں کبھی شاعر کہتے ہیں۔ کبھی کاہن مشہور کرتے ہیں۔ ایک بار مجنون بھی کہہ چکے ہیں۔

روضۃ الاجباب میں ہے۔ کہ عروۃ الزبیر نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے

پوچھا۔ کہ وہ ایذا میں جو تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھی سب سے زیادہ کیا تھیں۔ انہوں نے کہا ایک روز اشرف قریش ایک حجرہ میں جمع ہوئے۔ اور میں بھی ان کے اندر تھا۔ گفتگو ہوتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت تذکرہ شروع ہوا تو آپس میں کہنے لگے۔ کہ ہم نے کبھی کسی کی بات نہ سہی۔ جتنی کہ اس شخص کی باتیں سن رہے اور سہ رہے ہیں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) ہماری جماعت کے عقلاء کو سفید اور بیوقوف بناتا ہے۔ ہمارے باپ دادا کو گایا دیتا ہے۔ ہماری جماعتیں متفرق کر رہا ہے۔ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔ اور باوجود ان تمام باتوں کے ہم نے اسے زندہ چھوڑ رکھا ہے۔

یہی گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ اچانک حضور سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم حرم سے تشریف لا کر استلام رکن کے لئے تشریف لے جا کر طواف کو جا رہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں مشغول تھے۔ کفار قریش نے باواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گایاں دینی شروع کیں۔ تین بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف کر چکے تھے۔ اور ان کے سب و شتم سن رہے تھے۔ پوٹھی بار ٹھہرے اور فرمایا اے گروہ قریش! کان کھول کر سن لو۔ خدا کی قسم جان محمد قبضہ قدرت الہی میں ہے۔ اور میں تمہاری ہدایت کے لئے آیا ہوں۔ اگر تم نے میری نصیحت نہ سنی اور متابعت شریعت نہ کی۔ یاد رکھو! تمہیں ذبح کر ڈالوں گا۔ جب ان بے دینوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ پُر غضب جملے سنے۔ خوف سے لرز گئے۔ اور وہ شخص جو زیادہ سب و شتم کر رہا تھا۔ بولا اے ابوالقاسم! تشریف لے جائیے اور اپنا کام کیجئے۔ بخدا آپ جہول نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے کام میں زیرک ہیں۔ اور جو کچھ آپ کر رہے ہیں۔ انروٹے دانش و بینش صحیح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرواپس لوٹے اور مشغول طواف ہو گئے۔ پھر ایک دن اسی طرح

وہی جماعت اسی مقام پر مجتمع ہوئی اور میں بھی وہاں ہی تھا۔ بعض نے اس دن کا قصہ دہرایا اور کہا کہ اس دن محل (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سبب و شتم ہم نے ایسے سرخوب ہو کر سنے کہ گویا ہم گونگے تھے۔ یہ کیا ظاہر ہوا تھا۔ اور اگر آج وہ ظاہر ہو جائیں تو ہم بتائیں۔ یہی بتائیں ہو رہی تھیں۔ کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مشغول طواف ہونا ہی چاہتے تھے کہ ان بختیار نے اپنے کافرانہ غیظ و غضب میں یکبارگی حملہ کر دیا اور خبیث یہ بکتے ہوئے بڑھے کہ تو ہی وہ ہے جو ہمارے آباؤ اجداد کو۔ ہم کو اور ہمارے مسودوں کو برا کہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

## ہاں میں ہی ہوں جو ایسا کہتا ہوں!

اتنے میں ایک خبیث نے اپنی چادر گلوئے مبارک میں ڈال کر پیٹی۔ یہاں تک کہ سانس کی آمد و شد بند ہو گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پکارے اور فرمانے لگے۔ او خبیثو! کیا اس مستی مقدس کو مارتے ہو جو آواز بلند تبلیغ توحید کرتا اور کہتا ہے کہ خدا ایک ہے اور روشن معجزات تمہیں دکھاتا ہے۔ جو اس جماعت نے جو صدیق رضی اللہ عنہ کو حمایت کرتے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آپ کی طرف بھٹتی۔ آپ کی ریش مبارک پکڑ لی۔ اور اس قدر ضربیں دیں کہ سر مبارک شکستہ ہو گیا۔

مختصر یہ کہ ایسی ایسی بہت سی مصیبتیں اس مستی مقدس نے محض اپنی اُمت کی خاطر برداشت کیں۔ باوجود اس کے پھر بھی زبان مبارک سے بدو مانہ فرمائی۔ بلکہ ہمیشہ اپنے اصحاب کو یوں فرماتے

بزرگ غصہ نہاں دو تھا و شاد و بہا ست

بسے لطیفہ کہ در ضمن نامراد بہا ست

چونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے **وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** (اسے ہمارے جیب اللہ تمہیں دشمنوں سے محفوظ رکھے گا) اس باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیباکانہ دشمنوں میں جا کر ان کے چنگل سے محفوظ و مصئون واپس تشریف لے آتے ہیں۔ ورنہ مخالفین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس راوی ہیں کہ ایک بار کفارِ قریش نے باہمی معاہدہ کیا کہ اب کے اگر محل (صلی اللہ علیہ وسلم) کہیں مل جائیں۔ تو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ یہ خبر حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ملی۔ آپ نارزار روتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو روتا دیکھ کر فرمایا **مَا يُبْكِيكِ** (جان پدا! کس چیز نے تمہیں رلایا) آپ نے عرض کی **يَا اَبْتَا! اِنَّ الْقَوْمَ عَزَمُوا عَلَيَّ اَنْ يَقْتُلُوْكَ اَبَا جَانِ** ا قوم نے تہتہ کیا ہے کہ آپ کو شہید کریں۔ آپ نے متبسم ہو کر فرمایا۔ بیٹی! کچھ پرواہ نہ کرو۔ اور پانی لاؤ ہم وضو کر لیں کہ **الْوَضُوْعُ سَلَامٌ عَلَی الْمُؤْمِنِ** (وضو مومن کا ہتھیار ہے) اور زہرہ نماز ہے۔ چنانچہ آپ نے وضو فرمایا اور مسجد حرام کی طرف تشریف لائے۔ ماہ میں جماعت منکرین جمع تھی۔ آپ نے ایک مٹھی میں کچھ سنگریزے لئے اور ان کی طرف پھینکے۔ اور زبان مبارک پر لفظ **شَاہِدَةُ الْوَجُوْدِ** جاری تھا۔ سب پر وہ میبت پڑی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور **عَا شَاہِدَةُ الْوَجُوْدِ** کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ جنگ بدر میں یہ تمام جنٹا واصل بکھنم ہوئے۔ اور اسی دن مشیر ابوہبل عقبہ شیبہ ابی امیہ عمارہ کے لئے دعا دید فرمائی۔

غرض کہ جن جن خبیثات کے لئے دعائے بد فرمائی تھی۔ وہ جنگ بدر میں نصیبیت سے مارے گئے۔ غرض کہ دیگر انبیاء کرام کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ اذیت پہنچنے کی یہ بھی صورت تھی۔ کہ وہاں انبیاء کو ہی ایذا نہیں پہنچانی گئیں۔ اور یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں کو ستا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچایا۔ یہ دوہری دوہری مصیبت اس ذات ستودہ صفات پر تھی۔ چنانچہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ کفار قریش کی بغاوت اور حرکت مذبحی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی۔ کہ صحابہ میں جس کسی کو تنہا یا کمزور جماعت میں دیکھ لیتے پوری تکالیف پہنچاتے اور مذہب چھوڑنے پر مجبور کرتے۔ چنانچہ امیہ ابن خلف یہودی کے پاس حضرت بلال حبشی غلام تھے۔ اور تبلیغ صدیق سے پوشیدہ آپ مومن ہو چکے تھے۔ اس کا اظہار جب اس خبیثت پر ہو گیا۔ تو اس نے اول زبانی بھایا۔ مگر اس مرد خدا کی زبان سے سوائے کلمہ توحید کے دوسرا جملہ نہیں نکلتا تھا۔ مجبوراً اپنی آتش حسد بجھانے کو یہ تجویز کی کہ ہر روز بطہاء مکہ پر آپ کو لے جاتا۔ اور برہنہ کر کے گرم ریت پر چومینا کر کے کانٹے دار ٹمچوں سے آپ کو زود کوب کرتا۔ جب مارتے مارتے تھک جاتا تو بھاتا۔ اے سیاہ فام دین محمدی سے لوٹ آ۔ اور لات و سحر می پر ایماں لے آ۔ ابھی تجھے آزاد کر دلا گیا۔ یہ سن کر آپ کی زبان مبلدک سے الاحد! الاحد! نکلتا۔ پھر وہ خبیثت جل کر زود کوب کرتا۔ اس قصہ کو مفصل مولانا روم علیہ الرحمۃ نے یوں لکھا ہے۔

تن فدائے خلیفہ می کرداں بلال  
خواجہ اش می زود براٹے گوشمال  
کہ چرا تو یاد احمد سے کنی  
بندہ بد منکر دین منی

می زواندر آفتابش او بختار  
او احد مے گفت بہر افتخار

ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزے۔ تو آواز الاحد سن کر بے تاب ہو گئے۔ دیکھا تو یہ دیکھا۔ جس کو مولانا فرماتے ہیں مثنوی

تا کہ صدیق آن طرف می گفت تفت  
آں احد گفتن بگوش او برفت

چشم او پر آب شد دل پر عشا

زال احد می یافت بوئے آشنا

بعد ازال خلوت بدید کش پند داد

کز جهوداں خفید می کرد اجتهاد

عالم اسرار است پنہاں دار کام

گفت کردم تو بہ پشت اسے ہام

آپ نے حضرت بلال کو تنہا پوچھا دیکھ کر فرمایا۔ کہ اے عاشق الہی! اپنی آتش الفت

کو برائے پندے پوشیدہ کر۔ ان بے دین یہودیوں کی طرف سے تمہیں یوں ہی

اسی ملنا ممکن ہے۔ بلال نے عرض کی بہت اچھا۔ اب ایسا ہی کروں گا۔ دوسرے

دن صدیق اُدھر سے جو گزے۔ تو مثنوی

روز دیگر از پگہ صدیق تفت

آں طرف از بہر کارے می برفت

باز احد بشنید و ضرب زخم خار

بر فروزید از دلش شور و شرار

بلال کی زبان سے پھر آواز الاحد سنی۔ جا کر دیکھا۔ تو اسی طرح وہی پوچھا کر

رکھا اور کانٹے دار قمیوں سے مار رکھا تھا۔ آپ نے ثنوی

باز پسندش داد و باز او توبہ کرو

عشق آمد توبہ او را بخورد

پھر نصیحت فرمائی اور سمجھایا۔ کہ بھائی سوزو گداز عشق کو پوشیدہ کرو۔ ان

خبردار سے جب ہی نجات ممکن ہے۔ تو حضرت بلال نے درو مندانہ پسند سن کر فرمایا۔

بہت اچھا اب ایسا ہی کروں گا۔ صدیق سمجھا کر ادھر آئے اور ادھر حضرت عشق

نے جلوہ گری فرما کر بلال سے کہا۔ کہ میاں سے

کیا مرزہ اس عشق کا جس میں کہ رسوائی نہ ہو

مثل مجنوں جب تلک یلی کا نشید الی نہ ہو

تو مولانا روم فرماتے ہیں۔ "عشق آمد توبہ اورا بخورد" حضرت عشق نے آکر

صدیق کی تمام نصیحت پر پانی پھیر دیا اور بلال کے سب وعدے نسیا کر

دیتے۔ اب وہی بلال ہیں اور بوش الفت۔ وہی سوز و ساز ہے اور وہی ساز باز۔

چنانچہ مولانا فرماتے ہیں کہ

توبہ کردن زین نمط بسیار شد

عاقبت از توب او بیزار شد

آخرش چند بار ایسے ہی کتمان محبت کے عہد ہونے اور ٹوٹے۔ مجبور

ہو کر صاف کہہ دیا کہ

فانش کرد اسپر زتن را در بلا

کائے محمد دے عدوے توبہا

اے تن من واٹے رگی من پرن تو

توہ را گنجا کتب باشد درد

توبہ را زین پس نول بیرون کنم  
از حیاتِ خلد توبہ چوں کنم  
اے صدیق! میری توریگ و پے میں محبت محمدی پڑ ہے۔ اس عہد معاہدہ کی  
لہیں گنجائش ہی نہیں۔ جو اس کو رکھوں۔ علاوہ ازین حیاتِ خلد سے عہد کر کے  
حیاتِ دنیوی پر اب کیا رجوع ہوں گا۔ بس یہی بہتر ہے۔ کہ میں اپنے محبوب کی  
باد میں جان دے دوں۔

عشق قہار است و من مقہور عشق  
چوں قمر روشن شدم از نور عشق  
آخرش صدیق سے جب یہ روزانہ مصیبت دیکھی نہ گئی۔ تو ایک روز  
سب ماجرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر ڈالا۔

بعد ازاں صدیق نزد مصطفیٰ  
مصطفیٰ زیں قصہ چوں گل بگفت  
گفت حال آں بلال با صفا  
رغبت افزوں گشت اور اہم بگفت  
مختصر یہ کہ حضور نے اپنے عاشق و لداوہ کا جو یہ حال سنا تو  
مصطفیٰ فرمود کانون چارہ چیت  
گفت این بندہ سر اور ام شریبت  
ہو بہا کہ گوید اور امی خرم  
ورزیان و حیف ظاہر ننگم  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدیق تم جاؤ اور امیہ بن خلف سے  
اُسے خرید لو۔ جو کچھ وہ قیمت کہے دے آؤ۔ ہم اُس کو خریدنا چاہتے ہیں۔  
تو کہیم باش و بخرش بہر من  
مشری شوق قبض کن از من ثمن  
صدیق تم جاؤ اور ہمارے دلیل بن کر اُسے خرید لو۔ اور قیمت لے جاؤ۔  
صدیق نے عرض کی کہ حضور میں بھی تو غلام ہوں۔ پھر میرا جو کچھ ہے۔  
حضور ہی کا ہے۔



گفت صد خدمت کنم رفت آن زماں  
سوئے خانہ آن جھوسے بے اماں

مختصر یہ کہ جب آپ پہنچے تو وہ خلیفہ آپ کو زود کو ب کر رہا تھا۔ آپ نے اسے سمجھایا منع فرمایا۔ وہ نہ مانا۔ بالآخر قیمت کے بدلہ مبادلہ غلام کا غلام سے قرار پایا۔ جس کا قصہ یوں ہے۔ کہ یہودی نے کہا۔ صدیق! اگر آپ ایسے ہی ہمدرد ہیں۔ اسے خرید لیجئے آپ نے فرمایا۔ قیمت کہو۔ اس نے کہا فسطاس رومی جو آپ کا مشہور غلام ہے۔ اسے مجھے دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ مردود! ایک فسطاس نہیں ہزار فسطاس اس پر نثار ہیں۔ بس خبردار۔ تیری میری بیع ہو چکی۔ فسطاس تیرا ہے اور یہ میرا ہے

ایں گہرا ز ہر دو عالم بہتہ است  
ہیں نجر زیں طفل ناداں کو خراست

یہودی نے بلال کو آپ کے سپرد کیا۔ آپ خوش خوش اسے لے کر چلنے لگے۔ تو امیہ بن خلف تمہہ لگا کر ہنسنے لگے۔ آپ نے فرمایا ہے  
گفت صد لیش کہ ایں خندہ چہ بود  
در جواب پرکشش او خندہ فرود  
گفت اگر جدۂ نبودے واہ تمام  
در خریداری ایں اسود غلام

امیہ یہ منسی کیسی بیہودہ ہے۔ اس پر وہ اور زیادہ ہنسا اور کہنے لگا کہ مسلمان ہو کر عقل بھی کھو بیٹھے۔ فسطاس رومی جیسے غلام کے عوض یہ بلال زندگی۔ اس پر ہنس رہا ہوں ہے

پس جو البش داد صدیق اسے غبی  
گوہرے دادی بہ جو زسے چوں صبی  
اوبنزد من سے ارزد دو کون  
من بجانش ناظر ستم نے بلون

صدیق نے فرمایا۔ بیوقوف تو کیا جانے۔ میں نے بادم دے کر موتی لیا ہے۔  
جیسے بچے کو بہلاتے ہیں۔ میرے نزدیک دونوں عالم بھی اس کی قیمت ہوتی۔ تو  
ارزاں تھا۔ میں نے اس کے باطن کو دیکھ کر لیا ہے۔ اور تو نے فسطاس کے ظاہر  
کو دیکھ کر پسند کیا۔ القصہ بلال دربار میں حاضر کئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا۔ کس قیمت میں اسے لائے۔ عرض کی کہ حضور میرا ایک غلام فسطاس  
رومی تھا۔ جو عراق عرب میں حسن و جمال کے ساتھ دانائی اور زیر کی میں شہرہ  
تام رکھتا تھا۔ اس نجیث امیہ بن خلف نے اسے بلال کے بدلے میں طلب  
کیا۔ میں اسے دے آیا ہوں۔ اور انھیں لے آیا ہوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا۔ ثنوی

گفت اسے صدیق آخر گفتمت  
کہ مرا انباز کن در مکرمت  
تو چراتنہا خریدی بہر خویش  
بازگو احوال اسے پاکیزہ کیش

صدیق ہم نے تم سے کہا تھا۔ کہ ہم تم شرکت میں اسے خریدتے ہیں۔ ہم اس کو  
مشتری ہیں۔ تم اسے اشتراک میں ہمارے وکیل۔ لیکن یہ تم نے کیا کیا کہ تنہا خود ہی  
خرید لیا۔ ثنوی

گفت ما دوستدگان کوئے تو  
 کردمش آزادمن بروئے تو  
 تو مرا میدار بندہ و بارغار  
 پیمچ آزدون نخواہم رینہار  
 کہ مرا از بند گیت آزادیست  
 بے تو بر من محنت و پیدادیست

صدیق اکبر نے عرض کی۔ حضور بلال بھی حضور کے غلام اور صدیق بھی غلام۔ اور غلام کا مال سب آنا کا ہے لہذا صدیق اپنے آقا پر بلال کو تیار کر کے آزاد کرتا ہے۔ صدیق و بلال کے دین و دنیا میں بہبودی تب ہی تک ہے جب تک غلام محبت سامی بنے رہیں۔ اُس غلامی سے آزادی مصیبت ہے۔ اور اس غلامی کی قید راحت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق کے اس جواب سے محفوظ ہوئے اور بلال کو مسجد نبوی کا مؤذن بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا **الْأَنْبِيَاءُ أَشَدُّ بَلَاءً مِنَ الْأُمَّةِ قَالُوا مِثْلُ**۔ انبیاء کی ہستیاں خصوصیت سے نشانہ بلا و مسائب ہیں۔ حسب مرتبہ کم و زیادہ سب ہی پر آئیں۔ اور بزرگان دین کا فتویٰ ہے۔ کہ بلا عطاٹے محبوب ہے۔ اور عطا محبوب پر رنج کرنا خطا بلا مجاہدہ ابدان صیقل آئینہ جان ہے۔

مختصر یہ کہ جوں جوں اسلامی ترقی ہوتی گئی۔ مخالفین اسلام قتل مومنین پر چست ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قتل کی تجویزیں ہو گئیں۔ تو جماعت صحابہ میں سے اکثر کو جیشہ روانہ ہونے کی اجازت دی گئی۔ جیسا کہ اول مذکور ہو چکا ہے۔ باہن صحابہ سے اکثر ادھر روانہ ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی بظاہر کم رہ گئے تو

کفار قریش نے مشورہ کیا کہ یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی قوت کمزور ہے۔ طے پا گیا۔ کہ موقع ملتے ہی معاملہ ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبرہ جیمون کی طرف تشریف لے جانے کا عزم فرمایا۔ صنادید قریش کو اس کی خبر ملی۔ ابوہل۔ عدی بن حمر اور مثل اس کے اکثر سیاہ رو اس راستہ پر روپوش ہو کر بیٹھ گئے۔ جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ سے گزرے۔ دیکھتے ہی اٹھئے۔ اور اس مدنی چاند کو سید ہالہ کی طرح گھیر لیا۔ گایاں دے کر سخت دست بکنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب تعلیم قرآنی إِذَا خَاطَبْتَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا خاموشی اختیار فرمائی اور ان کے پاس سے گزرتے انہیں سوائے سکوت کے کوئی جواب نہ دیتے تشریف لے گئے اور طول و عرضیں گورستان جیمون میں جا کر بیٹھ گئے۔ ابوہل خبیث یہاں بھی آیا اور اقوال قبیحہ رفیلہ بکنے لگا۔ اکثر خشاہ نے آکر پتھر برسائے۔ جسد نوری مجروح ہوا۔ تمام کپڑے خون میں رنگ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ اس واقعہ کی شہرت تمام اہل مکہ میں ہو گئی۔

## آپ کے چچا حضرت حمزہ شکار میں تھے

اتفاقاتین رزا سی شکار میں بے خواب و خورش گزرے۔ مگر صحرانوردی بیابان گشتی کے سوا کوئی شکار نہ ملا۔ مجبور آج واپس گھر کو آئے۔ نہایت درجہ پریشان تو تھے ہی جب مکہ آئے تو عبد اللہ جدعان کی لڑھی نے آپ کو آتے دیکھا طعنہ زنی کی۔ کہ اے حمزہ شکار میں سے کیا لائے۔ وہاں سے خالی ہاتھ

آئے اور اتھمائی عار کا داغ اس شکار کے بدلے جو لگا وہ نفع میں۔ آپ نے متحیرانہ دریافت کیا۔ اس نے واقعہ گزشتہ سنایا۔ اس واقعہ سے آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس قدر غصہ آیا کہ کچھ تفصیل سے دریافت نہ کر سکے۔ گھر میں آئے۔ کھانا مانگا۔ آپ کی بیوی نے دسترخوان بچھا کر جو کھانا موجود تھا۔ رکھا

حمزہ کی نظر بیوی پر جو بڑی تو دیکھا کہ آنکھوں سے اشک خونی رواں ہیں آپ نے پوچھا کیوں روتی ہو۔ جواب دیا ابو عمارہ کیسے نہ روؤں۔ ایک یتیم تمہارے یتیموں کا تمہارے ہوتے یوں شکار بلا و مصائب بنے اور تم کو سیر و شکار سے فرصت نہ ملے۔ جو تکالیف اسے پہنچائی گئیں۔ اگر محض تمہارا رضاعی بھی ہوتا تو برداشت نہ ہوتیں۔

چہ جائیکہ نویدۃ ہاشم سرور سیدنا عبید المطلب اس طرح مصیبتوں میں گھرے

اور تم آرام سے شکار کرتے پھرو۔ اور دسترخوان پر بیٹھ کر پیٹ بھرو۔ حضرت حمزہ نے فرمایا صاف صاف بتاؤ۔ کس کے ساتھ کیا ہوا؟ آپ نے کہا کیا بتاؤ لی کوہ غم سر پر ہے۔ آہ سرد سینہ سے پے در پے جاری ہیں۔ کس طرح کہوں۔ ابو جہل نے تمہارے برادر زادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر پتھر برسائے ہیں کہ تمام جسم خون میں رنگا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کیونکر ہوا۔ انھوں نے کہا ابو جہل نے ایک جماعت کے ساتھ آپ کو گھیر لیا۔ اور اس قدر مارا کہ پیشانی مبارک سے خون رواں ہو گیا۔ اور ان رخسارہ فوری کو جن سے آفتاب شرمانا ہے۔ زمین میں روندنا۔ حمزہ نے کہا

## افسوس! ان کے چچا ابوطالب اس وقت کہاں تھے؟

عرض کی وہ جنگل میں بکریاں چراست تھے اور انھیں اب تک اس قفسہ کا علم نہیں۔ فرمایا ابولہب کہاں تھا؟ عرض کی اس خبیث نے خود امدادی - اور کہا کہ ہاں مارو۔ یہ جھوٹا جادو گر ہے۔ فرمایا عباس کہاں تھے۔ عرض کی عباس پروانہ دار اس شمع نبوت کے ارد گرد پھر رہے تھے اور ان خبیثوں سے کہہ رہے تھے کہ رحم کرو۔ مگر ان کی کون سُناتا تھا۔ حضرت حمزہ فرطِ غم سے رونے لگے اور اسی طرح سے تین روز کا فاقہ کئے دسترخوان سے اُٹھے اور فرمایا اب مجھ پر کھانا پلنا حرام ہے۔ جب تک ان بے ایمانوں سے اپنے بھتیجے کا انتقام نہ لے لوں۔

اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا۔ لوگوں نے مسجد حرام کا پتہ دیا۔ حمزہ یہاں آئے دیکھا کہ خانہ کعبہ کے آگے سر جھکائے رونق افروز ہیں۔ حمزہ قریب آئے اور عرض کی

## السلام علیک یا ابن اخی

اے بھتیجے بتاؤ۔ تمہیں کس کس نے یہ تکلیف پہنچائی۔ اب تمہارا جان نثار چچا حاضر ہے۔ حضور پر نور شافع یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلک گوہر صدف دیدہ فرسے ڈالے اور آہ سرد دل پر درد سے کھینچ کر فرمایا کہ چچا جانیے اپنا کام کیجئے۔ عزیز۔ یتیم۔ بے کس کا نہ بھائی ہوتا ہے نہ برادر نہ چچا ہے نہ کوئی یاور۔ نہ مولس ہے نہ غم خوار۔ نہ محرم ہے نہ غم گسار۔ نہ ناصر ہے نہ مددگار۔

آہ اندر زمانہ محمدم نیست  
پسح کس راز حال من غم نیست

دم نیسارم زون زسوز درون  
آنکہ کس ننگسار و ہمد نیست  
در دمنده و غصہ بسیار است  
پس چیرہ از بلا مرا کم نیست

حمرہ کھڑے کھڑے روتے رہے اور جوشِ محبت میں آگے بڑھ کر  
معذرت کرنے لگے کہ بھتیجے مجھے خبر ہی بخدا اب ہوئی ہے۔ میں شکار میں  
تھا۔ اللہ پتہ بتاؤ۔ اب تا پ ضبط نہیں ہے۔ میں جب تک بدلہ نہ لوں گا۔ مجھ  
پر کھانا حرام ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا خدا کی قسم اگر تم نے انہیں تیغِ آبدار  
سے نیست و نابود کر دیا۔ اور ان کے نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیتے۔ تو میرے  
دل کو کچھ تسکین نہ ہوگی۔ ہاں اگر مجھے راضی کرنا منظور ہے۔ اور میرے جراحتما  
دل پر مرہم رکھنا چاہتے ہو تو لا الہ الا اللہ محمدٌ رَسُوْلُ اللہ  
پر پڑھ لو۔ حضرت حمرہ نے عرض کی۔ اے جانِ عم! اگر میں یہ کلمہ پڑھ لوں تو  
کیا آپ خوش ہو جائیں گے۔ اور میرے سامنے اس کماٹے ہوئے پھول کو تبسم  
زیر ہنسی سے کھلا ہوا دکھادیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں

میری خوشنودی۔ رضامندی خدا پر موقوف ہے۔ حضرت حمرہ نے باوا  
بلند لا الہ الا اللہ محمدٌ رَسُوْلُ اللہ پڑھا۔ ادھر انھوں نے  
کلمہ پڑھا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اپنے پیارے چچا سے بغل گیر ہوئے  
حضرت حمرہ نے عرض کی۔ اب اجازت دیجئے۔ مجھے اب صبر نہیں ہے۔ یہ

کہہ کر مسجد سے باہر تشریف لائے اور ابو جہل کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ درخانہ ابو جہل پر پہنچے دیکھا کہ غبیثہ صدہا بنی ہوئی ہے۔ اور ارد گرد ایک جماعت شرفاء عرب کی حاضر ہے۔ حضرت حمزہ نے کمان کھینچی اور ابو جہل کے سر کا نشانہ باندھ کر ایسا صحیح تیر چھوڑا۔ کہ غبیثہ کے سر میں جا کر لگا۔ اور خون بہنا شروع ہوا۔ متحیر ہو کر اُدھر اُدھر دیکھا تو

## تیر انداز حضرت حمزہ تھے

سبب پوچھا۔ کہ آخر آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مردک تو نے میرے بھتیجے کو ایذا پہنچائی۔ میں تجھے اب زندہ نہ چھوڑوں گا۔ ایک اور شخص اٹھا۔ اس نے کہا اسے ابو عمارہ غضب ناک نہ ہو۔ صبر کرو۔ ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ بس لو۔ تم خود ہی کہہ دو گے۔ کہ بیشک جو کچھ ہم نے کیا۔ ٹھیک کیا۔

## آپ نے فرمایا۔ کیوں کہہ دوں گا

میں خود اس امر کی شہادت دیتا ہوں۔ کہ لائت۔ عزیٰ۔ نائلہ۔ صائغہ محض وہی معبود ہیں۔ معبود حقیقی ایک خدا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پتے رسول ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ۔

کشادہ کار چو در راہِ عشق سے یابم  
بہیج حال ازیں راہِ روستے تا یابم

اشرافِ عرب اور ابو جہل یہ سن کر بہت مایوس ہوئے۔ اسی زمانہ میں عہدِ فاروق بھی مشرفِ اسلام ہوئے۔ عرض کہ حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ



سے ان جنشاد کا زبردست مقابلہ ہوا۔ آپ ان پر فتح یاب ہوئے۔ اور زخمی ہو کر دربار محمدی میں حاضر آئے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر الہی مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمانے کا عزم کیا۔ یہاں بھی یہود کو عداوت باندھے ہوئے تھے۔ چنانچہ بعد ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا مقابلہ غزوہ بدر ہوا۔ اور یہ غزوہ بدر چار بار ہوا۔ پہلا غزوہ تو معمولی طور پر ہو کر ختم ہو گیا۔ پھر غزوہ بدر الکبریٰ ہوا۔ یہ اتنا زبردست غزوہ تھا۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں تشریف لے گئے۔

اسی اڑانی میں شیخ المہاجر بن حجاز ابو بھانی عبیدہ ابن حارث ابن عبد المطلب نے شہادت پائی۔ یہ پرانے معمر شجر بہ کار تھے۔ اور اول جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہ عطا فرمایا وہ یہی تھے۔ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت بھی بحد غایت تھی۔ ان کا واقعہ شہادت یوں ہے کہ جب دونوں لشکر چاہ بدر کے پاس آ کر ٹھہرے اور اپنے اپنے جھنڈے قائم کر لئے تو مقابلہ کی ٹھہری۔ لشکر کفار نابکار میں نوسو پچاس آدمی۔ سو گھوڑے۔ سات سو اونٹ تھے۔ اور لشکر اسلام میں تین سو پچاس جان خوار (وہ بھی اکثر خالی ہاتھ) ان میں ستر اونٹ۔ دو گھوڑے۔ چند زرہ۔ اور آٹھ تلواریں تھیں۔ بعد تسویہ صفوف تین شخص کفار میں سے میدان میں آئے۔ ایک عقبہ بن ربیعہ۔ دوسرا شیبہ بن ربیعہ اس کا بھائی۔ تیسرا ولید بن عقبہ۔

ادھر سے ان کے مقابلہ کو تین جوان انصاری دلیرانہ بڑھے۔ ان تینوں جیشوں نے پوچھا تم کن میں سے ہو؟ شجاعان اسلام نے کہا۔ ہم انصاری ہیں۔ عقبہ نے کہا۔ ہمارا تم سے کوئی مقابلہ نہیں۔ ہم اپنے ابناءئے انعام سے مبارزہ چاہتے ہیں۔ اور ایک ان میں سے پکار کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض پیرا ہوا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری کفو میں سے کسی کو بھیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے عبیدہ اور اے حمزہ اور اے علی آپ لوگ میدان میں

جائیں۔ یہ تینوں مردانہ داران تین شخصیت شجاعوں کے مقابلہ میں پہنچے۔ عبیدہ  
 چونکہ معمر تھے۔ عقبہ کے مقابلہ میں آگئے۔ کیونکہ وہ بھی بڑھا تھا۔ حضرت حمزہ اور عیصر  
 عمر تھے شیبہ کے مقابلہ میں آگئے۔ کیونکہ وہ بھی سن کھولت کو پہنچ گیا تھا۔ اور حضرت  
 علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ چونکہ جوان تھے۔ ولید کے مقابلہ میں تشریف لائے۔  
 یہ بھی نور سیدو تھا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی نے تو اپنے اپنے تقابل واسل بہنم  
 کر دیئے۔ اور عبیدہ و عقبہ کے مابین اتنا مقابلہ ہوا کہ ایک سے دوسرا زخمی ہوا۔  
 عقبہ نے جب پورے زخم کھائے اور کافی طور سے مجروح ہوا۔ تو جھنجھلا کر نظر  
 بچا کر حضرت عبیدہ کی پٹیل پر ضرب دی کہ ہڈی ٹوٹ گئی اور مغز باہر آگیا۔ آپ  
 گر گئے۔ حضرت حمزہ و علی کھڑے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب یہ حال دیکھا۔  
 جھپٹے۔ عقبہ کو تلوار سے گرا کر حضرت عبیدہ کو اٹھا کر سید کونین کے حضور میں  
 لا کر ڈال دیا۔ عبیدہ جب ہوش میں آئے تو آنکھ کھولتے ہی دیکھتے ہیں کہ حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی گرد میں سر ہے۔ خوش ہو گئے عرض کی کہ

يَا رَسُولَ اللَّهِ اَلَسْتُ شَهِيدًا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں شہید نہیں ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 بلی۔ اَنْتَ شَهِيدٌ۔ بیشک تم شہید اور سرفتر شہداء ہو۔ آپ نے اس  
 بشارت سے مسرور ہو کر اسی وقت یہ اشعار کہے

وَنَسَلِمُدْحَتِي نُوْدِحَ حَوْلِهِ

وَنَدَّيْلٍ عَنِ ابْنَانَا وَالْحَلَانِ

تو اس کا غلامہ مطلب یہ ہے کہ میں اپنے آقا و مولیٰ کو محافظت میں رہ کر جان  
 دستہ ہا ہوں اور محبت محبوب میں اپنے اعزہ و اقارب کو فراموش کر چکا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیت کی تصدیق فرمائی اور ان کے لیے دُعا نہ  
مغفرت کی۔ چنانچہ آپ ختم جنگ تک زندہ رہے۔ اور بعد فتح جنگ بدر منبرا  
روحاً میں تشریف لاکر سمت دارالقرار روانہ ہو گئے۔ رضوان اللہ علیہم۔

اور شہید دوم حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ اس جنگ بدر میں محفوظ  
رہے اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔ جس کا مختصر تذکرہ یوں ہے کہ:-

بعد فتح جنگ بدر کفار عرب کے دل میں مومنین کی طرف سے کینہ اور

زیادہ بڑھ گیا۔ چنانچہ صناید قریش نے باہمی مشورہ کیا کہ انتقام لینا ضروری ہے۔

ایک جرار لشکر جمع کیا۔ تین ہزار بہادران عرب میں سے چھانٹے۔ ان میں

سات سوزرہ پوش تھے۔ اور دوسو بیس گھوڑے۔ تین ہزار اونٹ جمع ہو گئے۔

تب مدینہ کو آئے اور جبل احد کو لشکر گاہ بنایا۔ آثار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

سات سو جان نثار ہمراہ لشکر ان کے مقابلہ کے لئے قائم کئے اور دو پہاڑوں کے

مابین ایک درہ تھا۔ وہاں سے دشمن کی آمد کا خطرہ تھا۔ اس مقام پر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ مقرر فرمایا۔ اور یہ حکم

دیا کہ درہ کوہ پر محافظ رہو۔ کسی مشرک کو ادھر سے نہ آنے دو۔ اور تم کسی صورت

میں بھی وہاں سے نہ ہٹنا۔ خواہ ہم غالب ہوں یا مغلوب۔ بعد ازاں تسویہ مصفوف

فرما کر جب جھنڈے بلند فرمائے گئے۔ تو قبیلہ قریش میں سے طلحہ بن ابی طلحہ میدان

میں آیا اور مقابل طلب کیا۔ ادھر سے حضرت علی اس کے مقابلہ کو نکلے۔ اور

پہلے ہی وار میں اس کے سر کا گودا نکال دیا۔ وہ داخل جہنم ہوا تھا۔ کہ اس کا

بھائی لکارتا ہوا آیا اور حضرت حمزہ کے ہاتھ سے ملا گیا۔ غرض کہ علم داران قریش

ایک ایک کر کے جب سب ہلاک ہو گئے اور علم کفر نگوں سار ہو گیا۔ تو مسلمانوں

نے کبارگی حمد کو کے کفار قریش کو لشکر گاہ سے نیچے اتار دیا اور مال غنیمت لوٹنا

شروع کیا۔ جب فتحِ مبین کا شہرہ ذرہ کوہ کے محافظین نے بھی سنا اور غنیمتِ لطف دیکھی مٹھان ہو کر یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیدِ محض فتحیابی کی حد تک کی تھی۔ اب کیا ہے۔ اب تو اللہ نے فتح دے دی۔ ہر چند کہ عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے روکنے میں مبالغہ بھی بہت کیا۔ مگر کسی نے ان کی نہ مٹھی۔ اور وہاں سے لشکر گاہِ کفار میں آکر لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔

حضرت عبد اللہ بن جبیر چند آدمیوں کے ساتھ حسبِ فرمانِ سرکارِ ٹھہرے رہے۔ فرار شدہ دشمنوں نے اس راہ سے باسانی گزر کر داخل ہونے کا راستہ دیکھا تو اس طرف کا رخ کیا اور حضرت عبد اللہ بن جبیر کو معہ ان کے رفقاء کے شہید کر ڈالا۔ اور لشکرِ اسلام پر چھا پہ مارا۔ ایک لخت ہوا کا رخ بدل گیا۔ فتح نے شکست کی صورت اختیار کی۔ یہ ادنیٰ حکمِ شکنی محبوبِ خدا علیہ التیمۃ والثناء کا نتیجہ دیکھ کر یہ لوگ بہت پھٹتے۔ مگر اب چارہ کار ہی کیا تھا۔ اب لشکرِ اسلام تین حالتوں پر منقسم ہو گیا۔

ایک جماعت نے تو بھاگنے کی ٹھان لی اور اناں و خیمراں بھاگ کر جان بچانی اور حوالی مدینہ میں آکر پناہ گزین ہوئے۔

دوسری جماعت نے جان کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دینا بھاگنے سے افضل بنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد حاضر رہے۔ ان میں حضرت مولیٰ علی شیر خدا۔ اور سعد و قاس اور حضرت طلحہ وغیرہ تھے۔

تیسری جماعت سرسید اسی میدان میں حیران و سرگرداں تھی۔ نہ بھاگے بنتی تھی نہ ٹھہرے۔ اور تھوڑے سے مقابلہ میں جاہمِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔

روضۃ الاحباب میں ہے۔ کہ روزِ احد میں جب مسلمانوں نے اکثر بھاگنا شروع کر دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت

خشنماک ہوتے۔ اسی حال میں ملاحظہ فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں حاضر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی کیا سبب ہے کہ تم اپنے لشکریوں کے ہمراہ نہ گئے۔ عرض کی حضور انا لى لك أسوة فلا کہ میرے لئے تو دین و دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا بھی سہارا نہیں۔ حضور میرے مقتدا ہیں اور میں مقتدی سے

جاں و ہر عاشق و از کو چہ جانان زود

بلبل سوختہ ہرگز ز گاستاں زود

صفت عاشق صادق حقیقت آنت

کہ گردش سر زود از سزیمساں زود

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پریشاں جماعت کو لکارا کہ مسلمانو! تمہیں کیا

ہو گیا ہے۔ یہ حضور موجود ہیں۔ اور تم بے یار و مددگار مارے مارے پھر رہے ہو۔

یہ آواز سنتے ہی سب جماعت یکجا ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان

سب کو میرے گرد حفاظت میں چھوڑو اور تم صفوف اشقیاء کو منتشر کرو۔

حکم شاہی سنتے ہی

## شیر خدا اللہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم

پھراٹے ہوئے میدان میں شیر کی طرح جو گریے۔ اکثر کو داخل جہنم کیا۔

اور تمام دشمنوں کو منتشر کر دیا۔ حضرت روح الامین حاضر و بار ہوئے اور مدح

علی کرتے ہوئے عرض پیرا ہوئے کہ حضور یہ کمال مواساة اور جو انردی ہے۔

کہ تعمیل حکم میں تنہا علی گھسان میں جا گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّهُ مَرِيٌّ وَأَنْتَ مَشْدُ

علی مجھ سے ہیں۔ اور میں علی سے۔ کہ اتنے میں غیبی ندا آئی

لَا أَنْتِي إِلَّا عَيْتُكَ لَا سَيْفٌ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ

عناصیب ورج الدر اس واقعہ کو لکھ کر فرماتے ہیں۔ کہ یہ تمام مرتبہ جو حضرت علی نے حاصل کیا۔ یہ سب محض اتباع محبوب کے باعث تھا

ولقد اجاد فیما افاد

آنکہ بسیر مرتبہ لافتنے رسید

از دولت متابعت مصطفیٰ رسید

آن مردے کہ بر سر اعدا بہ ذوالفقار

ہمچوں کلیم بود کہ با آزد ہا رسید

با میراوز تمفرق خلاص یافت

زرگشت کار قلب چو با کیمیا رسید

جب یہ حالت کفار کی ہو گئی۔ تو چار شخصوں نے کفار قریش سے معاہدہ کیا۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم قتل کریں گے یہ ابن قبیہ اور ابن حمید اور عتبہ

بن ابی وقاص اور ابن شہاب تھے۔ جب اشراہ قریش نے پورا غلبہ کر لیا اور

ابراہ مغلوب ہو چلے تو ہر ایک کہنے میں رو پوش تھے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم معدودے چند جان نثاروں کے ہمراہ ایک مقام پر تھے۔ ان چاروں

سنگین دلوں نے میدان آزد کو حسب مرام پا کر جرات کی اور پتھر برسائے شروع

کئے۔ حتیٰ کہ اس معدن جواہر رسالت کی طرف ابن قبیہ خبیث نے چند پتھر

تاک کر مارے۔ حتیٰ کہ ایک پتھر پیشانی اقدس پر لگا اور خون بہنا شروع ہوا۔

ریش اقدس خون میں تر ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خون کو دامن روار سے

جذب فرما رہے تھے۔ اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضور خون کی اس قدر احتیاط کیوں ہے کہ رواد مبارک کو ترک کیا جا رہا ہے۔ فرمایا یہ بد سخت اندھے ہیں۔ مگر میری شانِ رحمت اس امر کی مقتضی نہیں کہ ان پر سببت آتی دیکھوں۔ اور خاموش بیٹھا رہوں۔ اگر ایک قطرہ خون بھی زمین پر گر جائے۔ تو اس قدر عذابِ الہی نازل ہو کہ جیسے یہ پتھر برس رہے ہیں۔ اسی طرح شہابِ جہنم برسنے لگیں۔

اتنے میں ابن شہابِ خدیث نے زور سے بازوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر مارا۔ اور ابنِ ابی وقاص سے کہا کہ جلدی کر۔ اُس خدیث نے ایک پتھر مارا۔ جس سے لب و دندان مبارک زخمی ہوئے۔ اس پتھر سے دندانِ رباعیات شہید ہو گئے

بود لعش سہیلِ خشنده  
 رنگ مارنگ لعلِ خشنده  
 چوں سہیش رقیقِ سنگ آمد  
 سنگ در دم عقیقِ رنگ آمد

جب تمام جسدِ نوری خون میں نہا چکا تو ابنِ قیہ شمشیر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ہٹے اور اس خدیث کی نظروں سے روپوش ہو گئے بلکہ نظر ابرار و اشہار سے پوشیدہ ہو گئے تو صحابہ شہادت کے دھوکے میں سخت پریشان ہوئے

نالہ دلہا بہ ثریا رسید

وز مشرہ با سیل بدیاری رسید

ابن قیہ ملعون نے یقین کر لیا۔ کہ وہ خورشیدِ شرع و ریافتنا میں غروب

ہو چکا۔ وہ ماہ اوج و کمال مغربِ تم میں غروب ہو گیا۔ اپنی قوم کو مشرکہ دینے لگا۔  
کہ مبارک ہو۔ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دیا ہے۔  
شیطان لعین نے اس آواز کو شہرت دینی شروع کی۔ تمام لشکر میں اعلان کر دیا۔  
الَا اَنْ مَّحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ

یہ شیطانی آواز مدینہ تک پہنچی۔ اور یہ خبر دلسوز دوست و دشمن کے گوش  
نے مسموع کی۔ اشرار اس خبر سے شاد ماں ہوئے اور ابرار اس شہیرے  
پریشاں۔

مختصر یہ کہ مطمئن ہو کر مشرکین لوٹ کی طرف بڑھے۔ حضور سید یوم النشور  
صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر بعد ایک گوشہ سے ظاہر ہوئے۔ تھوڑے صحابہ  
جو وہاں کھڑے نہ اڑنا رہے تھے۔ دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔ اس گھمسان  
میں حضرت حمزہ سید المشہد رضی اللہ عنہ نے بھی جہاد شہادت نوش فرما  
لیا تھا۔

آپ کی شہادت کی صورت یہ تھی۔ کہ جبیر بن مطعم کہ مہتر زاوہ مکہ تھا اور اشرار  
عرب میں مانا جاتا تھا۔ اس کا ایک غلام حبشی مسلمی وحشی تھا اور وحشیت میں  
مشہور۔ گویا اسم باسملی تھا۔ زبردست مرد میدان دلیر اور زبردست مبارز۔ غرض  
جب لشکر قریش مدینہ کی طرف بڑھنے لگا۔ تو جبیر نے وحشی کو بلایا اور کہا  
غلام! اگر ہمارا ایک کام کر دے۔ تو تجھے ابھی آزاد کر دوں۔

اس نے کہا فرمائیں۔ اس نے نہایت بھراٹے ہوتے لہجہ میں کہا کہ تجھے  
معلوم ہے کہ مسلمانوں نے کیا ظلم ڈھار رکھا ہے۔ روز بدر میں میرے چچا کو بھی  
قتل کر ڈالا۔ اور میں وہی ایک چچا رکھتا تھا۔ اب محمد (صلی اللہ  
نبیہ وسلم) کے دو چچا ہیں۔ حمزہ اور عباس۔ عباس مکہ میں ہے حمزہ اس وقت



مدینہ میں۔ اگر اس لڑائی میں حمزہ کو قتل کر دیوے۔ تو علاوہ آزاد کرنے کے تجھے دولت وافر سے مالا مال کروں گا۔

وحشی نے معاہدہ لے کر قتل حمزہ کا وعدہ کر لیا۔ ادھر ہندو زوجہ ابن ابی سفیان نے اپنے باپ عتبہ کے انتقام کے لیے وحشی سے وعدہ لیا۔ ادھر دختر حارث بن عامر نے بلا کر کہا کہ اگر تو میرے باپ کا بدلہ محمد یا علی یا حمزہ سے لے تو تجھے بہت مال دوں اور تیری شادی کروں۔ وحشی نے کہا کہ قتل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجھ میں ہمت نہیں۔ اس لئے کہ ان کی محافظت میں بہت آدمی رہتے ہیں۔ مگر حمزہ کو ماروں گا۔ علی بھی چونکہ جوان اور نورسیدہ میدان کارزار ناویدہ ہیں۔ ممکن ہے ان پر بھی قدرت پاجاؤں۔

چنانچہ وحشی آزادی کی خوشی۔ ہندو کے وعدوں وغیرہ کی مسرت اور دختر حارث سے شادی کا خیال و ماغ میں لے کر شیران پیشہ اسلام میں سے ایک کو شہید کرنے کی ٹھان چکا تھا منتظر عرب رہا۔ مگر جب دیکھا کہ ایسا موقع اب نہیں نکلتا تو مجبوراً علیؑ تفریح میں نکلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا۔ تو دیکھا کہ شمع شبستان نبوت پر پروانے تثار ہو رہے ہیں۔ حضرت علی کی جستجو میں چلا۔ دیکھا کہ ایوان عالی میں ان لوگوں کے مجمعے ہو رہے ہیں۔ جو عرب میں مہارت نام رکھتے ہیں۔ اور خود علی بھی اطراف و جوانب سے بہت چاق چوبند ہیں۔ ہمت نہ پڑی۔ لوٹا اور حضرت حمزہ کی طرف روانہ ہوا۔ دیکھا کہ حضرت حمزہ مثل شیر مست کے لشکر میں لٹکار رہے ہیں اور لشکر کی صفوں کی صفیں صاف فرما رہے ہیں اور نہایت اطمینان سے محاربہ فرما رہے ہیں۔

سالمالعب نماید فلک چو گال قدر  
تا چنیں شاہسوار سے ستنے میدان آرد

از رو چستی و چالاکی اگر قصد کند  
بدے گوئے فلک در خم چو گاہ آرد

اتفاقاً آپ سباع بن عبدالعزیٰ سے دوچار ہو گئے۔ آپ نے بلا کسی خیال کے ایک ہی وار میں اس کا مقرر سقر بنا دیا اور جوش میں گھسان کی پرواہ نہ کی۔ گھتے چلے گئے۔ اس جگہ کہیں گاہ پر وحشی چھپا ہوا کھڑا تھا۔ جیسے ہی حمزہ اُدھر سے گزرے وحشی نے پیروں پر ایسا داریا کہ آپ گر گئے۔ فوراً سینہ پر چڑھ کر سینہ چیرا۔ کلیجہ نکالا۔ اور ہندہ کو دکھانے چلا اِنَّ تَارِدًا لِلّٰہِ وَ اِنَّ تَارِیْہَہٗ سَرَّ اِجْعُوْنَ۔ اور ہندہ کے پاس آکر کہا لے یہ حمزہ کا جگر ہے۔ جو تیرے باپ کا قاتل تھا۔ ہندہ نے خوش ہو کر جگر کو لیا اور دانتوں سے چبایا اور پھینک دیا۔ اس خوشی میں اس نے گلے اور پانوں کا تمام زیور اتار کر وحشی کو بخشا۔ اور کہا جب مکہ پہنچو گی۔ سو دینار زر سرخ تجھ کو بخشوں گی۔ پھر پوچھا۔ حمزہ کو کہاں مارا وہ جگہ مجھے دکھا۔ وحشی اس کو ہمراہ لایا۔ ہندہ نے سر حمزہ پر پہنچ کر چھری نکالی۔ اور کان۔ ناک اور بعض اعضا بر کاٹ کر ڈورے میں پروئے۔

اور اس ہستی مقدس کو مناد کر کے خاک و خون میں پڑا پھوڑا سے

در خاک و خون فتادہ روا کے بود تنی

کہ در غزا بدشمن دین کارزار کرد

جاہنا فدا تے عم محمد کہ در احد

جاں را برائے دین الہی نثار کرد

روایت ہے کہ جب شہرہٴ شہادت سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل مدینہ کے گھر گھر میں پھیل گئی۔ تو کوئی عورت قریش و بنی ہاشم کی نہ تھی مگر زرارہ زرارہ روتی تھی اور مخدرات و محرمات حجرات طہارت نے قصد روانگی احد فرمایا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حجرے کے پیچھے کھڑی تھیں کہ ایک شخص کو جو اس

رطانی سے فرار ہو کر آیا ہوا تھا دیکھا۔ آپ نے اُسے بلایا اور حال حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پوچھا۔ اس نے مفصل واقعہ عرض کرتے شرم کی اور کہا کہ لشکر کی حالت ناگفتہ بہ ہے

احوال و درون خانہ گفتن ناتواں  
خون بر در آستانہ می بین و می پرس

حضرت سیدہ زار زار رو رہی تھیں۔ اور حضرت ام امین اور صفیہ اور صدیقہ رضی اللہ عنہن نے جبل احد کی طرف روانگی کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔ حتیٰ کہ معہ سیدہ کے روانہ ہوئیں۔ مگر طاقت رفتار نہ تھی چلتیں اور گر جائیں کہ ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ حضور! آپ کہاں جا رہی ہیں۔ زار زار رو کر سب حال سنایا اور جہاں کا عزم تھا بتایا۔ اس نے عرض کی آپ یہیں ٹھہریں اور میں جا کر ابھی خبر لاتی ہوں۔ حضرت سیدہ نے فرمایا کہ اچھا جا مگر جب تیری منظر جمال آراستے نبوت پر پڑے۔ تو میرا حال زار سنا کر یوں عرض کیجو کہ حضور مصیبت زدہ فاطمہ نے یوں عرض کی ہے

اے آفتاب حتیٰ کہ شدی غائب از نظر  
آیا شب فراق ترا کے بود سحر  
اے نور چشم عالم و چشم و چراغ دل  
بکشتائی چشم رحمت و در حال من مگر  
نالم چونے ز غصہ و با دام بود بدست  
سوزم چو شمع در غم و در دم ز پاسب

وہ عورت روانہ ہوئی۔ حضرت سیدہ اس کی واپسی کے انتظار میں ایک مقام پر تشریف فرما روتی رہیں۔ یہ عورت جب لشکر گاہ میں پہنچی بہرے ناکس

سے حالِ حیاتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتی۔ سچی کہ یہ اس مقام پر سے گزری  
 جہاں اس کے بھائی کی لاش پڑی تھی۔ بیتاب ہو کر چاہتی تھی کہ لاش سے چمٹ  
 جائے۔ مگر معاً خیال ہوا کہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری منتظر ہیں اور شہاد  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر شہتر ہے۔ ایسی حالت میں مجھ پر حرام پر ہے کہ بجز حضور  
 کی زیارت کے کسی کو دیکھوں۔ یہ سمجھ کر آگے جلی تو باپ کی لاش ملی۔ اس سے منہ پھیر کر  
 آگے بڑھی تو اپنے اکلوتے بیٹے کی لاش دیکھی جو بسترِ سالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ساتھ اس غزوہ میں آیا تھا۔ زخم پر زخم کھا چکی تھی۔ بیٹے کی لاش نے اس پر نمک  
 پاشی کی۔ بے جان سی ہو گئی۔ مگر ہمت کر کے آگے بڑھی تو ماں کی لاش دیکھی  
 از خود رنگی میں کہنے لگی اَهْلًا وَّ سَهْلًا يَا اُمُّ۔ یعنی خوش آمدید اے مادرِ مہربان۔  
 مجھے مجھے ذرا اہلت دو۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کی صاحبزادی  
 سیدہ کو بشارت دے آؤں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھی تو دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم  
 لوٹے اسلامی کے نیچے رونق افزا ہیں۔ اور گرد و پیش پر وانہ وار تمام صحابہ حاضر ہیں۔  
 یہ صفت چیرتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جا کر گری اور پکاری کہ حضور  
 پدر و پسر و برادر اور تمام میرا قبیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہو چکا۔ میں بھی فدا  
 ہونے کو حاضر آئی ہوں۔ اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا پیام  
 لائی ہوں کہ وہ

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں تالان گریاں ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے انہیں کہاں چھوڑا۔ اس نے عرض  
 کی فلاں مقام پر حضور نے فرمایا ابھی واپس جا اور ہماری بشارتِ حیات انہیں  
 پہنچا اور پھر ہمارے پاس آکر ہمیں مطلع کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب الارشاد وہ عورت لوٹی۔ اور بشارت حیات، سیدہ کو پہنچائی۔ اور کہا خدا کی قسم آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم زیر لو اور رونق افزہ ہیں اور تمام صحابہ گرد و پیش حاضر ہیں۔ حضرت سیدہ نے فرمایا مجھے ان تک پہنچا دے۔ اس نے عرض کی کہ بہت اچھا۔ غرض کہ حضرت سیدہ اس عورت کے ہمراہ جبل اُحد کو روانہ ہوئیں۔ جب حضور سیدہ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کو تشریف لاتے دیکھا۔ آگے بڑھے اور اپنے پاس بٹھایا۔ حضرت سیدہ بہت روئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی بخشی دی۔ آپ نے عرض کی۔ ابا جان! اس عورت نے میری یہ مراد پوری کی۔ اسے کچھ انعام دینا چاہتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا

## مانگ کیا مانگتی ہے؟

اُس عورت نے عرض کی۔ صرف یہ چاہتی ہوں کہ بروز قیامت میرا ہاتھ سیدہ کے ہاتھ میں ہو۔ اور وہاں مجھے فراموش نہ کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا۔ پھر سیدہ نے شہداء کی لاشوں پر جانے کی اجازت چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ آپ اٹھیں اور صحابہ سے پوچھا ما فعل عمی۔ میرے چچا حمزہ کو تم لوگوں نے کیا کیا اور ان کا کیا حال ہے۔ کیا وجہ ہے کہ سب کو دیکھتی ہوں۔ لیکن انہیں نہیں پاتی۔ حارث بن حتم نے عرض کی۔ میں ابھی انہیں ڈنڈھ کر لاتا ہوں۔ یہ تلاش حمزہ روانہ ہوئے۔ واپس آنے میں جو تعویذ زیادہ ہوئی۔ تو حضرت شیر خدا خبر لینے چلے اور حارث سے ملے۔

دیکھا کہ حارث لاش حمزہ پر کھڑے رہے ہیں

جیسے ہی علی شیر خدا نے حمزہ کی یہ حالت دیکھی۔ جو مذکور ہو چکی تدار نزار رونے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مفصل حال عرض کیا۔  
 آہ ایں چه خبر بود کہ دلہا خون شد  
 جانہا ہمہ سوخت دیدہ با جھون شد

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس اُٹھے اور برسربالین حمزہ آئے تو دیکھا کہ حمزہ شہید ہیں۔ مثلاً ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیارے چچا حمزہ کو بہت ہی محبوب رکھتے تھے وہ آپ کے چچا بھی تھے اور براور رضاعی بھی۔ اس موقع پر حضرت صفیہ کہ حضور کی چچی اور حمزہ کی بہن تھیں آتی نظر آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صاحبزادہ زبیر سے فرمایا جاؤ اور اپنی والدہ کو واپس لے جاؤ۔ کہیں وہ اپنے بھائی کی لاش کا یہ حال دیکھ کر فرط غم سے جان نہ دے دیں۔ زبیر حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور اپنی والدہ سے فرمایا۔ کہاں تشریف لے چلیں۔ فرمایا میں نے سنا ہے کہ بھائی حمزہ کو شہید کر کے مثلہ کر دیا ہے۔ اس حال کے دیکھنے کو جا رہی ہوں۔ زبیر نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی یہ ہے۔ کہ میں آپ کو واپس لے چلو۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور میری حاضری کی اجازت لے آؤ۔ میں جانتی ہوں یہ جو کچھ بھی حمزہ کے ساتھ ہوا۔ محبت خدا اور رسول میں ہوا ہے۔ اللہ مجھے صبر دے گا اور ان کے صبر و رضا کے بدلے میں اللہ خدا میری بھی مغفرت فرمادے۔ زبیر نے آکر اجازت لی اور صفیہ کو لاش حمزہ پر لے آئے۔ صفیہ نے بھائی کی لاش کا یہ حال دیکھ کر نزار رونا شروع کیا۔ اور جناب الہی میں دعا کی کہ خدا یا محبت رسول کے مقابلہ میں اپنے بھائی کے حال پر صبر کرتی ہوں۔ اس کے بدلہ میں تو میری خطائیں معاف فرما دے۔

صفیہ کے نالہ و بکا کی حضور تاب نہ لاسکے۔ خود بھی چشمِ فوری سے سسک گویا ہڑالے  
سیدہ فاطمہ زہرا بھی رو رہی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صفیہ تیرے  
جیسی مصیبت کسی پر نہیں آئی سے

ہنگامِ چنین مصیبت اے دل

کوناک و آہ و بے قدراری

اے دیدہ تو اشک ہائے خونیں

از بہ کد ام روز واری

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ اور اے صفیہ تمہیں مژدہ  
ہو کر خاص تمہارے لئے اس وقت روح الامین آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ حمزہ  
کو ملکوت السما میں اسد اللہ اور اسد الرسول کا خطاب ملا ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز پڑھی۔ سب سے اول سیدنا  
حمزہ بعد میں سب کی۔ پھر سب کو دفن کیا گیا۔ سیدنا حمزہ کے لئے حضور صلی اللہ  
نے فرمایا کہ انہیں انہی خون آلودہ کپڑوں میں دفن کرو۔ جب اس کام سے فرصت  
پائی۔ تو مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

اب وہ لوگ جو جیشہ ہجرت کر گئے تھے اس قافلہ کے سرساز اور مبلغ اعظم

حضرت جعفر بن ابی طالب تھے۔ جو حضرت شیر خدا اسد اللہ کے بھائی بھی  
تھے۔ ان کا تذکرہ یوں ہے کہ جب یہ جیشہ پہنچے۔ تو تبلیغِ جعفر سے انہیں کے  
ہاتھ پر نجاشی والی جیشہ شریف اسلام سے مشرف ہو گیا۔ پھر جیشہ سے لشکر لے  
کر ایک دن میں خیبر فتح کر لیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد غایت خود سند و شادمان تھے اور بار بار فرماتے تھے۔

کہ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں غوثیوں میں سے کس خوشی نے مجھے زیادہ مسرور کیا ہے

## ایک قدم جعفر دوسری فتح خیبر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جعفر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اکثر ان سے فرماتے  
يَا جَعْفَرُ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخَلْقِي اے جعفر تم بہت زیادہ میری صورت  
اور میرے خلق سے مشابہت رکھتے ہو۔

روایت ہے کہ سالِ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب شریف جلیل  
عسائی کے لئے سب لشکر تیار کیا۔ تو حضرت جعفر بھی اس سر یہ میں شریک تھے۔  
جب مقامِ حضرموت پر پہنچے جو مقام بلقا کے نزدیک ہے۔ تو شامی لشکر کفار مقابلہ  
میں آگیا۔ حضور سید بوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں تین ہزار مجاہد تھے اور  
لشکر شامی میں ایک لاکھ سوار و پیادہ تھے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔

اول تو مقابلہ کرنے میں تامل کیا گیا کہ ادھر کل تین ہزار ہیں۔ اور ادھر ایک  
لاکھ سے زیادہ کی تعداد ہے۔ مقابلہ نامناسب ہے۔ مگر قوت الہی اور

الْحَقُّ يَعْلُو أَوْ لَا يَعْلى

پر یقین کر کے متوکلًا علی اللہ پائے ثبات کو رکابِ وقار میں رکھ ہی دیا۔ اور یہ  
ظاہر ہے کہ عنانِ فتح اس وقت آفریدگار کے یدِ قدرت میں تھی۔

در دستِ ماہونیت عنانِ ارادتے

بجز ایشتم تا کریم اوچہ می کند

مروانہ وار کارزار کفار میں کود پڑے۔ اثنامِ قتال میں جب زید بن حارث  
رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ تو جعفر بن ابی طالب نے علم اٹھایا۔ اور سواری سے



اتر کر پیادہ پا ہو گئے۔ اور اپنے گھوڑے کو آپ نے نختی کر ادیا۔ یہ پہلا گھوڑا ہے۔ جو اسلام میں نختی کر لیا گیا۔ پھر آپ سرگرم محارب ہوئے۔ ایک وار تلوار کا آپ کے دست راست پر ایسا پڑا کہ تن مبارک سے وہ ہاتھ جدا ہو گیا۔ آپ نے نہایت دلیری سے علم کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ دشمنوں نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا۔ آپ نے اپنے بازو میں علم کو روکا کہ ایک رومی خبیث نے نیزہ مارا کہ پائے مبارک میں لگا۔

صحاح میں ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سب حال روشن فرمانے کو حجابہائے زمین مرتفع فرمائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پچشم خود یہ سارا محاربہ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اور اصحاب کرام کو مطلع کرتے جاتے تھے۔ صحابہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید بن حارث نے علم بلند کیا تھا مگر وہ شہید ہو گئے تھے اب جعفر بن ابی طالب نے اٹھایا ہے۔ مگر یہ بھی مرتبہ شہادت حاصل کر چکے۔ اب ابن رواحہ علم اٹھاتے ہوئے جرعه فناوش کر رہے ہیں۔ یہ فرما کر

## قطرات اشک چشم مبارک سے جاری ہو گئے

اور فرمایا جعفر بہشت گئے۔ حق تعالیٰ نے دو پر یا قوتی جعفر کو دیتے۔ اس معاوضہ میں کہ ان کے دو ہاتھ کٹے تھے۔ اب وہ جہاں چاہیں اڑیں اور سیر کریں۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے جعفر کو بصورت نکلے دیکھا کہ وہ اڑتے ہوئے سیر کرتے پھرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جعفر رضی اللہ عنہ کو خواب میں ملاحظہ کیا۔ کہ جنت میں مرغاب بہشتی کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں اڑ کر جاتے ہیں۔ اسی وجہ میں آپ کو جعفر طیار کہا جاتا ہے۔ اور حضرت علی نے اپنے ایک شعر میں ان کی منقبت اس طرح فرمائی ہے۔

وجعفر الذی یضحی ویمسی  
یطیر مع الملائکة ابن احنی

یعنی وہ جعفر کہ صبح و مسائلائکہ کے ساتھ طیران کر رہا ہے۔ وہ میرا ماں جایا  
بھائی ہے۔

بعض قصوں میں مروی ہے کہ حضرت جعفر نے اس لڑائی میں پچاس زخم  
کھائے اور آپ کو گرد و پیش سے ۷۵ آدمیوں نے گھیر رکھا تھا اور چاروں طرف سے  
تیر و تلواریں ماری جا رہی تھیں۔ جب آپ شہید ہو گئے۔ تو آپ کی لاش مبارک کو جنتا شام  
نے نیرہ پراٹھایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مسجد نبوی کے ممبر پر رونق افروز تھے۔  
اور یہ تمام واقعہ بذریعہ مکاشفہ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب لاش مبارک کی یہ حالت  
دیکھی تو دعا کی کہ الہی میرے چچا زاد بھائی کی لاش کو اتنا سوانہ کر۔ حق تعالیٰ عز اسمہ نے  
اسی وقت ان کے دو بازو پیدا فرما دیئے۔ آپ نیرہ کفار سے اڑے۔ اور جنت  
الفروس میں پہنچے

اس وجہ میں آپ کو طیار کہا جاتا ہے

مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام حال مشاہدہ فرمایا۔  
تو جعفر بن ابی طالب کے مکان پر تشریف لائے اور اسما بنت عمیس زوجہ جعفر  
سے فرمایا کہ جعفر کے بچے کہاں ہیں انہیں میرے پاس لاؤ۔ آپ انہیں حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے سامنے لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیار کیا۔ اور گود میں بٹھا کر  
اشک نوری چشم منور سے گرائے۔ حضرت اسماء نے عرض کی۔ حضور! آج جعفر  
کے بچوں کو اس طرح نواز رہے ہیں جیسے یتیموں کو۔ کیا جعفر کی شہادت کی اطلاع  
آچکی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ شہید ہو گئے۔ حضرت اسماء

غایت بے خودی سے آہ و بکا کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ عورتیں جمع ہو گئیں اور رونے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسکین و تسلی دے کر تلقین صبر فرمائی اور وہاں سے رخصت ہو کر حضرت سیدہ کے یہاں پچھتم پر آب تشریف لائے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رو رہی ہیں اور واعما کا کہہ کر آنسو بہا رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”علی مثل جعفر فلتبک الباکیہ“ حقیقتاً اگر کوئی روتے تو جعفر جیسے پروٹے سے

حیراں شدہ ام در غمت چوں گویم  
 از ابر بہار بارے افزوں گویم  
 گر دیدہ زہر دیگران گرید آب  
 بہتر کہ من خستہ جگر خوں گویم

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تازیت یاد رکھوں گا اس لطف و کرم کو جو سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر آ کر ہم پر فرمایا جبکہ ہمارے پدر بزرگوار جعفر طیار نے جام شہادت نوش فرمایا تو تعزیت فرمانے تشریف لائے اور دست نوری میرے سر پر رکھ کر میرے بھائیوں کو گود میں لیا اور بہت پیار کیا اور آنکھوں سے آپ کے آنسو ایسے جاری تھے کہ محاسن مبارک بھی تر تھی۔ پھر آپ نے دعا فرمائی تھی۔ کہ خدایا جعفر نے بہترین ثواب آخرت حاصل فرمایا۔ اب تو اس کی اولاد کو ان کے باپ کی خلافت عطا فرماؤ ہمارے ماں جب یتیمی و بے کسی پر گریہ فرماتے لگیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَتَخَافِينَ عَلَيْهِمْ وَأَنَا وَلِيُّهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

کیا تم فرزند ان جعفر کی بے کسی و تہمی سے خائف ہو باوجودیکہ میں ان کا دین و دنیا میں وارث ہوں۔ حضرت جعفر کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ دو صغیر جن کے نام محمد اور عون تھے جو کربلا میں اپنے چچا کے صاحبزادہ امام حسین سید الشہداء کے ساتھ شہید ہوئے۔ جن کا تذکرہ انشاء اللہ اپنے وقت پر آئے گا اور چھ صاحبزادے اور تھے۔ منجملہ ان کے عبداللہ بن جعفر طیار تھے جو شکل و شباهت کے لحاظ سے بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ محمد بن جعفر ابوطالب کے ہم شکل تھے اور عون بن جعفر اپنے باپ کے بالکل مشابہ تھے۔ باقی پانچ کا تذکرہ حسب موقعہ انشاء اللہ ہوگا۔

سورخ می شود دل ما چوں گل حسین  
آں شب کہ ذکر واقعہ کربلا رود  
آخر روا بود کہ سنگین دلائل شام  
بر اہل بیت این ہمہ جور و جفا رود

صلی اللہ علیہ وسلم  
وفات حسرت آیات سیدنا ابراہیم فرزند محمد رسول اللہ

اب حسب موقعہ اول وفات حسرت آیات فرزند ولید ابراہیم علی بنیدنا و علیہم الصلوٰۃ والسلام منقول ہے۔ جو مدینہ طیبہ میں بسال ششم ہجری ذوالحجۃ الحرام میں حضرت ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے اور آپ کی وایہ قابلہ سلمی آزاد شدہ لونڈی تھیں۔ جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرمایا تھا۔ انہوں نے جب حضرت ابراہیم کی ولادت دیکھی۔ خوشی خوشی اپنے خاوند ابورافع کے پاس آئیں اور کہا۔ ماریہ کو خدا نے لڑکا دیا۔ ابورافع

یہ خوشخبری نے کہ خدمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں دوڑے گئے اور بشارت فرزند سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع کو اس مشرودہ کے صلہ میں انعام بخشا۔  
آپ کا نام اس طرح رکھا گیا۔ کہ اسی شب روح الامین حاضر ہوئے اور  
عرض کی کہ

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا اِبْرَاهِيْمَ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابراہیم نام رکھ دیا اور بہت مسرور ہوئے۔ آپ کے لئے وایہ مقرر کی گئی۔ جب آپ کی عمر مبارک قریب ڈیڑھ سال کے ہوئی۔ تو سال وہم مجری میں آپ نے انتقال فرمایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس موت کا بہت زیادہ قلق ہوا

## ثبوت کریمہ اور ممانعت نوحہ و ماتم

روایت ہے کہ جب حضور کو سکرات ابراہیم کی خبر پہنچی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وایہ کے یہاں تشریف لائے اور عبد الرحمن بن عوف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ابراہیم کو گود میں لیا۔ اور سکرات کی کیفیت ملاحظہ فرما کر درہائے اشک چشم مبارک سے رواں ہوئے۔ عبد الرحمن بن عوف نے عرض کی اَتَبْسِكِي يَا رَسُولَ اللَّهِ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ بھی روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ذَلِكُمْ رَأْحَمَةٌ اے پسر عوف محض آنسوؤں سے رونا تو سبب رحمت ہے۔ میں نے جو منع کیا ہے۔ وہ منہ اور سینہ کوٹنے کو، کپڑے پھاڑنے کو کیا ہے نہ کہ محض آنسوؤں سے رونے کو  
مَنْ ضَرَبَ الْخَدَّ وَدَوَّ شِقَّ الْجُيُوبِ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ  
فَلَيْسَ مِنَّا بھی ارشاد ہے اور آنسو تو ثبوت رقت قلب ہے اور جس میں رقت

قلب نہ ہو وہ انسان نہیں۔ آنسو سبب رحمت ہیں۔ اور جس کے دل میں رحم نہ ہو۔ اس پر خدا بھی رحم نہیں فرماتا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیارے ابراہیم اگر موت امر الہی نہ ہوتی تو ہم تمہیں اس حال میں نہ ہونے دیتے۔ مگر اِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۵ طیب امر الہی آجاتا ہے۔ تو ایک ساعت کم و زیادہ بمقدم و مؤخر نہیں ہو سکتی۔ یوں۔ مجبور ہیں۔

میرے ہوتے ہوئے لیجائے تمہیں دست اجل  
اور میں مجبور ہوں اتنا کہ چھڑا بھی نہ سکوں  
پھر فرمایا الْعَيْنُ تَذْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَىٰ بِهِ  
اللَّهُ. وَأَنَا بِنَفْسِ أَقْرَبِيَا إِبْرَاهِيمَ لَمَّا حَزُّوْهُ ۵ انہیں آنسو بہا رہی  
ہیں۔ دل اندوہناک ہے۔ مگر ہم وہ جملہ زبان سے نہ کہیں گے جو جاہل کہتے ہیں۔  
مگر شکر الہی اور جس سے کہ ہمارا رب راضی ہے۔ اور ابراہیم بیشک تمہارے فراق  
سے ہم غمگین ہیں۔

دل ز پیوند کساں برداشتن آساں بود  
لیک از پیوند جاں خود بریدن مشکل است  
شواہد النبوة اور دیگر کتب سیر میں مذکور ہے۔ کہ ایک روز رسول اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم ہیں سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو زانوے راست پر اور  
ابراہیم علیہ السلام کو زانوے چپ پر بٹھا رکھا تھا اور پیار فرما رہے تھے کہ روح  
الامین حاضر ہوتے۔ عرض کی یا حبیب اللہ حضرت رب العزت دونوں کو آپ  
کے پاس جمع رکھنا نہیں چاہتا۔ ایک رہ سکتا ہے۔ آپ اختیار فرمائیں جس کو چاہیں  
تاکہ ایک کو جو رحمت میں لیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حسین کے

لئے یہ منظور کرتا ہوں۔ تو اس کی جدائی میں میری جان پر بننے کے علاوہ قلب علی بھی طول ہوگا اور میری نور چشمی فاطمہ کے جگر پر بھی زخم کاری لگے گا۔ بلکہ ان کے بھائی محسن کو بھی صدمہ عظیم پہنچے گا۔ اور اگر ابراہیم کے لئے یہ تجویز منظور کروں تو کوہ الم ہمارے جان سوز ان پر پڑتا ہے۔ لہذا میں اپنی جان پر سوز قراق منظور کرتا ہوں۔ چنانچہ اس معاملہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد کفار قریش نے بڑی بڑی تعبیریں نکالیں۔

چنانچہ سورۃ الکوثر کا نزول ہی اس وجہ میں ہوا۔ صاحب تفسیر حسینی ماتحت سورۃ الکوثر اس کا شان نزول یوں نقل فرماتے ہیں۔ کہ جب وفات حسرت آیات ابراہیم رضی اللہ عنہ ہوئی۔ تو کفار قریش نے کہا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابتر ہو گئے یعنی دم بریدہ (معاذ اللہ) مقطوع النسل۔ تو یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوثُرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کہ اے محبوب بے شک ہم نے آپ کو بے شمار غریباں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بے شک جو آپ کا دشمن ہے وہی مقطوع النسل ہے۔ اور ہر چیز سے محروم ہے۔

بعد وفات جب کبھی سیدنا حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔ آپ گود میں لیتے اور بیٹائی ہجوم کر فرماتے۔ وہ پیارا جس پر اپنے لخت جگر کو قربان کر دیا یہ حسین ہے۔

کنز الغرائب میں ایک روایت ہے کہ ایک روز سیدنا حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چہرہ زیاد دیکھا تو کچھ طول تھا۔ فرمایا کیوں غمگین ہو عرض کی۔ ابا جان کے پاس جا بیٹیں گے۔ مگر بادش سے ڈر لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے علی الفوری دعا فرمائی۔ بارش بند ہو گئی۔ یہ وہی حسین ہیں جو دشتِ کربلا میں بارش  
تیر ستم سے شہید کئے گئے۔ اللہ اکبر۔ جس ذات کے ملاں کو رفع کرنے کے لئے  
بارش بند کرائی جائے۔ اس پر بارش ظلم و ستم روار کھٹے والوں پر کیا کیا عذاب  
ہوں گے؟

## وفاتِ حضرت سید المریدین صلی اللہ علیہ وسلم کا حالِ سنہ

کہ کس شان سے ہوئی۔ اور قیامت کبریٰ کا ظہور کس طرح ظہور پذیر ہوا۔  
اولِ خواطر زاکیہ عقلاء عالم اور ضما صافیہ بنی آدم پر یہ امر واضح ہونا ضروری ہے۔  
کہ لباسِ حیات انسان مستعار ہے اور اساسِ عمرِ سجدِ غایت ناپائیدار۔ لیالی و  
ایام کے ادوار میں مسافرانِ راہ دور دراز کو عبور کر کے دارِ عقبیٰ میں قیام کرنا ہے  
اور مراحلِ شہور و اغوام میں روندگانِ بادِ مہِ نوخوار دنیا کو سیاحت کر کے وداع  
ہونا ہے۔

کنجِ اماں نیست دریں خاکداں  
مغز و فانیست دریں استخوان  
آنچہ دریں مائدہِ فرگی است  
کاسہِ آلودہ دوست تہی است  
مہر کہ ازو خورد و ہانش بدوخت  
وانکہ ازو گفت زبانش بسوخت

حقیقت یہ ہے کہ جہاں رفیقِ فنا ہے۔ اور یہ دنیا گنجِ بخشِ رنج و عشا۔  
جو بہاں آبا ہے اس کو جانا ہے۔ اور جو نقطہ صفحہِ رحم قرار پایا اس کو پیدا ہونا ہے



کسی کا کندہ نگیں پہ نام ہوتا ہے  
 کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے  
 عجب سرا ہے یہ دنیا کہ اس میں شام و صبح  
 کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے  
 آسے اس خانہ عمر استوار نیست  
 و از فنا محل ثبات و قرار نیست

غرض کہ یہ مقام فنا ہے۔ یہاں کی عشرت بغیر عشرت نہیں۔ یہاں کی رحمت  
 میں زحمت شریک ہے۔ یہاں کی مسرت میں مضرت ہے۔ یہ خانہ عنایت اور  
 کاشت کربت ہے۔

جہاں داہر گلے بر نوکِ خاریست  
 خرابی از پتے ہر نو بہاریست  
 وصالِ غنچہ بے خار جفا نیست  
 چراغِ لالہ بے باد فنا نیست  
 جہاں گر گنج دارو مار با دوست  
 دگر خرمنا سایہ خار با دوست  
 گراز دے لطف جونی قسریابی  
 دگر تریاقِ خواہی ز صریابی  
 نہ سروے در چمنِ بینم نہ ششاد  
 کہ اوازِ آرزو و ہرست آزاد

یعنی جس سروہی نے چمن وجود میں بلندی حاصل کی۔ اُسے آرزو فنا نے  
 بیخ و بن سے کاٹا اور جس نہالِ تازہ نے گلشنِ حیات میں نشوونما پائی۔ تیر ملت

نے اُسے فنا کیا ہے

کدامی سرور اداد او بلندی

کہ بادشس خم نہ کرو از درد مندی

جس نے دروازہ عدم سے فضائے وجود میں قدم رکھا۔ اس کو رختہ فنا نے نکالا۔

جس نے رخت آمال و آمانی عرصہ زندگانی میں لا کر رکھا۔ اس کو لازمی طور پر فریب دے

کر ہرزان اجل نے لوطا عربی میں کسی نے خوب کہا ہے یہ

الْمَوْتُ قَدْ حَضَّ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُؤَهَا

وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ مَنْفِسٍ دَاخِلُؤَهَا

موت ایک جام ہے کہ ہر جان کو اُسے پینا ہے۔ اور قبر ایک دروازہ ہے

کہ ہر نفس کو اس میں داخل ہونا ہے۔

قرآن پاک میں ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کوئی ایسی جان نہیں جو ذائقہ

موت نہ چکھے کل مخلوق سیموت ہر مخلوق مرنے کے لئے ہے وکل من ذوق

سیفوت اور ہر رزق دیا گیا فوت ہونے کے لئے ہے غرض کہ كُلُّ مَنْ عَلِيْهَا فَاِنْ

قَوِيْتُ وَجْهٌ مَّرِيْدٌ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وہ جو بھی دنیا میں ہے۔ اس کو فنا ہونا

ہے۔ اگر بقا ہے تو اس کی وجہ کریم کو جو ذی جلال والا کرام ہے۔ ورنہ خاقان و امیر سلطان

و وزیر نشی و وزیر غنی و فقیر صغیر و کبیر جو ان و پیر۔ عالم و جاہل۔ ناقص و کامل۔ قائم و

قائم۔ باطل و صاعد۔ نختہ و بیدار۔ مست و ہوشیار۔ قوی و ضعیف۔ وضع و

مشریف۔ موحد و ملحد۔ مقرر و جامد۔ فاسق و زاہد۔ کابل و جاہد۔ سب کو پختہ موت

میں آنا اور دنیائے فانی سے سرائے جاودانی کو جاتا ہے یہ

دربار گاہ حشر چہ سلطان چہ بیونا

برآستان مرگ چہ درباں چہ بادشاہ

اگر کسی کو اس جہان میں جیات ابدی اور بقائے سرمدی زیبا بھی ہوتی۔ تو وہ  
 محض انبیاء و مرسلین کے شایانِ شان تھی۔ اس لئے کہ وہ ہستیاں ہادی اور سالک راہ  
 استقامت تھیں۔ اگر کسی کو موت مہلت دیتی اور دروازہ بقا و اہوتا تو خصوصیت  
 سے سید الانبیاء۔ سند الاصفیاء محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لئے زیبا تھا۔ کیونکہ  
 آپ نے ہی فرمایا ہے اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ۔ ہم اولادِ آدم کے سرور ہیں۔ مگر  
 انتقال جسمانی بہ سرائے جاودانی ان کے لئے بھی لازمی و ضروری ہوا۔ قرآن پاک میں  
 خود انہی کو مخاطب بنا کر فرمایا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ اے حبیب آپ بھی  
 دنیا سے جانے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

وَلَوْ كَانَ اِنْسَانٌ يَدُوْمُ بَقَاةً  
 لَمَاتَ خَيْرُ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّداً

اگر انسان ہمیشہ باقی رہنے والا ہوتا تو خیر المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 انتقال جسمانی بھی نہ ہوتا۔

اندیشہ زمرگِ مصطفیٰ باید کرد  
 شادی طربِ جملہ رہا باید کرد  
 چوں سیتہ ہر دو کون جاوید نماند  
 مارا طمع خام چسدا باید کرد

روایت ہے کہ سال دہم ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع ادا  
 فرمایا اور مقام عرفات میں روز عرفہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ  
 وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا یعنی اے حبیب  
 (صلی اللہ علیہ وسلم) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل فرمایا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر  
 دیں۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین بنا کر پسند کیا۔ آقائے مرینہ رحمت مہم صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس آیت میں سے راتھ انتقال پائی۔ اس لئے کہ ہر شے میں بعد کمال  
زوال ہوتا ہے ۵

چو آفتاب بہ نصف النہار یافت کمال  
مقرر است کہ روئے نہد بسوزد و زوال

تو آفتاب رسالت، مہتاب نبوت، نور شیدہ ہدایت غیر محبوبیت جب ہر طرح اپنے  
کمال کو پہنچ گیا۔ تو اب نظر سفلا میں اس کا زوال لازمی ہوا۔ جب وزیر و سیر نظم مملکت  
کر چکا تو دورے کا التوا ضروری ہوا تاکہ وہ اپنے دار السلطنت میں قرار پکڑے۔

چنانچہ جب تکمیل اسلام اور اتمام انعام ہو چکا۔ تو ناظم عالم سید بنی آدم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو اس مصیبت خانہ دنیا میں رہنے سے تعلق بھی کیا رہا۔

روایت ہے کہ بعد حج خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس کسی کو  
کچھ پوچھنا، لینا، مانگنا ہے اب مانگ لے۔ شاید آئندہ سال تم ہمیں یہاں نہ پاؤ۔ اور  
شاید کل بروز قیامت تم سے پوچھا جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح زندگی بسر  
کی بتاؤ کیا جواب دو گے۔ سب نے عرض کی کہ ہم ہی جواب دیں گے کہ اداستے  
حقوق رسالت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ فرمایا تھا۔ نہایت امانت داری اور عدل  
پروری میں امور سیاست و مذہب پورے فرمائے و عطف و نصیحت میں کوئی کمی نہ  
رکھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت سبایہ آسمان کی طرف بلند فرمائی اور پھر  
زمین کی طرف کی۔ اس وقت زبان مبارک پر یہ لفظ تھے اللہم اشہد! اللہم  
اشہد! اللہم اشہد! اللہم اشہد! اللہم اشہد! اللہم اشہد! اللہم اشہد!

بعد اس کے جب حج سے مراجعت فرمائی۔ اثناء راہ میں ایک منزل پر  
آترے اس مقام کو غدیر خم کہتے ہیں متصل مقام جحفہ کے ہے۔ یہاں ظہر کی نماز اول  
وقت پڑھی۔ اس کے بعد صحابہ و حاضرین جلسہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ اکتسٹ

أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ كَمَا فِي تَحَارِي جَانُونَ كَمَا مَالِكٌ نَهَىٰ هُوَ -  
 سب نے عرض کی بے ی یا مَسْئُولَ اللّٰهِ - بیشک آپ ہی ہیں ایسے - اور کیوں  
 نہ ہوتے جبکہ قرآن پاک شاہد ہے النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ  
 وَأَنزَلَ آجَةً أُمَّهَاتِهِمْ - ہمارے نبی مسلمانوں کے ان کی جان سے زیادہ مالک  
 ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

پھر آپ نے فضائل حضرت مولیٰ علی شیر خدا اس طرح بیان فرمائے مَن  
 كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَعَلَيْكَ مَوْلَاةٌ مِّمَّنْ كَانَتْ مَوْلَاةً مِّمَّنْ كَانَتْ مَوْلَاةً مِّمَّنْ كَانَتْ مَوْلَاةً  
 ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - میرا مالک  
 خدا ہے اور میں تمام مومنین کا مالک ہوں - پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اَفْدَسْ  
 کامیں دوست ہوں اس کا علی دوست ہے - بعد ازاں یہ پانچ دعائیں حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمائیں -

اللّٰهُمَّ وَاٰلِ مَنۢ وَاٰلِ مَنۢ وَاٰلِ مَنۢ وَاٰلِ مَنۢ وَاٰلِ مَنۢ وَاٰلِ مَنۢ وَاٰلِ مَنۢ وَاٰلِ مَنۢ  
 وَعَا دِ مَنۢ عَا دَاةً اُوْر دِ شَمْنِ رُكْهَ اَس كُو جُو عَلِي كُو دِ شَمْنِ رُكْهَ وَاخْذِلْ مَنۢ خَذَلَهُ  
 اُوْر ذَلِيْل كُر اَس كُو جُو عَلِي كُو ذَلِيْل كُر سَ وَاَنْصُرْ مَنۢ نَصَرَ اُوْر اَس كُو مَد كُر جُو عَلِي كُو  
 مَد كُر سَ وَاَلْحِقْ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ اُوْر سَا تَهْرَه اَس كُو جِهَال بَهِي وَه هُو -

روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ سن کر اٹھے اور حضرت شیر خدا علی  
 مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے بَخَّ بَخَّ بَخَّ بَخَّ بَخَّ بَخَّ بَخَّ بَخَّ بَخَّ بَخَّ  
 مَوْلَاةً كُلِّ مَوْلَانِ وَ مَوْلَانِةً - مبارک ہو ابن ابی طالب کو کہ انہوں نے تمام مومنین  
 کی جانوں کے دوست بن کر صبح کی ۷

ردانہ برائے سرشہ دین خویش تاجے ساز  
 ز خاکِ پائے جواں مرد و آلِ مَن وَاٰلِ مَن وَاٰلِ مَن

دول عداوت او دور وار تا نخوری  
 زیتغ لفظ نبی زخم عاد من عاداً  
 گواہ پاکی اصلت ولائے شہ ہے داں  
 کہ برکمال معالیش هل اتی است گواہ

صاحب ورج الدرر راوی ہیں۔ کہ اسی مقام خم غدیر پر آقائے مدینہ محمد رسول  
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں تم میں دو زبردست معاطہ چھوڑتا ہوں۔ ایک قرآن پاک۔  
 دوسرے میرے اہل بیت۔ ان میں احتیاط رکھنا۔ میرے بعد تمہارا برتاؤ میں دیکھوں  
 گا۔ کہ ان کے ساتھ کیا رہتا ہے۔ دیکھو ان دونوں میں اختلاف نہ ہونے پائے۔  
 یہاں تک کہ تم مجھ سے حوض کوثر پر ملو۔ مگر افسوس کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد  
 نور دیدہ مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء کیساتھ ظلم و جبار وار کھا گیا۔ دشت کربلا کے پتے  
 ہوتے ریت پر جسد ہائے مبارک کے ساتھ بے پناہ ستم ٹھہائے گئے۔

صاحب مقتل نور الائمہ نقل فرماتے ہیں۔ کہ جب کبھی سید الشہداء امام  
 حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیلتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر سے تشریف  
 لے آتے تو شہزادہ صاحب کو گود میں لے لیتے اور اکثر یوں دعا فرماتے اَللّٰهُمَّ  
 اِنِّیْ اُحِبُّهُ فَاُحِبُّهُ وَاُحِبُّ مَنْ اُحِبُّهُ۔

ایک دن اسی طرح آپ کھیل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گود  
 میں لے کر دعا کی۔ الہی میں حسین کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی انہیں محبوب رکھ۔ اور  
 جو انہیں محبوب رکھے تو اُسے بھی اپنا محبوب بنا۔ غیب سے ارشاد ہوا کہ اے  
 ہمارے حبیب! جس کے لئے تم یہ دعا کر رہے ہو وہ اور ان کا بھائی اور  
 باپ عنقریب جام شہادت سے سرخ جوڑا پہنیں گے۔ حسین تین دن کے  
 بھوکے پیاسے ہمارے دربار میں آئیں گے۔ حسن زہر نوش فرما کر قطعات جگر ڈال

کو فردوس بریں میں آرام پائیں گے۔ ان کے باپ علی نماز میں ضربت تیغ سے شہید ہوئے  
شہادت پیتے ہوئے شہید ہوئے گئے۔

آں یکے را ضربت تیغ بلا بر فسر ق سر  
واں دگر را شربت زہر عنقا در کام دل  
دیگرے پار حلق تشنه خوروه تیغ ابدار  
خاک دشت کربلا از خون پاکش گشته گل

مروی ہے کہ ایام مناجتہ الوداع میں سورہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل  
ہوئی۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا بھائی  
گویا مجھ کو خبر دی گئی ہے۔ کہ اس عالم سے چلنا چاہیے۔ جبریل نے عرض کی یا رسول  
وَلَا خَيْرَ لَكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ۔ آفرت آپ کے لئے دنیا سے ہزار درجہ بہتر  
ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر توجہ عالی آفرت کی طرف کی  
طرف فرمائی شروع کر دی اور اکثر حضور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ  
اغْفِرْ لِيْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ کی تکرار فرماتے رہتے۔ صحابہ نے  
دیباقت کیا۔ ان کلمات کی زیادہ تکرار کس وجہ سے ہے۔ فرمایا تاکہ تم آگاہ ہو جاؤ کہ  
اب ہمارا اس دار فنا سے کوچ ہے اور عالم بقا کو جانے کا وقت قریب آگیا ہے۔  
یہ سن کر صحابہ نازدار رونے لگے اور عرض پیرا ہوتے۔ اے سید و سرور ہمارے  
لئے اب کیا سہارا ہے۔ تو آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ تم سب کو خدا کے  
سپر و کرتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب سورہ نصر اور آیہ الْيَوْمَ اَكْمَلْتُ  
لَكُمْ دِيْنََكُمْ خَيْرًا تَحَالُ اس عالم بے ثبات سریع الزوال سے معلوم ہو گئی تو ایک  
ماہ قبل از وفات خاص صحابہ کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما کے دولت کردہ میں

بلا یا۔ جب سب صحابہ حاضر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ملاحظہ فرما کر  
قطراتِ اشک چشمِ نوری سے گرائے۔

وواع یارو دیارم چو بگزر و بخیال  
شود من زلم از آب دیدہ مالا مال  
میان آتش سوزندہ ممکن است آنام  
و لے در آتشس ہجران قرار و صبر محال

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت شفقت و درود سے اس طرح دعا دی  
اور فرمایا مَرَحَبًا بِكُمْ وَحَيَّاكُمْ اللَّهُ بِالسَّلَامِ جَمَعَكُمْ اللَّهُ وَرَحِمَكُمُ اللَّهُ  
وَحَفَظَكُمُ اللَّهُ وَجَبَّرَكُمُ اللَّهُ وَنَصَرَ كُمْ اللَّهُ وَرَفَعَكُمُ اللَّهُ وَوَفَّقَكُمُ اللَّهُ  
وَبَلَّغَكُمُ اللَّهُ وَهَدَى لَكُمْ اللَّهُ وَادَاكُمْ اللَّهُ وَوَقَّكُمْ اللَّهُ وَسَلَّمَ اللَّهُ  
رَحْمَةً لَكُمْ اللَّهُ۔ دوامی عیش و طرب سے خدا تمہیں زندہ رکھے اور محبت و دوا کے  
ساتھ تمہاری زندگی بسر ہو اور اللہ کی رحمت ہر وقت تم پر رہے اور ہر بلا سے تم محفوظ  
رہو اور تمہاری کمزوریاں طاقت و قوت سے بدل جائیں اور اللہ تمہاری مدد فرمائے  
اور تمہارے رتبہ اور زیادہ بلند کرے اور تمہیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور تمہاری  
سراویں پوری ہوں اور تمہیں اللہ ہدایت پر قائم رکھے اور ہر موقع پر سلامتی میں رکھے اور  
اپنے خزانہِ غیب سے ہمیشہ تمہیں رزق عطا فرمائے۔ میں تم کو پرہیزگاری اور تقویٰ  
کی وصیت کرتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور حق تعالیٰ تمہارا والی ہے اور تمہیں  
خوف دلاتا ہوں اس احکم الحاکمین کے عقاب و عذاب سے تمہیں لازم ہے کہ طریقہ  
کبر و نخوت سے محبتت رہو۔ اور اس کے ملکوں میں فتنہ و فساد نہ پھیلانا۔

ان تمام جملوں کو صحابہ سن کر سمجھ گئے کہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے وداع  
ہو رہے ہیں اور نصائح میں جو اس قدر مبالغہ ہے۔ یہ سفر آخرت کے قرب کی دلیل



ہے۔ اور وقتِ فراق بہت ہی قریب آ گیا ہے اور ہنگامِ وصالِ رفیقِ اعلیٰ بہت ہی نزدیک ہے۔

سب زار زار رو رہے تھے۔ اسی اثنا میں متفسر ہوئے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو غسل کون دے؟ فرمایا میرے اہل بیت کے مردوں میں جو اقرب ہو۔ عرض کی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کفن کس کپڑے میں دیا جائے؟ فرمایا انہی کپڑوں میں جو میں نے پہن رکھے ہیں۔ یا اگر چاہو تو پارچہ مصری یا میننی سفید رنگ میں۔ عرض کی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز کون پڑھائے گا؟ اس کا جواب سننے کی تاب نہ رہی اور سب باواز بلند رونے لگے۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اشک ریز تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو تشفی دے کر فرمایا کہ صبر کرو۔ بے چین نہ ہو۔ یہ دن سب کے لئے ہے۔ خداتم پر رحم کرے اور تمہاری خطائیں معاف کرے۔ سنو! جب مجھے غسل و کفن دے چکو۔ تو میرے جنازہ کو اسی گھر میں چھوڑ کر تم سب باہر چلے جانا۔ اس لئے کہ سب سے اول مجھ پر میرے دوست جبریل نماز پڑھیں گے۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل تمام ملائکہ کے گروہ کے ساتھ۔ اس کے بعد تم سب آنا اور نماز پڑھنا۔ میری نماز میں ابتدا میرے اہل بیت سے ہو۔ جب سب فارغ ہو لیں تو زنان اہل بیت پھر تمام صحابہ۔ زنان اہلبیت فرمانے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ تمام جنازہ دعاء مغفرت میت کے لئے نہ تھی۔ بلکہ اس کی نوعیت علیحدہ تھی۔ وہ یہ کہ تمام صحابہ۔ جمع ہو کر صلوات و سلام پڑھتے اور چلے جاتے وہاں اللهم اغفر لحینا و میتنا نہیں تھی اسی وجہ میں مرد و عورت سب جنازہ میں شریک تھے۔ بلاد العیون مؤلفہ باقر مجلسی میں ہے کہ جنازہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صدیق و عمر و عثمان اور علی سب شریک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جنازہ رسول کی نماز جنازہ نہ ہونے کا الزام غلط اور بے دلیل ہے۔

عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو قبر میں کون اتارے گا؟ فرمایا میرے اہلیت میں سے کوئی جمعہ جماعت ملائکہ کے۔ وہ تم کو دیکھیں گے۔ مگر تم انہیں نہ دیکھ سکو گے۔ پھر سب کو رخصت فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہمارا سلام اس جماعت کو پہچانا۔ جو اب موجود نہیں ہے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت منتظر وقت فاَدْخِلِي فِي رِبَادِي وَاَدْخِلِي جَنَّتِي کے ہیں۔ نہایت بے چینی سے وقت کے منتظر ذکر و شغل میں مشغول ہیں۔

## اصلیت زیارت گورستان در حضرت بروز آخری چہار شنبہ

آخر شب چہار شنبہ ۲۸ صفر المنظر سالہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیارت گورستان بقیع کے لئے تشریف لے گئے۔ اور وہاں تشریف لیجا کر فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ وَالْقُبُورِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَاِنَّا اِنشَاء اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ ۵ اَنْذَرْتَنِي سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ خَلْفٌ۔ اس شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت ابو موسیٰ بہت تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہالیان مقبرہ بقیع پر قیام فرما کر استغفار فرمائی اور سنی دیر دعا فرمائی کہ آپ کے سجدے سے مجھے پریشان کر دیا اور میں دعا کر رہا تھا کہ کاش بقیع کے مدفونوں میں آج میں بھی ہوتا۔ تاکہ اس دعا کی برکت سے میں بھی متمتع ہوتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو موسیٰ بہ اس دنیا کے خزانے مجھ پر پیش کئے گئے۔ اور مجھے اختیار دیا گیا کہ جب تک چاہوں دنیا میں رہوں۔ مگر آخر سمت دار البقا جانا ناگزیر تھا۔ میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار۔ خزانہ دنیا اور قیام منظور فرمایا لیجئے۔ فرمایا نہیں۔ قیام دنیا اور خزانہ عالم پر تقاضے پر دروگاہ کو میں نے اختیار کیا۔

یہ آخری چہار شنبہ وہ ہے۔ جسے آج ہم نے میلے اور تماشوں کے ساتھ بگلاڑا ہوا اور نہ اس چہار شنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع تشریف لے گئے۔ ہم بھی اگر اس سنت پر عمل کرتے ہوئے گورستان میں فاتحہ خوانی کرتے تو ثواب ملتا اور لیکن ہم ہیں کہ ہر اسلامی شعار کو بھی اہو و لعب سے خراب کر دیتے ہیں۔

روایت ہے کہ جنگ احد سے ۸ سال بعد اول مرض موت میں دردمند ہوا۔ آپ نے سر مبارک کو کپڑے کی ٹپی سے باندھ لیا۔ یہ دن حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا تھا۔ جب مرض نے اشتداد پایا تو دوسرے دن تمام ازواج مطہرات دولت سرائے میمونہ میں جمع ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر بار بار آئین آنا غدا (ہم کل کہاں ہو گئے) جاری تھا۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جملہ ازواج سے فرمایا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر روز تشریف لے جانے اور جائے قیام بدلنے میں مشقت و تکلیف ہوتی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ سب متفق ہو کر ایک مقام کے قیام کی اجازت دے دیں۔ اور میرے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ صدیقہ سے راضی ہیں۔ سب نے اتفاق فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اور حضرت صدیقہ کے یہاں قیام کی اجازت دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوشی روانگی کا عزم فرمایا۔ ایک ہاتھ دوش علی کرم اللہ وجہہ پر رکھا اور دوسرا ہاتھ فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ پر۔ اور پائے مبارک زمین پر خط کھینچتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ حجرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لے آئے بستر مرض لگایا گیا۔ حضور اس پر آرام گزیر ہوئے۔ جملہ ازواج مطہرات اس نیر رسالت کے ارد گرد حاضر تھیں۔ مرض ساعت بہ ساعت ترقی پذیر تھا۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی وہیں حاضر تھا۔ میں

نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر شدید بخار تھا کہ جسد اطہر پر ہاتھ رکھنے کی ہمت نہ تھی۔ میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر شدید بخار اور آپ جیسی ہستی کو۔ فرمایا اَلَا بُدِّیَا اَشَدُّ بَلَاءَ الْاُمَمِثَلِ فَا لَمْثَلِ۔ حسب مرتبہ بمقابلہ عوام انبیاء پر نزول بلا اشد ترین ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا اجر بھی عظیم ملے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ پھر فرمایا۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے یہ قدرت میں ہماری جان جو زمین پر ہے۔ تکلیف مرض نہیں دی جاتی۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح گرا دیتا ہے۔ جیسے سوکھے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوہرا اور ڈھ رکھی تھی۔ میں نے چوہا تھہ رکھا تو چادر کے اوپر ہاتھ حرارت بخار کا متحمل نہ ہو سکا۔ پھر میں نے چادر ہٹا کر ہاتھ رکھا تو شدید بخار تھا۔ میں نے متعجبانہ کہا کہ سبحان اللہ یہ بخار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے سعید! انبیاء سے زیادہ تکلیف کسی کو نہیں ہوتی۔ اور جس قدر ان پر بلائیں متضاعف ہوتی ہیں۔ اجر بھی ایسے ہی ہوتے ہیں اور خوشی کی یہ نسبت بلا انبیاء پر زیادہ آتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مجبان راہ و مقربان بارگاہ کے جو زخم لگتا ہے۔ چونکہ محبوب کی طرف سے ہوتا ہے۔ بدیں سبب وہ مرہم سمجھا جاتا ہے۔ اور جو مصیبت و الم محبوب کے لئے اٹھائے جاتے ہیں۔ اس کو عین عطا و کرم جانتے ہیں۔

راحت جاں بتلائے من است

درد او شربتِ دوآمن است

المے کہ برائے دوست کشم

زخم او مرہم است بردل من

کسی نے خوب کہا ہے

من خار غمش بصد گلستاں ندہم  
خاکِ قدمش بآب حیواں ندہم  
در دے کہ مراد در غم او حاصل شد  
آں درو بصد ہزار درماں ندہم

بشیر بن برادر رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئی۔ دیکھا کہ شدید بخار تھا۔ میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا بخار تو میں نے کسی کو اتنے نزدیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ جیسے ہم بے مثل ہیں۔ ایسا ہی ہمارا مرض بھی بے مثل ہوتا ہے۔ پھر فرمایا۔ ام البیرادیہ تو کہو کہ اس مرض کا لوگ کیا نام رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! ذات الجنب فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ لطف و کرم الہی کو یہی سزاوار تھا کہ پیغمبر کے لئے ایسا ہی مرض مسلط فرمایا جائے۔ اس لئے کہ اکثر امراض ہمزات شیطان سے ہوتے ہیں اور شیطان کی ہم تک رسائی ناممکن ہے۔ اور یہ مرض اس گوشت زہر آلودہ کے سبب سے ہے۔ جو تمھاری بیٹی برادر کے ساتھ خیمبر میں کھلایا تھا۔ اور اکثر اس کا اثر ہم پر تازہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت چونکہ انقطاعِ رگ حیات ہے اور حکمت الہی اس امر کی مقتضی کہ اپنے پیغمبر کو مرتبہ شہادت عطا فرمائے۔ بدیں سبب شدت پیدا ہو گئی۔ اور ذات الجنب۔ برص۔ جنام۔ رعشہ۔ نابینائی۔ بلادت ذہن ایسا مرض سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو محفوظ و مصئون رکھا ہے۔

روح الامراح میں ہے کہ یہ عجیب ستر ہے کہ جب معدنِ فوت، خذنِ ولایت بضعہ نبوت سے قریب ہوئے تو دو در شاہوار ظاہر ہوئے بِخَرُجٍ مِنْهُمْ كَالنُّوْلِ وَالْمَرْجَانِ ہر ایک نے میراثِ پدری حاصل فرمائی جدا جدا محمد مصطفیٰ علیہ السلام والثناء ہیں۔ کہ اثر زہر میں رحلتِ سمیت دار البقاء فرماتے ہیں اور باپ حضرت

علی مرتضیٰ ہیں جو ضرب تیغ آبدار سے سفرِ آخرت اختیار فرماتے ہیں۔ حسن بڑے فرزند  
 ولند ہیں۔ وہ میراثِ مصطفوی لیتے ہیں۔ اور شربتِ زہر نوش فرما کر بہشت بریں کو  
 جاتے ہیں۔ اور چھوٹے ولند حسین میراث اپنے باپ کی لے کر کر بلا میں تیغِ جفا سے  
 حلقوم نازنین کھواتے ہیں۔

چوں چراغِ دیدہ زہرا بکشتندش بہ زہر

زہرِ رادل بر چراغِ دیدہ زہرا بسوخت

چوں رواں کردند خوں از قرۃ العین رسول

چشمِ عیسے خوں ببارید و دل زہرا بسوخت

ایک روایت میں ہے کہ یہ مرض چودہ روز رہا۔ مگر ان ایام میں احکامِ شرعیہ  
 اور فیصلہ مقدمات برابر جاری رہے۔

روضۃ الاجاب وغیرہ کتب سیر میں یوں ہے کہ اس مرض سے اول صحت پا کر  
 پھر دوبارہ مرض شروع ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا سخت مرض کسی کو نہ دیکھا۔ مگر اس مرض میں حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم جیسی استقامت اور انتہائی جمع خاطر اور پابندی شریعت بھی نہ دیکھی۔ کہ ایسے  
 شدید مرض میں نماز پنجگانہ پابندی وقت سے ادا فرماتے اور نہایت اطمینان سے آندہ  
 و روزگان سے ملاقات فرماتے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے سے بیٹھ  
 گئے اور حضرت سیدہ کی پیشانی کو چوما اور اپنے پاس بٹھایا اور کچھ باتیں کان میں فرمائیں۔  
 جن کو سن کر حضرت سیدہ نازنا روئے لگیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسلی  
 تشفی فرماتے ہوئے دوبارہ کان کی طرف جھکے اور کوئی ایسی بات فرمائی کہ حضرت

سیدہ کو متبسم کر دیا۔

حضرت صدیقہ نے اول گریہ اور معاً تبسم ملاحظہ فرما کر تعجب کرتے ہوئے دریا  
فرمایا۔ کہ میں نے کبھی تمہیں ایسا نہیں دیکھا۔ کہ رنج میں علی الفور فرحت و سرور کا  
اظہار ہو۔ ایسی کیا بات تھی۔ جس نے خلاف عادت یہ امر ظاہر کرایا۔ سیدہ نے فرمایا۔  
کہ اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹی رنجیدہ نہ ہونا اب ہمارے  
رنخت کے دن قریب ہیں۔ اس لئے کہ ہمارا شوق ولی عالم اقدس کی طرف  
زیادہ بڑھ رہا ہے۔ اب ہم عنقریب اس دار فانی سے جو اہ رحمت سبحانی میں جانے  
والے ہیں۔ لہذا تم ہماری صحبت کو غنیمت جانو اور جس قدر ممکن ہو یہیں رہو۔  
اس خبر و حشت نے میرے دل کے ٹکڑے کر دیئے اور میں زار و قطار رونے  
لگی۔ پھر میرے کان میں فرمایا بیٹی غمگین ہونا بے کار ہے۔ یہ دن سب  
کے لئے ہے۔ تمہیں بھی مزودہ ہو کر تم سب سے پہلے ہم سے ملو گی۔ دوسری  
بشارت اور دہتا ہوں۔ کہ روضہ رضواں میں تم ہی سیدہ زنان جنت ہو گی۔ اس  
مزودہ کو سن کر میں سرور ہو کر متبسم ہو گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ  
روح الامین نے مجھ سے کہا ہے کہ زنان جنت کی سیدہ فاطمہ سردار ہو گی اور  
تمام زنان اہلبیت سے پہلے سیدہ ہی آپ سے ملیں گی۔ یہ دونوں بشارتیں  
حضرت سیدہ کا غم کم کرنے کو کافی ہوئیں۔

روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بخار نے شدت کی۔ تو فرمایا  
سات کنوٹوں میں سے سات مشک پانی منگواؤ اور ہم پر ڈالو۔ چنانچہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کو طشت میں بٹھا کر ایسا ہی کیا گیا۔ اس سے بخار میں گونہ تخفیف  
ہوئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور جماعت کے ساتھ نماز

ادا فرمائی۔ بعد نماز و عظ فرمایا۔ جس میں بعد حمد و ثنا اور استغفار برائے شہداء ائمہ کے یہ مضمون تھا۔ کہ انصار میرے خاص ہیں۔ انہیں کے ساتھ میں نے ہجرت کی۔ انہوں نے مجھے رہنے کو جگہ دی۔ ان کے بونیک ہیں ان کی تعظیم کرنا اور جو بد ہیں ان سے چشم پوشی اختیار کرنا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ مرض روز بروز ترقی پا رہا ہے۔ تو اپنے گھر میں چین نہ آتا۔ مسجد نبوی کے ارد گرد دیوانہ وار پھرتے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب انصار کا یہ حال دیکھا حاضر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار کی بچھنی کا حال عرض کر رہے تھے کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انصار کی بچھنی عرض کرنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت خلق و محبت کے اقتداء سے فرمایا کہ مجھے بٹھاؤ علیٰ الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا پھر فرمایا انصاریا کہتے ہیں عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم! وہ روتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس مرض میں ہم سے جدا ہو کر دارالقرار میں قیام فرمائیں گے۔ پھر نامعلوم ہمارا کیا حال ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ایک ہاتھ دوش علی پر رکھا اور دوسرا فضل بن عباس پر۔ اور مسجد نبوی میں رونق افروز ہوئے۔ اور منبر پر تشریف اراذانی فرما کر وعظ شروع فرمایا۔ ارد گرد اس شمع نبوت کے مہاجرین و انصار پر واہ و ارقاد ہونے کو حاضر تھے۔ آپ نے بعد حمد و ثنا کے مہاجرین و انصار کو وصیتیں فرمائیں اور قریش کے متعلق بہت کچھ فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ گھر سے تشریف لا کر منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور جلال کو حکم دیا کہ اعلان کروںے تاکہ سب لوگ جمع ہو جائیں۔ مجھے کچھ وصیت فرمائی ہے۔ وہ یہ بھی کہہ دے کہ

یہ ہماری آخری وصیت ہے



حضرت بلال روتے ہوئے چلے اور مدینہ کے گلی کوچے میں اعلان فرمایا۔ اس وحشت ناک اعلان نے ہر موافق و مخالف کے دل میں بے چینی پیدا کر دی اور تھوڑی سی دیر میں تمام مجتمع ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور نہایت دردناک بلیغ و فصیح لب و لہجہ میں خطبہ پڑھ کر قوم کی طرف مخاطبہ فرماتے ہوئے سب سے فرمایا۔ کہ اب ہمارا وقت قریب ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ تم مجھ سے بہت جلدی علیحدہ ہونے والے ہو۔ سچ کہو جب میں تم سے جدا ہوں گا تو تم کس طرح رہو گے۔ اور یاد رکھو کوئی پیغمبر ہمیشہ کے لئے دنیا میں نہیں آیا۔ اب ہمیں بھی اشتیاق لقاٹے الہی ہے سب نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی بدل و جان پیروی کریں گے اور شریعتِ غرا و قرآن و فرمانِ سامی کو اپنا دستور العمل رکھیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے سوال فرمایا کہ کس طرح کہو میں نے تم میں کس طرح احکام پہنچائے۔ تمہاری وجہ سے کیا کیا مصیبتیں برداشت کیں۔ میرے دندان مبارک تم نے شہید کئے۔ میرے چہرہ زیبا کو خون میں رنگا اور قسم قسم کی بلائیں میں نے صرف تمہاری ہدایت کی غرض سے برداشت کیں اور جاہلوں سے گالیاں سنیں۔ بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھ کر صبر سے رہا۔ سب نے عرض کی بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ صابر اور انتہائی شاکر ہیں۔ اور فی الواقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو راہِ ہدایت ہی نہیں دکھائی بلکہ خدا سے ملایا۔ برائیوں سے چھڑایا۔ اس کی جبراً ہماری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ہی دے گا۔ ہم اس کا بدلہ دینے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جس کسی کا قرض میرے ذمہ ہو۔ وہ میرا لحاظ نہ کرے۔ مجھ سے ابھی وصول کر لے۔ جس کسی کو میں نے مارا ہو وہ ابھی مجھ سے اس کا بدلہ لے لے۔ غرض کہ جو کچھ حقوق العباد سے جس بندہ خدا کا مجھ پر ہو۔ مجھ سے ابھی صاف صاف کیے۔

اور اس کو لے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں کا معاملہ قیامت کے دن کے لئے باقی رہے۔ کوئی اپنے دل میں یہ خیال نہ کرے۔ کہ اگر اس وقت میں اپنا حق لوں گا۔ تو خدا اور رسول کے مزاج کے خلاف ہوگا۔ یا محبوب خدا کے دل میں اس کی طرف سے عداوت پیدا ہوگی۔

یاد رکھو! عداوت میرے دل میں خدا نے پیدا ہی نہیں فرمائی۔ بلکہ میں اس کو اپنا دوست جانتا ہوں۔ جو اپنا حق ابھی مجھ سے طلب کر لے۔ یا مجھے معاف کر دے یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور وہی اعلان دہرایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصرار حد سے بڑھ گیا۔ تو ایک شخص اٹھا اور عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے تین درم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تجھے جھٹلاتا نہیں۔ اور قسم نہیں دلاتا مگر اتنا دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کس معاملہ کے ہیں۔ عرض کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ایک فقیر آپ کے پاس حاضر ہو کر سائل ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین درم کا حکم دیا۔ میں نے دے دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے ادا فرمائے۔

سیر امام شہید اسماعیل خوارزمی اور روضۃ الاسلام قاضی سعید الدین میں ہے۔ کہ اسی مجلس میں عکاشہ ابن محسن اسدی کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس قدر اس استفسار میں مبالغہ فرماتے تو میں ہرگز عرض نہ کرتا مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکرر یہ کر غایت مبالغہ سے حکم دے رہے ہیں۔ مجبوراً عرض کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اگر اب نہ کہوں تو گنہگار ہوتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر تبوک میں ناقہ پر غصہ میں تازیانہ مار رہے تھے۔ وہ میرے شانہ اور پشت پر لگا اور اس سے سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ اب اس کا بدلہ چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جزاک اللہ۔ اسے

عکاشہ اچھا ہوا کہ تم نے ابھی کہہ دیا اور قیامت پر نہ چھوڑا۔ میں دنیا میں بدلہ دینے کو لیا وہ پسند کرتا ہوں۔ بمقابلہ آخرت کے۔

اسے عکاشہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے۔ کہ وہ چابک کونسا تھا۔ عرض کی ہاں کڑوی کا دستہ اور خیزران سے گتھا ہوا تھا۔ اور تسمہ ڈرہ کی صورت میں اس کے آگے تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کو حکم دیا۔ کہ وہ چابک حضرت سیدہ کے پاس ہے۔ جاؤ اور جلدی لاؤ۔ جب سلمان بارگاہِ فاطمہ پر پہنچے۔ آواز دے کر وہ تازیانہ طلب کیا۔ حضرت سیدہ نے فرمایا۔ سلمان! ابا جان بخار میں مبتلا ہیں۔ سواری کرنے کی قوت نہیں تازیانہ کیا کریں گے۔ سلمان نے سب قصہ عرض کر دیا۔ آپ رونے لگیں اور بارگاہِ الہی میں یوں دعا کی۔ اللہ جو میرے باپ سے اس وقت قصاص مانگ رہا ہے۔ اس کے دل میں رحم ڈال دے کہ وہ اس وقت بہت نحیف ہیں۔ اور تازیانہ سلمان ان سے لے کر مسجد میں آئے۔ یہاں صحابہ نے اس تازیانہ کو دیکھ کر آواز رونا شروع کیا۔ ادھر سیدہ نے شہزادہ کو نہیں سیدنا حسنین کو بلا کر تمام قصہ سنایا۔ اور کہا جاؤ ایک ایک چابک کے بدلے میں سو سو چابک اپنے اوپر لے لو اور نانا جان پر فدا ہو جاؤں۔

جس وقت شہزادگان نے یہ سنا۔ معادل و جان سے تیار ہوئے اور سمت مسجد روانہ ہوئے۔ جس وقت آپ مسجد میں پہنچے۔ صحابہ کی آوازیں گریہ و زاری سے اس قدر بلند تھیں کہ مسجد گونج رہی تھی۔ گھبرا کر آگے بڑھے تو دیکھا کہ شہنشاہ کو نہیں نبی المحرمین صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں۔ اور چابک عکاشہ کے ہاتھ میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ عکاشہ اٹھو اور جس طرح ہم نے تم کو چابک لگایا تھا۔ اسی طرح اسی قوت سے مارو۔

صحابہ کرام عکاشہ کے ارد گرد تھے۔ اور ایک ایک کے بدلے میں سو سو

چابک کھانا چاہتے تھے۔ اور عکاشہ کو سمجھا رہے تھے۔ اتنے میں سید الشہداء حسین و حسن تشریف لے آئے اور رو کر پکارے کہ اے عکاشہ کسی سے بدلہ نہ لے۔ ہم موجود ہیں۔ ایک ایک چابک کے بدلے میں سو سو چابک ہم پر لگا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شہزادوں کو گود میں لیا اور فرمایا جان پدرا تم ایسا خیال نہ کرو۔ قصاص مجھ پر واجب ہے۔ میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ پھر عکاشہ سے فرمایا کہ ہاں عکاشہ جلدی کر اور اپنا بدلہ لے۔

عکاشہ نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس روز میری پشت برہتہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت مبارک سے روئے مبارک اٹھالی۔ ملائکہ میں شور برپا ہو گیا۔ عرش معلیٰ لرزنے لگا۔ صحابہ کرام جوش گریہ اور غرورش زاری سے از خود رفتہ تھے۔ کہ قدرت کاملہ نے برعکس اپنا کرشمہ دکھایا۔ عکاشہ کی نظر جیسے ہی شانہ اقدس محمدی پر پڑی

## نقشہ مہربوت آنکھوں میں آگیا

کو دگر آگے بڑھا۔ چابک کو اٹھا کر پھینک دیا۔ اور خاتم مشکیں مہربوت سید المرسلین کو چومنے لگا۔ اور از خود رفتگی میں پروانہ وار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کرتا جاتا تھا اور بار بار عرض کرتا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عکاشہ کے ہاتھوں میں وہ قوت کہاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لے۔ عکاشہ کس دل سے یہ کام کرتا۔ یہ تمام کمر اس وجہ سے تھا کہ مہربوت کی زیارت کر لوں۔ اور پشت مبارک کو چوم لوں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا تھا مَنْ مَسَّ جِلْدِي لَنْ تَمْسَهُ النَّارُ یعنی جس نے ہمارے جسم کو مس کر لیا۔ اس پر آتش دوزخ حرام ہے۔ یہی سبب تھا۔ کہ غلام سے یہ قصور سرزد ہوا۔

ورنہ عکاشہ کا جب جان و مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہے تو ایک چابک کی زد  
کیا حقیقت رکھتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔  
یہ آخری جگہ تھا۔ جو حیاتِ جسمانی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں منعقد ہوا۔  
اگرچہ یہ روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔ مگر فضائل میں ضعیف روایت بھی  
مقبول ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں نقل کی گئی ہے۔

انہی ایام میں ایک روز روح الامین و بار حبیب مکرم میں حاضر ہوئے اور  
عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا سلام فرماتا ہے اور یہ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم ابھی دنیا میں قیام پسند فرماتے ہیں تو اس مرض سے شفا ہو جائے۔ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ کہ جبرئیل! میں نے جہاں اپنے تمام امور سپردِ بخدا  
کئے ہیں۔ اس کو بھی اسی کے سپرد کرتا ہوں فَاِنْ شَاءَ اَحْيَا نِي وَاِنْ  
شَاءَ اَمَاتَنِي

اگر خلاص ہوئی و گرم ہلاک خواہی  
سربندگی بندست بہم کہ بادشاہی  
بکھے نمی تو انم کہ حکایت تو گویم  
ہمہ جانب تو خواہند تو آن کنی کہ خواہی

روایت ہے کہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرض میں نماز جماعت سے  
ادا فرمائی۔ پھر نماز کے وقت بلال دروالا پر حاضر ہو کر اَلصَّلَاةُ شَاخِصْرَةٌ  
عرض کر کے مطلع کرتے۔ ایک وقت کی نماز پر بلال نے حاضر ہو کر وہی عرض  
کیا۔ جواب نہ پایا۔ اس لئے کہ آقائے مدینہ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ  
برقیق اعلیٰ تھے۔ جو رظا ہر غشی کی صورت میں تھا اَلصَّلَاةُ شَاخِصْرَةٌ  
پھر جواب نہ ملا۔ روتے ہوئے مسجد میں آکر گرے۔ آپ کی زبان مبارک پر

یہ لفظ تھے **وَاعْتَوِثْ لَا وَآلِ انْقِلَابِ مَرَجَاةٍ وَآلِ انْقِلَابِ مَرَجَاةٍ**۔ افسوس  
اب کون میری فریاد سننے گا۔ میری امیدوں کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ میری پشت  
شکستہ ہو گئی۔

ہاں فلک ارجفا نہ کروے چہ شدے  
وزیبار خودم جدا نہ کروے چہ شدے  
چوں آخر کار بے می باید زیست  
اول تو آشنا نہ کروے چہ شدے

مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع عالم فنا کی طرف بلایا۔ تو پوچھا  
نماز ہو گئی۔ عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار ہے۔ اول خود ارادہ فرمایا۔ مگر  
طاقت اٹھنے تک کی نہ تھی فرمایا مروا ابابکر فلیصم بالناس۔ ایک صحابی تشریف  
لائے اور فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔ لہذا وہ  
امامت فرمائی۔ بلال بحکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔  
بہ تعمیل حکم آپ اٹھے۔ جب آپ کی نظر مبارک محراب نبوت پر پڑی۔ تو اس کو اپنے  
محبوب اور قبیلہ و یقین و کعبہ دین سے خالی پایا۔ ضبط گریہ نہ ہو سکا۔ ناز زار دونا شروع  
فرمایا۔ اہل جماعت بھی بھرے تو بیٹھے ہی تھے۔ باواز فریاد کر کے چیخنے لگے۔

زانکہ قد تو محراب ندیم  
بر چہرہ بجز اشک چوں خوننا ندیم  
بے موئے تو یک لحظہ قرارے نگر فتم  
بے روتے تو درویدہ خود خواب ندیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آواز آہ و بکا سنی۔ حضرت سیدہ سے فرمایا کہ  
کیا شور و غوغا ہے؟ عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحاب ہیں۔ غم

مفارقت میں نااہل و گناہاں ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا۔ اور ان کے کندھوں کی مدد سے دولت احمد سے باہر تشریف لائے اور مانند فرمائی اور جگر سوزان محبت کے مراحتہائے فرقت پر مرہم رکھا۔ اور سب کو تسلی دے کر واپس دولت سرسے میں تشریف لائے۔ شب کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جو آنکھ لگی۔ تو عجیب وحشتناک خواب دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رو کر عرض کی۔ ابھی ایک خواب دیکھا ہے۔ کہ میں نے زہر پہن رکھی تھی مگر وہ زہر مجھ سے اتر گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر فرمائی کہ خواب سچا تھا۔ زہر پناہ جسم ہوتی ہے۔ اور تمھاری پناہ میں تھا۔ اب وہ وقت قریب ہے۔ کہ میں تم سے جدا ہوناؤں گا۔ تم تمہارے کروٹنوں میں ٹسکار مصیبت بنو گے۔ اور تیغ جفا سے شہید ہو کر مجھ سے ٹوٹے۔ اتنا فرمانے پائے تھے۔ کہ سیدنا فاطمہ زہراؑ نہیں اور عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھتی ہوں۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہی ہوں۔ ناگاہ وہ مصحف مبارک میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مصحف مبارک میں تھا۔ جو تمھاری نظروں سے غائب ہونے والا ہوں۔ اتنے میں شہر بادلگان کریم سیدنا حسینؑ سیدہ شہداء حاضر آئے اور عرض کی ناگہان ہم دفن کرنے کے لیے ایک گلاب دیکھا ہے۔ وہ یہ کہ ایک تخت ہو اڑا رہا ہے۔ اللہ ہم دفن اس کے نیچے رہنے سر چل رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہیہ ہو کر فرمایا۔ اسے زبردہ مسخے تخت ہمارا ثابت تھا۔ کہ ملاکہ اہل کر لے جا رہے تھے۔ اور اس کے نیچے تم دفن فریق رہنے کے گیسرے مشکیں پر آگندہ فرمائے جا رہے ہو۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ان تعبیروں سے اہل بیت میں تاب ضبط نہ رہی اور سب نادر وقار رونے لگے۔ یہاں سے سبق بھی ملتا ہے کہ اگر ماتم رہا ہوتا تو خاص موقع ماتم تھا۔ لیکن سب نے صرف گریہ دیکھا ہر گنا کیا اور ماتم سے محتر رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتم تھی۔

روایت ہے کہ وفات حسرت ذات سے تین روز قبل روح الامین مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کرب وبے چینی بحد غایت ہے۔ دوسرے روز بھی ایسے ہی حاضر ہوئے اور وہی جواب ملا۔ تیسرے روز پھر حاضر ہوئے۔ مزاج پرسی پر وہی جواب پایا۔ کہ اتنے میں ملک الموت سعد اسماعیل نامی ایک فرشتہ کے حاضر ہوئے۔ یہ فرشتہ ایک لاکھ ملائکہ پر حاکم ہے۔ اور ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا حاکم ہے۔ دروازہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ روح الامین نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! ملک الموت نے داخلہ کی اجازت نہیں لی۔ یہ اعزاز مخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے۔ کہ عزرائیل بلا اجازت دروازا پر حاضر نہ ہو سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اجازت دے دو چنانچہ بعد حصول اجازت وہ حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا۔ اور پھر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قبض روح کے لئے باری تعالیٰ عز اسمہ نے بھیجا ہے۔

حکم دیجئے۔ اگر فرمائیں روح مبارک کو لے کر عالم بالا پر پہنچاؤں اور حکم کیجئے تو واپس چلا جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کی طرف نظر کی۔ جبریل نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت یہ ہے کہ جناب حق سبحانہ کی یہی مرضی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عزرائیل اپنا کام کر ہم بھی مشتاق لقا ذات ہیں۔ گویا سیر اوقات غیب سے پائف عالم لاریب گوش ہوش محبوب ہیں یوں عرض فرمایا تھا

تو باز ذرۃ نازی مقیم پردہ رازی  
قرار گاہ چہ سازی دریں نشیمن فانی  
تو مرغ عالم قدسی حریف مجلس انسی  
دریغ باشد اگر تو دریں مقام بمانی



ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عزرائیل علیہ السلام بحکم اللہ ایک ہزار ملائکہ اسپان ابلق سوار کے ساتھ دو الائے سید الانبیاء علیہ التمجید والثناء پر حاضر آئے اور دوازہ عالی پر کھڑے ہو کر عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النَّبُوَّةِ وَمَعْلَانِ الرَّسَالَةِ اجازت دیجئے کہ میں حاضر خدمت اقدس ہونا چاہتا ہوں۔

دو دروازے کرا ہوں۔ حضرت سیدہ بالین اقدس پر حاضر تھیں۔ آپ نے جواب دیا ابھی ملاقات نہیں ہو سکتی۔ کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک ناساز ہے۔

عزرائیل نے پھر اجازت مانگی۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ سہ بارہ ایسی ہیبت ناک آواز کے ساتھ اجازت طلب کی کہ حاضرین دربار بڑھ گئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم مبارک کھول دیں۔ دیکھا کہ سب کے سواں پر گندہ ہیں۔ اور ہر ایک از خود رفتہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے تم ایسے پریشان کیوں ہو؟

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ کہ ابا جان ایک عجیب و غریب المصوت ہے۔ دو دروازہ پر کھڑا اجازت چاہتا ہے۔ میں نے تین بار جواب دیدیا مگر وہ جواب نہیں سنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی تم جانتی ہو کہ کون ہے۔ آپ نے عرض کی ایک بدوی معلوم ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بدوی نہیں ہے۔ یہ وہ ہے جو عمر بھر کی لذتیں نیست و نابود کر دیتا ہے۔ یہ قطع کنندہ مرادات ہے۔ یہ جدا کنندہ مراعات ہے۔ بیٹی! یہ یتیم کنندہ فرزندان ہے۔ یہ بیوہ کنندہ زنان جہان ہے۔ یہ وہ حریف ہے کہ بغیر کنجی کے قفل کھول لے۔ اور بغیر راست کے مرغ جان کو قبض کر لے۔ فاطمہ اس کا نام ملک الموت عزرائیل ہے۔ یہ تمہارے باپ کی روح قبض کرنے آیا تھا۔ یہ تمہیں یتیم بنانے آیا ہے۔ میرے آستانہ اقدس کی حرمت کا اسے خیال ہے۔ ورنہ اس نے آج تک کہیں داخل ہونے کو اجازت نہیں لی۔ نہ اس کو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت ہے۔

یہ تمہارے والد ماجد کا اعزاز خاص ہے۔ جو اجازت و اخذ طلب کر رہا ہے۔ دروازہ کھول دو اور صبر سے کام لو۔ حضرت سیدہ نے ایک آہ دل پرورد سے کھینچی اور اٹھیں۔ اور دروازہ کھولتی ہوئی آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے: **وَأَمَّا يَنْتَازُ خَرَابَتِ الْمَدِينَةِ** ہائے افسوس مدینہ اجر طما ہے۔ صاحب سکینہ آج مدینہ چھوڑتے ہیں۔ افسوس مدنی چاند بھی غروب ہونے کو ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ کا ہاتھ پکڑا۔ اور ان کو سینہ بے کینہ سے لگا کر فرمایا۔ بیٹی غم نہ کرو۔ یہ دن سب کے لئے ہے **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** ارشاد الہی ہے۔ کہ اتنے میں آپ کی چشمان مبارک بند ہو گئیں۔ آپ کو خیال ہوا کہ روح اقدس جسید اطہر سے کہیں مفارقت نہ کر گئی ہو۔ سینہ مبارک سینہ اقدس سے ہٹایا اور پکاریں **وَأَبْتَاكَ**۔ اے پدر جان من فدائے باہو۔ ایک بار تو آنکھ کھول کر میری طرف اور دیکھ لیجئے۔ ایک بات تو اور بھی زبان مبارک سے فرما دیجئے۔ اس درد آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم مبارک وافر مائیں۔ اور زبان ڈرفشاں سے یوں گھر ریزی کی۔ کہ جان پدر! اے سیدہ بضعۃ خیر البشر کیوں روتی ہو۔ تمہارے رونے سے حاطین عرش روتے ہیں۔ اور دست اقدس سے رخسارہ سیدہ کے آنسو صاف فرمائے اور متعدد بشارتیں سنائیں۔ پھر دعا کی۔ **اللہی فاطمہ کو میرے صدمہ مفارقت میں صبر عطا فرما۔ بیٹی! جب ہماری روح قبض ہو جائے تو** **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ سَاجِدُونَ** پر طعنا۔ کہ قرآن کریم میں ارشاد الہی ہے **وَإِذَا أَصَابْتُم مِّصِيبَةً قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ سَاجِدُونَ** **أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَذَكَّرُونَ** یعنی جب ان پر مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں۔ ہم بھی اللہ کے لئے ہیں۔ اور اسی کی طرف رجوع ہونے والے یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کا سلام اور رحمت ہے۔

اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔ نہ کہ مصیبت کہ ایام یاد کر کے ماتم کریں سینہ کو ٹپیں۔  
 پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے دونوں نور العین سید الشہداء  
 حسنین کو بہت جلدی لاؤ۔ آپ کو علی القور خدمت اقدس میں پہنچایا گیا۔  
 دونوں شہزادے سلام کر کے بالین اقدس پر بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے دونوں کو سینہ سے لگایا اور اس قدر بیار فرمایا۔ کہ فرط محبت سے چشم  
 زوری بھر آئیں۔ پھر آپ نے حاضرین مجلس سے ان کی تعظیم و تکریم و محبت و  
 مؤدت کی وصیت فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت میں محبت اہل بیت  
 کے جو خلاف ہے وہ خارجی کہلاتا ہے۔

مقتل نور الائمہ میں ہے کہ جس وقت دونوں شہزادے حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھے۔ اُس وقت دونوں کی طرف نظر ڈالی۔ اور آنکھوں  
 میں آنسو بھر لائے۔ پھر چشم مبارک بند فرمائیں۔ پھر فرط محبت سے دونوں  
 کو سینہ سے لگا کر فرمایا۔ آنسو یہ رخ رنگین داغِ یتیمی کے ساتھ خاک و  
 غول میں آلودہ ہوگا۔ اور یہ کیسے مشکل ظلم و ستم سنگاران سے گرد آلود ہوگا  
 صبر کرنا۔ کہ میرے بعد جفاکارانِ اُمت اُن کے ساتھ سخت ظلم کریں گے۔  
 شہزادوں نے عرض کی۔ نانا جان! آج آپ جو اس قدر بیار فرما رہے ہیں اور  
 سینہ سے لگا رہے ہیں۔ کیا کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کہیں جا  
 رہے ہیں۔ تو ہمیں کس کی پناہ میں دیتے ہیں۔

اُدھر سیدہ رو کر عرض کرنے لگی۔ ابا جان! اگر مجھ کوئی حاجت ہوگی۔ تو  
 کس سے عرض کروں گی۔ اور ان جگر گوشوں کی ضدیں اب کون پوری کرانے  
 گا۔ اے مونسِ غرباباں۔ اے نوازندہٴ یتیمان۔ اے مجائے بے کساں۔ اے  
 دستگیرِ بے چارگان۔ میں آپ کی جدائی میں کس طرح صبر کروں گی۔

در غم آباد جہاں بے یار بودن مشکل است  
 غم ز حد بگذشت بے غم خوار بودن مشکل است

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو زیادہ تسلی و تشفی دی۔ تھوڑی دیر بعد پھر چشمان مبارک میں آنسو ڈبڈبائے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔ پھر سبب گریہ کیا ہے فرمایا انما بکیت حمۃ من امتی۔ یہ میرا ردنا امت کے لئے ہے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو رخصت فرمایا۔ اور عزرائیل کو حکم دیا کہ اپنا کام کرے۔ تھوڑی دیر بعد عزرائیل سے فرمایا ٹھہر۔ جبریل کو آجانے دو۔ عزرائیل نے عرض کی۔ ونازبر دار حکم ہوں۔ بہت اچھا۔

جناب الہی کی طرف سے مالک دوزخ کو حکم ہوا۔ کہ روح مطہر جیب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر لائی جا رہی ہے۔ آگ بجھا دے اور اے رضوان روح مقدس کے لئے صفوف حوران بہشتی قائم کر اور بہشتوں کو آراستہ و پیراستہ رکھ۔ اور اے سکان صوامع جبروت اٹھو اور صف بستہ کھڑے ہو جاؤ کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم آتی ہے۔ اے جبریل جاؤ اور ہمارے جیب کو پیام شوق پہنچاؤ۔ روح الامین گریاں و نالاں دربار عالی میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل ایسے وقت مجھے تنہا چھوڑ گئے۔ عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتظام میں مشغول تھا اب بشارتیں لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا بشارتیں ہیں۔ آپ نے عرض کی ان النیران قد خمدت والجنان قد نہ خوفت والحور العین قد تزینت والملائکة قد صففت لقدوم احدک نار جہنم سرور ہو گئی۔ بہشت سجادیٹے گئے۔ صفوف ملائکہ دست

بستہ خیر مقدم کو کھڑی ہیں۔ حور عین کی جماعت مزین کھڑی ہے۔ محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر مقدم کے لئے۔

جملہ قدس برائے تو بیاراستہ اند  
خوش خرمال گزر اے جاں تماشہ گدناز  
قد سے پیش نہ وقصر فلک را بفروز  
برقع از رخ بنگن جملہ ملائک بنواز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ یہ سب بشارتیں مبارک ہیں۔ مگر ایسی خوشخبری سناؤ۔ جس سے میری آنکھیں روشن ہوں اور دل عزیز شلو۔ جبریل نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء پر معہ ان کے امتیوں کے جنت حرام ہے۔ جب آپ معہ اپنی امت کے داخل جنت نہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خبر سے مسرور ہوئے اور فرمایا جبریل اس سے زیادہ بشارت وافی اور شردہ کافی اور خبر عالی سناؤ۔ عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طے ہو چکا ہے کہ کل قیامت کو جو عرصہ گاہ حسرت وندامت ہوگا۔ اس میں سب سے اول جس کے فرق ناز پر تاج شفاعت رکھا جائے گا وہ آپ ہی ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل اس سے بھی زائد کوئی ایسی بشارت سناؤ جو گروہ لال کو میرے دل سے کھولے اور زنگ اختلال کو لورج ضمیر سے مٹائے۔ عرض کی اے مقتدا انبیاء در سل اے پیشوا منارج سبیل ظاہر فرمائیے وہ غم کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے سب سے زیادہ اس کا غم ہے کہ میرے بعد میرے امتی حقائق قرآنی کس سے سمجھیں گے۔ اور روزہ داران رمضان بغیر میرے کیونکر روزہ افطار کریں گے۔ اجیان بیت الحرام بغیر میرے منا کیونکر جائیں گے، اور ان کے اعمال

کی مجھے کیونکر خبر ہوگی۔ جبریل نے عرض کی اسے سر و از زمین و زمان خوش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام امتی آپ ہی کی پناہ میں دیتے ہیں اور قیامت کے روز بھی آپ ہی ان کے مختار ہیں۔ جس قدر آپ چاہیں بخشو ائیں و لَسَوْفَ يُعْطِيكَ مَا تَسْأَلُ فَتَرْضَاهُ اِسی لئے فرمایا ہے۔ جب تک آپ خوش نہ ہو جائیں بس ہی نہ کی جائے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم متبسم ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اب میں خوش دل ہوا اور میری آنکھیں روشن ہوئیں۔ عزرائیل آؤ اور جس کام پر تم مامور کئے گئے ہو اسے پورا کرو۔

ملک الموت حضرت عزرائیل موڈ بانہ قبض روح اہل کے لئے آگے بڑھے اور مشغول قبض ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک آسمان کی طرف تھی اور زبان مبارک پر باریق الاعلیٰ جاری تھا۔ کہ ناگہاں دست مبارک بیجان ہوئے اور عالم وصال کی طرت ارتحال فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۵

رفت آں طاؤس عرشی سوئے عرش  
چو رسید اندر شامش بوئے عرش  
شاہبازے سے این قفس در ہم شکست  
رفت و خوشش بر مساعد سلطان نشست

روایت ہے کہ جب عزرائیل جبریل کے ساتھ روح مطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبض کر کے اعلیٰ علیتین کی طرف روانہ ہوا۔ تو آپ زور زور سے یا محمد اے یا رسول اللہ کاب العالمین فرماتے ہوئے روانہ ہوئے اور ایک روایت میں ہے۔ جب اس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم فانی سے انتقال فرمایا تو حضرت سیدہ کے آنسو جاری تھے۔ اور یہ لفظ زبان مبارک پر تھے یا

ابتداءً اجاب سرب دعاء جنت الفردوس ماداء۔ ہائے ابا جان آپ کی دعا  
خدا نے قبول فرمائی اور اپنے پاس بلا لیا۔ اور جنت قرار گاہ بنا دی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ  
اہل بیت اطہار پر توجہ قیامت قائم ہونی تھی ہوتی۔ مگر اس مصیبت میں جن دمک۔  
زمین و فلک۔ ثابت و سیار۔ جبال و اجار۔ نبات و اشجار۔ وحوش و ہوام۔ سباع  
و سوام۔ مرغان ہوا۔ ماہیان و ریا۔ سب گریاں و نالہ کناں تھے۔ عظم اللہ اجورنا  
مصائبنا بحضرت سیدنا و نبینا و غیننا و مغیننا و غوثنا  
و غیاثنا و امرنا وقت شفاعتہ الکبریٰ۔ و ادخلنا تحت لوائہ یوم الجوار۔

## اب حضرت سیدہ پر کیا گزری

قبل واقعہ سیدہ کے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ حضرت سیدہ کی ولادت کب  
ہوئی۔ اور آپ کے بھائی مہین کتنے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم شریف کیا تھا؟  
واضح رہے کہ آپ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ سے پیدا ہوئیں۔ آپ  
کے دو بھائی اور تین بہنیں اور تھیں۔ صاحبزادگان کا اسم شریف قاسم اور عبد اللہ  
تھا۔ حضرت قاسم کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہوئی اور حضرت  
عبد اللہ کا لقب مبارک طیب و طاہر تھا اور ابتدائے اسلام میں ان کی ولادت  
ہوئی۔ اور بعد چند سے رخت ارتحال باندھ کر سمت دار البقار روانہ ہوئے اور  
صاحبزادوں کے اسم شریف ام کلثوم۔ رقیہ۔ زینب۔ فاطمہ تھے۔ ان میں  
سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔  
اور یہی ایک صاحبزادی بعد وفات تک حیات رہیں۔ اور تینوں صاحبزادیاں  
حین حیات سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں انتقال فرما چکی تھیں۔ حضرت سیدہ

فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے۔ کہ آپ کی ولادت ۱۰ سال نبوت کے ہوئی۔ بعض کا قول ہے۔ ۱۱ سال میں واقع ہوئی۔ شیخ ابو محمد بن نشاب اپنی کتاب موالید میں امام محمد باقر سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی ولادت پانچ سال بعد بعثت و اظہار نبوت کے ہوئی۔ صاحب روضۃ الواعظین فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت خدیجہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں حاملہ ہوئیں۔ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدیجہ! مجھ کو روح الامین نے خبر دی ہے کہ یہ صاحبزادی جو ہوں گی ان کا نام فاطمہ رکھنا کہ نام ان کا نسلی ہے۔ اس کے معنی پاک پاکیرہ۔ بابرکت خجستہ اطوار کے ہیں چنانچہ جب ان کی ولادت قریب ہوئی۔ تو آپ نے انتظام زچہ خانہ کے لئے حسب رواج قریش میں سے بلایا۔ سب نے اسکار کر دیا۔ کہ ہم تمہاری امداد نظام زچہ خانہ کو ہرگز نہ آئیں گے۔ کیونکہ تم نے ہماری بات نہ مانی اور تمہارے چھوڑ کر یتیم ابوطالب کی بیوی بنیں۔ تو انگری پر درویشی کو ترجیح دی۔ آپ اس جواب سے ملول و اندوہ گاہیں ہوئیں کہ اچانک چار عورتیں ظاہر ہوئیں۔ جو گندم گون دراز قد تھیں۔ انہوں نے حاضر ہو کر کہا ہم بنی ہاشم کی عورتیں ہیں۔ حضرت خدیجہ ان اجنبی عورتوں کو دیکھ کر خائف ہوئیں۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ خدیجہ غم نہ کر اور اصلا خوف و خطر دل میں نہ لا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے تیری خدمت کے لئے بھیجا ہے اور ہم تمہاری بہنیں ہیں۔ میں سارہ بنت اسحاق ہوں اور یہ مریم بنت عمران اور یہ کلثوم ہمشیر موسیٰ علیہ السلام اور یہ آسیہ فرعون کی بیوی ہیں۔ تمہاری خدمت کے لئے ہم چاروں بھیجی گئی ہیں۔ یہ کہہ کر ایک دائیں طرف بیٹھ گئی اور ایک بائیں طرف۔ ایک پیچھے کو۔ ایک آپ کے آگے۔ کہ اتنے میں اشارہ وضع عمل پیدا ہوئے۔ مختصر یہ کہ حضرت سیدہ فاطمہ کی ولادت ہوئی۔



آپ بید قدرت سے طاہرہ و مطہرہ متولد ہوئیں۔ جب آپ کو ہاتھوں میں لیا گیا۔ ایک نور تمام حجرہ میں چمکا۔ غرض کہ چمن محمدی میں جب یہ ایک پھول کھلایا۔ گلشن سعادت میں یہ غنچہ دلبر آراستہ ہو گیا۔ تو بستان عصمت ریاحین ریاض سے ہنک کر نسیم جمال و نسیم کمال تمام عالم میں پھیلائے لگا۔

تبارک اللہ ازیں اختر نجرستہ کہ گشت  
ز نور طلعت اور برج فضل نورانی

روایت ہے کہ بعد ولادت دس عوریں بہشت بریں سے حجرہ مطہرہ میں بھیجی گئیں۔ ہر ایک کے پاس ایک طشت اور ایک ابریق تھا۔ اور ان ابریقوں میں آب کوثر مملو تھا۔ چنانچہ وہ چاروں عورتیں جو پہلے سے حاضر تھیں اٹھیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس طشت میں بٹھا کر آب کوثر سے غسل دیا۔ اور ایک سپید کپڑا جو عطر ہائے جنت سے معطر تھا نکالا۔ اس میں سیدہ کو لپیٹ لیا۔ اور ایک ٹکڑے میں جو بحد غانت معطر تھا۔ آپ کا سر مبارک بطریق مقنع کے بانھا اور کہا لو خدیجہ مبارک ہو۔ حضرت خدیجہ نے خوشی خوشی آپ کو گود میں لیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ خدیجہ نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام فاطمہ اور کنیت مہم مدی

اور لقب راضیہ۔ مرضیہ۔ میمونہ۔ زکیہ۔ بتول۔ زہراء عنایت فرمائے۔ روضۃ الاجاب میں ہے۔ کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلبیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ آپ نے فرمایا فاطمہ۔ پھر عرض کیا۔ مردوں میں۔ فرمایا ان کے شوہر علی۔ اور ایک روایت

میں ہے کہ حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جمع صحابہ میں رونق افروز تھے کہ صحابہ نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو یا ران و اصحاب سے زیادہ محبوب نہیں رکھتے۔ کہ اتنے میں علی مرتضیٰ معہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہ صحابہ نے کہا تھا۔ فرمایا۔ سیدہ نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب فاطمہ اور مردوں میں علی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس پر فاطمہ ناراض ہو۔ اس پر خدا ناراض ہے اور جس سے فاطمہ خوش ہے۔ اس سے خدا اور اس کا رسول راضی۔ سچ کہو جو فرزند ان فاطمہ کو شکار جو رستم بنائیں گے۔ ان سے فاطمہ خوش ہوں گی یا ناراض؟ سب نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوشنودی محال ہے ۷

قتل اولاد نبی آل گاہ عذر

پیشک آل عذریت بدتر از گناہ

روایت ہے کہ ایک بار سید انبیاء علیہ التمجید والثناء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہمراہ لے کر ایک غزیرہ میں تشریف لے گئے۔ دونوں شہرہ ادکمان طفولیت میں تھے۔ چھوٹے صاحبزادہ ایک روز گھر سے باہر آ کر مدینہ کے خرموں میں چلے گئے اور درختوں کے نیچے کھیل رہے تھے کہ ایک یہودی جس کا نام صالح بن رفہ تھا اس طرف سے گزرا دیکھا چھوٹے شہزادے کھیل رہے ہیں۔

اس نے ان کو گور میں لیا اور گھر لے جا کر چھپا دیا۔ وہ ان بھرا انتظار رہا۔ جب عصر کا وقت گزر گیا۔ تو حضرت سیدہ کی بے چینی بڑھی۔ نازداروں نے لگیں۔ اور ای از خود رنگی میں ستر بار حجرہ سے باہر تشریف لائیں کہ کوئی حسین کو نہاید لا۔ یا ہو۔ یا کوئی آئندہ رونڈہ نظر آئے تو اسے تلاش کے لئے بھجوں۔ آخر بڑے

شہزادہ کو فرمایا کہ جانِ مادر! تمہیں جاؤ اور حسین کو لاؤ۔ انہیں گئے دن کھبر گزری گی۔  
آپ روانہ ہوئے اور غرموں میں پہنچ کر پکارے یا حسین بن علی یا نثرۃ  
عین النسبی ابن انت۔ اسے بھائی حسین تم کہاں ہو۔

دلِ ماتم بردی رخ خود نے نسائی  
بکجات جویم اسے جاں ز کہ بر سمت کجائی

مگر کوئی جواب نہ ملا۔ اچانک ایک ہرن اُدھر سے گزرا۔ آپ نے اس سے  
فرمایا یا ظبی هل رایت اخی حسیناً اسے ہرن! میرے بھائی حسین  
کو تو نے دیکھا ہو تو بتا دے۔ ہرن کو خدا نے زبانِ ناطق عطا فرمائی۔ اور حکم الہی  
وہ اس طرح جواب دینے لگا۔ کہ اے نورِ دیدہ سرور۔ اے سرورِ سینہ زہرا و  
حیدر! اخذہ صالح بن رفعة الیہودی۔ اس کو صالح بن رفعة یہودی  
نے پکڑ لیا ہے و اخفاه فی بیتہ اور اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے۔ وہاں  
سے انہیں ایسے۔ امام حسن خراماں خراماں اس کے گھر پہنچے۔ اور آواز دی۔  
صالح باہر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ صالح! میرے بھائی حسین کو لا۔ ورنہ ابھی اپنی  
والدہ سے کہتا ہوں۔ تاکہ وہ دعا کریں کہ روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ  
رہے۔ صالح شہزادہ کی اس ذہانت پر سخت متحیر ہوا کہ چھوٹے سے بچے اور  
تلاش میں یہ زکات کہ آخر چور پکڑ لیا۔ عرض کرنے لگا۔ صاحبزادے تمہاری  
ماں کون ہیں۔ آپ نے فرمایا میری والدہ زہرا صاحبہ (رضی اللہ عنہا) فاطمہ زہرا  
ہیں۔ صالح نے کہا کہ ہاں تمہاری ماں کو میں جان گیا مگر باپ بتاؤ کون  
ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے باپ شیرین ذواں شاہ مرواں علی اب۔ اللہ  
ہیں۔ صالح نے کہا تمہارے باپ کو بھی پہچان گیا۔ اب اپنے نانا کو بتاؤ  
وہ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا قلنا رسول الثقلین سید کریمین مقتدا سے

عربین پیشواے مشرقین سرور مغربین ہیں۔ جن کا نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ تمام جو اب سن کر اس نے کہا کہ اے جگر گوشہ رسول خدا و اے نور ویدہ علی مرتضیٰ قبل اس کے کہ میں تمہارے چھوٹے بھائی کو تمہیں دوں۔ مجھے تعلیم اسلام فرماؤ۔ آپ کی گفتگو نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ آپ کے فیض صحبت سے میں بہت متاثر ہوا۔ امام حسن سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے اسے تعلیم کلمہ فرمائی۔ اس نے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ اور گھر میں سے شہزادہ حسین سید الشہداء کو لایا۔ کچھ اشرفیاں آپ کی نذر کیں۔ آپ گھر تشریف لائے اور دل فاطمہ زہرا کو تسکین دی۔ بعد ازاں صالح ستراؤمی اپنی قوم کے ہمراہ لے کر خدمت شہزادگان میں آیا اور آپ نے سب کو شرف اسلام سے مشرف فرمایا۔ پھر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ میں نے سخت گناہ کیا کہ شہزادہ صاحب کو چھپایا۔ آپ اس قصور کو معاف فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تو معاف کرتی ہوں۔ مگر یہ فرزند ان علی مرتضیٰ ہیں۔ لہذا علی سے عذر تقصیر کر کے اور معاف کرالے۔ صالح منتظر رہا۔ جب شیر خدا عزوہ سے تشریف لے آئے۔ تمام قصہ عرض کر کے معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ میں تجھ سے بہت نوش ہوں اور اپنی طرف سے قیری خطا معاف کرتا ہوں۔ لیکن یہ دونوں شہزادے ریحان روضہ رسالت نہال حدیقہ جلالت جگر گوشان سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان سے معافی طلب کرتا کہ تو بری ہو۔ صالح گریہ کنناں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی اسے سید المرسلین۔ اے رحمتہ اللعالمین صالح نے خطا کی ہے۔ اسے معاف فرمادیں۔ اور تمام قصہ مفصل عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صالح ہم نے تو تیرا قصور معاف فرمایا۔ مگر یہ

بزرگ زیدگان خدا ہیں۔ لہذا تو خدا کے حضور میں استغفار کر۔ وہاں کی بخشش حقیقتاً  
بخشش ہے۔ صالح رڈنا ہوا جنگل کو چلا۔ اور تضرع عزاری سے جناب الہی میں  
اپنے قصور کی معافی مانگنے لگا اور اس طرح عرض پیرا ہوا ۷

یا رب بہ در تو عذر خواہا آمدہ ام  
بگرہ بختہ بودہ ام براہ آمدہ ام  
اکنوں ز پئے عذر گناہ آمدہ ام  
بپذیر کہ با حال تباه آمدہ ام

اسی طرح سترہ شبابہ روز جنگل میں رہتا رہا۔ آخر میں روح الامین  
بحکم رب العالمین دربار رسالت میں حاضر آئے اور عرض کی۔ کہ جناب  
باری آپ کو سلام فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اس بڑھے صالح کو بلا کر بشارت  
دیجئے کہ ہم نے اس کی توبہ قبول فرمائی۔ اور اس کا نام آپ کے دوستوں  
میں لکھا۔ اللہ اکبر ایک یہودی اس خطا پر بعد اسلام بھی اس قدر پریشان ہو۔  
جب خطا معاف ہو۔ ستمگاران شامی کو جگر گوشہ مصطفیٰ نور دیدہ زہرا  
کو زہر قہر سے سات بار دوپارہ کریں۔ اور فرزند پسندیدہ مرتضیٰ کو معہ ۷۲  
جان نثاروں کے تیغ بے دریغ سے میدان کر بلا میں ہلاک کریں۔ ان کا کیا  
حال ہوگا ۷

اے کمر بستہ بخوں بیزی اولاد رسول  
ہیچت آخر ز خداوند جہاں شرم نبود  
ہیچ اندیشہ نہ کردی کہ رسول الثقلین  
از پے حرمت ایناں چہ وصیت فرمود

آہ اذناں دم کہ کند فاطمہ از جور تو داد  
مصطفیٰ بر تو غضب ناک و علی خشم آلود

حدیث بن ایمان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے روز ہوئے ہیں۔ میں نے کہا چند روز گزر گئے۔ آپ نے مجھے ملامت کی اور بڑا بھلا کہا میں نے عرض کی معاف کرو۔ ابھی جاتا ہوں اور شام کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا ہوں اور تمہارے اور اپنے لئے عرض کروں گا کہ بخشش کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ میں روانہ ہوا۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر اٹھے اور حجرہ کی طرف روانگی کا عزم فرمایا۔ میں بھی پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر ہوا اور کچھ خفیہ گفتگو کر کے غائب ہو گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے تو میرے پیروں کی آہٹ پا کر میری طرف رخ کر کے فرمایا کون ہے میں نے عرض کی حدیث ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہو کیا کہتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ میرے اور میری والدہ کے لئے آمرزش گناہ کی دعا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غفرَ اللہُ لکَ وَ لِوَالِدِکَ۔ اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخش دے۔ پھر فرمایا حدیث یہ شخص جو میرے سامنے آیا تھا تو نے دیکھا تھا۔ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا یہ فرشتہ تھا کہ اس سے پہلے کبھی ہمارے پاس نہیں آیا۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ اور پھر جناب باری کی طرف سے یہ بشارت سنائی کہ فاطمہ زہرا سیدہ زنان اہل جنت ہوں گی۔ اور شہرہ ادگان حسن و حسین سید جوانان اہل بہشت ہوں گے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ انس جن عورتوں کے مناقب زیادہ ہیں اور مرتبہ بلند۔ وہ مریم بنت عمران۔ خدیجہ بنت خویلد۔ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آسیہ زین فرعون بنت فرعون ہیں۔

کتاب الال مصنفہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ میں ایک روایت ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے آدم و حوا کو بہشت میں متمکن فرمایا۔ تو ایک روز فردوس اعلیٰ کے باغیچوں میں گلگشت فرماتے ہوئے حضرت حوا کی طرف مخاطبہ فرما کر یوں کہا کہ اللہ نے تم سے زیادہ حسین اور نیک دوسرا پیدا ہی نہ فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے روح الامین کو حکم دیا۔ کہ جب آدم و حوا فردوس کی گلگشت سے واپس آئیں۔ تو ہمارے حبیب مکرم محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے طنت جگر سیدہ کی زیارت کراؤ۔ چنانچہ جب آپ فردوس میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ ایک ضاادی رونق افروز ہیں۔ جن کے سر پر ایک تاج نوری ہے اور دو گوشوارہ نوری کانوں میں لٹک رہے ہیں۔ ان کے رونے انور کی تابانی نے تمام بہشت کو نور کر رکھا ہے۔ آدم نے دیکھ کر روح الامین سے پوچھا۔ کہ جسٹیل یہ صاحبزادی کس کی ہیں۔ جن کو یہ زیبائی عطا فرمائی ہے کہ ریاض جنان ان کے نور سے ایسا نور ہے۔ جسٹیل نے کہا کہ یہ سیدہ فاطمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے آپ کے دوش اقدس پر ایک کملی پشمینہ کی تھی۔ کہ دونوں شہزادے تشریف لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کملی میں لیا۔ اتنے میں حضرت شیر خدا و فاطمہ زہرا تشریف لائے۔ انہیں بھی اس کملی میں لے لیا۔ پھر فرمایا اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَفْضَلُ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ كَمَا تُطَهِّرُونَ یعنی اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر

والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرماوے اور تمہیں پاک کر کے خوب سقا کر دے۔ پھر فرمایا جو تم سے لڑے میں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو محبت کرے میں اس سے محبت کرنے والا ہوں۔

غرض کہ آپ کے بہت کچھ فضائل ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں رونق افروز تھے کہ ات میں چند خوانین قریش نے یورات سے آراستہ اور نہایت سکلت لباس پہن کر حاضر ہوئے اور عرض کی اسے ابو القاسم اگرچہ مذہباً ہم تم سے جدا ہیں۔ مگر قرابتاً بھائی ہیں ایک شہر کے ایک گھر کے۔ یہ ہم نہیں چاہتے کہ قطعی رشتہ رحم منقطع کریں۔ آج شادی ہے اور فلائی لڑکی لڑکے کو منسوب ہوگی۔ لہذا اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ کو بھیجتے۔ تاکہ ان کی شرکت سے ہمارا دل خورسند و شادماں ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تو کچھ سکوت فرمایا پھر انہیں جواب دیا کہ اچھا تم چلو۔ میں فاطمہ کو بھیجتا ہوں۔ وہ تو گئیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا جان پدر! مجھے حکم ہے کہ جفا و آزار خلق کو برداشت کروں اور زہر نفاق کو شکر شکر کے ساتھ پیوں۔ آج کچھ قریش کی عورتیں میرے پاس آئی تھیں اور یہ درخواست منظور کرانے گئیں کہ میں تم کو ان کے یہاں شرکت کے لئے بھیجوں۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ عرض کی ابا جان میں بندہ فرماں ہوں۔

مرا تو جان عزیز و شاہ محترمی

بہرچہ حکم کنی بر وجود من حکمی

ابا جان! جاننے کو تیار ہوں۔ مگر حیران ہوں کیا پہنوں اور کس جوڑہ

کو زیب تن کر کے جاؤں۔ وہ لباس فاخرہ سے آراستہ ہوں گی۔ مجھے خیال



ہے کہ جب وہ عورتیں میرے پرانے کپڑوں سے اور جریدہ چادر دیکھیں گی تو طنز و طعنہ کریں گی۔ اسلام کا استہزاء ہوگا۔ اس جلسہ میں عتبہ کی بیوی، شیبہ کی بیٹی، ابو جہل کی بہن وغیرہ بھی ہوں گی۔ جو انتہا درجہ کی جریدہ دہان اور فضول گو ہیں۔ ممکن ہے یہ تمام کچھ اندیشہ کہہ بیٹھیں کہ تمہارے باپ تو اپنے کو دنیا و مافیہا کا سردار کہتے ہیں۔ اور تمہارے پاس کپڑوں تک کا کیا حال ہے۔ لومہ وہ حاملہ الحطب ام جمیل زوجہ ابولہب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتی ہے۔ اور ہندہ ابوسفیان کی بیوی یہ دونوں حاضر غائب ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں رہتی ہیں۔ یہ بھی ضرور ہوں گے اور ان سے مخالفت عداوت کی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔ یہ عام دنوں میں جب عرم میں آتی ہیں۔ تو دیباٹے بردمی اور خزیمہ صری اور بردہ ہائے یمنی۔ حلد عراقی پھنی ہوئی ہیں۔ پھر شادی میں نونہ معلوم کیا لباس ہوگا۔ اور زیورات مکمل۔ بجاہر اور تکبیر زربفت کے ان کے یہاں ہیں۔ میں اس چادر کے ساتھ جو چند جگہ سے حرموں کی چھال سے سلی ہوئی ہے کیسے اوڑھ کر جاؤں؟

اباجان! ان کی چشم حق بین کور ہیں۔ یہ جماعت جاہ و شتم دنیا کو دیکھنے والی ہے۔ وہ درخت جو بوستان نبوت میں جو بار رسالت سے چڑھا برٹھا ہو۔ اس کی نظر میں دنیا و زیور ہائے دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ مگر ان اندھوں کی نظریں یہاں تک کیسے پہنچ سکتی ہیں؟

وہ کہ آں صورت پرست از حال ما آگاہ نیست

آرے آرے اہل صورت را بمعنی راہ نیست

اباجان۔ آج اماں جان ہوتیں۔ تو وہ یہ سب ظاہری سامان بھی مہیا فرمادیتیں۔ مگر انہوں نے پہلے ہی جو اہر حمت میں قیام فرمایا اور مجھ کو اپنے

فراق میں روتا پھوٹا۔ یہ فرما کر سیدہ کے چشم نوری بھرا آئے اور قطرات اشک رخسار  
 انور پر ٹپکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آبدیدہ ہوئے۔ پھر فرمایا۔ جان پدر! طول  
 نہ ہو۔ اگر وہ دنیاوی زیورات سے آراستہ ہیں تو تم چلھائے نوری سے پیراستہ۔  
 بیٹی یہ ملمع دنیاوی ہے۔ بعد چندے سوائے خسران و زیان کچھ نہیں۔ تمھاری  
 آراستگی آخرت میں جلوہ ریزی کرے گی۔ بیٹی! ہم اپنی کسلی پر فخر کرتے ہیں  
 الفخر فخری یہ فقر ظاہری اور باعث فخر ہے۔

ماؤ کلیم فقر کہ تارے ازاں بہ است  
 از حد ایمانی و دیباے ششتری  
 ماؤ پلاس عجز کہ در دیدہ خسرو  
 زیبا تر از پلاس خزاں غمگسری

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے کہ اتنے میں روح الامین  
 حاضر دربارِ محکم کر دگار ہوئے۔ اور عرض کی کہ حضرت جلیل بعد سلام ارشاد  
 فرماتے ہیں کہ فاطمہ سے کہہ دیجئے کہ وہ شادی میں اسی لباس سے تشریف لے  
 جائیں اور ہماری کار سازی کا مشاہدہ فرمائیں۔ آج سیدہ کا حسن و جمال اس ہی  
 شان میں ہمیں دکھلانا منظور ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ وہ استہزا کریں گی۔  
 اور ہماری یہ مرضی ہے کہ اسی صورت میں وہ پر توۃ جمالِ فاطمی پر پروانہ وار نثار ہو کر  
 قید کفر سے خلاصی پائیں۔

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی! ابھی جبریل امین آئے تھے اور  
 جناب باری کا یہ حکم لائے ہیں۔ آپ نے سن کر جواب دیا بہت اچھا۔ نا فرمانی  
 اپنا شیوہ نہیں۔ جو خطرہ دل میں آیا تھا۔ وہ عرض کر دیا۔ اب جبکہ حکم الہی یونہی  
 ہے۔ مجال توقف ہی نہیں۔ آپ اٹھیں اور مقنعہ فقر زیب فرق فرمایا چادر

عصمت اور رضی اور مثل خورشید النور تنہا بغیر خادمہ کے شرکتِ شامی کو روانہ ہوئیں۔  
کیونکہ الشمس بنجوم السماء فریڈا، چاند سورج ستاروں میں آسمان پر  
ایک ہے۔

چہ غم خورشیدِ تاباں را اگر تنہا رود در راہ  
چہ غم سردِ خرد اماں را اگر تنہا بروں آید

چنانچہ جب آپ دو لنگرہ سے جلسہ شادی میں روانہ ہوئیں۔ توجہ گاہ میں  
تمام خواتین قریشِ چشمِ براہ اور گوشِ باوازِ قدم تھیں کہ اب وہ نیک ساعت آنے  
والی ہے کہ شہزادی کوئین والدہ حسین جگر گوشہ سیدہ الثقلین رونق افروز ہوں۔  
کہ اچانک ان کے کان میں آواز آئی۔ کہ مؤوب ہو جاؤ شہزادی کوئینِ لختِ جگر محمد  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ زہرا تشریف لاتی ہیں کہ اتنے میں سیدہ ظاہرہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے حسن و جمالِ باطنی سے درو دیوار ہائے دیوانخانہ کو اپنے  
شیئہ جمال سے مثل خورشیدِ تاباں کے روشن فرمایا۔ حضرت سیدہ نے سلام  
فرمایا۔ سب نے ادب سے عرض کی۔

کردی سلامِ ذوقِ سلامت بدل رسید  
دیں خانہ از سلام تو دار السلام شد

تمام خواتین جلسہ ہیبت و جلال سے محو حیرت تھیں۔ کسی میں تابِ کلام نہ  
تھی اور سیدہ خراماں خراماں تشریف ارزاں ہوئیں۔ خواتین قریش کی نظروں میں  
آپ کا لباسِ فاخرہ ایسا چچا کہ محو حیرت تھیں اور دل میں کہہ رہی تھیں کہ ایسا کپڑا  
آج تک دیکھا نہ سنا۔ فرقِ اقدس پر جو نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک تاجِ مرصع بدر  
شاہوارِ مکمل بیاقوتِ ابدار مثل لعل درخشندہ مثال فیروزِ درخشندہ ہے۔  
کہ آنکھیں اس کی تابانی سے خیرہ ہیں۔ اور قمیصِ مبارک ایسی زری سے مغزق

ہے۔ کہ اثناساف زری دنیا کے غزاؤں میں کہیں نہ پائی۔ زبردات ایسے بچے  
 ہیں۔ کہ زرگرانِ عالم جس کی مثال بنانے سے قاصر ہیں۔ اور کنیزانِ پاکیزہ سرشت  
 بمرہ ہیں۔ جو چاروں طرف اس بقعہ نور کے چل رہی ہیں۔ کسی نے چادرِ مبارک  
 کے دامن اٹھا رکھے ہیں۔ کوئی خاکِ قدم آنکھوں میں لگا رہی ہے۔ ایک خادمہ  
 آپ کے پیچھے پیچھے ہنکھا کرتی آ رہی ہے۔ ایک آگے آگے سنہری انجکھی میں  
 خود کا بخور روشن کئے آ رہی ہے۔ جس کی خوشبو سے مشامِ دماغ معطر ہو  
 رہے ہیں۔ اس عظمتِ دریدہ سے کو کبہ فاطمی اس گھر میں پہنچا۔ کہ درو دیوار  
 سے یہ آوازیں آنے لگیں۔

تو از ہرود کہ باز آئی بدیں خوبی و زیبائی  
 درے باشد کہ از رحمت بروئے خلق بگشائی  
 بز یور یا بیار ایند وقتے خوب دیان را  
 تو سیمیں تن چناں خوبی کہ زیور یا بسیارائی  
 ملامت گوئی بے حاصل ترنج لذت نشاند  
 دران ساعت کہ یوں یوسف جمال از پرودہ بنہائی

غرض کہ چشمِ بابتِ خواتین اس گوہرِ صدفِ خلق و ادب پر پڑتے ہی خیرہ  
 ہو گئیں۔ اور آئینہ عقل و فہم تیرہ۔ اپنی جگہ سے اٹھیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے  
 سے کہتی تھیں کہ یہ فاطمہ ہیں یا کسی سلطانِ بختِ اقلیم کی صاحبزادی۔ یہ زہرا  
 ہیں یا کسی خاتمانِ مملکت کی عرم۔

ایں کیست این۔ ایں کیست این۔ در حلقہ ناگاہ آمدہ۔

ایں نور اللہ است این از نزد اللہ آمدہ۔

ایں سخت و دولت را نگر این لطف و رحمت را نگر

در چارہ پدا خستراں باروستے چوں ماہ آمدہ

یہ کون خاتون ہے کہ چہرہ زیور کا نور مثل آفتاب ہے۔ اور یہ کپڑے کہاں سے آئے ہیں خزاں ملک عرب میں نظر نہیں آتے۔ ایسے کپڑے نہ عرب و سندھ مصر و اسکندریہ بنا سکتے ہیں نہ ہنرمندان روم و فرنگ تیار کر سکتے ہیں جب سو اس درست ہوئے تو پہچانا کہ یہ سیدہ فاطمہ زہرا ہیں۔ پہانتے ہی جسم پر لرزہ طاری ہوا۔ اور سب قدم فاطمہ پر جھک گئیں۔

اس واقعہ عظیم کو دیکھ کر اکثر کافرہ خواتین حضور کو جاوگر (معاذ اللہ) قرار دے کر جلسہ گاہ سے چل دیں۔ اور اکثر اپنی غلطی کی معترف ہو کر نہایت ادب سے تواضع میں مشغول ہوئیں۔ اور کہنے لگیں کہ سیدہ ہم شرمندہ ہیں کہ ہماری وجہ سے آپ کو تشریف آوری کا تکلیف برداشت فرمانی پڑی۔ اب حکم دیجئے کیا پیش کریں۔ کس قسم کا شربت حاضر کیا جائے۔ ہمارے ابا جان کا ارشاد ہے اجوع یومین و اشبع یوما۔ دو دن بھوکی رہوں اور ایک دن کھاؤ۔ ہاں اگر مجھے خوش کرنا چاہتے ہو۔ تو عظمت کدہ کفر سے قدم جہالت کو نکال لو۔ اور فضائے نور افزائے ایمان میں آ جاؤ۔ جیسے ہی ارشاد سیدہ سنا۔ سب نے تہ دل سے باوا عرض کیا اشمہد

أَنَّ لِلَّهِ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

آرام دل و زندگی جاں زدم اوست

ہر جا کہ نہد پاسے صفا در قدم اوست

صاحب شواہد النبوة اس واقعہ کو مدینہ میں لکھتے ہیں اور بعض مکہ معظمہ میں بہر کیف روایت معتبر یہ ہے کہ یہ قصہ بعد ہجرت کا ہے۔ اس وقت آپ کی

عمر مبارک ایک روایت سے ۹ سال کی تھی۔ اور ایک روایت سے ۱۲ سال کی۔ اور ایک اور روایت ہے۔ جو زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ اس میں بست سالہ عمر مبارک ہے۔ بہر کیف واقعہ سب نے یہی لکھا ہے۔ اختلاف عمر و مقام میں ہے۔ نیز اس میں اختلاف ہے کہ کس ماہ کا واقعہ ہے۔ بعض رجب المرجب لکھتے ہیں اور بعض صفر المنظر۔ بست سالہ عمر جس روایت میں ہے وہ رمضان المبارک بتاتے ہیں

## آپ کی شادی کی مختصر کیفیت

آپ کی شادی کے متعلق اکثر اکابر صحابہ عرض کرتے تو حضور سیدہ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم جو اب میں فرمادیتے۔ کہ میں اس معاملہ میں حکم الہی کا منتظر ہوں۔

مناقب ابوالموئید خوارزمی میں ہے کہ روزِ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے اقم سلمہ میں رونق افروز تھے کہ ایک فرشتہ خدمت گرامی میں حاضر ہوا۔ جس کے پیس سر تھے۔ اور ہر سر میں ہزار زبان تھی۔ اور ہر زبان سے تسبیح و تہلیل کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ جبریل ہیں۔ آپ نے فرمایا بھائی اس سے قبل تم کبھی اس صورت میں نہیں آئے۔ فرشتہ نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جبریل نہیں ہوں۔ مجھے ضرخائیل کہتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس لئے مجھے بھیجا ہے کہ نور کی تزویج نوری سے کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرخائیل صاف بناؤ کس کی تزویج کس کے ساتھ کرنے آئے ہو۔ عرض کی سیدہ فاطمہ

کی علی اسد اللہ سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت علی کو بلا یا اور سیدہ کا عقد اس فرشتہ کی موجودگی میں حضرت علی سے کر دیا۔ ایک روز حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں خدمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا۔ کہ آنارہ وحی چہرہ زیبا پر ظاہر ہوئے۔ تھوڑی دیر میں انجلا وحی ہو گیا۔ تو فرمایا انس تمہیں معلوم ہے۔ اس وقت جبریل خدا کی طرف سے کیا پیام لاتے تھے۔ میں نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں اور باپ آپ پر نثار ہوں۔ اللہ اور اللہ کا رسول ہی جانتا ہے۔ فرمایا یہ پیغام تھا کہ ان اللہ تعالیٰ یا مہرک ان تزوج الفاطمة من علی حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ کا عقد حضرت علی سے کر دو۔ انس جاؤ اور شرفا مہاجر بن مثل صدیق و فاروق و ذی النورین اور طلحہ و زبیر کو بلاؤ۔ اور اکابر انصار سے سعد و قاص۔ معاذ بن جبل۔ عبادہ بن صامت۔ اسید بن حضیر کو بھی کہو کہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تم کو یاد کرتے ہیں۔ میں حسب الارشاد گیا اور سب کو بلا لیا۔ حضرت علی بھی حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ بیخ پر طہا۔ جس میں حمد و ثنا و ترغیب نکاح کا مضمون تھا۔ پھر فرمایا مجھے امر الہی ہے کہ فاطمہ کو علی کے عقد میں دے دوں۔ لہذا ان کا ہر جلد سو مشقال مقرر کرتا ہوں۔ علی تم منظور کرتے ہو۔ حضرت علی نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخوشی منظور کرتا ہوں۔ تین بار اس کی تکرار فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا پر یہ جملہ ختم فرمایا جمع اللہ شملکھا واسعد جدک و بامرک علیکما و اخرج منکما ولدا کثیرا طیباً۔ جمع کرے اللہ تعالیٰ تمہاری پراگندگی کو۔ اور بھلائیاں تمہارے قریب رہیں اور برکت دے اللہ تمہارے اند اور تم سے نیک اور پاک

اولاد میں عطا فرمائے۔ یہ یقین بابر کا ایجاب و قبول اس لئے مسنون ہے۔  
 مناقب خوارزمی میں ہے۔ کہ اس شادی کے متعلق متعدد احادیث ہیں۔  
 خلاصہ سب کا یہ ہے کہ کچھ میوہ بہشتی روح الامین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل یہ کیسے میوے ہیں بغرض  
 کی۔ حضور آج تمام ملائکہ کو حوالی بیت المقدس میں جمع ہونے کا حکم ہوا اور تمام  
 حوران بہشتی آراستہ کی گئیں۔ اور راجیل فرشتہ کو حکم ہوا۔ کہ وہ منبر نوری پر  
 جو خطبہ گاہ آدم صغریٰ ہے۔ بیت المقدس میں پہنچ کر خطبہ پڑھے اور سیدہ  
 فاطمہ کا عقد شیرہ نعلی ترسی سے کرے اور میوہ ہائے جنت ملائکہ اور  
 حوران بہشتی پر لٹائے۔ اس سنت کے ماتحت بھی نکاح میں خرے کھانے  
 سنت ہوئے۔

چنانچہ اس جلوس سے فرصت پا کر میں بحکم الہی اس امر کی اطلاع کرنے  
 حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہوں۔ کہ اب زمین پر آپ بھی اس عمل کو پورا  
 فرمادیکئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماع ہاجرین و انصار فرما کر عقد  
 نکاح فرمایا اور سیدہ کو حضرت علی کے یہاں رخصت کیا۔ عشا کی نماز کے  
 بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے یہاں تشریف لائے اور ایک کوزہ  
 پانی پر معوذتین پڑھ کر یہ دعا پڑھی اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُتِیْتُکَ هَآیَاکَ وَذَرِیَّتَکَ  
 مِنْ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پھر اس پانی پر دم کر کے سیدہ اور علی کو تھوڑا تھوڑا  
 پلایا۔ اور تھوڑا سر اور سینہ پر ڈالا۔ پھر دعا فرمائی اللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
 وَاَنَا مِنْہُمَا اللّٰهُمَّ کَمَا اَذْهَبْتَ عَنِّی الرَّجْسَ وَطَهَّرْتَنِیْ فَطَهِّرْہُمَا  
 پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے لگے۔ تو سیدہ فاطمہ رونے لگیں۔  
 آپ نے فرمایا۔ بیٹی کیوں روتی ہو۔ میں نے تمہیں کس کو دیا ہے۔ تم جانتی ہو۔



میں نے تمہارا اس سے عقید کیا ہوا ہے کہ جو اسلام میں بہت ادب و علم میں بہت سے اعلیٰ اعزاز میں بہت سے افضل ہے۔ اور اللہ نے اسے گنجینہ عرفان نبیبت۔ پھر فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابہا میں شہر عرفان ہوں تو علی دروازۃ عرفان ہیں

## حضرت سیتہ کا جہیز

سیتہ کے اس جہیز کی تو کوئی حد و غایت ہی نہیں۔ جو دربار الہی سے آخرت میں ملے گا۔ لیکن دنیا میں جو جہیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ اس میں دو جوڑے اور دو بازو بند نقرئی۔ اور ایک چادر ایک پیالہ ایک چکی دو گلاس۔ ایک مشک۔ ایک کٹورہ پانی پینے کا دو رضائی جو کتان سے مملو تھیں۔ چار گدے دو اون سے بھرے ہوئے اور دو لیف غرماں یعنی کھجور کی چھال سے تھے۔

امام ابو بکر طوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ستین الجامع للطائف الباطنین میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک منافق نے منافقان مدینہ سے کہا کہ علی تم نے کہاں شادی کی۔ تم معدن فضل و کمال اور شجاع ترین مبارزان ہو پھر وہاں سے جہیز بھی کیا ملا ہوگا۔ اگر میری لڑکی سے شادی کرتے تو جہیز میں اپنے گھر سے تمہارے گھر تک اونٹوں کی قطار لگا دیتا۔ حضرت علی نے فرمایا یہ شادی نہ تقدیر سے ہوئی ہے نہ تدبیر سے۔ بلکہ اَللّٰهُمَّ رِزْقِ الْعَلِيِّ الْكَيْفَ تَرْتَقَا۔ علاوہ ازیں میری نظر مال و متاع دنیا پھر نہیں۔ میرا مقصد محض رضائے الہی ہے۔ ہماری عزت نہ اعمال سے ہے نہ اموال سے اور ہماری مباحات کروگوار پر ہے نہ وہ ہم و دینار پر ہے

ہمت مارا نظر برد رہم و دینار نیست  
مقصود مقصود ماجر پر تو دیدار نیست

جب مرتضیٰ شیر خدا یہ جواب دے چکے۔ تو غیب سے آواز آئی کہ اے علی  
اوپر دیکھو اور سیدہ فاطمہ کے جہیز کا جو مقابلہ کرے اُسے دکھاؤ۔ حضرت علی نے سر  
مبارک بلند فرمایا تو تمام میدان پر از نا قہائے بہشت دیکھا اور ہر ناقہ میں جو اہرات بہشتی  
مملو تھے۔ اور ہر ناقہ پر ایک کنیز حسین و جمیل اور ایک غلام خوبصورت سوار تھا پھر  
آواز آئی ہذا جہان فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
یہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جہیز ہے حضرت علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ  
نے یہ تمام سامان ملاحظہ فرما کر اس منافق سے کہا کہ چل تجھے جہیز دکھاؤں یہ کہہ کر گھر  
لائے۔ حضرت سیدہ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ آپ کہتے ہیں یا میں کہوں۔ آپ نے  
فرمایا کس امر کے متعلق۔ فرمایا کہ سر زرش منافقان جو آپ نے سنی اور میرا جہیز چشم  
بصیرت سے ملاحظہ فرمایا۔ یہ سن کر منافق شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

معارج النبوة میں ہے کہ ایک روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کہ سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی کو بڑا زبردست جہیز  
دیا۔ منجملہ اس کے یہ ہے کہ اپنے داماد کے لئے ایک تاج تیار کرایا جس میں سات  
سو پچے نگینے۔ ہیرا و یاقوت و فیروزہ و زمرد کے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا علی  
کرم اللہ وجہہ نے اس تذکرہ کو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سامنے کہا۔ حضرت  
سیدہ کو اس ذکر نے کچھ ملال ہوا اور یہ خیال ہوا کہ شاید علی اپنے دل میں یہ سمجھے ہیں  
کہ سلیمان تو اپنی بیٹی کو اس قدر جہیز دیں اور خواجہ عالم سید بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم  
جو تمام انبیاء سے اعلیٰ و اولیٰ ہیں۔ اپنی بیٹی کو اس صورت میں کتنا فرمائیں کہ نہ داماد  
کے پاس دولت دنیاوی نہ فاطمہ کے ساتھ کچھ سامان عیش۔ مگر اس راز کو سیدہ نے

اپنے دل میں رکھا اور کسی پران کا انکشاف نہ کیا۔ اسی خطرہ میں کچھ دن گزر گئے۔ ایک روز مولا علی شیر خدا خواب میں ملاحظہ فرماتے ہیں۔ کہ فاطمہ صدر بہشت میں ایک تخت مکمل بجواہر پر رونق افروز ہیں اور عورتیں ارد گرد کمر بستہ حاضر ہیں اور ایک صاحبزادی نہایت حسین و جمیل زیورات سے آراستہ سامنے کھڑی ہے۔ حضرت علی نے سیدہ سے پوچھا۔ یہ کس کی لڑکی ہیں آپ نے فرمایا سلیمان علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ حق تعالیٰ نے انہیں میری خدمت کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اس روز جو اباجان نے آپ سے ان کے ہمیر بکا ذکر کیا اور آپ نے مجھ سے کہا۔ تو میرے دل میں کچھ خطرہ پیدا ہوا۔ اس کے بدلے اللہ نے انہیں میری خدمت کے لئے مقرر فرمایا۔ اور آپ کو دکھایا کہ اعزاز و حرمت فاطمہ عند اللہ ایسا ہے۔ اور تاج کے بدلہ میں لوائے حمد آپ کے لئے مقرر فرمایا۔ لوائے حمد زبردست علم ہے۔ کہ سوائے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے لئے مخصوص نہیں۔ اس علم کا طول ایک ہزار برس کی راہ کا ہے۔ اس کا قبضہ چاندی کا ہے اور نشان یا قوت سرخ کا ہے۔ اور اس میں جڑ اوّل سبز زرد کے ہیں۔ اس پر زریں عروف میں منقش ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ لواء عرصات حشر میں قائم کیا جائے اور منادی ندا دے کہ کون ہیں۔ نبی امی سید عربی خواجہ ہاشمی رہنما تہامی محمد بن عبد اللہ تشریف لائیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہو کر اس علم کو ہاتھ میں لیں۔ پھر تمام انبیاء آدم سے عیسیٰ تک مع صدیق و شہداء و صلحا و جمیع مومنین اس لواء کے نیچے آکر جمع ہوں۔ چنانچہ خود فرمایا ادم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیمۃ

آدم ومن دونہ تحت اللواء آمدہ ہوں تو علم انہر و خستہ

پھر ایک تاج نوری لایا جائے اور فرق سلطان انس و جان پر رکھا جائے۔ اور جلہ حریر بے سز سے بدن مبارک آراستہ ہو۔ پھر براق حاضر کیا جائے۔ کہ اس پر سوار میدان اسری سوار ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جماعت انبیاء تاج پوش براقوں پر سوار ہو کر روانہ ہوں۔ یہاں تک کہ بہشت پہنچیں۔ اس وقت علم آپ کے دست مبارک میں ہوگا۔ اور آپ آگے آگے اس کو کبڑہ نوری کے چلیں گے۔ اس وقت منادی آپ سے پوچھے گا کہ علی یہ تاج اچھا ہے یا داماد سلیمان علیہ السلام جس کا تذکرہ تم نے ہماری فاطمہ کے حضور میں کیا تھا۔

امام نجم الدین عمر نسفی تفسیر فاتحہ میں روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ کے یہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدہ فاطمہ ملول و حزین تشریف فرما ہیں اور گریہ کناں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب گریہ ملال دریافت فرمایا۔ تو عرض کی کہ اباجان! برسبیل حکایت عرض کئے دیتی ہوں اس کو شکایت نہ سمجھا جائے۔ وہ یہ کہ تین روز سے کھانا نہیں کھایا ہے۔ مجھے اپنی پرواہ نہیں۔ مگر حسن و حسین کے گلگونہ عارض کماٹے ہوئے جب دیکھتی ہوں۔ جگر پاش پاش ہو جاتا ہے۔ وہ بھوک کی وجہ سے بے طاقت ہوئے جا رہے ہیں۔ جب وہ بھوک سے روتے ہیں۔ میں بھی اپنے میں تاب ضبط نہ دیکھ کر روتی ہوں اور علی بھی رونے لگتے ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ رکھا تھا۔ آج بھی اس کا اختنانہ ہوتا۔ مگر آج دونوں شہزادوں نے آبدیدہ ہو کر بھولی بھالی زبان سے یوں فرمایا کہ اماں جان اب تو ہمارے اندر چلنے پھرنے کی بھی طاقت نہیں رہی۔ اماں! کیا اس طرح اور بچے بھی بھوکے رہتے ہیں جیسے کہ ہم بھوکے ہیں۔ بس یہ سن کر میری نظروں میں تمام عالم تاریک ہو گیا۔ اباجان! یہ تو فرمائیے کہ اگر ایسی حالت میں اپنے رب سے مانگا جائے تو بے صبر

اگر ستاخ تو نہ کہا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹھی خدا سے مانگنا بے صبری و گستاخی نہیں۔ بلکہ سوال کرنے سے خدا خوش ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت سیدہ گھر میں تشریف لے گئیں اور دو گارہ نفل لیا فرما کر زبان نیاز سے مناجات عرض کر کے یوں عرض پیرا ہوئیں کہ الہی! تو خوب جانتا ہے۔ کہ عورت مرد کے مقابلہ میں بغایت کمزور ہے۔ پھر پیغمبروں کی قوت کا مقابلہ تو محال۔ اگر آبا جہان کے ساتھ کوئی خاص ستر ہے۔ تو وہ ان کی شایانِ شان ہے۔ وہ خود بار بار فرما چکے ہیں ایتُّ عند ربی۔ یطعمنی ربی ویسقیننی۔ میں اپنے رب کے پاس کھانا پیتا ہوں۔ میں تیری ادنیٰ کنیر۔ مجھ میں یہ قوت کہاں۔ اگر میرے ساتھ بھی ایسا ہی منظور ہے۔ تو مجھے طاقت تحمل عطا فرما۔ تاکہ یہ اندوہ راحت بخش دل و جان ہو۔ یہ کہا اور بے ہوش گئیں۔ کہ روح الامیں دربار الہی میں حاضر ہوئے اور عرض کی اٹھئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا؟ عرض کی۔ گر یہ وزاری فاطمہ سے ملائکہ میں شور مچ گیا۔ عرش معلیٰ لرز گیا۔ انہیں سنبھالئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ دیکھا کہ فاطمہ سجدہ میں یہ ہوش ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سر مبارک اٹھا کر اپنے پہلو میں لیا اور رانٹھ گیسوئے مشکبار سے ان کی مشام کو معطر بنایا۔ وہ ہوش میں آئیں۔ تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کے پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور دعا کی۔ الہی! فاطمہ کو بھوک پیاس سے محفوظ کر دے۔ حضرت سیدہ فرماتی ہیں کہ اس دعا کے بعد سے جب تک میں دنیا میں رہی۔ کبھی بھوکی نہ رہی۔

اسی معارج میں دوسری روایت ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ کے پاس تشریف لائے۔ تو سیدہ کو تین روز کے فاقہ سے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست دعا دراز فرما کر یوں دعا فرمائی اللہم اتل مرزقا

علی محمد و اہل بیتہ کما انزلت علی مریم بنت عمران۔  
 الہی رزق نازل فرما محمد اور اس کے اہل بیت پر جیسے کہ فراخی رزق فرمائی تھی مریم بنت  
 عمران پر۔ پھر فرمایا۔ فاطمہ حجرہ میں جاؤ اور کچھ ہولے آؤ۔ آپ گتیں تو آپ کے پیچھے  
 پیچھے دونوں شہزادے بھی چلے۔ سیدہ نے دیکھا کہ ایک کاسہ مکمل بجواہرات ہے۔  
 اس میں شرید بھرا ہے اور کچھ گوشت بھنا ہوا ہے۔ جو اس پر رکھا ہے۔ اس میں سے  
 مشک و زعفران کی خوشبو آ رہی ہے۔ سیدہ اس پیالہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے سامنے حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلو ابا اسم اللہ۔ کھاؤ خدا  
 کا نام لے کر۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معہ صاحبزادی اور جگر گوشان مولا علی کے لے سے  
 تناول فرمایا۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ اسی کاسہ میں سے دونوں وقت سات روز  
 کامل نوش فرمایا۔ اور اس میں سے ذرہ بھر کم نہ ہوا۔ ایک روز شہزادے حسین گھر میں  
 سے ایک لقمہ اس گوشت کا ہاتھ میں لے کر باہر تشریف لائے۔ ایک یہودی کی عورت نے  
 دیکھ کر کہا۔ کہ اے اہل بیت تمہیں یہ بھنا گوشت کہاں سے ملا۔ امام حسن نے فرمایا۔ کہ  
 عالم غیب سے ہم کو اللہ نے عطا فرمایا ہے۔ یہودیہ نے کہا اس میں سے تھوڑا مجھے  
 بھی چکھاؤ۔ چونکہ اس گھرانہ میں سائل کا سوال رد کرنا شیوہ ہی نہ تھا ہاتھ بڑھایا اور چاہتے  
 تھے کہ اسے دیں کہ ایک لخت وہ لقمہ پس خوردہ معہ اس کاسہ غیبی کے غائب ہو گیا۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو فرمایا اگر اس راز کا اظہار نہ ہوتا۔ تو تا حیات اہل بیت  
 یہ کاسہ خالی نہ ہوتا۔

غرض کہ فضائل سیدہ اس قدر ہیں کہ اگر لکھے جائیں تو ایک مستقل کتاب بنے۔ بخوف  
 طوالت اسی پر اکتفا کر کے حال وقات لکھتا ہوں:

## وقات حضرت سیدہ کا مختصر حال

روایان صادق الروایت اور مخبران ظاہر الدرایت نقل فرماتے ہیں۔ کہ الممفارت سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جتنا سیدہ فاطمہ کو بہا کسی کو نہ تھا۔ کہ وفات حضور سید یوم النثر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر گریاں و نالائیاں تھیں۔ کہ آپ کی زاری پر ہر ایک شجر و حجر روتا۔ زمین و آسمان میں کوئی ایسا نہ تھا۔ جو گریہ فاطمہ پر نہ کہے کناں نہ ہوا ہو۔ پر یوں کے نالہ فغاں۔ اور ملائکہ سماوی کا گریہ اور زاری ملائکہ ذرہ عرش مجید لوگوں کے کانوں میں گونجتی تھی۔ اور حقیقتاً بات بھی یہ ہے۔ کہ وفات سید کائنات سے بڑھ کر اور غم بھی کیا ہوتا کہ کہ چراغ عالم مخفی ہو گیا۔

آل سر و خوش خرام جو اندر چمن نماند  
بر طرف بارغ زیب گل و یاسمن نماند  
یعقوب وار ویدہ زگس سفید شد  
از درد آنکہ یوسف گل پیرومن نماند

جب سیدہ کی زاری کسی طرح رکتی نظر نہ آئی تو ایک روز حضرت علی نے فرمایا۔ اے نور ویدہ مصطفیٰ آج مدینہ میں قیامت ہے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ میں تم سے راضی رہوں۔ تو صرف یہ بات ہے کہ تم یہ گریہ و زاری چھوڑ کر صبر و شکیبائی سے کام لو۔ سیدہ نے عرض کی تمہیں حکم کو تیار ہوں۔ مگر کیا کروں۔ کسی طرح جی نہیں مانتا۔

آنکھوں پہ اختیار ہے اچھا نہ روئیں گے  
پر قلب زار زار تو بے اختیار ہے

آپ نے فرمایا۔ شب کو روضہ اطہر پر چلیں گے۔ اللہ نے چاہا تو وہاں دل ٹھہر جائے گا۔ چنانچہ شب ہوئی جب تمام مرد سو گئے۔ تو سیدہ کے لینے کو شیر خدا گھر آئے۔ دیکھا تو سیہوش ہیں۔ آپ کو ہوش میں کیا۔ جب آپ کی نظر مبارک چشم علی پر پڑھی تو پکاریں یا ابالحسن۔ اے حسن و حسین کے ابا ارات کتنی باقی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دو تہائی رات ابھی باقی ہے۔ عرض کی تو اب اجازت ہے کہ میں چلوں۔ آپ نے فرمایا ہاں چلو۔ مگر بلند آواز سے نہ رونا۔ یہ سن کر سیدہ چاہتی تھیں کہ علی کے قدموں میں گریں کہ حضرت علی نے ہاتھوں میں روک لیا۔ اور روضہ مقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تشریف لائے۔ سیدہ کی جیسے ہی نظر قبر منورہ پر پڑی تو روئیں اور بے ساختہ زبان مبارک سے یہ لفظ نکلے یا خیر خلق اللہ مالک و للتراب۔ اے کائنات سے افضل۔ اے درِ صدف توحید تم کو اور خاک سے کیا تعلق۔ یہ کہہ کر روضہ اطہر پر گریں اور اپنا چہرہ زیبا گرد مزار میں آلودہ فرمایا اور زبان حال سے یہ فرما رہی تھیں۔

زیر مصیبت بے غم دل در جہاں یکجاں کجاست  
در ہمہ روئے زمین یک دیدہ بے طوفاں کجاست  
عالی ہم چو سکندر در سیاہی ماندہ اند  
اے خضر بنمائی رہ کال چشمہ حیواں کجاست

حضرت علی نے بہت کچھ تسکین دی اور فرمایا اس قدر زاری نہ کرو تو سیدہ نے فرمایا یا ابن عم لا تلومنی اے چچا کے بیٹے مجھے ملامت نہ کر کہ میں مصیبت زدہ ہوں۔ اور برہتہ ایک قصیدہ اسی زاری میں فرمانا شروع کیا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔



صَبَّتْ عَلَيَّ مَصَابٍ لَوَانَهَا

صَبَّتْ عَلَيَّ الْاَيَّامَ صِرْنَ لِيَا لِيَا

مجھ پر وہ مصیبتیں پڑی ہیں۔ کہ اگر ان مصیبتوں کو دنوں پر ڈالا جائے۔ تو تمام ہجوم اندوہ سے مثل شب تیرہ کے ہو جائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب سیدہ فاطمہ زیارتِ روضہ مطہرہ کو حاضر آئیں تو خاکِ قدم اٹھا کر آنکھوں سے ملی اور زار زار رو کر یوں فرماتے لگیں :-

نوبہار من کجا شد آں گل سیراب کو

مے تو اں دیدن بخوابش اسے درینا خواب کو

گزنگریم در نخدم بیچ انکارم بکن

گریہ را صد وجہ دارم خندہ را اسباب کو

روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ بعد وفاتِ حضرت سیدہ الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ہنستے نہ دیکھا۔ بلکہ رات دن سینہ بریاں و چشم گریاں رہتیں۔

جب وفاتِ خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دو ماہ و بقولے تین ماہ پانچ یوم اور بروایت پچھ ماہ گزر گئے تو آپ کو کوئی تکلیف نہ تھی۔ صرف حضور سرور کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم کا صدمہ وفات تھا۔ کہ ایک روز شیر خدا اسد اللہ دولت کہہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ آٹا گوندھا جا رہا ہے۔ اور تھوڑی مٹی تر کر رکھی ہے اور صاحبزادوں کے کپڑے

دھوئے جا رہے ہیں۔ حضرت علی نے بے وقت یہ انتظام دیکھ کر فرمایا۔ کہ اسے فوراً دیدہ مصطفیٰ اسے مجبوراً سرور انس و جان وائے جگر گوشہ آخر الزمان یہ کیا ہو رہا ہے۔

آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور عرض کی هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ۔ اوقاتِ مصیبت گزرتے گئے۔ اب ولایتِ وصال کے ایام آئے۔ شب کو میں نے آبا جان

کو خواب میں دیکھا۔ کہ میرے سر ہانے کھڑے ادھر ادھر ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جیسے کسی کا انتظار ہو۔ میری نظر جیسے ہی پڑی۔ میں بے تاب ہو کر پکاری یہ ابتداء میں انت آجا جان! آپ کہاں ہیں۔ تو میں تو تمہارے سوز و فراق میں دل سوختہ و تن گداختہ ہو رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی میں یہاں ہوں اور تمہارا منتظر ہوں۔ جان پدر! ایام فراق گزر چکے۔ اور اوقات وصال قریب آئے۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ کہ تم قفس عنصری کو خیر باد کہہ کر عالم ارواح میں ہم سے آکر ملو گی۔ بلکہ فاطمہ! ابھی میرے ساتھ چلو۔ میں نے عرض کی آجا جان میں آرزو مند لقا نے سامی ہوں۔ ابھی لے چلتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی خیر! کل تک تم ہم سے مل لینا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ اب میرا خیال ہے۔ کہ شاید آج شب میں تم سے جدا ہو جاؤں اس لئے یہ روٹیاں پکاتی ہوں۔ کہ میرے دونوں لخت جگر۔ نور بصر۔ فرق العینین شہزادہ حسنین بھوکے نہ رہیں۔ آپ میرے غم جدائی میں از خود رقتہ ہوں گے وہ کس سے روٹی مانگیں گے۔ کپڑے یوں دھو رہی ہوں کہ میرے بعد نامعلوم ان کے کپڑے کوئی دھوئے یا نہ دھوئے۔ کم از کم ایک بار تو اور دھو کر پہنا دوں۔ مٹی یوں بھگوئی ہے کہ ان کی زلفیں مشکیں دھو کر نکھار کر ایک بار انہیں اور دو لہا بنا لوں۔ معلوم نہیں کہ میرے بعد کتنا غبار ان کے گیسوؤں پر ہو۔ اور یہ یتیم کس طرح رہیں۔ حضرت مولا علی نے زبان فاطمہ سے یہ کلام فراق جو سنا۔ آنسوؤں کی جھڑی باندھ دی اور فرمانے لگے افسوس سرکار مدینہ کے زخم فراق سے ابھی نجات نہ پائی تھی کہ تم بھی رفاقت ترک کرتی ہو۔ اسے بضعتہ احمد۔ دے بضاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسے سیارہ راہ قبول۔ دے ستارہ جلوہ گاہ رسول! میں کیونکر جیوں گا اور میری مفارقت تمہارے دل نے کیونکر گوارا کی۔ اور برحستہ ایک شعر فرمایا

یا ترہرة الزہراء فی افق العلی  
والدرۃ البیضاء فی صدق النہی

اے تو در ورج نبوت گوہر عالم فرروز

وے تو در برج ولایت زہرہ روشن جسیں

سیدہ نے فرمایا۔ اے شیر خدا۔ غم مفارقت میں صبر کرنا اور میری جدائی میں  
درونا کہ تمہارے رونے سے میرے لخت جگر شہزادہ حسن و حسین کو صدمہ ہوگا۔  
اور ان کے صدمہ سے میری روح پریشان ہوگی۔ پھر دونوں شہزادوں کو سینہ سے  
لگا کر نازدار رونے لگیں۔ پھر غسل دے کر زلفیں سنوار کر کپڑے پہنا کر فرمانے  
لگیں۔ میں نہیں جانتی کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہو۔ پھر شہزادوں نے فرمایا کہ اے  
جانان ماورا! اپنی نانی خدیجہ کی خدمت میں ہو آؤ۔ دونوں شہزادے گورستان  
بقیع کو روانہ ہوئے اور حضرت علی سے فرمایا۔ کہ اب آپ یہیں رہیں۔ کہ وقت  
وداع قریب ہے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ افسوس تم نے بھی ساتھ چھوڑا۔

دلہا کباب می شود از آتش وداع

یارب کہ برف ز جہاں رسم انقطاع

عرض کہ حضرت علی بیٹھ گئے۔ پھر سیدہ نے فاطمہ بنت عمیس کو بلا کر فرمایا  
کہ روٹیاں پکا دے۔ فاطمہ بنت عمیس روٹی پکانے میں مشغول ہوئیں۔ اور سیدہ  
زہرانے نہایت مبالغہ سے غسل فرمایا۔ پھر لیٹ گئیں اور حضرت اسمائت  
عمیس کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگیں۔ اسماء مجھے اس کی زیادہ فکر ہے کہ میرا  
جنازہ باہر جائے گا۔ اور لوگ دیکھیں گے۔ اس نے عرض کی سیدہ! میں  
نے جیشہ میں دیکھا ہے۔ کہ عورتوں کے جنازہ پر زرم شاخیں کمان کی طرح باندھ  
کر اوپر سے چادر ڈالتے ہیں۔ اس طریقہ سے جنازہ نکالنے میں پردہ دہی نہیں

ہوتی۔ آپ نے وہ گہوارہ بنا کر ملاحظہ کیا اور بہت خوش ہوئیں۔ پھر وصیت فرمائی۔  
 کہ میرا جنازہ اس گہوارہ میں اٹھایا جائے۔ اور مجھے غسل اسما بنت عمیس دیں۔ میرے  
 جنازہ کے ساتھ زیادہ مجمع نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اسما اب تو تھوڑی دیر کو باہر جاؤ میں  
 اپنے رب جلیل کے حضور میں مناجات کروں۔ حضرت اسما بنت عمیس زوجہ  
 صدیق اکبر باہر آگئیں۔ تھوڑی دیر بعد جب چھکیوں کی آواز مسومع ہوئی بتیاباً  
 تشریف لے گئیں تو دیکھا کہ سجدہ میں رو رہی ہیں۔ حضرت اسما فرماتی ہیں کہ  
 میں نے کان لگائے۔ تو جناب الہی میں عرض کر رہی ہیں کہ الہی بھرت محمد  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جگر گوشوں کو میری جدائی میں صبر عطا فرما اور  
 بطفیل خواجہ کائنات میری خطائیں معاف کر۔ اور میرے ابا جان کی امت  
 کے گناہوں سے درگزر۔ اس آواز سے میں بھی از خود رفتہ ہو کر رونے لگی۔  
 میری آواز گریسن کر سیدہ نے سر مبارک اٹھایا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ اسما  
 میں نے تم سے کہا تھا کہ باہر رہو۔ جب میں بلاؤں تو آنا۔ میں تب باہر  
 گئی۔ تھوڑی دیر بعد آواز آنا بند ہو گئی تو میں بے تابانہ پکاری یا قرة  
 عین الرسول۔ کچھ جواب نہ ملا۔ پھر پکاری یا سیدة النساء یا بنت  
 المصطفیٰ پھر بھی جواب نہ ملا۔ چادر مبارک چہرہ زیبا سے ہٹائی۔ تو معلوم  
 ہوا۔ کہ عروس روح کلبہ فنا حجرہ عناسے نکل کر روضہ نفاوار البقا کی طرف  
 پرواز کر چکی ہے۔ میں نہ انداز دوتے ہوئے قدموں پر گری۔ تو آپ نے حرکت  
 فرمائی۔ اور میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اسما مزار پر انوار سید الابرار  
 پر اگر جاؤ تو میرا سلام عرض کر دینا۔ یہ فرمایا اور ۳ رمضان المبارک ۲ھ  
 یوم شنبہ اور بروایت روضۃ الشہداء ۳ رمضان المبارک ۲ھ کو  
 محنت خانہ دنیا سے دار البقا کو رحلت فرمائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

اس صدرہ جانگاہ نے حضرت شیر خدا مولیٰ علی مشککشاکی جان پر جو کچھ بنانا  
تھا بنایا۔ آپ کی چشم مبارک سے برابر آنسو جاری تھے اور کلمات شکر کا ورد بدستور  
ساری۔ اس صدرہ میں آپ نے چند اشعار فرمائے جو یہ ہیں۔

حبیب لیس بعد له حبیب  
وما لسواہ فی قلبی نصیب

مجھ سے وہ میرا پیارا جدا ہوا ہے کہ جس کے بعد اب کوئی محبوب ہی نہیں  
آتا۔ اور میرے دل میں اس کے سوا کسی کا حصہ بھی نہیں

امری علل الدنيا علی کثیرة  
وصاحبها حتی الجماعۃ علیل  
دنیا کے امراض بکثرت دیکھتا ہوں  
اور مریض بلکہ موت بھی بہا رہے  
لکل اجتماع من قلیلین فوقہ  
وکل الذی دون الفراق قلیل

ہر اجتماع میں افتراق ضروری ہے۔ اور ہر وصل سوائے فراق کے

کلم ہے۔

وان افتقارہی فاطمہ بعد احمد

دلایل علی ان لا یدوم خلیل

اور سیدہ فاطمہ جیسی محبوبہ کی جدائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دلیل ظاہر  
و علامت باہر ہے۔ کہ محبوب ہمیشہ کسی کا کسی کے پاس نہیں رہ سکتا۔

آہ! پتھ ہے سے

فلک را غیر از میں خود نیست کار سے  
 کہ گرداند جدا یار سے زیار سے  
 بہر جادوستان بیند صم آواز  
 ہماں جا نغز دوری کش ساز

آپ کا جنازہ مبارک حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیار کیا۔ آپ نے ہی حسب وصیت غسل دیا۔ آپ نے ہی کفن پہنایا۔ آپ نے ہی گوارہ تیار کیا۔ اور اس محبوبہ ناز کو سلایا۔ آپ کے جنازہ مبارک کے ساتھ مندرجہ ذیل اجلہ صحابہ شرکت فرما سکے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔

بروایت اصح آپ جنت البقیع قبۃ اہلبیت میں مدفون ہوئیں۔ یہاں ہی بعد میں حضرت عباس۔ حضرت امام حسن سید الشہداء۔ حضرت امام زین العابدین۔ حضرت امام محمد باقر۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم مدفون ہوئے۔ اور بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ بھی یہاں ہی مدفون ہے۔

اس مقام کو قبۃ اہل بیت کے علاوہ بیت الحزن بھی کہتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک بیت الحزن بقیع میں دوسرا مقام ہے۔ اور قبۃ اہلبیت دوسرا مقام۔

کتاب شیعہ اور بعض ضعیف روایات احناف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو رات ہی میں

دفن کر دیا اور سب کو اطلاع نہ کی۔ صبح فاروق اعظم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہما نے شکایت فرمائی۔ تو آپ نے معذرت کرتے ہوئے جواب دے دیا۔ کہ میں مرحومہ

کی وصیت سے مجبور تھا اور اصح روایت یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ بقیع میں دفن ہوئیں۔

اسکی توثیق دو باتیں ہیں اول یہ کہ جب جنازہ باہر نکالنا ہی مقصود نہ تھا تو گوارہ وغیرہ کیوں بنا۔ بنا بریں ثابت ہو کہ ضرور جنازہ مبارک باہر آیا اور وصیت امام حسن سید الشہداء سے بھی ثابت ہے کہ آپ بقیع میں مدفون ہوئیں چنانچہ وہ وصیت مفصل حالات حضرت امام حسن سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مذکور ہوگی۔

حضرت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم کا عقد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہو چکا تھا۔ بعد انتقال فاروق

اعظم دوسرا نکاح عون بن جعفر سے ہوا مگر آپ کی اولادیں صغریٰ میں انتقال فرما گئیں۔ دوسری صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

کو منسوب ہوئیں۔ ان سے ایک صاحبزادہ ہوئے جن کا نام علی رکھا گیا۔ اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں ان کا نام بھی اُم کلثوم ہوا۔ یہ بعد اپنی خالہ کے انتقال کے محمد بن جعفر کے

عقد میں آئیں۔ ان سے اولاد کا سلسلہ جاری ہوا۔ اسی طرح حضرت علی بن عبد اللہ بن جعفر سے بھی نسل چلی جو فاطمی جعفری کہلاتے ہیں۔ اور دونوں شہزادے امام حسن و

حسین رضی اللہ عنہما کی ولادت ان کے مفصل تذکرہ میں آئے گی۔ اس لئے کہ اس کتاب کی علت غائی یہی دو ہستیاں ہیں۔ یا یوں کہیے کہ اس رات قصائص کے یہی

دو دولہا ہیں۔ اس واسطے اس مقام پر ان کا مختصر تذکرہ بے لطف ہوگا۔ حاکم جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ کہ حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ہر ایک ماں کے بیٹوں کا عصبہ باپ کی طرف سے ہوگا۔ مگر حسین کا اول اور عصبہ میں ہوں۔ اس کو علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں نقل

فرماتے ہیں۔

اخلاف کے نزدیک سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی کا سبب میں مہتمم  
بالمثلان دور بعد وفات حضور سید یوم النشور ہے کہ اس میں آپ نے بجز گریہ و زاری اور  
کچھ نہ کیا ہر آن ہر لحظہ تصویر نبی آنکھوں میں رکھی مگر

## حضرات شیعہ کا سبب میں اہم واقعہ مطالبہ فدک

قراردیتے ہیں۔ اور یہ اگرچہ ایک معمولی قصہ ہے جو ایک بار ہوا پھر تازہ لیت اس  
کا تذکرہ ہی نہیں آیا۔ مگر باہمی نزاع شیعہ و سنی کے باعث یہ بڑا اہم قصہ ہو  
گیا ہے۔ میں اگرچہ یہ چاہتا تھا کہ اس کتاب کو مخزن سیر و توارخ ہی رکھوں اور  
واقعات دل گداز کے سوا کوئی بھگڑے کی بات نہ آئے دوں۔ مگر بحیثیت ایک  
مؤرخ کے جہاں اکثر حالات و کوائف نذر ناظرین کئے ہیں اس پر بھی قدرے روشنی  
ڈالتے ہوئے گزرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ مجھے اس وقت اس سے بحث نہیں کہ  
اس معاملہ میں جو کچھ ہوا وہ کیا ہوا اور کیسا ہوا۔ ناظرین قصہ کو دیکھ کر خود ہی فیصلہ  
فرمالیں گے کہ اس میں کسی ہستی کے ذمہ کوئی الزام نہیں آتا۔

**فدک** ایک زمین تھی جس میں غرموں کا باغ تھا۔ جو بطور فے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے حصہ میں آئی آپ اپنی حیات صوری میں اس کی آمدنی پر اس طرح متصرف  
تھے کہ اہل بیت و ازواج مطہرات کے خرچ سے جو پچھتاؤں سے خیرات فرمادیتے۔  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بحیثیت خلیفہ رسول ہونے کے حضرت  
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام متروکہ پر قبضہ فرما کر حسب ارشاد سید و دو عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم تقاسم فرماتا شروع کیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سمجھ کر کہ فدک اباجان کا مملوک ہے اور باپ کے



متروکہ سے بیٹی حقدار ہے۔ جناب صدیق کے حضور میں مطالبہ فرمایا۔ کہ مذک چونکہ ابا جان کا ہے۔ لہذا وہ میرا حق ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ کہ تابع حکم و فرمان سامی ہوں۔ مگر آپ سے پہلے حکم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا بھرا فرض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے نحن معاشرا الانبیاء لا نرث ولا نورث ہم انبیاء کی جماعت ہیں نہ کسی کا ہم ورثہ ہیں اور نہ ہمارا متروکہ کسی کا ورثہ بنے مگر کناہ صدقہ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ اب حضور کی جیسے مرضی میری مجال نہیں کہ متروکہ نبی پر احکام میراث جاری کروں۔ ہاں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں تصرف تھا۔ بحیثیت خلیفہ رسول میں بھی کرتا ہوں گا۔ اس کے آگے یہ لفظ ہیں فغضبت فاطمة لانکلم حتی ماتت۔ یعنی پھر غصہ ہوئیں حضرت سیدہ اور نہیں گفتگو کی یہاں تک کہ رحلت فرمائی۔

اس کے معنی حضرات شیعہ یہ کہتے ہیں کہ سیدہ صدیق کبھی ناراض ہو کر آگئیں اور مرتے وقت تک صدیق سے کلام نہ فرمایا۔ اس پر چند امور قابل غور ہیں۔  
 اول یہ کہ حدیث کے لفظیہ نہیں بتاتے کہ صدیق سے ناراض ہوئیں اور صدیق سے ہی تازیت اس رنج کو دل میں رکھ کر بات نہ کی۔ دوسرے یہ الفاظ بھی حدیث میں نہیں کہ اس سوال کرنے پر آپ ناراض ہوئیں۔ اور پھر اس معاملہ مذک میں تازیت گفتگو نہ فرمائی۔

تو اب غور طلب یہ امر ہے کہ سیدہ ثنیاب اہل البیت حقیقتاً مومنہ اور مومن گر تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن شام تک بھی دل میں رنج نہیں رکھتا۔ قرآن پاک میں ہے فَلَا وَرَاءَ بَدِّ لَآیُؤْمِنُونَ مَحْشٰی۔ مَحْکَمُوکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضٰیْتَ وَیَسْلَمُوْا اَسْلِمًا ۝۱۷۱  
 محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے

میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے تسلیم کر لیں۔

پھر صدیق نے جواب میں حکم سرکار ابد قرار سنایا تھا۔ اُسے ماننا تو درکنار (معاذ اللہ) سیدہ ناراض ہو جائیں ہم اس عقیدہ کو ماننے کے لئے کسی طرح تیار نہیں۔ ہم اس ہستی مقدسہ کو نہ صرف مومنہ جانتے ہیں بلکہ محض ان کی محبت کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ لہذا اس حدیث کے اخیر ٹکڑے کے یہی معنی صحیح سمجھیں گے کہ سیدہ کو جب اس حدیث کا علم ہوا تو اپنے اس سوال پر ناراض ہوئیں اور یہ تعمیل ارشاد سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عمر معاملہ فدک میں گفتگو نہ فرمائی۔ اور اس کی مؤید حدیث بہیقی ہے۔ جو شعبی سے نقل فرماتے ہیں کہ جناب سیدہ کی مرض وفات میں صدیق حاضر ہوئے۔ اجازت داخل طلب فرمائی۔ شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خلیفہ رسول اللہ صدیق اجازت حاضری چاہتے ہیں۔ سیدہ نے فرمایا۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ مگر آپ کی اجازت مقدم ہے۔ چنانچہ آپ تشریف لائے اور بہت دیر تک گفتگو رہی۔ اثنائے گفتگو میں فدک کا تذکرہ بھی نہ ہوا۔

علاوہ ازیں صدیق اکبر کی بیوی اسما بنت عمیس تو ہر وقت حاضر دربار ہی تھیں۔ تو سمجھنے کی بات ہے کہ جس کے خاوند سے ناراضگی ہو۔ اس کی بیوی سے محبت قرین عقل نہیں۔

ایک حدیث میں یوں ہے جو بخاری شریف اور موطا میں منقول ہے کہ سیدہ نے ازواج مطہرات کو معہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اور اپنا متروکہ فدک ان سے طلب کیا۔ صدیق اکبر نے جواب میں کہلوادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ ہمارا ورثہ نہ کوئی لے نہ اپنا ہمیں دے۔ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے۔ البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں

سے اسی طرح نوش فرما سکتے ہیں۔ جیسے نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ یہ حکم سنتے ہی تمام ازدواج مطہرات اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو گئیں۔

شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے کہ فدک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات صوری میں حضرت سیدہ کو ہبہ فرمادیا تھا مگر اس پر شیعہ و سنی متفق ہیں کہ فدک عین حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبضہ میں تھا اور سیدہ کا کوئی قبضہ اس پر نہ تھا۔ اور اس کی موید وہ ہی حدیث ہے کہ بعد وفات سیدہ کے طلب فرمایا۔ اگر مقبوضہ ہوتا تو طلب کرنا تحصیل حاصل تھا۔ اور یہ مسئلہ ہر دو فرقوں کا مسئلہ ہے کہ ہبہ قبل القبض باطل ہے۔

ہم اس دعویٰ کی تحقیق کرنا نہیں چاہتے کہ ہبہ کی حدیث غلط ہے یا صحیح۔ کیونکہ تسلیم کر لینے میں ہمارا مقصد باطل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جب حیات سرکار مدینہ میں قبضہ نہیں ہوا تو ہبہ باطل رہا اور جب ہبہ باطل رہا۔ تو دعویٰ ہبہ کا بے سود ہے۔ اب رہا سوال مندرجہ۔ اس کا جواب ہو چکا۔ اور متروکہ زمین عورتوں کا ورثہ نہ ہونا کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب من لایحضر الفقیہ کے باب نوادر الوصایا میں ہے کہ فالامراض والعقار فلا میراث لهن یعنی عورتوں کا زمین اور ملک مزدوع میں کوئی حصہ نہیں۔ اور سوانح سیدہ ثولغہ مولوی بہاؤ الدین پنڈی میں بھی یہی دلائل موجود ہیں۔

بنابریں صاف ظاہر ہے کہ سیدہ کا سوال فدک کے متعلق اس وقت تک ہی تھا جب تک وہ ورثہ پدری کی حقدار اپنے کو سمجھتی رہیں اور جب حدیث سولی صاف دست بردار ہو گئیں اور تازلیت کبھی سوال نہ فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی آمدنی فدک اسی طرح منقسم ہوتی رہی۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات صوری اور صدیق کے زمانہ مخالفت میں ہوئی۔

پھر انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو اس زمین کا متولی بنا دیا۔

ایک بار تقاسمہ میں کچھ باہمی بد مزگی ہوئی۔ تو علی و عباس نے حضرت فاروق کے پاس حاضر ہو کر تمام قصہ کہا۔ فاروق نے صحابہ کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی کہ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں۔ سچ بتاؤ۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ہم جماعت انبیاء ہیں۔ نہ ورثہ لیتے ہیں۔ نہ ہمیں کسی کا ورثہ ملتا ہے۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ سب اصحاب نے شہادت دی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حضور سید یوم المنثور صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی میں سے ایک سال کا نفقہ ازواج مطہرات کو دے دیتے تھے۔ اور باقی حوائج مسکین پر صرف فرماتے۔ یہی عمل صدیق اکبر خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان کے بعد میں نے بھی دو سال تک وہی عمل کیا۔ پھر تم دونوں مل کر جب میرے پاس آئے اور عہد کیا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے وہی ہم کریں گے۔ میں نے تمہارے حوالہ کیا۔ اگر اب تم یہ چاہو کہ اس کو تم دونوں پر تقسیم کر دوں تو اس کی مجھ سے امید نہ رکھو۔

چنانچہ یہ زمین حضرت علی و عباس کے قبضہ میں رہی۔ پھر تنہا حضرت علی متولی رہے۔ پھر دونوں صاحبزادوں امام حسن و حسین کی تولیت میں رہی۔ ان کے بعد امام زین العابدین اور حسن مثنیٰ متولی رہے۔ یہاں تک کہ پھر مروان قابض ہو گیا۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں اس زمین کو ترک بنا کر تقسیم نہیں فرمایا۔ نہ سید الشہداء۔ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما نے۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ صدیق جیسی پاک ہستی سیدہ کی ناراضگی کیونکر گوارا فرما سکتی تھی اور سیدہ جیسی مقدس ہستی فرمان نبوی سن کر کیونکر ان پر غضبناک ہو سکتی تھی۔ صدیق تو اپنی زندگی اور زمانہ خلافت میں اتنے دیانت دار مشہور تھے کہ آپ کی امانت داری ضرب المثل تھی۔ آپ تمام ممالک مقبوضہ کی آمدنی سے اپنی ذات پر ایک جہہ بھی نہ انداز ضرورت صرف کرنا گوارا نہ فرماتے تھے اور وقت وفات اپنا تمام متروکہ بیت المال میں داخل فرما دیا۔ غرض کہ ہمارا عقیدہ دونوں ہستیوں کے متعلق کوئی سوء ظن اور گستاخی کی اجازت نہیں دیتا۔ اور واقعات سیر و حدیث بھی اسی خیال کے ثبوت ہیں (واللہ تعالیٰ اعلم)

## مذکرہ خصائص و فضائل شیر خدا اور آپ کی وفات

اب خصائص و فضائل شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور آپ کی وفات کا تذکرہ سنئے

اگرچہ ترتیب خلافت کے لحاظ سے ہمیں کوائف و حالات جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یہاں بیان کرنے چاہئیں تھے۔ پھر عمر فاروق کے پھر عثمان رضی اللہ عنہم کے۔ پھر شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے۔ مگر سب سے مقدم ذکر مولیٰ علی شیر خدا اس غرض سے رکھا گیا۔ کہ سلسلہ مضمون اسی کا متقاضی تھا۔ کیونکہ جب حضرت سیدہ کے حالات آگئے۔ تو ان کے زوج مکرم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و خصائص بیان ہونے چاہئیں۔ بنا بریں اس طرح سلسلہ رکھا گیا۔

دوسرے شواہد النبوة میں ہے کہ حضرت سیدی امیر المؤمنین مولیٰ علی

شیر خدا المہ اثنا عشر میں پہلے امام ہیں اور شمائل و فضائل جس قدر آپ کے ہیں۔ کسی دوسرے صحابی کے نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم کو اس قدر فضائل کسی کے نہ ملے۔ جتنے کہ امیر المؤمنین سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ملتے ہیں۔ اگرچہ مرتبہ تقرب میں موجب افضل نہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک ہی حدیث وہ ہے۔ کہ تمام فضائل و فوائد فضل پر حاوی ہے۔ جو فضائل صدیق میں آئے گی۔

آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظمہ میں بعد از تیس سال عام الفیل یوم جمعہ ۱۲ رجب المرجب کو ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ یمن میں ایک شخص مشرم بن وعبید الشیثقا ناہدان یمن میں مشہور ایک سو نوے سال کی عمر کا تھا۔ ایک روز اوقات عبادت میں اس نے وقت مناجات جناب الہی میں دعا کی کہ الہی اپنے حبیب مکرم نبی آفر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مقرب عزیز کی زیارت کرادے۔ تیر دعلٹے بے ریادہرف اجابت پر لگا۔ حضرت ابوطالب کو سفر یمن لائق ہوا۔ جب آپ یمن پہنچے۔ تو شرفائے یمن سے ملاقات فرمائی۔ منجملہ ان کے مشرم کی زیارت کو بھی تشریف لائے۔ مشرف نے آپ کو دیکھ کر بہت تعظیم کی۔ اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر پوچھا آپ کس قوم سے ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ آپ نے کہا میں اہل تہامہ سے ہوں۔ مشرم نے کہا تہامہ میں کس جگہ کے ہیں۔ آپ نے فرمایا اہل ناکہ سے۔ پھر اس نے کہا کس قبیلہ سے ہیں۔ آپ نے کہا بنی ہاشم بن عبد مناف سے۔ مشرم یہ سنتے ہی اٹھا اور پیشانی ابوطالب کو چوما۔ اور کہا الحمد للہ خدا نے میری دعا قبول فرمائی۔ اور مرنے سے پہلے آپ کی زیارت کرائی۔ آپ اپنا نام تو بتائیں۔ آپ نے فرمایا

مجھے ابوطالب کہتے ہیں۔ مشرم نے کہا اور آپ کے باپ کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا عبدالمطلب۔ مشرم نے کہا۔ میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ عبدالمطلب کے دو بیٹے ہوں گے۔ ایک نبی مرسل ہوگا۔ اس کے باپ کا نام عبد اللہ اور دوسرا ولی کامل ہوگا۔ اس کے باپ کا نام ابوطالب ہے۔ جب وہ نبی تیس سال کے ہو جائیں گے۔ تو اللہ اس ولی کو پیدا فرمائے گا۔ مشرم نے پوچھا کیا وہ نبی پیدا ہو گئے آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا نام ہے۔ اور ۲۹ سال اس وقت ان کی عمر ہے۔ مشرم نے کہا ابوطالب مبارک ہو۔ تم کو اس سال میں وہ فرزند دلبند عطا ہوگا جو امام متقیان اور پیشوائے مومنان بنے گا۔ جب تم مکہ پہنچو تو اپنے برادر زادہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور میں میرا سلام عرض کر دینا۔ اور یہ بھی کہہ دینا کہ مشرم آپ کے نیاز مندوں سے غائبانہ نیاز مند ہے اور اس امر کی شہادت دیتا ہے۔ کہ خدا ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ اور جب تمہارے فرزند دلبند متولد ہوں۔ تو انہیں بھی میرا سلام شوق عرض کر دینا اور انہیں بشارت دینا کہ آپ وصی پیغمبر ہوں گے۔ اور آپ پر مراتب ولایت کا اختتام ہوگا۔

ابوطالب نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا۔ اس کی تصدیق میں کیونکر کروں مجھے کوئی ایسی کرامت دکھاؤ۔ جس سے میں تمہیں صاحب تصرف مان سکوں۔ مشرم نے کہا۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ فرمائیں میں خدا سے دعا کروں گا۔ مجھے یقین ہے وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ ابوطالب نے ادھر ادھر دیکھا تو ایک انار کا درخت خشک نظر آیا۔ آپ نے کہا۔ کہ یہ درخت ابھی تروتازہ ہو کر پھل دے۔ مشرم نے دعا کی۔ اس درخت میں تازہ انار پیدا ہوئے۔ اور وہ سرسبز ہوا۔ ابوطالب نے وہ انار لئے ایک کو تراشا۔ تو سرخ مثل

لعل ربانی کے اس کے دانہ نکلے۔ آپ یہ کرامت دیکھ کر واپس مکہ تشریف لائے۔ اور اس سال حسب پیشگوئی مشرم بن و عیب آپ کی بیوی فاطمہ بنت اسد سے طواف خانہ کعبہ میں ولادت شہر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ ہوئی۔ آپ کی ولادت کا قصہ یوں ہے کہ:

آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد حاملہ تھیں۔ نواں مہینہ تھا۔ خانہ کعبہ میں طواف کے لئے حاضر ہوئیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں مشغول طواف تھی۔ تین شوٹ باطنیان پورے کر چکی تھی۔ شوٹ چہارم کر رہی تھی کہ دروازہ محسوس ہوا تھا۔ سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے کے تغیر سے مجھے پہچانا۔ اور فرمایا کیا بات ہے۔ جو آپ کا رنگ متغیر ہو رہا ہے؟

میں نے عرض حال کیا۔ فرمایا فاطمہ! طواف پورا کر چکیں۔ یا نہیں۔ میں نے عرض کی۔ نہیں۔ فرمایا طواف پورا کر لو۔ اور اسی حال میں اگر درد پڑھ جائے تو اندرون خانہ کعبہ چلی جانا۔ کہ اس میں کوئی حکمت الہی ہے۔

صاحب بشار المصطفیٰ نقل فرماتے ہیں کہ میں عباس بن عبدالمطلب اور چند قبیلہ بنی عبد العزیٰ کے لوگوں کے ساتھ مسجد بیت الحرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ فاطمہ بنت اسد مسجد میں آئیں اور ان کو نواں مہینہ تھا۔ جب وہ مشغول طواف ہوئیں۔ تو شوٹ رابع میں چلنے کی قوت نہ رہی تو آپ پکاریں۔ اے خداوند خانہ باحرمت کعبہ اس ولادت کو مجھ پر آسان فرما۔ کہ یک لخت دیوار کعبہ شق ہوئی اور فاطمہ بنت اسد اندرون کعبہ تشریف لے گئیں اور ہمارے نظروں سے غائب۔ ہم نے اندرون کعبہ آپ کو تلاش کیا مگر نہ ملیں۔ چوتھے روز آپ اسی کعبہ سے باہر تشریف لائیں۔ اور حضرت علی کو گود میں لٹے ہوئے تھیں۔ آپ کے فضائل میں ابوداؤد کا یہ شعر مشہور ہے۔ جس کو صاحب



روضۃ الشہداء نقل فرماتے ہیں ۛ

ولدتہ فی الحرم المعظم امہ

طالب وطاب ولیدہا والمولد

اس کا کسی نے شعر میں یوں ترجمہ فرمایا ہے ۛ

گوہر چو پاک بود و صدف نیز پاک بود

آمد مسیلاً حرم کعبہ در وجود

فاطمہ بنت اسد حضرت علی کو گود میں لائیں۔ اور ابوطالب کو بشارت

دی۔ ابوطالب نے آکر آپ کو گود میں لیا۔ اور آپ کا رخسارہ انور دیکھنے لگے۔ کہ

حضرت نے ہاتھ بڑھایا اور باپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ابوطالب نے کہا۔ فاطمہ اس

کا کیا نام رکھا؟ آپ نے فرمایا آپ جو چاہیں نام رکھ دیں۔ ابوطالب نے کہا اس

کا نام زید رکھتا ہوں

جب خبر ولادت علی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو فرمایا۔

اس کا کیا نام رکھا؟ ابوطالب نے کہا میں نے اس کا نام زید رکھا ہے۔ اللہ ان

کی ماں نے اسد رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا نام علی رکھو

جو عالی ہستی کی خبر دے۔ آپ کی والدہ نے عرض کی۔ خدا کی قسم مجھے غیب سے

یہ آوازیں آتی تھیں کہ فاطمہ اس کا نام علی رکھ مگر میں نے اس کو چھپایا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ فاطمہ بنت اسد اور ابوطالب کے مابین نام رکھنے

میں جھگڑا ہوا۔ شب کو فاطمہ حرم میں آئیں اور آسمان کی طرف رخ کر کے برکت

یوں کہنے لگیں ۛ

بین لنا بحکمک المرضی

ما ذاتری من اسم هذا الصبی

یعنی الہی حکم ظاہر فرمادے۔ جو کچھ اس بچہ کا نام رکھنا منظور ہے تو دیوار کعبہ کی طرف سے ایک آواز سنی۔ جس میں کوئی یہ بیت کہہ رہا تھا۔

فاسمہ من شافع علی

علیٰ شتق من العلی

یعنی اس بچہ کا نام علی رکھ۔ یہ نام علی سے مشتق ہے۔

نصیر یہ عقیدہ میں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ سے استناد

کر کے آپ کو خدا کہتے ہیں۔ جو اسلام میں شرک خالص ہے

روایت ہے کہ آقائے مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف

لائے تو حضرت علی کو گود میں لے کر تختیک فرمائی۔ یہ ایک مسنون طریقہ ہے کہ بعد

پیدائش فرزند کسی بزرگ کو بلا کر تختیک کرائی جائے۔ اس کا یہ طریقہ ہے کہ کھجور یا

چھوہارہ چبا کر اپنی زبان سے اس طفل رضیع کے نالو میں لگا دے۔

چنانچہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک اُن کے

منہ میں دے کر اپنا لعاب دہن انہیں چٹایا۔ اسی لئے حضرت علی اکثر فخریہ فرمایا

کرتے کہ فی فسی لعاب رسول اللہ میرے منہ میں حضور خواجہ کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ہے۔

آپ کی ولادت کے پانچ سال بعد قبرش میں ایک قحط عظیم پڑا۔ حضرت

ابوطالب چونکہ کثیر العیال اور قلیل الاموال تھے۔ اُن پر اس قحط نے زیادہ اثر ڈالا۔

حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ابوطالب کی

کثیر العیالی نے انہیں قحط محسوس کرایا ہے لہذا چلو ان کی اولاد کی کفالت کریں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس تشریف لائے اور ارادہ ظاہر فرمایا۔

ابوطالب نے عرض کی۔ عقیل کو میرے پاس رہنے دو۔ باقی اولاد میں سے

جس کو چاہو لے لو۔ چنانچہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یا  
حضرت عباس نے جعفر کو۔ اس طرح سے حضرت علی کی ابتدائی تعلیم و تربیت آغوش  
نبوی میں ہوئی۔ بعد اظہار بعثت آپ اسبق الایمان لوگوں میں ہیں۔ نماز پنجگانہ سب  
سے اول حضرت علی نے پڑھی۔ بروز دوشنبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار نبوت ہوا اور  
سہ شنبہ کے دن حضرت علی نے نماز پڑھنی شروع کی۔

سیرۃ ابن ہشام اور ترمذی باب المناقب میں ناقل ہیں۔ کہ آپ دس سال کی عمر  
میں ایمان لائے۔ آپ نے اپنی عمر مبارک میں کبھی کفر و شرک نہ کیا۔ آپ ادائل ایام میں  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ کے پہاڑوں کے غاروں میں چھپ چھپ  
کر نماز پڑھتے۔

ایک دن ابوطالب نے دیکھ لیا۔ استفسار کیا کہ یہ تم کیا کرتے ہو۔ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا! یہ طریقہ مذہب الہی اور اس کے ملائکہ اور تمام انبیاء کرام  
اور ہمارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ مجھ کو خدا نے اس لئے مبعوث فرمایا  
ہے کہ میں اس کے بندوں کو ہدایت کروں۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ سب سے اول آپ کو یہ دین حق قبول کرنا چاہیے۔  
ابوطالب نے کہا کہ میں تو ابھی اس امر کے لئے تیار نہیں۔ مگر تمہیں اجازت دیتا  
ہوں کہ اپنا کام کئے جاؤ۔ اپنی زندگی میں میں تمہارا محافظ ہوں۔ اپنے ہوتے ہوئے  
تم کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچنے دوں گا۔ پھر جناب امیر سے فرمایا کہ تم اپنے ابن عم کی  
پیروی کرو۔ وہ تم کو برائی کی طرف نہیں لے جائیں گے۔ یہ عبارت خصوصیت سے  
سیرۃ ابن ہشام میں ہے۔ اور یہی مضمون ابن اثیر اور تاریخ ابوالفدا وغیرہ میں ہے۔  
اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل بیان فضائل کے اول قصہ خلافت کو صاف  
کر دیا جائے۔ کیونکہ اس معاملہ کو حضرات شیعوں نے بہت ہی طول دے دیا ہے۔

## قصہ خلافت

بعد وفات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی فکر ہوئی۔ اس میں متعدد جماعتیں بننے لگیں اور زیادہ تاخیر و تعویق خطرناک تھی۔ بلکہ انہدام بناؤ اسلام کا خوف تھا۔ چنانچہ مصلحتاً اجلہ صحابہ سے استمراج کیا گیا کہ خلیفہ اول کس کو مقرر کیا جائے؟ اس وقت اہلبیت میں سے کوئی شریک نہ ہو سکا۔ کہ وہ سب انصرام مہمات وفات میں منہمک تھے۔ چونکہ زمانہ حیات صوری میں وقت مرض حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کے لئے حکم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے دیا تھا جیسا کہ بخاری شریف میں مقام باب الامامة پر ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتد مرضه فقال مروا ابابکر فليصل بالناس قالت عائشة رضی اللہ عنہا انه رجل رقیق اذا قام مقامك لم ينتطح ان یصلی بالناس فقال مروی ابابکر فليصل بالناس فعادت فقال مروی ابابکر فليصل بالناس فاتاه الرسول فصلى بالناس فی حیاة النبیؐ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ کے بار بار سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جواب ہو چکا تھا۔ کہ جسے خدا خلیفہ بنا نا چاہتا ہے۔ وہی خلیفہ ہوگا۔ ایک دو بار ایسا بھی فرمایا کہ خدا نہیں چاہتا مگر ابو بکر کو۔ علاوہ ازیں بہت سی احادیث ہیں جو بخوف طوالت نقل نہیں کی گئیں۔

صاحب سیرۃ حلبی حضرت علیؑ کا ایک قول نقل فرماتے ہیں جو ہمارے دعوے کی دلیل واضح ہے۔ ہم اس حدیث کو حاشیہ ابن ماجہ شریف سے نقل کرتے ہیں قال علی رضی اللہ عنہ قال کان من النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عهد في ذلك ما تركت القتال على ذلك والنبي صلى الله عليه وسلم لم يميت  
 في مرة بل مكث أياماً وإيالي فيؤذنه بالصلاة فيأمر أبا بكر ليصلي بالناس  
 وهو يرى مكاني فلما مات صلى الله عليه وسلم اخترنا بالدنيا من مرضيه  
 صلى الله عليه وسلم لديننا قبايعنا كـ . يعني حضرت علي نے فرمایا اگر حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے عہد نہ لیتے۔ اس خلافت کے معاملہ میں تو ہم مقاتلہ ترک نہ  
 کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم علی الفور دنیا سے رخصت نہ ہوتے۔ بلکہ چند  
 روز بیماری میں رہے اور ٹوڈن جب اذان دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کو نماز  
 پڑھانے کا حکم فرماتے اور خود ملاحظہ فرماتے اور میں بھی حاضر ہوتا۔ جب حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ہم نے دنیا میں بھی صدیق کو اختیار کیا کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی مرضی ایسی ہی پائی اور جب دین میں حضور ہمارا امام بنا چکے تو خلافت  
 میں ہم نے ان سے بیعت کر لی اب معاملہ صاف ہی ہو گیا۔

سیرۃ حلبی ایک معتبر کتاب ہے۔ علاوہ ازیں جو صورت حضرت علی فرما

رہے ہیں وہ قرین قیاس بھی ہے۔

مزید برآں صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے۔ جس کے معنی صاف بتا رہے ہیں  
 کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نامزد کر دی تھی  
 حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت  
 میں مجھ سے فرمایا کہ اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلا لو۔ تاکہ میں ایک  
 دستاویز لکھ دوں۔ میں طوڑتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آرزو مند خلافت کی آرزو  
 کرے یا کوئی یہ کہے کہ میں اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ مگر اللہ اور مسلمان سوائے ابو بکر  
 کے کسی کو نہ مانیں گے عن عائشة قالت قال لي رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم في مرضه ادعى لي ابا بكر اباك واحاك حتى اكتب كتابا

فاتی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل ان اولی فیابی اللہ والمؤمنون  
 الابابکر جبیر بن مطعم راوی ہیں کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 کچھ سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ پھر آنا۔ اس نے عرض کی۔ اگر پھر آؤں اور حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پاؤں۔ یعنی اگر آپ کا انتقال جسمانی ہو جائے تو کیا کروں۔  
 فرمایا۔ میں نہ ملوں۔ تو ابو بکر پاس چلی آنا عن جبیر بن مطعم ان امرأة  
 سألت رسول الله عليه وسلم شيئاً فامرها ان ترجع اليه فقالت  
 يا رسول الله امرأتك ان جنت ولم اجدك قال ابى كانها تعنى الموت  
 قال فان لم تجدني فاتي ابابكر۔

مختصر یہ کہ ہم صحابہ کرام کے متعلق کوئی سوڈن کرنے کے حقدار نہیں ہیں۔  
 ان کے مقابلہ میں چرمی گوٹیاں کرنے کا کوئی مجاز نہیں۔ آقائے مدینہ رحمت  
 مجتہم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق فرما گئے الصحابة كلهم عدول  
 یعنی تمام صحابہ عادل ہیں۔ پھر کسی اصحابی کے متعلق کسی امر میں مثل حضرات  
 شیعہ برائی کا الوام دینا حقیقتاً حماقت نہیں تو بے عقلی و ناعاقبت اندیشی  
 سے کسی طرح کم نہیں۔

خلافت صدیقی کی بابت موزغین لکھ رہے ہیں۔ ثقیفہ بنی ساعدہ میں اس  
 امر کی بابت استمزاج ہوا کہ اب خلیفہ کون ہو۔ وفات قیامت آیات کے بعد  
 ہر انصاری نے علیحدہ ایک خلیفہ تجویز کر لینا چاہا۔ ادھر قریش میں بے چینی تھی۔  
 حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما آستانہ نبوی پر حاضر تھے۔ آپ نے یہ قصہ سن کر  
 حضرت علی سے اجازت لی اور اس مجمع میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک ہنگامہ برپا ہے۔  
 سعد ابن عباد انصاری اپنی خلافت کے متعلق کچھ تحریک کر رہے تھے۔ انصار ابھی  
 کسی کی مخالفت پر متفق نہیں ہوئے تھے کہ یہ دونوں حضرات پہنچ گئے۔ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر سعد بن عباد خاموش ہو گئے۔ آپ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ میں دیکھتا ہوں تم باہمی خلافت پر غور کر رہے ہو۔ کیا تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد معلوم نہیں کہ فرمایا ہے الاثمة من قریش یعنی امام قریش میں سے ہوں گے۔ اس کو سن کر بعد ر دو قدح بسیار اس امر پر فیصلہ ہو گیا کہ بیشک قریشی ہونا چاہیے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ابوبکر سے بہتر اس خدمت کے لئے کسی کو نہیں جانتا۔ لہذا سب سے پہلے میں بیعت کرتا ہوں۔ جب فاروق اعظم نے بیعت کر لی۔ تو سب نے بخوشی بیعت کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے۔ اس مکان میں جو لوگ حاضر تھے۔ سب اجہ صحابہ تھے اور مورخین نے انہیں کو اہل ثقیفہ کہا ہے۔

جب صدیق اکبر خلیفۃ المؤمنین قرار پا گئے تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلوایا اور معاملہ خلافت کا تذکرہ کیا۔

یہاں مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ نے اسی دن بخوشی بیعت فرمائی۔ اور بعض کا خیال ہے کہ چالیس روز تک آپ عدیم الفرصت رہے۔ اس کے بعد آپ نے بیعت کی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶ ماہ بعد بیعت فرمائی۔ بعض کہتے ہیں جب سیدہ خاتون رضی اللہ عنہا رحلت فرما چکیں۔ اس وقت بیعت کی۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکان نبی سعد سے واپس آکر منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور چار جانب دیکھا۔ تو حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نظر نہ آئے۔ آپ نے آدمی بھیج کر بلایا۔ اور فرمایا اسے شیر خدا الخ وصہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ میری خلافت سے ناراض ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں ضروری کاموں میں مشغول

ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ سے آپ مجھ پر الزام نہ دیکھتے۔ میں بطیب خاطر آپ کی بیعت کو موجود ہوں پھر آپ نے بیعت کر لی۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تاریخ الخلفاء میں ہی مضمون تحریر فرماتے ہیں۔ تاریخ اعمشہ کوفی میں آپ کا اس وقت بیعت نہ کرنا منقول ہے اور بخاری و مسلم کی روایت سے آپ کا بعد وفات سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا بیعت کرنا درج ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اگر اس خلافت کے مخالف نہ تھے۔ تو اتنے دن بیعت کرنے میں کیوں تامل فرمایا؟ اس کے متعلق حضرات شیعہ لے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی عداوت باطنی کی وجہ سے بہت ملبا چوڑا قصہ بنا گئے ہیں اور جو کچھ دل میں آیا خوب زور دے کر لکھا ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ وہ ہستیاں تمام و کمال صحبت یافتہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ ان کے متعلق ہمیں کچھ چہ میگوئی کرنے کا کیا حق ہو سکتا ہے۔ بقول شخصے ”ڈو کری کو رام کتھا سے کیا بحث“ بڑوں کی باتیں بڑے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہم اس کی بابت کچھ نہیں لکھنا چاہتے۔ کہ اس بیعت میں حضرت علی کی طرف سے کیوں تاخیر و تعویق ہوئی۔ ہاں یہ ضرور کہیں گے۔ کہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا دور صحابہ کے لئے ایک ابتلا و مصیبت کا دور تھا۔ خصوصیت سے اہل بیت نبوی کے لئے یہ عہد بالکل خارزار تھا۔ اس دور میں ان کی نظروں میں عالم تاریک تھا۔ موسم بہارِ خزاں سے بدلا ہوا تھا۔ کوئی خوش کن پھول نہ تھا۔ جوان کی پریشانی میں تخفیف کرنا۔ نہج البلاغہ جو خطبات علی کا مجموعہ ہے۔ جس کو حضرات شیعہ بھی مستند مانتے ہیں۔ اس میں حضرت علی جناب صدیق و فاروق کی اس طرح تعریف فرماتے ہیں کہ جس کو مشن کر کسی مسلمان کے دل میں باہمی رنجش کا شائبہ بھی نہیں رہتا۔ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں ہما امان عادلان



قاسطان و ماتا علی الحق صدیق و فاروق دونوں عادل۔ شریعت اسلام پر عمل کرنے والے تھے۔ یہاں تک اسی راست گوئی اور عدل پروری میں مہیاست رخصت ہوئے۔

جب خود سرکار بہ فیصلہ کریں۔ تو پھر خدام کی مجال۔ جو زبان طعن کھول سکیں۔ مگر ہاں۔ سبب و شتم کی وہی جہرات کر سکتا ہے۔ جو برفض امیر شیر خدا کرے۔ اور حضرت علی کو اپنا پیشوا زبان سے ہی مانے اور دل میں ان کی کوئی وقعت نہ رکھے۔ حضرت صدیق نے اپنی وفات سے قبل مشورۃ شیر خدا، حضرت فاروق اعظم کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تو حضرت علی نے کوئی عذر نہ کیا اور علی الفور و فوری سے بیعت کر لی۔

حضرت فاروق نے کسی کو خلافت کے لئے نامزد نہ کیا۔ بلکہ ۶ شخصوں پر خلافت منحصر کر دی۔ اور فرمایا کہ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ دین دن میں ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ وہ ۶ حضرات یہ تھے۔ طلحہ۔ زبیر۔ عبد الرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ عثمان بن عفان۔ علی مرتضیٰ ان میں باہمی مشورت ہوئی۔ تو حضرت زبیر نے اپنا حق حضرت علی کو دے دیا اور حضرت طلحہ نے عثمان غنی کو۔ اور حضرت سعد نے عبد الرحمن بن عوف کو۔

عبد الرحمن بن عوف نے اپنا حق اس شرط پر چھوڑا کہ دو شخصوں میں انہیں انتخاب کا حق دیا جائے۔

پھر حضرت عبد الرحمن نے دو شبانہ روز غور فرما کر علیحدہ علیحدہ عثمان کو بلایا۔ اور فرمایا میں چاہتا ہوں۔ کہ اگر میں تم سے بیعت کروں تو تم کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کرو اور حضرت شخبین کے قدم بقدم چلو۔ حضرت عثمان

نے بلا کسی عذر کے صاف اقرار حتمی فرمایا۔ اور حضرت علی نے یوں فرمایا کہ  
حتی الامکان ایسا ہی کروں گا۔ عبدالرحمن بن عوف یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے  
اور دوسرے وقت علی روس الا شہاد دونوں بزرگوں سے پھر وہی سواں کئے۔ دونوں  
نے وہی جواب دیتے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمان سے بیعت فرما  
لی اور کسی نے انکار نہ کیا حضرت علی نے بھی بطیب خاطر بیعت کر لی۔

علاوہ ازیں حضرت مولا علی شیر خدا چونکہ باب علم مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم تھے۔  
اس بنا پر حکمت الہیہ اور عقل سلیم بھی اس امر کی مقتضی ہے کہ سب کے بعد خلیفہ ہوں اس  
لئے کہ عمارت مکمل ہو جانے کے بعد اس عمارت کی محافظت کے لئے دروازہ لگتا ہے۔  
دنیا میں قبل از عمارت کوئی دروازہ کے قفل نہیں لگاتا۔

اسی وجہ میں ہم آئمہ اربعہ کو مان کر اس قلعہ اسلام کو بحدہ تعالیٰ مستحکم بنائے ہوئے  
ہیں۔ اب وہ حضرات جو سب شیخین کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ ان کے متعلق ہم اس رسالہ  
میں کچھ لکھ کر لطفِ مضمون کو خراب کرنا نہیں چاہتے۔ مگر ہاں اتنا کہنا بے جا نہیں سمجھتے۔ کہ وہ  
شیر خدا کو دروازہ عرفان سمجھ کر اس محل عرفان کی دیواریں منہدم  
کر کے اس محل کو غیر محفوظ کر چکے ہیں جس مکان یا جس قلعہ میں دروازہ مستحکم ہو اور  
دیواریں منہدم وہ قلعہ کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ یہی سبب ہے کہ ان حضرات نے اس بند  
میں قرآن تک کو محرف مان کر اپنا حصہ اسلام سے بھی چھوڑ دیا۔ جس کی مفصل بحث  
ہمارے ایک ناول "صبح نور" میں موجود ہے۔ جس کے مطالعہ سے ناظرین سمجھ سکیں  
گے کہ ان حضرات کے یہاں یہ قرآن موجود کتنا بغیر معتبر ہے۔

خیر۔ خلافت و امارت کی بحث بقدر ضرورت ہم لکھ چکے۔ مفصل بحث پھر کسی  
موقعہ پر کریں گے۔ اب اپنے اصل مضمون کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ یعنی شیر خدا  
کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل و خصائل اور آپ کی شہادت۔

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و خصائل اور شہادت

مناقب ابن مردودہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز قبل از وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا یا ابا الریحانین۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے ان دونوں پھولوں کا خیال رکھنا۔ یہ مرجھانے نہ پائیں۔ عنقریب دو رکن تم سے جدا ہو کر اپنے مقام پر جانے والے ہیں۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت علی نے فرمایا ہذا احد رکنی یہ ایک رکن ہے۔ جو آج جدا ہو کر اپنے مقام کو گیا۔ پھر جب سیدہ کی وفات ہوئی۔ تو فرمایا ہذا اس رکن الشافی یہ دوسرا رکن بھی مجھ سے جدا ہوا۔ روایت ہے کہ حضرت مولا علی شیر خدا اکثر فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بہت زبردست مصیبتیں اٹھائیں اور متعدد بلائیں برداشت کی ہیں۔ مگر سخت ترین بلا اور اشد ترین مصائب تین ہیں۔

اقول ۱۔ وفات قیامت آیات خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ میرے ہادی راہ اور پشت پناہ تھے۔ جب سے وہ آنکھوں سے اوجھل ہوئے ہیں۔ میرا دل آتش فرقت سے بریاں اور چشم ناویدہ غایت حسرت سے گریاں ہے ۲

اے ہم نفساں آہ کہ بے یارہ مانندم      در دست غم ہجرت گرفتارہ مانندم  
آں بحر رسالت پوشد از دیدہ من دور      من با صدق چشم گہر بارہ مانندم

دوسری ۱۔ وفات خلیلہ جلیلہ دلبند مصطفیٰ جگر گوشہ احمد مجتبیٰ قاطرہ زہرا ہے کہ سکون دل پر غم ہے اور نور دیدہ پر غم کیونکہ وہ میری مونس و غمگسار اور یار و وفادار تھیں۔

تیسری بلا خبر شہادت جگر گوشہ حسن و حسین ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دی ہے۔ شواہد النبوة میں ہے کہ ایک بار سفر فرماتے فرماتے آپ میدان کربلا میں پہنچ گئے۔ اس زمین کو دیکھ کر زار و قطار گریاں ہوئے۔ ہمراہی سب گریاں پوچھنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم یہی وہ مقام ہے جہاں تافلہ حسین آکر ٹھہریگا۔ اونٹ اس مقام پر پہوں گے۔ خیمہ حرم محترم یہاں ہوگا۔ میرا الخبت جگر زخموں میں چوراس مقام پر ذبح ہوگا۔ عرض کیا گیا۔ حضور اس مقام کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کربلا۔

آپ کے القاب :- جو دربار نبوی سے ملے بہت ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہیں۔ امیر النخل۔ یعسوب الدین۔ بیضۃ البلد۔ کرار غیر فرار۔ اسد اللہ الغالب۔ مطلوب کل طالب۔ امیر المؤمنین۔ مولی المؤمنین۔ ولی المتقین۔ امام المتقین۔ سید العرب۔ صدیق الاکبر۔ امام البرہ۔ خلیفۃ الرسول۔ قاتل الفجرہ۔ مقیم الحجۃ۔ ولی اللہ۔ امام الاولیاء وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خطاب صدیق اکبر ہونا اس لہر کا مقتضی نہیں کہ دوسرے صحابہ کو صدیق اکبر نہ کہا جائے :-  
مسند امام احمد حنبل جبر و سابع میں ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز امام حسن و امام حسین کے ہاتھ پکڑ کے فرمایا جو مجھے دوست رکھتا ہے اور ان دونوں کو معہ ان کی ماں اور باپ کے محبوب سمجھتا ہے۔ وہ قیامت کے دن میدان حشر میں میرے ساتھ ہوگا۔

فردوس الاخبار میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ علی کی محبت ماحی اسیہ ہے اور علی کی دشمنی اتنا زبردست گناہ ہے۔ کہ نیکیاں اس کے گناہ نہیں مٹا سکتیں۔

غزوة خیبر کے متعلق روایت ہے کہ حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ کل یہ علم اس شخص کے ہاتھ میں دیں گے جو یحیٰ بن اللہ ورسول اللہ کے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اللہ اور رسول اللہ سے دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا کو وہ علم ملا۔ اور آپ ہی قانع خیبر اور فاتح عسکر ہیں۔ عرض کہ آپ کے فضائل بہت ہیں اس مجال میں ان کا احصاء مستعذر ہے۔

آپ کی عبادت کی یہ کیفیت تھی۔ کہ شب بھر عبادت فرماتے۔ علم اس درجہ کا تھا کہ ایک روز آپ نے اپنے غلام کو آوازیں دیں۔ باوجودیکہ وہ غلام پس دیوار موجود تھا۔ جب آپ ستر بار پکار چکے اور نہ بولا تو آپ وہاں تشریف لائے دیکھا کہ کھڑا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے میری آواز سنی۔ عرض کیا جی ہاں سنی۔ فرمایا بواب کیوں نہ دیا۔ عرض کیا آپ کو غصہ میں آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اس ذریعہ سے آپ کو غمناک کر کے دیکھنا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ غصہ کرنے سے شیطان خوش ہوتا ہے اور ضبط غصہ سے رنجیدہ۔ تو پھر میں ایسا کام کیوں کروں۔ جس سے شیطان خوش ہو۔ بلکہ اُسے اور زیادہ غم گین کرتا ہوں۔ جا میں نے تجھے آزاد کیا اور جب تک میں زندہ ہوں تیری خورد و نوش میرے ذمہ ہے۔

تو واضح اس درجہ کی تھی۔ کہ زمانہ خلافت میں جب کہ آپ کی سلطنت افریقیہ مغرب سے سمرقند تک پھیل چکی ہے۔ آپ پیادہ پا بازار کو فرمیں تشریف لے آتے اور رعایا براہیو کچھ عرض کرنا چاہتی۔ بے فکری سے عرض کر لیتی اور لوگ پکار کر کہتے کہ ہٹ جاؤ امیر المؤمنین تشریف لے جا رہے ہیں۔ راستہ دے دے دو۔ مگر آپ کبھی کسی کو نہ فرماتے۔

ایک روز آپ بازار سے کچھ سامان خرید کر خود دولت کدہ کی طرف لا رہے تھے کوئی نیاز مندوں میں سے بڑھا اور عرض کی حضور یہ سامان میں لے چلوں

گیا آپ نے فرمایا ابو العیال احق ان یحملہ بچوں والا زیادہ حق دار ہے کہ گھر کا بار اٹھائے۔ اس نے عرض کی حضور! آپ ہمارے خلیفہ ہیں۔ ایسے کام خدام کریں گے۔ آپ کو اس سے کیا نسبت؟ تو فرمایا لا ینقص الرجل من کمالہ ما یحملہ الی عیالہ انسان کا کمال گھر کا سامان اٹھا کر لے جانے سے کم نہیں ہو جاتا۔

آپ سخاوت میں ایسے بے مثل ہیں کہ حاتم بھی اس در سے سخاوت سیکھنے آئے۔ جس کی صریح دلیل یہ ہے کہ آپ کی سخاوت کی تعریف قرآن پاک میں بھی موجود ہے **الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالِهِمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** یعنی جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں پوشیدہ اور ظاہر اس کا بدلہ ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم۔

صاحب تفسیر حسینی اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ تحریر فرما رہے ہیں کہ شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ کے پاس چار درم تھے آپ نے ایک درم علانیہ طور پر صدقہ فرمایا۔ ایک درم پوشیدہ۔ ایک شب میں خیرات فرمایا ایک دن میں تصدق کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت فرمایا کہ تم نے کیا صدقہ کیا اور کس غرض سے اس طرح صدقہ کیا۔ عرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کی یہی چار صورتیں میرے ذہن میں آئیں۔ چاروں سے موافقت کر کے اس طرح صدقہ کیا تاکہ باری تعالیٰ عزا سمہ کسی صورت کو پسند فرما کر میرا صدقہ قبول کر لے۔

صاحب تفسیر کشاف اس آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر نے چالیس ہزار دینار اس طرح صدقہ فرمائے کہ دس ہزار اعلانیہ دس ہزار خفیہ اور دس ہزار شب میں۔ ہزار دن میں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ تعریف صدیق میں نازل فرمائی۔

دوسرے مقام پر اور ارشاد ہے یُوْفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ه وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ه إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَنُرِيدَ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ه یعنی اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں۔ جس کی برائی پھیل جاتی ہے۔ اور کھانا کھلاتے ہیں۔ اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیران سے کہتے ہیں۔ ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول تفسیر حسینی میں یوں ہے کہ آقائے مدینہ رحمت مجتہد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو دولت کدہ میں رونق افروز ہوئے تو شہزادہ کونین سیدنا حسین سید الشہداء کو بیمار پایا۔ حضرت سیدہ فاطمہ و شیر خدا مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ منت مانو۔ اللہ انہیں شفاء عاجل عطا فرمائے گا۔ سیدہ اور مرتضیٰ نے تین روزوں کی منت مانی اللہ تعالیٰ نے سبطین کو صحت کامل عطا فرمادی۔ آپ نے معہ سیدہ کے روزے رکھے۔ پہلے روزہ پر جو لاکر روٹیاں بنائیں۔ وقت افطار دروازہ پر ایک فقیر نپکا رکھا اسے اہلبیت محمد سلمان سائل ہوں۔ آپ نے اپنا حصہ عطا فرما کر پانی پر افطار کر لیا۔ سیدہ نے بھی دیدیا اور پانی پر روزہ افطار فرما کر دوسرا روزہ رکھا۔ اس پر بھی ایک یتیم افطار کے وقت دروازہ پر سائل بن کر آیا۔ آپ نے سیدہ کے تمام کھانا ایشیا فرمادیا۔

اور پانی پر افطار کر کے تیسرے روزہ کی نیت کر لی تیسرے روز وقت افطار  
ایک ایسیر حاضر ہو گیا۔ آپ نے تیسرے دن بھی تمام کھانا اسے بخش دیا۔ اس  
وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حدیث میں روایت ہے کہ مدتوں حضرت خیر خدا کی یہ شان رہی کہ سیر  
ہو کر کھانا تناول نہ فرماتے۔ جب آپ سے عرض کیا جاتا تو فرمادیتے کہ جسی  
من الطعام ما یقیم ظہری مجھے کھانا اس قدر کافی ہے۔ جو میری  
پشت بیدھی رکھے۔ اور عبادت الہی میں کمزوری سے نقصان نہ آنے دے۔

علاوہ ازیں بہت سی آیات ہیں جو حضرت علی کی فضیلت میں وارد ہیں۔ سورہ  
رعد میں ایک آیت ہے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَاَوَّلُ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ  
حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں منذر ہوں اور علی ہادی ہیں۔

تفسیر درنثور میں ہے کہ الَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ  
اُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ہ کی بابت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔  
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ علی کی تعریف کی ہے اور حافظ ابو نعیم علیہ میں  
ابن عساکر سے بھی یہی روایت کرتے ہیں کُوْنُوْا مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ ہ کے

ماتحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ علی سید الصادقین  
ہیں۔ ایسا ہی تفسیر نعیمی اور درنثور سیوطی میں ہے اُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُونَ  
وَالشُّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت علی کی شان میں ہے از مسند امام  
احمد و تفسیر نعیمی۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا

صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں مؤمن سے مراد علی ہیں  
اور فاسق سے مراد ولید بن غتبہ ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِرَجَالٍ صَدَقُوا



مَا عَاهَدُوا وَاللَّهِ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ

وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ اس آیت کریمہ میں حضرت علی کی شہادت کی

طرف اشارہ ہے۔ علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حضرت عکرمہ سے روایت فرماتے

ہیں۔ کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ آیت میرے چچا سیدنا حمزہ سید

الشہداء اور چچا زاد بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل فرمائی۔

عبیدہ جنگ بدر میں مرتبہ شہادت پا چکے اور حمزہ جنگ احد میں اپنا کام بنا

چکے۔ اور میں اس اُمت کے بدترین خبیث کا منتظر ہوں۔ پھر آپ نے اپنا

دست اقدس محاسن مبارک پر پھیر کر فرمایا مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

ہے کہ یہ خون سے رنگی جائے گی۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ اللَّهُ

وُدًّا۔ بخاری شریف اور مسند امام حنبل و ابوداؤد و ترمذی سے تفسیر شعبی میں ہے۔

اور صواعق محرقہ میں ابن حجر مکی بھی ناقل ہیں۔ کہ براد ابن عازب رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی دعا کرو۔ کہ الہی مجھ سے

عہد فرما کہ میری محبت مومنوں کے دل میں ڈال دے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ

نازل ہوئی۔ اور بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی طرح ۳۰۰ آیات

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی شان مبارک میں نازل ہوئی ہیں۔

ایک روز آپ بیت المال میں تشریف لے گئے۔ تو سونا چاندی کافی مقدار

میں آپ نے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا صفراد و یا بیضا عن

غیری اے زرد اور سپید میرے سوا دوسرے کو تو مفرد بنا دیتا ہے۔ مگر میں

تیرے دام تزدیر میں نہ آؤں گا

چکو نہ عشوۂ دنیا مرا فریب دھد

چومن بدیدۂ ہمت دریاں نمی نگویم

چو گرد غرمن من خوشہ چیں بود پرویں

سزد کہ مزرع دنیا پر نیم خوشم

آپ کی کرامات بے حد ہیں۔ منجملہ ان کے چند نذرِ ناظرین کرتا ہوں۔

**کرامات:** ایک کرامت جناب امیر کی یقینی کہ آپ جب رکاب میں پاؤں مبارک رکھتے۔ قرآن مجید شروع فرماتے دوسری رکاب میں پاؤں پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ کرامت کی تعریف ہی یہ ہے کہ عقل و غرور انسانی اُسے تسلیم نہ کرے اور یہی کیفیت معجزہ کی ہے۔ جو بات قرین عقل ہو اور جو امر عقل و غرور میں آجائے اسے کرامت یا معجزہ قرار دینا ہی حتمی ہے اس قسم کی کرامتوں کو بہت زمان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

جب آپ جنگ صفین میں تشریف لے گئے راستہ میں ہمراہی شدت تشنگی سے بے چین ہوئے۔ چاروں طرف دیکھا مگر پانی نہ ملا۔ حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ ذرا آگے چلو۔ سب چلے تو ایک گرجا ظاہر ہوا سب لوگ وہاں ٹھہرے اور اس گرجا کے راہب سے پانی کی بابت دریافت کیا۔ راہب نے کہا پانی یہاں سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ اصحاب نے عرض کی حضور اجازت دیجئے تاکہ ہم لوگ جوں توں وہاں پہنچیں۔ آپ نے فرمایا وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا اسے کھودو۔ یہاں پانی ہے۔ سب نے اُسے کھودا۔ تھوڑی مٹی بٹلاتے ہی ایک چٹان نکل سب نے کوشش کی۔ مگر وہ چٹان نہ ہٹی شیر خدا گھوڑے سے اترے اور آستین چرٹھا کرتن تنہا اس چٹان کی طرف بڑھے۔ آپ نے اس چٹان کو ہٹا دیا۔ دیکھا تو نیچے صاف سقا شیریں ٹھنڈا پانی ہے۔ سب نے

خوش ہو کر پینا شروع کیا۔ تو اتنا نفیس پانی اس سفر میں کہیں میسر ہی نہ آیا تھا۔ پھر جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اس چٹان سے اس چشمہ کو ڈھانک دیا۔ اور فرمایا یہ چشمہ ڈھکا ہوا خاک سے محفوظ رہے گا جسے پانی پینا ہو۔ ایک طرف سے لے لیا کرے۔ اتنے میں اس کینہہ کا راہب شمعون بن یوحنا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کیا آپ پیغمبر ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ عرض کی تو آپ فرشتہ مقرب ہیں؟ فرمایا نہیں پھر عرض کی تو آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا میں داماد رسول خدا سرور انبیاء محمد بن عبد اللہ ہوں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) راہب نے عرض کی۔ ہاتھ لائیے تاکہ میں قلاوہ غلامی گلے میں ڈالوں۔ آپ نے ہاتھ بڑھائے۔ اس نے دست بوسی کر کے باواز کسا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

بعد ازاں شیر خدا نے دریافت فرمایا کہ تو اتنی مدت سے مسلمان کیوں نہ ہوا اور آج علی الفور اسلام قبول کرنے کا کیا سبب ہے۔ اس نے عرض کیا۔ حضور یہ کینہہ اسی کے ہاتھ پر فتح ہونا تھا۔ جو اس چٹان کو ہٹا کر چشمہ نکالے اور ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص اس چٹان کو ہٹا کر چشمہ نکالے گا وہ رسول الہی ہوگا یا داماد رسول۔ اس سے قبل بہت آدمی آئے مگر کسی نے اس چٹان کے ہٹانے کی ہمت نہ کی۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ نے یہ سُن کر اس قدر گریہ فرمایا معاسن مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئے۔

پھر فرمایا حمد ہے اس ذات مقدس کی وجہ میں کہ جو مجھے کبھی نہ بھولا اور کتب سابقہ میں بھی مجھ پر یاد رکھا۔ پھر وہ راہب آپ کے لشکر میں شریک ہو کر اہل شام کے مقابلہ میں آیا اور اس قدر مقاتلہ کیا کہ شہید ہوا۔ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کیا۔

ایک مرتبہ دریائے فرات میں طغیانی آگئی۔ لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ ہمارے کھیت ڈوبے جا رہے ہیں اور مکانات منہدم ہو رہے ہیں۔ آپ دولت کدہ میں تشریف لائے۔ عمارہ نبوی سر مبارک پر باندھا جبکہ مبارک زیب تن فرمایا دوائے اقدس دوش مبارک پر ڈالی۔ باہر تشریف لائے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر مقام فرات پر پہنچے۔ خدا کا ہجوم ہمراہ تھا۔ آپ نے اپنے عصا مبارک سے فرات کی طرف اشارہ کیا۔ ایک گزہ ہٹی۔ فرمایا بس۔ عرض کیا گیا حضور ابھی اور کم ہونی چاہیے۔ آپ نے دوبارہ اور اشارہ فرمایا کہ سب پکار اٹھے کہ بس حضور کافی ہٹ گئی۔ آپ نے عصا مبارک ہٹالیا۔ اور فرات تب سے اسی حد پر قائم ہے۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کسی مقام سے تشریف لائے۔ منزل صہبا میں ٹھہرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے زانوسے مبارک پر سر مبارک رکھ کر خواب ناز میں چشم زگسین مکحل فرمائیں کہ عصر کا وقت ہو کر تنگ ہوا۔ حتیٰ کہ آفتاب قریب بغروب آیا۔ آپ نے خیال فرمایا کہ اگر عصر پڑھتا ہوں تو محبوب کے خواب ناز میں فرق آتا ہے۔ نہیں پڑھتا تو فریضۃ الہی قضا ہوتا ہے۔

پھر سوچا کہ نماز ان کے ذریعہ سے ہم پر فرض ہوئی۔ ایمان ملا تو ان سے اسلام ملا تو ان سے۔ پھر مقدم یہ ہیں۔ ان کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے۔ بلا سے عصر جائے مگر محبوب کے خواب ناز میں فرق نہ آئے۔ بالآخر سورج غروب ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے۔ دریافت فرمایا کہ علی عصر پڑھی؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب ناز میں فرق نہ آنے دینا عصر پر مقدم رکھا۔ آپ متبسم ہوئے اور جناب الہی میں عرض کی کہ خدایا علی کی عصر تیرے حبیب کی خدمت میں قضا ہوئی ہے۔ چنانچہ سورج واپس اپنے مقام پر آیا۔ حضرت علی نے وقت عصر ادا

کی۔ پھر سورج غروب ہوا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ واقعہ ایک شعر میں بیان فرمایا ہے ۷

مولا علی نے داری تری نیند پر نماز  
اور وہ بھی غصہ سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

شواہد النبوة میں ہے کہ آپ اپنے زمانہ خلافت میں ایک بار زمین بابل پر پہنچے۔  
راہ طے کرنے کی عجلت میں نماز قضا ہو گئی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ سورج لوٹ کر آیا۔  
آپ نے معہ ہمراہیوں کے نماز ادا فرمائی۔

آپ کے رفقاء میں سے ایک جوان تھے۔ جو بار بار آپ کے ہمراہ رہ کر مخالفین سے  
مخاربتہ و مقاتلہ فرما چکے تھے۔ ایک روز آپ نے بعد انفرار نماز فجر ایک خادم سے  
فرمایا۔ فلاں مقام پر جاؤ۔ وہاں ایک گھر ہے۔ اس میں ایک مرد، ایک عورت  
باہمی لڑتے ملیں گے۔ ان کو ہمارا پیام کہو اور ہمراہ لے آؤ۔ چنانچہ وہ خادم روانہ ہوا  
دیکھا کہ فی الواقع باہمی لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ لڑنے والا جوان وہی رفیق ہے۔ جس کا  
متذکرہ شروع کیا گیا ہے۔

وہ جوان حکم امیر اسد اللہ سنتے ہی لڑائی پھوڑ کر معہ اپنی بیوی کے حاضر  
ہو گیا۔ آپ نے اس جوان سے فرمایا رات کو تم میں بہت لڑائی ہوئی۔ اس نے عرض  
کی حضور بیشک ہوئی اور اس کی بنا محض یہ ہے۔ کہ میں نے اس عورت سے نکاح  
کیا۔ شب کو جب میں اس کے پاس گیا۔ تو اس کی صورت سے سخت نفرت ہو گئی۔  
میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں وہ میری منکوحہ رہنے پر مصر ہے۔ اسی ضد میں شب  
بھر لڑائی رہی۔ اور اب بھی وہی جھگڑا تھا کہ حضور کا آدمی ہمیں بلا لایا۔ آپ نے تخیل  
کر کے اس عورت کو علیحدہ بلایا اور فرمایا تو اس جوان کو پہچانتی ہے۔ اس نے عرض  
کی نہیں صرف یہ جانتی ہوں کہ یہ کل سے میرا خاوند ہے۔ آپ نے فرمایا اب تو

اچھی طرح جان جانے گی۔ مگر جو کچھ میں کہوں اس کا جواب سچ سچ کہنا۔ جھوٹ قطعی نہ بولنا۔ اس نے عرض کی بہت اچھا۔ آپ نے فرمایا۔ تو فلاں شخص کی بیٹی ہے تیرا چچا زاد بھائی تجھ پر عاشق تھا۔ اس نے عرض کی بالکل صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے باپ نے ضد میں آکر تیرا نکاح اس سے نہ کیا اور گھر میں آنے کی ممانعت کر دی۔ عرض کی جی ہاں۔ فرمایا ایک روز تو قضائے حاجت کو گھر سے نکلی۔ راستہ میں تیرا چچا زاد بھائی تجھ سے ملا۔ اس وقت تم دونوں سے صبر نہ ہو سکا تم نے زنا کیا اور تو اس وقت حاملہ ہوئی۔ اس راز کو تو نے باپ سے خفیہ رکھا۔ عرض کیا بیشک ایسا ہی ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تیری راز دار تیری ماں تھی۔ رات تیرے بچہ ہوا۔ تیری ماں تجھے باہر لائی اور جنگل میں تیرے باپ سے پوشیدہ لٹکا ہوا۔ عرض کی۔ ہاں ایسا ہی ہوا۔ آپ نے فرمایا تو نے اس بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر ایک دیوار کے نیچے ڈال دیا تھا۔ اتفاقاً اس وقت ایک کتا آگیا اور اس بچے کو سونگھنے لگا تو نے اس کے پتھر مارا۔ وہ بجائے کتے کے اُس بچے کے سر میں لگا اور خون بہنے لگا۔ تیری ماں نے کپڑا پھاڑ کر اُس بچہ کے پٹی باندھی۔ اور تجھ کو ہمراہ لے کر بچہ وہیں چھوڑ کر گھر آئی۔ عورت یسٹن کر شرم سے زمین میں گر گئی اور ابیدہ ہو کر کہنے لگی یہ امیر المؤمنین کا نیکو ثالث بنا۔ گویا کہ آپ ہمارے ساتھ میں تیرے تھے۔ واقعات من وعین بالکل صحیح ہیں۔ پھر فرمایا۔ اس بچے کی سمجھے خبر ہے۔ اس کا کیا حشر ہوا۔ وہ یسٹن کرو نے لگی اور بولی حضور اللہ جانے یا آپ۔

آپ نے فرمایا۔ صبح اُسے آندوروندگان نے دیکھا۔ ایک شخص اپنے گھر اٹھ لایا اور پرورش کی۔ حسی کہ وہ جوان ہو کر ہمارا رفیق حرب بنا اور بدقسمتی سے تیرا خاوند ہوا۔ چونکہ وہ ہماری صحبت میں رہ چکا ہے۔ اللہ نے اُسے اس شرمناک گناہ سے بچایا۔ پھر اُسے بلا کر اس کا سر دکھایا۔ تو پتھر کا نشان موجود تھا۔ فرمایا اے

اپنے ساتھ لے جا تو اس کی بیوی نہیں ماں ہے اور یہ تیرا خاوند نہیں بیٹا ہے۔  
 اب واقعات و گلداز یعنی کوائف شہادت حسرت آیت کسٹن یعنی۔ اس لئے کہ  
 اس منبع مکارم اور معدن اکرام ہستی کے فضائل کی کوئی حد و غایت نہیں ہے انتہا  
 ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔"  
 پھر کاتب وحی ایک مدت تک رہے۔ غرض کہ فضائل کی تفصیل اگر کی جائے تو  
 اس مختصر میں ان سب کا اجتماع متعذر ہے۔ لہذا اسی پر اکتفا کر کے حالات  
 شہادت مختصر اہدینہ ناظرین کرتا ہوں۔

## شہادت

جب آپ سریر خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور واقعہ جمل و صفین گزر چکے۔ جن  
 کی تفصیل کتب تاریخ میں مفصل موجود ہے۔ اور قصہ حکیمین مقام دومۃ الجندل پر  
 خروج خوارج ہوا۔ جو حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے مخرف ہو کر علیحدہ ہو گئے تھے۔  
 بعض آپ کو اس امر پر مجبور کرتے تھے کہ آپ نے یہ صلح ایسی کی ہے کہ آپ  
 سخت گنہگار ہوئے ہیں معاذ اللہ تو یہ کیجئے اور عربِ شام کے لئے تیار ہو جائیے۔  
 آپ جو اب میں فرماتے تھے کہ اول باہمی فیصلہ نہ کرنا تھا اور جب کر لیا تو انحراف  
 مواعید شیوہ مومنین نہیں۔ غرض کہ بہت کچھ طویل طویل داستان ہے۔ جس کو  
 ما نحن فیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ مختصر یہ کہ جب فسادات خوارج زور پر ہو گئے اور  
 قتل و غارت بحد غایت بڑھ گئے۔ تو لشکر امیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور  
 قتل و غارت مومنین پر تمام خوارج کمر بستہ ہیں اور ہر وقت خوزیری پر تلے ہوئے  
 ہیں۔ لہذا سب سے اول ان پر چڑھانی کی ضرورت ہے۔ ورنہ جب یہ زوروں  
 پر ہو گئے تو ان کا فتنہ فرو ہونا دشوار ہے۔ چنانچہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

نے ان کی طرف لشکر کشی فرمائی اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جب لڑائی نے زور پکڑا تو خود بنفس نفیس ان کی طرف روانہ ہوئے اور تمام حجت کے لئے وعظ فرمایا اور عذاب الہی سے ڈرایا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھ ہزار آدمی خوارج سے نکل کر لشکر امیر المؤمنین میں ناز زار روتے ہوئے آگے آئے۔ ابن کوکبہ سردار لشکر خوارج تھے۔ یہ بھی دس آدمی ہمراہ لے کر مذہب خوارج سے انحراف کر کے لشکر مؤمنین میں آئے۔ خوارج نے جب کمزوری دیکھی تو عبد اللہ بن وہب اور عرقص بن زہیر کو ایک سر یہ کاس سردار بنا کر نہروان کی طرف روانہ کیا۔ یہ عرقص بن زہیر وہی ہے جسے ذوالشہدہ بھی مورخوں نے لکھا ہے۔ جب حضرت علی نے یہ سنا تو اس لشکر کا تعاقب فرمانے کو روانہ ہوئے۔ اس لڑائی کی پیشگوئی آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو فرمایا چکے تھے۔ اور جس جماعت کے مقابلہ میں آپ تشریف لے جا رہے تھے۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائفہ مارقین فرمایا تھا۔

شواہد النبوة میں ہے کہ حضرت شیر خدا علی رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی تھی کہ عنقریب تم جماعت مارقین سے محاربہ کرو گے اور اس لشکر کا سردار وہ شخص ہوگا۔ جس کے سر اور کندھوں کے درمیان گوشت مثل پستان زنان ابھرا ہوا ہوگا۔ اس پر بال ہوں گے۔ اُسے ذوالشہدہ کہا جائے گا۔

دلائل ابن وہب میں روایت ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ کچھ سامان تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص قبیلہ بنی تمیم سے اٹھا کہ اُسے ذوالنخویصرہ کہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آکر کہنے لگا اعداں یا مہول اللہ حضور عدل فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَبِحَدِّكَ مَنْ يَعْدِلُ بَعْدِي خِي. تجھ پر افسوس ہے۔ میرے بعد پھر کون عدل کرے گا۔ اگر میں عدل



نہیں کروں گا تو عدل دینا سے اٹھ جائے گا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر تھے آگے بڑھے اور عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجئے میں ابھی اس کی گردن اڑاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمر! چھوڑو اس کے ساتھ ایک جماعت پیدا ہوگی کہ تحقرون صلواتکم لصلواتہم وصیبا مکرم بصدیام صحر یقرئون القرآن لا یجاءونہم حنا جدرہم یمدقون من الدین کما یمدق السم من الرمیة ثم لا یعود۔ تم ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں سے۔ قرآن پڑھیں گے۔ مگر ان کے جنموں سے نیچے نہ گزرے گا۔ دینی سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے تیرز تیر شکار سے کہ پھر لوٹتا نہیں۔

ان کا پیشرو ایک سیاہ مرد ہوگا کہ اس کے بازوؤں یا شانوں پر مثل پستان زناں گوشت ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور بیشک حسب پیش گوئی ویسا ہی ہوا اور حضرت علی نے اس سے حسب خبر مجاہدہ و محاربہ فرمایا اور میں اس لشکر میں تھا۔ چنانچہ جب اس لشکر کے پیشرو کو دیکھا تو وہی علیہ تھا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یہ سچ ہے سہ

زبان مصطفیٰ معجز نشان بود

خبر از ہر چہ بیداد آ پنہاں بود

روایت ہے کہ جب لشکر شہر خدا کرم اللہ وجہہ نمرودان کے راستہ میں ایک گرجا کے پاس گزرا تو اس کینہ سے ایک پیر مرد بالاخانہ پر آیا اور پکارا کہ اے لشکر اسلام! اپنے پیشوا کو کہو کہ وہ میرے پاس تشریف لائیں آپ سے عرض کیا گیا آپ نے عنان مرکب اس طرف پھیری۔ جب آپ اس سے قریب ہوئے تو

اس نے عرض کی اے سردارِ لشکر! کہاں تشریف لے جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا دشمنانِ دین کی سرکوبی کے لئے۔ راہب نے عرض کی ٹھہریئے اور لشکر کو روکنے اس لئے کہ آج کل ستارہِ مسلمین بیوقوف میں ہے اور طالعِ مسلمین ضعیف۔ چند روز بعد جب کوکبِ رابطہ صعود کی طرف متوجہ ہو جائے اور طالعِ مسلمین قوت پا جائے۔ آپ جہاں چاہیں جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ راہب کیا تو علمِ آسمانی رکھتا ہے اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا فلاں ستارہ کی سیر سے خبر دے۔ اس نے عرض کی قسم خدا کی میں نے اس ستارہ کا نام بھی نہیں سنا۔ پھر آپ نے اور سوال فرمایا۔ اس نے پھر وہی جواب دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ علمِ آسمانی سے اتنی خبر بھی تجھ کو نہیں تو پھر ہم تیری کیا مانیں۔ پھر فرمایا زمین کے حالات سے بھی واقف ہے۔ عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو جہاں کھڑا ہے۔ تجھے معلوم ہے تیرے قدموں کے نیچے کیا چیز مدفون ہے۔ عرض کی میں یہ بھی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا ایک برتن ہے۔ جس میں اتنے دینار ہیں۔ راہب نے عرض کی۔ آپ یہ بات کس دلیل سے فرماتے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا۔ مجھے میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تو جب عربِ ہندوان پر جائیگا۔ تو راستہ میں ایک راہب ملے گا۔ وہ منع کرے گا۔ اس کے پیر کے نیچے ایک برتن پرانہ دینار ہوگا۔ جس میں اتنے دینار ہوں گے اس کے منع کرنے سے نہ رکنا۔ علی تیرے لشکر کے ۱۰ آدمی سے زیادہ شہید نہوں گے اور اس لشکر کے ۱۰ سے زیادہ بچ کر نہ جائیں گے۔ راہب یہ سن کر متحیر ہوا اور جہاں کھڑا تھا اُسے کھودا وہ برتن برآمد ہوا اور اسی قدر دینار نکلے جتنے حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے بتائے تھے۔ چنانچہ راہب کینہ سے باہر آیا اور حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ

کے دستِ اقدس پر مسلمان ہوا۔ پھر حضرت شیر خدا باسلطوت تمام و شوکت تمام  
سوئے نہروان روانہ ہوئے۔

تاشید بزمین دے و فتح بریبار

اقبال بر رکاب وے و بخت ہم عنان

غرض کہ نسیم مرزہ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَّشَاءُ  
لے کر آئے اور نسیم مراد گلشنِ فَاَقْدَامُ جَاءَ كَمَا الْفَتْحُ سے اراد کرنا  
دماغ کو تازہ کرنے لگی۔

صبح ظفر از مشرق انوار بر آمد

اصحابِ غرض را شبِ سودا بسر آمد

وہ گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ تھوڑی دیر میں چار ہزار کے لشکرِ خوارج میں سے  
حسب پیشگوئیِ مخبر صادق تین ہزار نو سو نوے خشتادہ اصل جہنم ہوئے اور  
نوافراد لشکر امیر میں سے جامِ شہادت پی کر داخلِ خلد بریں ہوئے اور باقی  
مجاہد فی سبیل اللہ اور غازی بامان اللہ رہے۔

حضرت مولانا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ ذوالشہد کو ان  
لاشوں میں سے تلاش کرو۔ سب طرف ڈھونڈو مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ آخر اہل  
لشکر کہنے لگے شاید وہ خبیث بھاگ گیا۔ حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ نے  
فرمایا خدا کی قسم وہ بھاگ نہیں سکتا۔ مجھے میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی خبر دی ہے۔ پھر ڈھونڈو۔ پھر ڈھونڈا گیا  
تو چالیس لاشوں کے نیچے دبا ہوا ملا۔

پھر حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اب تم میں سے کون ہے جو  
کو ذمہ میں خبر فرحتِ اتر فتحِ لشکرِ اسلام پہنچائے ابنِ بلجم آگے بڑھا اور عرض

کی حضور میں جاتا ہوں اور اہل کوفہ کو بشارت دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں جانا بھی تجھے ہی چاہیے اس لئے کہ تجھے اپنا کام بھی کرنا ہے۔

یہ ابن بلجم مصری تھا اور جب لوگ قتل عثمان ذی النورین کو مصر سے آئے تھے۔ ان کے ساتھ یہ بھی آیا تھا۔ پھر وہاں سے کوفہ میں آگیا۔ اور توبہ کر کے لشکر شیر خدا میں شریک ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب وقت عرب خوارج شیر خدا نے ہر مقام سے لشکر کے لئے آدمی طلب فرمائے تو یمن سے ۱۰ آدمی آئے۔ اور ان میں ہی ابن بلجم بھی آیا۔ یہ حلیہ میں بہت زیادہ دشت رو تھا اور جسامت سہمگین باہر کل وہیب تھی۔

بعد فتح تمام خدام نے امیر المومنین کی خدمت میں تحائف نذر کرنے شروع کئے۔ ابن بلجم کے پاس ایک تلوار بغایت قیمتی تھی۔ اس کو لے کر حاضر ہوا اور آپ کے پیش کی۔ آپ نے وہ تلوار ملاحظہ فرما کر واپس کر دی۔ ابن بلجم نے عرض کی۔ حضور آپ نے سب کے ہدیے قبول فرمائے میری نذر کیوں واپس فرمادی۔ حاد نکم میں نے وہ تلوار نذر کی تھی۔ کہ عرب میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ابن بلجم۔ یہ تلوار میں تجھ سے کیسے لے سکتا ہوں۔ جبکہ تو مجھ سے اس تلوار کے ذریعہ اپنی مراد حاصل کرنے والا ہے۔ یہ سن کر ابن بلجم زمین پر گرا اور بہت روہا۔ پھر عرض کی کہ حضور مجھ سے ایسا کیونکر ممکن ہے۔ کہ میں اور حضور پر تلوار چلاؤں۔ جبکہ میں حضور کی محبت میں ترک وطن و سکن کر کے حضور کے ساتھ خوارج سے لڑا ہوں۔

حاشا کہ دلم از تو جدا خواہد شد

یا باکس دیگر آشنا خواہد شد

آپ نے فرمایا شدنی امور میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ اور ہونے والی بات میں کسی طرح فرق آنا ممکن نہیں۔ ابن بلعم نے عرض کی۔ حضور اس وقت میں آپ کے سامنے دست بستہ حاضر ہوں۔ میرے دونوں ہاتھ کٹوا دیجئے۔ تاکہ میں اس فعل شنیع کا مرتکب ہی نہ ہو سکوں۔

آپ نے فرمایا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ہے اور میں ان کی پیشگوئی کو صحیح جانتا ہوں۔ اس نے عرض کی حضور! آقائے مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پیشگوئی فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ابن بلعم خوارج کے لشکر سے علیحدہ ہو کر علی کے لشکر میں نہروان آئیگا اور محاربت میں مجبوراً شریک ہوگا۔ کہ اسے اس لشکر سے نکلنے کی کوئی راہ نہ ملے گی۔ اتفاق سے لشکر علی فتح یاب ہو گیا۔ تو ابن بلعم علی سے روانگی کوفہ کی فتح لشکر کی بشارت دینے کے بہانہ سے اجازت لے گا۔ اور وہ وہاں جا کر وہاں مژدہ فتح لشکر علی سنانے گا اور کہے گا

خورشیدِ ظفر از افقِ فتح بر آمد  
وز پر تو بے زبیتِ ظلمت بسر آمد  
در آئینہ تیغِ شہنشاہِ ولایت  
رخسارہ دل آرائے جلوہ گر آمد

پھر ایک ذریعہ سے وہ آمادہ قتل علی ہوگا۔ حتیٰ کہ اسی کی تلوار سے محاسن مبارک خون میں تر ہوگئی۔ ابن بلعم دار زار رونے لگا اور عرض کرنے لگا کہ حضور مجھے ابھی قتل کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ قبل جرم قصاص جائز نہیں۔ بالآخر وہ روانہ ہوا اور کوفہ کے گلی کوچوں میں فتح یابی لشکر علی کی بشارت دیتا پھر ہاتھ اٹھا۔ کہ ناگاہ اس کے کان میں ایک مکان سے دف کی آواز کے ساتھ

گانے کی آواز آئی۔ دروازہ پر کھڑا ہو کر دل میں کہنے لگا۔ کہ اس ممنوع فعل سے لوگوں کو منع کروں اور عذاب الہی سے تخولیف دلاؤں۔ یہ سوچ کر پکارا کہ اے اللہ! یہ کیا غضب ہے۔ عینا دوسرے کو شریعتِ اسلام منع کرتی ہے اور تم کیا یہ غضب کر رہے ہو کیا تمہیں مرنا نہیں ہے؟

ز نفس نابکار و طبع منحوس

بزدان شقاوت ماند مجوس

اس آواز کو سن کر گھر میں سے عورتوں کی جماعت باہر آگئی۔ چونکہ یہاں شادی تھی۔ تمام عورتیں حلہائے قیمتی سے آراستہ اور زیورات مزین سے پیراستہ تھیں۔ ان میں ایک عورت نہایت حسین و جمیل تھی۔ اور اس کا نام قطامہ تھا یہ عرب بھر میں حسین و جمیل مشہور تھی۔ ابن بلجم کی جیسے ہی نظر اس پر پڑی۔ شعلہ فسق اس کے سینہ پر کینز میں بھڑکا اور خرمن صبر کو برقی محبت نے جلا دیا۔ گیا تھا نصیحت کرنے خود قعر فضیحت میں گر گیا۔

قطامہ کو اشارہ سے علیحدہ بلایا اور پوچھا ایہ انت اُم ذات بعیل تو خاوند والی ہے یا بغیر خاوند؟ اس نے کہا بغیر خاوند ہوں۔ کہا کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا قبیلہ تیم الرباب سے ہوں۔ یہ قبیلہ خوارج میں سے تھا۔ پھر پوچھا شلہ کی کڑا چاہتی ہے یا نہیں۔ قطامہ نے کہا چاہتی ضرور ہوں۔ مگر میری شرائط پوری کرنے والا مجھے اب تک نہ ملا۔ ابن بلجم نے کہا وہ کیا ہیں؟ قطامہ رونے لگی اور یوں گویا ہوئی کہ اے ابن بلجم! لشکر علی نے عرب نہروان میں میرے بارہ رشتہ دار قتل کئے ہیں۔ میں نے جب سے اپنا ہر تین بات رکھا ہے۔ ابن بلجم نے کہا وہ بیان کر۔ قطامہ نے کہا۔ تین ہزار درہم نقد۔ ایک کینز حسینہ و جمیلہ اور قتل علی بن ابی طالب۔

ابن بلعم نے کہا دو امور تو ممکن ہیں۔ مگر مولیٰ علی شیر خدا کا قتل بڑی زبردست شرط ہے۔ قطامہ خوف خدا کر۔ علی شہسوار براق لافٹی ہیں۔ ان کی شجاعت و بہادری اتنی شہرہ آفاق ہے کہ ملائکہ تحسین کرتے ہیں۔

چو او بر کشد ذوالفقار از غسلاف

ز ہیبت نشت لرزه در کوہ قاف

چو در دست او نیزہ گرداں شود

بلائے دلیراں و گرداں شود

قطامہ اس خیال سے باز آ۔ یہ کسی میں ہمت نہ ہوگی کہ علی کے ساتھ ایسا خیال بھی دل میں لاسکے۔ قطامہ نے کہا درہم و کینیز سے دستبرداری ممکن ہے۔ مگر سب سے بڑی شرط یہی ہے۔

ابن بلعم نے غور و تامل کر کے کہا۔ کہ خدا کی قسم علی کا کہنا صحیح ہے۔ خدا کو یونہی منظور ہے۔ میں اس شہر میں مشرودہ فتحیابی دینے نہ آیا تھا۔ بلکہ قتل علی کو آیا تھا۔ ابن بلعم نے کہا اچھا قطامہ میں تیار ہوں۔ مگر ایک ضرب کا ذمہ دار ہوں۔

قطامہ نے کہا اچھا ایک ہی ضرب سہی۔ مگر اپنی تلوار مجھے لا کر دے۔ چنانچہ ابن بلعم اپنی تلوار لایا۔ قطامہ نے اُسے لیا ہی تھا کہ شہر میں شور ہوا۔ امیر مرتضیٰ لشکر ظفر پیکر کے ساتھ رونق افروز ہو رہے ہیں۔ ابن بلعم امیر مرتضیٰ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جہاں ہزاروں استقبالی جا رہے ہیں خود بھی روانہ ہوا۔ شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اہل شہر کی سلامت مبارک لیتے مسجد کوفہ میں تشریف لائے۔ کہ ابالیان کوفہ نے تہنیت نامے شروع کئے۔

لُحْدُ الْحَمْدِ كَمَا مَقْصُودُ زُورٍ بِأَزْوَاجِ

مَرْدَمِ حَيْشَمِ جِهَانَ بَيْنِ زَمْعَرِ بَازِ أَمْدِ

لله الحمد کہ از وصل سیما نفسے

بن خستہ دلاں جان دگر باز آمد

آپ نے مسجد پہنچ کر دو رکعت تہیۃ المسجد ادا فرمائی۔ اور اعیان و اشراف کو فہ تمام حاضر تھے۔ کہ بعد انقراغ نوافل آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ فرمایا۔ جس میں حمد الہی اور نعت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ پھر قوم کو عقوبت ربانی سے ڈرایا۔ اور اتباع شریعت عزاء محمدی کی وصیت فرمائی۔ پھر وہ منی طرف رخ کر کے دیکھا تو بڑے شہزادہ حسن رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی۔ فرمایا یا بنی کم مضی من شہر ناہذا جان پدر کتنے دن اس ماہ سے گزر گئے۔ آپ نے عرض کیا تیرہ روز۔ پھر بائیں طرف دیکھا تو چھوٹے صاحبزادہ حسین نظر آئے تو فرمایا کم بقی من شہر ناہذا۔ اے محنت جگر اس مہینہ میں کتنے دن باقی ہیں۔ آپ نے عرض کی سترہ روز۔ پھر آپ نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا کہ اس مہینہ میں یہ ڈاڑھی سر کے خون سے رنگی جائے گی اور رنگنے والا بدترین اس امت کا ہوگا۔

پھر آپ نے ایک رباعی پڑھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص جس کے ساتھ میں نے سلوک بھی کئے ہیں۔ مجھے قتل کرے گا۔ ابن بلجم نے جملہ سن کر غور کیا اور سمجھ گیا کہ یہ خاص طور پر مجھے ہی فرمایا ہے۔ خوف سے لرز گیا اور روتا ہوا آگے بڑھا۔ اور عرض کرنے لگا۔ امیر المؤمنین میری طرف اگر یہ گمان ہے تو میں عرض کر چکا۔ اور پھر عرض کرتا ہوں۔ میرے ہاتھ کاٹ ڈالنے یا مجھے قتل کرادیں گے۔ آپ نے فرمایا بغیر جرم کوئی سزا ممکن نہیں۔ مگر مجھ کو میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ علی تیرا قاتل قبیلہ مراد سے ہوگا۔ اور اپنے حصول مرام کی غرض سے تمہارے ایک ضرب تلوار مارے گا۔ مگر اس کی مراد حاصل نہ ہوگی۔



ابن بلجم متعجبانہ استغناء کرنے لگا اور حضرت شیر خدا سے عرض کرنے لگا کہ حضور مجھے اس عیب سے داغدار نہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تجھے ایک خفیہ اسرار الہی کا ستر بتا رہا ہوں یا عیب لگا رہا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ تو خود بھی واقف ہے۔ پھر کہ ایام طفولیت میں تیری دایہ دودھ پلانے والی یہودن تھی یا نہیں۔ عرض کی بیشک تھی۔ آپ نے فرمایا ایک روز وہ تجھ پر غصہ ہو کر تجھے عاقبت ناقہ صالح۔ یعنی ناقہ صالح علیہ السلام کے کوچ کاٹنے والا کہ چکی ہے یا نہیں! ابن بلجم نے کہا ہاں بیشک کہ چکی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا بدترین خلق دو شخص ہیں۔ ایک وہ جس نے ناقہ صالح کی کوچیں کاٹیں۔ دوسرا وہ جو ایک عورت کے لالچ میں مجھے شہید کرے گا۔ پھر آپ نارزار رونے لگے۔ یہاں تک ریش اقدس آنسوؤں میں تر ہو گئی۔ پھر فرمایا تم میرے اس رونے کو خوفِ موت نہ سمجھنا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ میں تو ہمیشہ

آرزو مند موت رہتا ہوں۔ اس لئے کہ مثنوی

مرگ مارا زندگی دیگر است  
زہر مرگ از شہد شیریں خوشتر است  
مرگ سازد مغز را صافی ز پوست  
تار ساند دوست را نزدیک دوست

حافظ شیرازی ہذبِ محبت اور شوقِ وصالِ یار میں فرماتے ہیں :-

میرا رونا محض میرے جگر گوشوں کی مظلومی و بیچارگی پر ہے کہ ابھی یہ کربت مسافرت میں ہیں۔ اس پر عنقریب انہیں سوزِ تمیمی اور ستانے والا ہے۔ پھر فرمایا :-

اے حاضرینِ جلسہ! جو اس وقت موجود نہ ہوں انہیں بھی مطلع کر دینا کہ علی شیر خدا کی یہ وصیت ہے کہ جب میرے فرزند دہلند شہید کئے جائیں اور

تمہیں اس کی خبر پہنچے تو ان کی مصیبت میں شرکت کرنا اور جس طرح ہو ان کی مدد کرنا۔ سب زار زار روتے رہے اور کلمات و داعیہ شکر کر سب نے عہد کیا۔ یہ عہد کرنے والے تمام کوفی شیعیاں علی نقی اور یہی عہد شکن ثابت ہوئے۔ ابن زیاد کے آتے ہی سب علیحدہ ہو گئے اور دست ابن زیاد پر بیعت کر لی۔

پھر آپ منبر سے اتر پڑے اب آپ کی عادت مبارک یہ ہے کہ روزہ اکثر رکھتے ہیں اور افطار کبھی امام حسن کے یہاں اور کبھی چھوٹے صاحبزادے حسین کے یہاں اور کبھی عبداللہ بن جعفر طیار کے یہاں فرماتے ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین؛ خوراک اول ہی کم تھی اب اس قدر قلیل کر دی ہے کہ تین لقموں سے زیادہ تناول نہیں فرماتے۔ صاحبزادگان نے عرض کی کہ اباجان خوراک اتنی کیوں کم کر دی ہے۔ فرمایا اب ہمارا وقت وداع قریب ہے۔ میں چاہتا ہوں دربار اللہ میں ملوث یہ اذائق دینا جاؤں۔ بلکہ منور بہ انوار حق رخصت ہونا چاہتا ہوں۔

ادھر قطامہ نے اس تلوار کو جو ابن ملجم دے آیا تھا زہر میں بکھو ادیا ہے۔ آج ابن ملجم اس کے پاس آیا۔ اس نے وہ تلوار اُسے دی۔ ابن ملجم نے اپنی مدد کے لئے شبیب بن بکیرہ شجعی خارجی اور دردان تیمی خارجی کو تیار کر لیا۔

**المختصر** ۱۹ رمضان المبارک کو آپ مسجد میں تشریف لائے دیکھا اہل کوفہ مسجد کے چاروں طرف محافظت کر رہے ہیں۔ فرمایا یہ قیدیوں کی سی کیا حفاظت ہے۔ تقدیر اللہی مٹ نہیں سکتی جو ہونا ہے وہ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ تم جاؤ اور گھروں میں آرام کرو۔ وہ مجبور چلے گئے۔ اور آپ تنہا مسجد کوفہ میں تمام شب مشغول عبادت رہے۔ اور بار بار آسمان کی طرف دیکھتے اور فرماتے صدق رسول اللہ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ میرا قاتل اب تک رونما نہیں ہوا۔ پھر آپ نے تازہ وضو فرمایا اور کمر باندھ

گز یہ شعر پڑھا ہے

حیا نہ یسوں الموت فان الموت لاقیکا

ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا

یعنی اے علی اپنی کمزورتی کو مرنے کے لئے کہ موت عنقریب تم سے ملنے والی ہے اور نہ گھبراؤ موت سے جب تم اس میدانِ رضا میں قدم رکھ چکے ہو

آرے اس اس خاتہٴ عمر استوار نیست

دار فنا محل ثبات و قرار نیست

پچھلی رات کو آپ نے عزم گھر کا فرمایا۔ واپسی پر راستہ میں مرغابیاں جو پلٹی ہوئی تھیں۔ آپ کو دیکھ کر ہیکار نے لگیں۔ لوگوں نے انہیں ہٹانا چاہا۔ آپ نے فرمایا انہیں نہ روکو یہ مجھ سے وداع ہو رہی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی صاحبزادیوں نے انہیں ہٹانا چاہا۔ تو آپ نے فرمایا من صواحبتی بعد نواح اس وقت یہ فریاد کر رہی ہیں اور میرے غم جدائی میں نالہ کناں ہیں۔ اس رات آپ نے روزہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں افطار فرمایا تھا اور بعد ان فراغِ طعام آپ کو بہت کچھ وصیتیں فرما کر اس طرح فرمایا۔ جس کا مفہوم اس عشوی میں ظاہر ہے

رخت برستم و دل برداشتم

معیت دیرینہ را بجزاشتم

وقت شد کز غصہ و غم وارجم

بر غم و شادی عالم پانہیم

تا بکے بار دل دونان کشیم

تا بکے خوں نابہ زین و آل کشیم

صدر جنت بہر ما آراستہ  
 ما دیریں زنداں بخت کا استہ  
 پھر آپ مسجد کو تشریف لائے۔ تو یہ شعر زبان مبارک پر تھا  
 خلوا سبیل المومنین المجاہد  
 فی اللہ لا یعبد غیر الواحد

یعنی راستہ دو مومن مجاہد کو راہ خدا میں۔ وہ غیر معبود کو نہیں پوجتا۔  
 پھر آپ نے صبح کی اذان دی اور سنت فجر میں مشغول ہو گئے۔ اُدھر  
 وہ تینوں شب بھر شراب نوشی میں قطار کے گھر رہ کر سو گئے تھے۔ قطار نے  
 جگایا اور کہا کہ جلدی جا کہ اب موقعہ ہے۔ نہیں تو پھر نمازی مسجد میں بھر جائیں گے  
 ابن ملجم معہ دونوں معاونوں کے زہر آلودہ تلوار لے کر لپکا۔ آپ ابھی ایک  
 رکعت ادا کرنے پائے تھے کہ اس خبیث نے وار کیا۔

تاریخ طبری میں یوں ہے کہ آپ کی اذان پر قطار نے جگا کر اس خبیث  
 کو بھیجا۔ اس کے پیچھے پیچھے وہ دونوں خبیث خارجی بھی چلے اور مسجد میں  
 آکر روپوش ہو گئے۔ دونوں دوروں میں بیٹھ گئے اور باہمی مشورہ کر لیا کہ  
 دو وار ایک لخت ہوں۔ یعنی دروان خبیث کا وار خالی جائے تو شبیب  
 کا ہاتھ پڑے۔ اور ابن ملجم سے کہا تو اندر چھپ جا۔ اگر ہم کامیاب نہ ہوں  
 تو اندر کام پورا کر دیجو۔

چنانچہ جب حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ اذان سے  
 فارغ ہوئے اور مسجد کے در میں قدم رکھا تو شبیب خبیث نے وار کیا۔ تلوار  
 طاق پہ لگی اور ٹوٹ گئی۔ علی الفور دروان نے وار کیا۔ اس کی تلوار دیوار سے  
 ٹکرائی اور یہ دونوں بھاگ گئے۔ آپ کو شہ قدرت دیکھ کر خاموش ہو گئے اور

کسی سے تذکرہ نہ کیا۔

اندرون مسجد جیسے ہی محراب میں قدم مبارک رکھا۔ نماز کی نیت کی۔ نہایت اطمینان سے وہ خبیث چچا ہوا دیکھتا رہا۔ جب سجدہ سے سر مبارک اٹھایا تو اس نے تلوار کا وار کیا۔ یہ زخم اس مقام پر لگا۔ جہاں پہلے عرب خندق میں عمر بن عبدود کا زخم تھا وہی کھل گیا اور سر مبارک سے مغز باہر آ گیا اور آپ کی زبان مبارک سے فرزت بوب الکعبۃ نکلا یعنی اپنی مراد کو خدا کی قسم میں پہنچ گیا۔

ابن ملجم اس آواز کو سنتا ہوا بھاگا اور پکارتا پہلا۔ افسوس امیر المؤمنین شہید ہو گئے۔ تمام اہل کوفہ مسجد میں بھر گئے امام حسن و حسین نے جو یہ خطرناک آواز سنی۔ بے تابانہ دوڑے اور خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت شیر خدا اپنے خون آلودہ ریش مبارک پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اسی طرح میں دوبار رسالت میں جاؤں گا۔ سیدہ فاطمہ زہرا سے ملوں گا۔ چچا حمزہ سے ملاقات کروں گا۔ یہی علیہ اپنے بھائی ابو جعفر طیار کو دکھاؤں گا۔ دونوں شہزادے زار زار رونے لگے ایک شخص نے عرض کی حضور یہ کس خبیث کا کام ہے۔ فرمایا ٹھہرو ابھی وہ آیا چاہتا ہے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ شبیب آنا نظر آیا۔ کسی نے کہا تو نے تلوار ماری ہے۔ چاہتا تھا کہ انکار کرے۔ مگر بے اختیار منہ سے نکلتا ہے۔ ہاں۔

سب لوگوں نے اسے زود کوب کرنا شروع کیا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ ابن ملجم خبیث بھاگ کر اپنے چچا زاد بھائی کے یہاں پہنچا اور ہتھیار تن سے علیحدہ کر کے بیٹھا تھا کہ ابن علم نے پوچھا تو مشوش کیوں ہے۔ کیا تو ہی قاتل علی ہے۔ چاہتا تھا کہ انکار کرے۔ مگر بجائے لاکے نعم نکلتا ہے۔ آپ نے علی الفور اس کو گرفتار کیا اور مسجد میں لا ڈالا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابن طلجم گرفتار ہو کر آیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ دیکھ میں جو کہتا تھا وہی ہوا یا نہیں۔ عرض کی حضور میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خبیث کس لالچ نے تجھے اس امر پر آمادہ کیا۔ کہ بلا کسی وجہ کے تو نے میرے بچے یتیم کر دیئے۔ یا آنکہ میں تیرے ساتھ بارہا مسلوک ہوا ہوں۔ ابن طلجم خبیث کہنے لگا۔ حضور جو کچھ ہونا تھا ہوا و کان امر اللہ قد را مَقْدُورًا ۛ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اسے جیلخانہ لے جاؤ اور وہاں جو میں کھاؤں وہی اُسے کھاؤ اور جو میں پیوں وہی اُسے پلاؤ۔ اگر میں پُنج گیا تو جو میری رائے ہوگی وہ کروں گا اور اگر راحل خلد ہو گیا تو میں وصیت کرتا ہوں کہ اس نے میرے ایک ضرب ماری ہے۔ لہذا ایک ہی دار اس پر ہو۔ چنانچہ آپ کو ایک گداز اونی کبیل میں لے کر لٹایا۔ سر مبارک کے نیچے ایک اور کبیل رکھ دیا۔ اور شہزادہ حسن و حسین اٹھا کر گھر لائے تو صبح ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا میرا سر جانب مشرق رکھو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

پھر آپ نے فرمایا اے صبح میں تجھے اُس خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں جس کے حکم سے تو آئی ہے۔ قیامت کے دن تجھے گواہی دینی ہوگی کہ میں سب سے اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ سب سے پہلے میں نے فریضہ الہی ادا کیا اور جب سے اب تک تو نے مجھے سوتا نہ دیکھا ہوگا۔ پھر فرمایا و کفی باللہ شہیداً اور مجھے میرے رب کی گواہی کافی ہے۔ ان جملوں کو سن کر لوگ چیخ مار کر رونے لگے۔

دلہا تمام از آتش حسرت کباب شد  
جانہا اسیر سلسلہ اضطراب شد

لب تشنگانِ بادِیہ اشتیاقِ را

درِ بایں صبر و بجز سلامتِ سرابِ شد

علاج کے لئے عمرو بن نعمان جراح حاضر ہوئے۔ زخم کو دیکھ کر زاز زار رونے

لگے کہ ہائے افسوس یہ خدمت مجھ سے ناممکن ہے۔ یہ زخم زہر آلودہ تلوار کا ہے۔

غرض کہ علاج سے مایوسی تو ہو ہی چکی تھی۔ ادھر زخم کی تکلیف شدید نے

شیر خدا کو بہت ہی خستہ بنا دیا تھا۔ ۱۹ رمضان المبارک کی صبح کو یہ زخم لگا۔

اور شب یک شبہ کو آپ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا یا بنتی ام کلثوم

غلٹی علی ایسا الباب اے بیٹی ام کلثوم! اپنے باپ پر دروازہ بند کر دو۔

آپ نے دروازہ بند کیا۔ پھر امام حسن و حسین کو بلا کر وصیت فرمائی۔ کہ بیٹیا مصیبتوں

کو نہایت صبر سے برداشت کرنا۔ نوحہ و ماتم سے پرہیز کرنا۔ کہ یہ ہمارا شیوہ نہیں۔

شریعتِ غزہ پر عامل رہنا۔ مجھے ایسی جگہ دفن کرنا جو کسی کو معلوم نہ ہو۔

غرض کہ آخری کلمہ آپ کی زبان مبارک پر لا اِلهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ

الله تھا۔ ۱۹ رمضان کو زخمی ہو کر ۲۰ رمضان کی تاریخ ختم فرما کر شب بست اویسکم

کے آغاز میں اس شہبازِ ولایت نے اپنے مرجعِ اصلی کی طرف پرواز کی اِنَّا لِلّٰهِ وَ

اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۵ آپ کی عمر مبارک شہادت کے وقت ۶۲ سال موافق

عمر نبوی تھی آپ نے پونے پانچ سال خلافت فرمائی۔

آپ کو امام حسن و حسین اور عبد اللہ بن جعفر نے غسل دیا۔ محمد بن حنفیہ

پانی ڈالتے رہے۔ تین کپڑوں میں آپ کو کفنایا گیا جس میں قیصر نہ تھی۔ حضرت امام

حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی مرقہ منور میں اختلاف

ہے۔ بعض کا قول ہے دار الامارۃ کوفہ میں دفن ہیں۔ ابن اثیر اور ابو الفضا کے

نزدیک نجف اشرف میں آپ کا مدفون ہونا ثابت ہے اور یہی زیادہ معتبر معلوم ہوتا ہے۔

# آپ کا حلیہ مبارک

میانہ قد۔ رنگ کھلا ہوا گندم گوں سرخ و سپید مائل بہ سرخی۔ چشمہائے مبارک سیاہ اور بڑی۔ شکم اقدس ذرا بڑا۔ ریش مبارک گھنی اور سینہ ڈھکے ہوئے پیشانی صاف۔ اس عمر میں آپ پر آثارات شیب کا کچھ اثر نہ تھا۔ آپ کثیر التبسم خندہ پیشانی تھے۔ آپ کے نواس عقد ہوئے۔ آٹھ کا تو پتہ ملتا ہے۔ علاوہ اس کے ہمیں اس کی روایت کہیں نہیں ملی۔ کہ نواں اور دسواں عقد کہاں ہوا۔

پہلی بیوی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا ہیں۔ ان سے دو شہزادے ہوئے۔ دوسری ام البنین بنت خراہم ہیں۔ ان سے عباس۔ جعفر۔ عبداللہ اور عثمان چار بیٹے ہوئے۔ تیسری بیوی لیلی بنت مسعود ہیں ان سے عبداللہ اور ابو بکر ہوئے۔ چوتھی اسما بنت عمیس ہیں۔ ان سے محمد اصغر اور یحییٰ پیدا ہوئے اور محمد بن ابی بکر اور ام کلثوم بنت ابی بکر آپ کے ربیب یعنی رضاعی بھائی ہیں۔ پانچویں بیوی امامہ بنت ابی العاص زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور حسب زہمیت سیدہ ان سے آپ نے عقد فرمایا تھا۔ ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔ چھٹی بیوی خولہ بنت جعفر حنفیہ ہیں۔ جن سے محمد اکبر المعروف بہ محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔ ساتویں بیوی سعیدہ بنت عروہ ہیں۔ ان سے ام الحسن۔ امہ الکبریٰ اور ام کلثوم تین لڑکیاں ہوئیں۔ آٹھویں بیوی صہبا بنت زینب تھیں۔ ان سے رقیہ پیدا ہوئیں۔ یہ تمام روایات ابن اثیر اور ابوالفدا میں ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو ایک نکاح حضور کے اور بھی ہوئے اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔ مگر اولاد زینب شہزادہ حسن و حسین۔ محمد بن حنفیہ اور عباس و عمر سے آپ کی نسل جاری ہوئی ہے۔



## مختصر خصائل و شمائل و حال و وفات صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ)

آپ کا شجرہ نسب یہ ہے :- ابوبکر بن ابوقحافہ بن عامر بن کعب بن محمد بن یسہم بن مرہ۔

آپ قدوہ اصحاب فاتح ابواب صواب ہیں۔ آپ کا اسم شریف عبدالکعبہ تھا۔ جب آپ شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ تو آپ کا اسم شریف عبداللہ رکھا گیا اور ابوبکر صدیق کنیت۔ علاوہ اس کے عتیق صدیق آپ نے لقب پائے۔ صدیق کالقب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عطا فرمایا۔

آپ نے کبھی بت کو سجدہ نہ فرمایا۔ عوالی الفرش الی معالی العرش میں ہے۔ اور اس سے امام احمد قسطلانی شرح بخاری میں نقل فرماتے ہیں۔ کہ جب آپ کی عمر مبارک ۴ سال کی ہوئی۔ تو آپ کے باپ عثمان جن کی کنیت ابوقحافہ ہے۔ انہیں بت خانہ میں لائے اور کہا هُوَ وَاَوْلَادِ الْهٰنُكَةِ الشَّيْمِ الْعُلىٰ فَاسْجُدْ لَهُمْ یہ ہیں تمہارے بلند و بالا خدا انہیں سجدہ کرو۔ آپ بت کے سامنے تشریف لے گئے اور فرمایا اَنْتَ بِجِنَعَانَ فَاسْتَبَعْنِيْ فِيْ مِجْدِ كَهَانَ كَهَانَ اَنْتَ عَرِيَانَ فَالْبَسْنِيْ فِيْ نِجْكَ هَوْنَ مَجْهِيْ كِبْرٍ اِهْنَا۔

جب کچھ جواب نہ ملا اور حقیقت میں جواب ملتا بھی کیا۔ کیونکہ بت تو بت ہی ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں پتھر مارتا ہوں۔ اگر تو خدا ہے تو اپنے کو بچا۔ اس کا جواب بھی کچھ نہ ملا۔ تو آپ نے ایک پتھر اٹھا کر اس کے مارا۔ وہ بت گر گیا۔ اور قوت خدا اود کی تاب نہ لاسکا۔ باپ نے یہ رویہ دیکھ کر صدیق پر غصہ کیا اور رخصت مبارک پر تھپڑ مارا۔ پھر وہاں سے آپ کی والدہ کے پاس لائے اور تمام واقعہ گوشہ سنایا۔ انہوں نے کہا اسے اس کے حال پر چھوڑو۔ جب یہ پیدا ہوا تھا تو

غیب سے میرے کان میں یہ آوازیں آئی تھیں یا امة اللہ بالتحقیق  
البشری بالولد العتیق اسمہ فی السماء صدیق محمد  
صاحب ورافیق۔ اسے اللہ کی سچی لونڈی۔ تجھے اس آزاد بچے کی بشارت ہو  
جو آسمانوں میں صدیق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یار و رفیق ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ وہ محمد کون ہیں اور یہ کیا معاملہ ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کو حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ تو روح الامین دربار والامین حاضر آئے اور  
عرض کی صدق ام ابوبکر وهو الصدیق۔ ابوبکر کی ماں نے سچ  
کہا اور وہ صدیق ہیں۔ آپ جب سے شرفِ خدمت سے مشرف ہوئے کبھی جدا  
نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ بعد وفات بھی پہلوئے محبوب میں آرام فرما رہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں دست  
اقدم میں حضرت صدیق کا ہاتھ لیا اور بائیں میں حضرت عمر کا ہاتھ۔ پھر فرمایا ہکذا  
انبعث یوم القیامة اسی طرح ہم قیامت کے روز اٹھیں گے۔  
امام ابن عساکر امام زہری سے راوی ہیں من فضل ابوبکر انه لم  
یشک فی اللہ ساعة صدیق کے فضائل سے ایک یہ ہے کہ انہیں  
کبھی وجود الہی میں شک نہیں ہوا۔ امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے  
ہیں لم یزل ابوبکر بعین الرضا عن اللہ تعالیٰ۔ ابوبکر  
ہمیشہ منظور نظر الہی رہے۔

بعد اظہار بعثت سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایام طفولیت میں اسبق الایمان  
علی مرتضیٰ۔ اور خدیجۃ الکبریٰ۔ زید بن حارثہ ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے ہیں۔ حضرت  
صدیق کی عمر مبارک وقت قبول اسلام ۳۷ یا ۳۸ سال کی تھی۔ حضرت شیر خدا اور صدیق  
میں اسبق بالایمان کے مسئلہ پر مؤرخ مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت

علی اور بعض کہتے ہیں صدیق اور یہ ایک ایسا اختلاف ہے کہ اس کا توافق ایک حد تک مشکل تھا۔

مگر امام ہمام ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا پر معزز اور منصفانہ فیصلہ کر دیا کہ دونوں اختلافوں میں توافق ہو گیا پس صحیح ہے کلام الملوك ملوك الكلام بطوں کی باتیں بڑی ہوتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

ان ابابکر اول من اسلم من الرجال وعلی اول من اسلم من الصبيان وخذیجۃ اول من اسلمت من النساء یعنی ابوبکر صدیق آزاد بالغ مردوں میں پہلے مسلمان ہیں اور علی نو عمروں میں اور خدیجہ اسبق بالایمان عورتوں میں ہیں۔ حضرت صدیق خدمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قبل از اسلام بھی اکثر حاضر ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت خدیجہ کے عقد میں بھی آپ ہی زیادہ کوشاں ہوئے۔

آپ کے اسلام کا قصصوں ہے کہ ایک بار آپ نے بہ نیت تجارت سفر شام کا عزم کیا۔ وہاں جب پہنچے تو ایک خواب دیکھا کہ آسمان سے ہام کعبہ پر ایک نور گرا۔ پھر وہ نور اہل مکہ کے گھروں میں جانے لگا۔ آپ کے گھر میں جب وہ آنے لگا۔ تو آپ نے دروازہ بند کر لیا اور آنکھ کھل گئی۔ صبح اس کی تعبیر لینے ایک یہودی عالم کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے اضغاث احلام بتا کر طمان دیا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مگر تسکین نہ ہوئی۔ دوبارہ پھر شام تشریف لے گئے۔ نوراہ میں بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی۔ آپ وہ خواب اس سے کہا۔ اس نے کہا یہ خواب مبارک ہے۔ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ آپ نے اپنا سب حال کہہ دیا۔ بحیرہ نے کہا تمہارے ملک میں ایک رسول الہی تشریف لائے گا۔ زندگی میں تم اس کے وزیر اور بعد وفات اس کے جانشین

ہو گئے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کو تبلیغ اسلام فرمائی تو صدیق نے نبی ہونے کا ثبوت مانگا۔ آپ نے فرمایا بحیرہ راہب سے جو خواب تم نے دیکھ کر جواب لیا تھا۔ میں اسی کی تعبیر ہوں۔ صدیق یہ سنتے ہی جھک گئے اور آشہدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ پڑھ لیا۔

سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے جس کو اسلام کی طرف بلایا۔ اس نے کچھ نہ کچھ تردد کر کے قبول اسلام کیا۔ مگر صدیق نے علی الفور تصدیق کر لی۔

آپ کے پاس وقت قبول اسلام چالیس ہزار درم نقد تھے۔ آپ نے وہ سب مسلمانوں پر بچا اور فرمائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا نَفَعْتِي مَالٌ اَحَدٍ مَا نَفَعْنِي مَالُ ابُو بَكْرٍ مَجْجِي كَيْ كَيْ مَالٍ سِے اتنا فائدہ نہ پہنچا۔ جو فائدہ آل ابوبکر سے پہنچا۔ اقبال نے ایک رباعی میں خوب کہا ہے

اَلْاَمِنِ النَّاسِ بِرِ مَوْلَانِي مَا

اَلْاَمِنِ كَلِيْمِ اَوَّلِ سَيْنَانِي مَا

ہستی او کشت امت را چو ابر

ثانی اثنین در غار و بدر و قبر

بخاری و مسلم شریف میں بھی یہی روایت ہے اِنَّ اَمِنَ النَّاسِ

عَلِيٍّ فِي مَالِهِ وَصَحْبَتِهِ ابُو بَكْرٍ مَسْلَمَانُوْنَ فِي مَالِهِ اَوْر

رفاقت کا مجھ پر بہت احسان ہے۔ چنانچہ بلال حبشی کو پنچہ امیر بن خلف

سے آپ نے چھڑا لیا۔ علاوہ ازیں جس قدر نحیف و نزار مسلمان ظلم و ستم قریش سے تنگ تھے آپ نے آزاد کرائے۔

آپ تبلیغ اسلام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست فرماتے کہ کفار قریش کی ایذا دہی کی کچھ پروا نہیں۔ اعلیٰ عبادت کرنا چاہیے اور بے دھڑک تبلیغ ہونا چاہیے۔ چنانچہ جب اس درخواست کی حد ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز بحکم الہی صدیق کو خانہ کعبہ میں لائے۔ آپ نے دیکھا کہ رؤساء قریش اور صنادر عرب جمع ہیں۔ آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ نہایت فصیح و بلیغ پڑھ کر توحید کی تعریف، شرک و بت پرستی کی مذمت بیان فرمائی۔ کفار قریش سنتے ہی جل گئے اور صدیق پر بگڑ کر جھک پڑے۔ آپ کو اس قدر مارا کہ چہرہ زریا زرد ہو گیا۔ اور آپ بیہوش ہو گئے۔ آپ کے اس عزم و اقرار باگھر لائے۔ بڑی کوششوں سے جب ہوش ہوا تو شربت پیش کیا۔ فرمایا میں ہرگز شربت نہ پیوں گا۔ جب تک شربت دیدار محبوب سے سیراب ہو جاؤں۔ جب بہت رات گزر گئی۔ راستہ کفار سے خالی ہو گیا۔ تو صدیق کو پوشیدہ طور سے خدمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں لے کر پہنچے۔ جب آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح و سالم دیکھ لیا تو فرمایا۔ ہاں لاؤ۔ اب شربت پی لو گا۔ کیونکہ اب میری جان میں جان آئی۔ بخاری شریف میں حضرت عمرو بن زبیر سے روایت ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں مشغول تھے کہ عقبہ بن ابی معیط غیث نے ایک موٹی چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈال کر اس زور سے کھینچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تنفس مبارک رکنے لگا۔ صدیق دوڑے اور لٹکار کر فرمانے لگے اتقتلون رجلا ان يقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم۔ کیا اس ہستی مقدس کو مارنا چاہیے ہو۔ جو ایک رب حقیقی کے

حضور میں سر نیاز عالم جھکوار ہا ہے اور با آنکہ وہ تمہیں روشن معجزات بھی دکھا رہا ہے۔  
 مکہ میں ایک مکان **دارالندوة** تھا۔ اس میں کفار قریش کا مجمع ہوتا  
 اور اس امر کے ریز و لیوشن پاس ہوا کرتے کہ ان ان ذرائع سے تبلیغ رسالت روکی جائے۔  
 چنانچہ ایک بار مسلمانوں پر کفار قریش کے سخت تشدد ہوئے تو با جازت حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم اکثر و بیشتر مسلمان مکہ سے حبشہ وغیرہ چلے گئے۔ پھر کفار نے مشورہ کیا کہ ممکن  
 ہے کہ اہل مدینہ سے مل کر یہ لوگ ان تشددوں کا ہم سے بدلہ لیں۔ بہتر یہ ہے کہ  
 اس سے قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ بذریعہ وحی ارشاد الہی  
 ہوا کہ اے ہمارے حبیب تمہارے قتل کے سامان ہو چکے ہیں۔ لہذا اب  
 مدینہ ہجرت کر جاؤ۔ آپ اس حکم کو سن کر دوپہر کے وقت صدیق کے پاس تشریف  
 لائے اور فرمایا مجھے ہجرت کا حکم ہے تمہاری کیا مرضی ہے؟

آپ نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! صدیق کی جان حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر نثار ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو صدیق کہاں رہ سکتا  
 ہے اور فرط محبت سے آنسو نکل آئے۔ پھر آپ نے دو اونٹنیاں اپنے روپیہ سے خرید  
 فرمائیں اور عبد اللہ بن اریقظ کو جو مشرک تھا وہ دونوں اونٹنیاں دیں اور پھر فرمایا غار  
 ثور میں یہ اونٹنیاں خفیہ طور سے لے جا کر رکھو اور آج کے تیسرے روز ہمیں وہاں  
 ملو۔ اور اس باز کی کسی کو خبر نہ دینا۔

غار ثور مکہ معظمہ سے جنوب کو پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ مشورہ کر کے حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم صدیق کے یہاں سے دولت کدہ پر تشریف لائے۔ شب کو  
 نوجوانان قریش **ندوة** سے مشورہ کر کے آئے اور باب عالی کو چاروں  
 طرف سے گھیر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی مرتضیٰ کو اپنے بستر پر  
 لٹایا اور فرمایا کہ یہ امانتیں مکہ والوں کی دے کر تم مدینہ آنا اور خود پوشیدہ ابو بکر صدیق کے

یہاں تشریف لے گئے چنانچہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے دونوں مقدس بستیوں کیلئے  
سامان سفر مہیا کر لیا تھا۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق مقام غار ثور میں پہنچ گئے۔ علامہ  
فخر الدین رازی تفسیر کبیر کی جلد رابع میں فرماتے ہیں کہ جب دونوں غار ثور پر پہنچے تو  
صدیق نے پہلے غار میں داخل ہونے کی نیت کی اور اندر داخل ہو گئے۔ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدیق ا مجھ سے پہلے تم غار میں کیوں آ گئے۔ عرض کی کہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم غاروں میں اکثر موذی جانور ہوتے ہیں۔ میں نے یہ سوچا کہ اگر کوئی  
ہو۔ تو مجھے ایذا پہنچائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محفوظ رکھے۔

صبح تک دولت سراسر اٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار قریش کے نوجوان چاروں  
طرف رہے۔ علی الصباح معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو صاف نکل گئے اور یہ  
علی ہیں تو بایوس ہو کر لوٹے اور اعلان کیا کہ جو حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم  
کا سر لائے گا اسے خاطر خواہ انعام ملے گا۔

یہ سنتے ہی سوار چاروں طرف دوڑ پڑے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے دو تین  
بار غار ثور پر بھی آئے۔ یہاں تک کہ خود صدیق نے بھی انہیں دیکھا۔ تو آبدیدہ ہو کر  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا لو ان احدہم نظر تحت قدمیہ  
لیضربنا یعنی اگر کوئی بھی ان میں سے اپنے قدموں پر نظر ڈال لے گا تو ہمیں  
اینا دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم ہو کر جواب دیا ما ظنک یا ابا بکر  
باشئین اللہ تالٹھما ابو بکر کس خیال میں ہو۔ ہم دو کے ساتھ تیسرا اللہ گہبان ہے۔  
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدیق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین شبانہ  
روز اس غار ثور میں پوشیدہ رہے اور عبد اللہ بن ابی بکر شب میں حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کی خدمت کرنے کو آجاتے اور دن نکلنے سے پہلے مکہ پہنچ جاتے دن بھر مشورہ  
قریش کا نہیں کرتے۔ سنا کہ شب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ

گویا آپ اسلامی سی۔ آئی۔ طوسی کی خدمت پر مامور تھے۔ اور اس سے سی۔ آئی۔ طوسی کی وجہ جواز بھی ملتی ہے۔ اگر وہ اسلام اور اسلامی حکومت کی ہی خواہی میں دے۔ تو سنت اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

عامر بن فہیرہ ابو بکر کی بکریاں دن بھر غار ثور ہی کے پاس چرایا کرتے۔ رات کو دودھ والی بکریاں غار کی طرف ہانک دیتے۔ صدیق ان کا دودھ لے لیتے اور پھلی رات کو عامر وہ بکریاں لے کر چرانے میں مشغول ہو جاتے۔ بالآخر قریش مایوس ہو کر کچھ خاموش ہوئے۔ ان کی تلاش کی سرگرمی ٹھنڈی ہوئی۔ تو تیسرے روز عبد اللہ بن اریقظ نے اونٹنیاں غار پر لاکر لگائیں۔ ایک پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے دوسری پر عبد اللہ اور عامر۔ اور مدینہ کا رخ کیا۔ راستہ میں جو دیکھتا پوچھتا تمھاری اگلی اونٹنی پر کون سوار ہے؟ آپ فرمادیتے میرا رہنما ہے۔ لوگ سمجھ لیتے کہ سفر

کا راستہ بتانے والا ہے چنانچہ سورہ توبہ میں جناب الہی بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں  
 اَلَا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذَا خَرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِثْنَيْنِ  
 اِذْ هُمْ فِي الْغَايْرِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا  
 فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيُّدٍ لَاۤ يَحْضُوْدُ لَمْ تَدْرُوْهُ اَوْ جَعَلَ  
 كَلِمَةً الَّذِيْنَ كَفَرُوْا السُّفْلٰى وَاَكْلِمَةً اللّٰهُ هِيَ الْعُلْيٰى وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ  
 حَكِيْمٌ ہ یعنی اگر تم ہمارے محبوب کی مدد نہ کرو تو اللہ نے بے شک ان کی مدد فرمائی  
 جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا۔ وہ صرف دو اپنی  
 جان سے تھے اس غار ثور میں پھر جب وہ اپنے بارے فرماتے تھے غم نہ کرو بیشک  
 اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اس پر اپنا سکہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی  
 مدد کی جو تم نے نہ دیکھی اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ  
 غالب حکمت والا ہے۔ اس آیت کریمہ کا مورد اگرچہ بدر ہے۔ لیکن مورد کے خاص ہونے



سے بلا مخصوص حکم خاص نہیں ہوتا۔

صاحب تفسیر حسینی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمت غار ثور شرب بنجشہ کو غزہ ربیع الاول میں روانہ ہوئے اور جب غار میں داخل ہوئے۔ تو بحکم الہی کبوتر خست اس غار کے منہ پر شب بھر میں پیدا ہو گیا اور صحرائی کبوتر نے گھونسل بنا کر اڑے سے دے دیئے۔ اور مکڑی نے جالا پور لیا۔ کفار قریش شیطان کی مجبوری سے یہاں تک آئے تو کبوتر کا گھونسل اور مکڑی کا جالا دیکھ کر لوٹ گئے کہ یہاں کوئی آیا گیا نہیں۔

اس آیت کریمہ سے خاص طور پر فضیلت صدیق کا ایسا اظہار ہے کہ قرآن کا ماننے والا انکار نہیں کر سکتا۔ اللہ صدیق کو مصاحب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْذَنْ يٰعَنِي جِبْ وَهِيَ اِيَّاهُ يَارَسُو فَرَمَاتے تھے۔ لَا تَخْذَنْ۔ مت ڈرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

کتب سیر میں باختلاف الفاظ ایک قصہ یہ بھی ہے کہ اس غار میں ایک سانپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے منتظر اقبال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اس نے تصور محبوب و خیال رقیب سے ہزار ہا سوراخ غار میں کر رکھے تھے جس کی دو وہیں تھیں۔

اول یہ کہ فراق محبوب کے تیروں سے جو اس کا سینہ چھلنی تھا اس کا لوٹو اپنے محبوب کو غار کی زمین پر دکھا دے یا یہ کہ جب محبوب رونق افروز ہوں تو کہیں کوئی میرا راستہ بند کر کے مجھے محروم دیدار جمال باکمال نہ بنا دے۔ بنا بریں ہزار ہا ایسے کشادہ کرکھی تھیں کہ اس راستہ کو بند پاؤں تو اس سے نکل کر اس شمع حسن و جمال و قمر توحید پر پروانہ نوا ندا ہو جاؤں۔ اور اگر یہ راہ بھی بند ہو۔ تو اس سے نکل کر جمال محبوب حاصل کروں۔ چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سوراخوں کو اپنی رو اسے مبارک

سے ٹکڑے کر کے بند کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ ایک سوراخ جب باقی رہ گیا تو چادر ختم ہو گئی۔ آپ نے اپنی جان کی اس جانِ جہان کے مقابلہ میں پرواہ نہ کی اور اپنے بائیں پاؤں مبارک کا انگوٹھا اس میں دسے دیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زانوٹے صدیق پر سر ناز رکھ کر خواب فرمایا۔ جب شمیم گیسو نے منام دماغ عاشق معطر کیا۔ تو بے تابانہ ہر راہ کی طرف پھرا۔ سب مسدود رہائیں۔

یہاں کچھ نرمی دیکھ کر اول انگوٹھا چوما۔ مگر آپ نے اس امر کو محسوس فرما کر بھی نہ ہٹایا کہ کوئی میرے انگوٹھے کو سرکار ہا ہے اور سمجھ لیا۔ کہ جان، جان عالم پر فدا کرنا سبب بہبودی ہر دو عالم ہے۔ حتیٰ کہ سانپ نے ڈس لیا۔ آپ نے انگوٹھا پھیر بھی نہ ہٹایا۔ کہ اتنے میں زہر نے دماغ تک اثر پہنچایا۔ اور عالم بے حتیٰ پائے اقدس ہٹ گیا۔ آپ رونے لگے۔ آنسو چہرہ زیبائے محبوب پر گرے۔ آنکھ کھول کے فرمایا۔ صدیق کیا بات ہے؛ عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے سانپ نے ڈس لیا۔ جان کے خوف سے نہیں روتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائی کا غم رلاتا ہے۔ آپ نے اپنے لعاب دہن سے اس زہر کا ازالہ فرمایا۔ جس کا اثر آپ کی پشتوں میں آج تک ہے۔ یعنی شیخ صدیقی نجیب الطرفین کے بائیں پیر کا غسالہ مارگزیدہ کے لئے اکسیر ہے۔ مختصر یہ کہ وہ سانپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد مثل طائف کعبہ کے چکر لگا رہا تھا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس واقعہ کو ایک شعر میں بیان فرماتے ہیں۔

صدیق بلکہ غار میں جاں اس پر دیکھے

اور حفظ جاں تو جانِ فرائض عز کی ہے

عرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منازلی سفر طے فرماتے ہوئے مدینہ پہنچے۔ ساہ فی معرفۃ الصحابہ میں شیخ ابن حجر اور عامرہ اہل سیر لکھتے ہیں کہ صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں عام الفیل سے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں۔ اس روایت کے بموجب باعتبار عمر صدیق سے ڈھائی سال بڑے تھے۔

صحیح بخاری کے باب الہجرت میں یوں مندرج ہے اقبل نبی اللہ الی المدینۃ وهو مردف ابابکر و ابویکر شیخ یعرف ونبی اللہ شاب لا یعرف یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو کر آگے چلے اور صدیق اکبر پیچھے تھے۔ تو اس وقت ابوبکر بڑھے معلوم ہوتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوان۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کم تھی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیادہ ۛ

## آپ کے اخلاق یعنی اسوہ حسنہ

آپ کے اخلاق وسیع اور خوف خدا بدرجہ غایت تھا۔ آپ اپنی ضرورت سے زیادہ کبھی صرف نہ فرماتے اور مکلف اغذیہ سے ہمیشہ مجتنب رہتے۔ حتیٰ کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو زمین پر مردہ کو چلتا دیکھے تو وہ صدیق کو دیکھے۔ چنانچہ مولوی معنوی ثنوی شریف میں اس قصہ کو یوں فرماتے ہیں ۛ

مصطفیٰ ازیں گفت اے اسرار جو  
مردہ خواہی کہ بسینی زندہ تو  
میرود چوں زندگان بر خفا کداں  
مرفہ جانس شدہ بر آسماں  
خانش را ایندم بہ بلا سکنی است  
گر بمیرد روح اورا نقل نیست

زانکہ پیش از مرگ او کرده است نقتل  
 این مردن ہنس آید نے بہ عقل  
 ہر کہ خواہد کہ بہ بسند بر زمین  
 مردہ کو بے رود خطا ہر چہ نہیں  
 مر ابو بکر تقی را گو بسین  
 شد ز صدیقی امیر المتقین

آپ کے فضائل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو ورنہ ایمان  
 ابو بکر یا ایمان الثقلمین لتراجع یعنی اگر ابو بکر کے ایمان کو سارے عالم کے  
 آدمیوں اور جنوں کے ایمان کے ساتھ تولیں۔ تو بے شک ابو بکر کا ایمان بھاری  
 نکلے گا۔

آپ کے فضائل میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو بکر کل  
 قیامت کو خدا سب پر عموماً تجلی فرمائے گا۔ اور تمہارے ساتھ ایک خاص تجلی ہوگی  
 ما صبت اللہ فی صدری شئی الا صبتہ فی صدر ابو بکر حضرت  
 خواجہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے مضمون کو یوں نظم  
 فرماتے ہیں ۷

ہر چہ آں از بارگاہ کبریا  
 ریخت در صدر شریف مصطفیٰ  
 جملہ آں در سینہ صدیق ریخت  
 لاجرم دائم ازو تحقیق ریخت

مختصر یہ کہ آپ غار ثور سے چل کر پہلی یا دوسری یا بارہویں یا تیرھویں یا پندرہویں  
 آیات ربیع الاول شریف ۱۷ ہجری روز دوشنبہ مدینہ منورہ پہنچے۔ اہل مدینہ

استقبال کے لئے بیرون شہر حاضر آئے

آپ کی سخاوت اور مرتبہ صدیقی کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی **وَسَيُجَنَّبُهَا  
الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۚ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَكَ مِن نِّعْمَةٍ  
تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءً وَجْهٍ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ** یعنی اور بہت اس سے دور رکھا  
جائے گا۔ جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال دیتا ہے۔ صاف دیا کہ ہونے کو  
اور کسی کا اس پر احسانی نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ وہ صرف اپنے رب کی رضا  
چاہتا ہے۔

صاحب تفسیر حسینی اس آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔ کہ بہت جلدی  
دور کیا جائے وہ عذاب جہنم سے بولے حد پر ہیزگار ہے۔ یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ  
عنه کو انہوں نے حضرت بلال کو خرید کر آزاد کیا۔ تو اللہ نے ان کی شان میں یہ آیت  
کریمہ نازل فرمائی۔ آپ کی نسبت و عیال شاہی باوجود سادہ زندگی بسر فرمانے  
کے ایسی تھی۔ کہ مملکت کے علاوہ جس کسی غیر سے بھی ملاقات ہوتی۔ تو وہ صاف  
صاف بے کھٹکے بات کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ تو رع اس درجہ تک  
تھا کہ سوائے معمولی غذا کے کبھی کوئی مسٹھائی وغیرہ یا مشتبہ غذا نوش  
نہ فرماتے :

## حضرت صدیق اکبر کے خصائص

یہ ہیں کہ آپ کی چالیس شہتیں شرف اسلام سے مشرف ہو کر حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کی خدمت میں رہیں۔

ابو قحافہ۔ پھر ابو بکر صدیق پھر آپ کے صاحبزادے عبد الرحمن پھر  
ان کے صاحبزادے اور آپ کے پوتے ابو عقیق غار ثور میں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے جان نثار رفیق رہے۔ جنگ بدر میں اخیر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار رہے۔ مردوں میں اسبق بالایمان آپ ہی ہیں۔ قرآن کریم جمع فرمانے میں سب سے پہلے آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ سب سے اول خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی ہیں۔ سب میں بڑی بات یہ کہ اول سے زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ بعد انتقال بھی پہلے ہی حسیب میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ کی مہر پر نعم القادس اللہ کند تھا۔ آپ کی نظر میں اہل اسلام غریب امیر صغیر اور آزاد فقیر رئیس مرد عورت سب برابر تھے۔ جب کچھ تقسیم فرماتے۔ سب کو برابر دیتے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اعتراض فرمایا۔ تو آپ نے جواب دے دیا کہ سابقین اولین اگر سب سے پہلے ایمان لائے ہیں تو اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے۔ یہ دنیا ہے۔ یہاں سب مسلمان برابر ہیں۔ موسم سرما میں گرم کپڑے اور کھیل خرید کر بیوہ عورتوں پر تقسیم بچوں کو تقسیم فرماتے۔ ہر روز بازار جا کر عورتوں مردوں کے سودے خرید لاتے۔ اکثر اپنی بکریاں جنگل سے چرا لاتے اور ان کا دودھ دوہ کر غربا کو پلاتے۔ جب آپ خلیفہ ہو گئے تو ایک عورت نے جو بیوہ تھی آہ سرد بھر کے عرض کی۔ ابو بکر اب تو تم خلیفہ ہو گئے۔ اب ہمیں دودھ کیوں لا کر دینے لگے۔ آپ نے ابدیدہ ہو کر فرمایا نیک بخت خلیفہ ہو جانے سے تیری خدمت مجھ پر فرض ہو گئی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب تک آپ زندہ رہے۔ سب خدمات بدستور کرتے رہے۔ آپ ۵ دن بخار میں رہے اور گھر سے باہر تشریف نہ لاسکے۔ ان ۵ دنوں میں آپ کی اجازت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کی امامت فرمائی۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ نہایت اعلیٰ حاکم منصف مزاج۔ ستمگر۔ سادہ دل اور اپنے ذاتی نفع سے بے تعلق خلیفہ تھے۔ غرض کہ آپ کی تمام زندگی اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔

## حالاتِ وفات

آپ کے حالات وفات مختصر یوں ہیں کہ ایک سال قبل از وفات کسی نے آپ کو کھانے میں زہر دے دیا۔ آپ نے حارث بن کلدہ کے ساتھ وہ کھانا نوش فرمایا۔ حارث طیب تھے انھوں نے زہر محسوس کر کے آپ سے عرض کی کہ اس کھانے میں یقیناً زہر تھا اور یہ زہر ایسا ہے کہ ایک سال بعد اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ ممکن ہے کہ آپ اور ہم ایک ہی دن دنیا سے رخصت ہوں۔ اکثر مورخوں کا بیان ہے کہ حسب پیشگوئی حارث دونوں نے ایک ہی تاریخ میں انتقال فرمایا۔

ابتداء آپ کے مرض کی یہ ہوئی۔ کہ ایک روز بوجہ شدت گرمی سرد ہوا میں غسل فرمایا۔ جس سے آپ کو بخار ہوا۔ ایام مرض میں لوگوں نے عرض کی اجازت ہو تو علاج کرایا جائے آپ نے فرمایا میرے طیب نے مجھ سے کہہ دیا ہے 'فَقَالَ' رَمَّا يُرِيدُ جِوَالِدٌ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اس جواب سے جو سمجھنا تھا سب نے سمجھ لیا اور خاموش ہو گئے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انتقال کے دن آپ بہوش ہو گئے۔ میں غم مفارقت میں رو رہی تھی کہ کچھ افاقہ ہوا۔ آپ نے فرمایا جَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ مَا كُنْتُمْ مِنْهُ تَحْيِدًا۔ یعنی موت کی غشی ضرور آئے گی اور یہی وہ حالت ہے۔ جس سے انسان بھاگتا ہے۔ پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں کیا کیا تھا۔ میں عرض کی۔ قمیص عمارہ کے سوا نین کسرتے تھے اور وہ بحول علاقہ یمن کے بنے ہوئے تھے۔ اس کے بعد پوچھا کس دن انتقال فرمایا۔ میں نے عرض کی دو شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ اور آج دو شنبہ ہے۔ آپ نے دعا کی اللہ مجھے بھی اپنے محبوب کے روز

وفات میں مار۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ بیٹی۔ عائشہ! یہ کپڑا جو اس وقت میرے جسم میں ہے۔ اس میں مجھے ایک دھبہ زعفران کا نظر آتا ہے۔ اس داغ کو دھو ڈالو اور دو کپڑے اور ملا کر مجھے کفن دے دینا۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ آپ نے فرمایا بیٹی روتی کیوں ہو۔ یہ دن سب کے لئے ہے۔ میں نے عرض کی ابا جان! یہ کپڑا نہایت پرانا ہے۔ آپ نے فرمایا الھی الی الجدید من المیتت انما هو للہمنہ والصدید زندہ بہ نسبت مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ محتاج ہے اور کفن قالب انسانی کے لئے ہے۔ جو خون و ریم سے ہوتا ہے۔

آپ کا انتقال شب سہ شنبہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۶۳۲ء کو ہوا صاحب اصابہ آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال بکتے ہیں۔ امام ابن قتیبہ اس سے زائد بتاتے ہیں۔

آپ کی مدت خلافت ۲ سال ۳ ماہ ۲۶ یوم ہے اور ایک روایت سے ۲ سال ۳ ماہ ۱۰ یوم ہے۔

وقت انتقال آپ نے وصیت فرمائی۔ کہ مجھے میری بیوی اسمانت عیسیٰ غسل دیں اور میرے بیٹے عبد الرحمن ان کی امداد میں رہیں۔ ان کے سوا کوئی میرے بدن کو برہنہ نہ دیکھے۔ دم واپس آپ کی زبان مبارک پر یہ لفظ تھے اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحَقِّنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ۔ یعنی اے الھی! مجھے دنیا سے مسلمان اٹھا۔ اور اپنے نیک بندوں میں ملا۔ آپ کا جنازہ مبارک اس تخت پر اٹھایا گیا۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمایا کرتے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حجرہ صدیقہ میں حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پہلو آپ کو سلایا۔ آپ کا شب میں انتقال ہوا اور



شب میں ہی مدفون ہوئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ  
 ابن اشیر لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی مرضی کے تشدد میں عبدالرحمن بن عوف کو  
 بلا کر عمر فاروق کی خلافت کی بابت مشورہ کیا۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کے  
 خیال سے وہ زیادہ مستحق ہیں آپ جتنا بزرگ انہیں سمجھتے ہیں اللہ نے انہیں اس سے  
 زیادہ رتبہ عطا فرمایا ہے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشورہ فرمایا۔ آپ نے  
 تہ دل سے تائید کی۔

ابوہماں ایک بات قابل غور ہے کہ بموجب توہم حضرات شیعہ اگر صدیق  
 (معاذ اللہ) خود عرض اور مطلب آشنا ہوتے۔ تو اس خلافت کو فاروق کے لئے  
 تجویز نہ فرماتے۔ بلکہ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو نامزد کرتے۔ آپ کے دو صاحبزادہ  
 عبدالرحمن اور محمد بن ابوجہود تھے۔ ان میں عبدالرحمن تو بڑے جبری اور شجاع عادل منصف  
 مزاج تھے۔ جنگ یمامہ میں آپ نے بڑے بڑے کارنامے فرمائے۔ اس سے  
 معلوم ہوا کہ صدیق بھی خواہی قوم اور شریعت حقہ کے پیرو تھے۔

## آپ کی ازواج و اولاد

زمانہ جہالت میں آپ نے دو نکاح کئے۔ اول قبیلہ بنت عبدالعزیٰ سے  
 جو آپ کی زندگی میں مری۔ اس سے ایک صاحبزادہ عبداللہ ہوئے اور ایک صاحبزادہ  
 اسماء ہوئیں۔ دوسرا عقد ام رومان و عد بنت عامر بن عمیر کنانی سے ہوا۔ ان سے  
 ایک صاحبزادہ عبدالرحمن اور حضرت صدیقہ پیدا ہوئیں۔ بعد اسلام مدینہ میں دو  
 نکاح کئے۔ پہلا اسماء بنت عیس سے۔ ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ حضرت  
 اسماء کا پہلا نکاح حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ ان کے  
 شہید ہو جانے کے بعد صدیق اکبر کے نکاح میں آئیں۔ دوسرا حبیبہ بنت خارجہ

ن زید انصاری سے جو صدیق کی وفات کے وقت حاملہ تھیں۔ آپ کی وفات کے بعد ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ یہ تینوں آپ کی وفات کے بعد زندہ رہیں۔ ایک صاحبزادہ عبد اللہ آپ کی زندگی میں انتقال کر گئے۔ اور دوسرا صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں حضور کے بعد زندہ رہیں۔

آپ کا نسب ساتویں پشت مرہ بن کعب تک پہنچنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ بنا بریں صدیق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یک جہدی ہیں۔ آپ کے والد کا نام عثمان تھا اور کنیت ابو قحافہ۔ ابو قحافہ آپ کی وفات کے بعد ۶ برس کچھ دن زندہ رہے اور ۹۷ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

حضرت صدیق کی والدہ ماجدہ سلمیٰ بنت صحز بن کعب بن سعد بن قیس مہتمی اور کنیت ام الخیر۔ آپ کے ماں باپ دونوں آپ کے اسلام کے بعد مسلمان ہو گئے۔

## آپ کا حلیہ مبارک

کشیدہ قامت۔ چھریا بدن۔ رنگ سفید زردی مائل۔ پیشانی ابھری ہوئی۔ رخساروں پر گوشت کم ہونے کی وجہ سے رگیں چہرہ پر نمایاں۔ طوڑھی میں ہندی اور کسوم کا رنگ۔

## ذکر خلافت و وفات فاروق اعظم

اب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت و وفات کا تذکرہ بھی حسب موقع ضروری ہے۔ اگرچہ ان کے حالات خلافت اور کارنامے نمایاں ہیں۔ اور ان

کے زمانہ خلافت کو تو مخالف تک تسلیم کر رہے ہیں۔

آپ کی ابتدا خلافت یوں ہوئی کہ بعد مشورہ اجلہ صحابہ عثمان بن عفان سے وصیت نامہ لکھوا کر اسے مزین بہر کیا۔ پھر بموجب حکم صدیق اس کی نقول چاروں طرف امراء عرب کے نام جاری فرمادیں۔ پھر فاروق کو بلا کر کہا۔ آپ نے انکار کیا اور فرمایا۔ میں اتنی زبردست ذمہ داری کا بار اٹھانے کے قابل نہیں۔ غرض کہ ہر طرح جب آپ مجبور ہو گئے تو اقرار کر لیا۔

آپ جمادی الآخر ۳۱ھ میں مسند آرائے سریر خلافت ہوئے۔ دس سال چند ماہ آپ نے خلافت کی۔ اس دس سالہ خدمت اسلام نے سلاطین عالم میں تہلکہ ڈال دیا۔ روئے زمین میں تخم عدل و انصاف کی وہ بہار ہوئی کہ تمام دنیا راستبازی دیانت داری کی بے بہا دولت سے مالا مال ہو گئی۔ فتوحات اس درجہ ہوئیں کہ آج تک ملک و سلطنت کے والی حیرت میں ہیں۔ آپ کے لشکر کے آگے آگے فتح نصرت علم ظفر لئے چلتی تھی۔ شجاعت و بہادری آپ کے ہر لشکری کے قدم چومتی تھی بڑے بڑے جبروتی شان والے تاج قدموں میں آئے۔

رعب و ہیبت کا یہ حال تھا کہ بہادران عالم لرزتے تھے بڑے بڑے قاہر سلطنت والے خوف سے آرام کی نیند نہ سو سکتے تھے۔ اور پھر لطف یہ کہ باوجود اس دبدبہ و عظمت کے آپ کی تمام زندگی درویشانہ گزری۔ شب و روز عبادت الہی میں رہنا۔ خوف خدا سے زاری کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ آپ ہی کے عہد میں سن ہجری مقرر ہوا۔ آپ ہی نے بلاد و اصرار میں تراویح کی جماعتیں قائم فرمائیں۔

ابن عساکر ابن زیاد سے راوی ہیں کہ جب حضرت علی مسجد میں تشریف لائے۔ تو انہوں نے مساجد کو قندیلوں سے روشن پا کر فرمایا۔ خدا عمر کی قبر روشن

کرے۔ جنہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کیا۔

سیرۃ جلیبی جلد دوم میں ہے اَوَّلُ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ  
فَإِنَّهُ أَجْمَعَ النَّاسِ عَلَى ابْنِ كَعْبٍ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ عُلُقِ  
الْقَنَادِيلِ فَلَمَّا رَأَاهَا عَلَى تَزْهَرِ قَالَ نُورَاتِ مَسَاجِدِ نَا نُورِ اللَّهِ  
قَبْرُكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ يَعْنِي سَبَّ سَائِلِ مَسْجِدِ فِي حَضْرَتِ عُمَرَ فِي رُؤْشِنِي  
كَرَانِي۔ جبکہ لوگ تراویح کو جمع ہو رہے تھے۔ حضرت علی تشریف لائے۔ تو  
آپ نے مسجدیں جگمگاتی ہوئی دیکھیں۔ آپ نے فرمایا ہماری مسجدیں تم نے منور  
کیں اور اللہ تمہاری قبر منور کرے اسے ابن خطاب۔

غنیۃ الطالبین جلد دوم میں حضور غوث الثقلین حضرت عثمان غنی رضی  
اللہ عنہ سے اس طرح ناقل ہیں ان علیاً رضی اللہ عنہ اجتازنا  
بالمساجد وہی تزهر بالقنادیل والناس یصلون التراويح  
فقال نور اللہ عن وجہ علی عمر قبرہ کما نور مساجدنا  
یعنی جب حضرت علی مساجد میں تشریف لائے تو مسجدیں روشنی سے جگمگا رہی  
تھیں اور لوگ نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا اللہ عمر کی قبر  
منور کرے۔ جیسے انہوں نے ہماری مسجدیں روشن کیں۔

مسجد نبوی کی توسیع آپ نے ہی فرمائی۔ آپ نے ہی حجاز سے یہود کو نکالا۔  
آپ کی کرامات بے حد ہیں۔ سچا اس کے چند نذرینا ظہور کرتا ہوں۔

کراماتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

ایک بار دریائے نیل خشک ہو گیا۔ یہاں یہ قاعدہ تھا۔ کہ جب یہ خشک  
ہونے لگتا تو ایک لڑکی کو زیورات سے آراستہ کر کے اس میں ڈالتے تب

کہیں وہ متموج ہوتا۔ زمانہ فاروق میں بھی یہی قصہ پیش آیا۔ یہاں کے حاکم سے پبلک نے اس فعل شنیع کی اجازت طلب کی۔ آپ نے صاف منع کر دیا خشک سالی ترقی پر ہوئی مختصر یہ کہ مصر شونا ہونے لگا۔ مجبور آپ نے خلیفۃ المؤمنین فاروق کی خدمت میں تمام قصہ مع اس بھینٹ والے قصہ کے لکھ کر بھیجا۔ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ تم نے جو کچھ کیا بہت اچھا کیا۔ قتل نفس اول حرام پھر وہ بھی غیر خدا کے نام۔ ہمارا یہ نامہ نیل میں ڈال دینا۔ انشاء اللہ وہ جاری ہو جائے گا۔ نامہ نامی میں یہ مضمون تھا من خلیفۃ رسول الامین الی النحر النیل۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی طرف سے دریا نیل کے نام یہ نامہ ہے۔ اسے نیل اگر تو اپنی قوت سے خشک ہو رہا ہے تو تجھے اختیار ہے۔ اور اگر خدا کا خشک کیا ہوا ہے۔ تو میں جناب الہی میں عرض کرتا ہوں کہ تجھے وہ جاری کر دے۔

تمام اہل مصر موافق مخالف ساحل نیل پر جمع ہوئے اور تجھرتے۔ کہ یہ عجیب سلطنت ہے کہ اس کا بادشاہ دریاؤں کے نام فرمان جاری کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ نامہ مبارک نیل میں ڈال دیا گیا۔ اوھر ڈالنا تھا۔ کہ وہ ہمیشہ سے زیادہ متموج ہو گیا۔ بادشاہ مصر کو آپ کا سخت خوف رہتا تھا۔ آخر اس خوف سے نجات پانے کے لیے اس نے حکماء سے زہر تیار کرایا۔ قاصدوں کو زہر لے کر بھیجنا چاہا۔ مگر سب جان کے خوف اور ہیبت فاروقی سے قدم آگے نہیں بڑھاتے تھے۔ غرض کہ ایک عمر رسیدہ بہت کچھ مال و دولت کے لالچ میں جان پر کھیل کر تیار ہوا۔ شیشہ لے کر چلا۔ یہاں آیا تو عجیب قصہ دیکھا۔ جس کو مولانا روم شنوی میں فرماتے ہیں۔

م  
بر عمر آمد ز قیسر یک رسول  
در مدینہ از سیا بان نغول

گفت کو قصر خلیفہ اسے چشم  
 تامن اسپ و رخت را آنجا چشم  
 آیا قاصد قیصری نزد عمر  
 اور مدینہ میں ہوا اس کا گزر  
 بولا قصر شاہی کس جا ہے یہاں  
 تاکہ ٹھہروں اس جگہ میں مہاں  
 قوم گفتند شش کہ اورا قصر نیست  
 مر عمر را قصر جاں روشنی ست  
 قوم بولی کہ محل تو اس کا نہیں  
 قصر فاروقی ہے دل جاں میں نگیں  
 اسے براد چوبہ بینی قصر او  
 چونکہ در چشم دولت رست است مو  
 چشم دل از موئے علت پاک وار  
 وانگہاں دیدار قصر شش چشم وار  
 تجھ کو اس کا محل کیا آئے نظر  
 علت حرص و ہوا ہے سر بسر  
 چشم دل سے ان حجابوں کو نکالی  
 پھر نظر اس فاقصر فاروقی پہ ڈالی  
 ہر کراہت از ہوسہا جان پاک  
 رود بیند حضرت و ایوان پاک

ترجمہ

م

ترجمہ

م

ترجمہ

م

ترجمہ

جو بھی عرص و آرز سے ہو جائے پاک  
جائے اور دیکھے وہی ابوان پاک

مختصر یہ کہ سب سے پوچھا۔ سب نے یہی جواب دیا کہ میاں اس کا قصر  
عالی عرش معلیٰ پر ہے وہ خلیفۃ اللہ ہیں۔ دنیاوی بادشاہ نہیں۔ قاصد یہ سن  
کر وہیں عقیدت کیش ہوا اور آفتاب ہدایت اس کی پیشانی پر چمکا۔ لوگوں سے  
پوچھتا ہوا چلا سستی کہ ایک اعرابی عورت نظر آئی۔ اس سے پوچھا۔ تو اس نے کہا

دید اعرابی زسنے اور ادخیل

م

گفت عمر اینک بزیر آل نخیل

زیر خرما بن زخلقاں او حبد

زیر سایہ ذاتِ خدا

دیکھا اک عورت نے اس مہمان کو

ترجمہ

بولی خرموں میں عمر ہیں دیکھ لو

نیچے خرموں کے ہیں وہ سب سے جدا

گویا سایہ میں ہے وہ ظلِ خدا

آمد او آنجا وازد دور ایستاد

م

مر عمر را دید در لرزہ فتاد

سیتے زان خفتہ آمد بر رسول

حالتے خوش کرد بر جانیش نزول

دور کچھ آکر گھڑا وہ ہو گیا

ترجمہ

پھر عمر کو دیکھ کر مقررانے لگا

ایسی ہیبت سوتے کی اس پر پڑی  
شیر سے جیسے نکاپہن ہوں لڑی

لڑتا ہوا دل میں کہنے لگا۔ میں بڑے بڑے بادشاہوں میں گیا مگر یہ  
ہیبت کسی کی مجھ پر نہ پڑی۔ آخر سبب کیا ہے سوچ سمجھ کر صاف کہنے لگا۔

ہیبتِ حق است این از خلق نیست

ہیبتِ این مرد صاحبِ دلق نیست

ہر کہ ترسد از حق و تقوایے گزید

ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

اندریں فکرت۔ حرمت دست بست

بعد یک ساعت عمر از خواب جست

حق کی ہیبت ہے نہیں یہ خلق کی

ایسی ہیبت کیا ہو صاحبِ دلق کی

جو ڈرا حق سے ہوا وہ سب پہ شیر

اس سے خائف جن و انساں اور دیر

پھر ادب سے دست بستہ ہو کھڑا

منتظر اس شاہِ خواباں کا۔ رہا

بعد ساعت خواب سے اٹھے عمر

مثیل نور حق مثال شیر ز

غرض کہ آیا تھا قتل کرنے کو مگر قبیلِ خنجر عشق و مقتول تیغ ہیبتِ اسلام  
ہو کر شرفِ اسلام سے مشرف ہو گیا۔

چونکہ رسالہ بہت ضخامت پا چکا ہے اور مضامین ابھی بہت باقی ہیں۔ لہذا



مختصر کرتا ہوں۔ جی تو یہ چاہتا ہے کہ ان ہستیوں کے فضائل لکھنے میں تمام عمر کے شب و روز گزار دوں اور اسی ذکر میں خاتمہ عمر کروں مگر مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ۔  
 غرض کہ ۲۳ ہجری میں آپ ابو لؤلؤہ مجوسی کے ہاتھ سے مسجد میں شہید ہوئے۔  
 جب آپ کے اس خبیث کا زخم لگا۔ تو آپ کی زبان مبارک پر یہ جملہ تھا وَكَانَ اَمْرًا لِّلّٰهِ  
 قَدْرًا اَمَقْدُ وُ سَرًّا۔ پھر فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ میری موت کسی مدعی اسلام کے ہاتھ  
 سے نہیں ہوئی۔ آپ کو باجارت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پہلوئے سرور  
 کائنات علیہ افضل التحیات صدیق اکبر کے برابر مدفون کیا گیا اِنَّ اللّٰهَ وَرِاٰتَا  
 اِلٰیہِ سَرَّاجِعُوْنَ آپ نے امر خلافت کو ارباب شوریٰ کے سپرد فرمایا۔ آپ کی  
 مہر مبارک پر کفّی بِاَلْمَوْتِ وَاِعْظَا كُنْهَ تَقَا:

## حضرت عثمان بن عفان اور آپ کی خلافت کے حالات

اب خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حالات خلافت و وفات  
 پیش کش ہیں۔

آپ کا نسب نامہ: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ  
 بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔ بن مرہ بن کعب بن لوی  
 بن غالب ہے۔

آپ کی ولادت عام الفیل سے چھٹے سال ہوئی۔ آپ کو اسلام کی دعوت  
 حضرت صدیق نے دی۔ آپ نے دونوں ہجرتیں فرمائیں۔ پہلے حبشہ کی  
 دوسری مدینہ منورہ کی۔

آپ کے عقد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ پہلی

حضرت رقیہ ان سے عقد قبل از اظہار نبوت ہوا۔ پھر انہوں نے زمانہ بدر میں وفات پائی۔ ازاں بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ مدینہ میں رہ گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو آپ کے عقد میں دے دیا۔ ان کی وفات ۹ ہجری میں ہوئی۔

علمائے تاریخ کا فیصلہ ہے کہ دنیا میں سوائے عثمان غنی کے کوئی ایسا شخص نہیں جس کے عقد میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں آئی ہوں۔ اسی وجہ سے آپ کو ذی النورین کہا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان بیٹیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو باعتبار صحابہ دوسرے پر فضیلت دی جائے۔ علی اگر آفتاب ہیں تو یہ ماہتاب۔ صدیق اگر زہرہ آسمان نبوت ہیں تو فاروق مشتری سماں ملکوت۔ علی اگر مالک ولایت ہیں تو عثمان صاحب مسند باغ جنت۔ سب عاشق ولداۃ مسطفیٰ۔ سب مجنون کوچہ محبوب خدا۔ سب باوہ وحدت کے متوالے اور زمین آسمان کے مالک کے مسند نشین۔ رہا مرتبہ فضیلت تو اس میں احادیث کے اندر سب کے علیحدہ علیحدہ مناقب ہیں۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں اتنا مدینۃ العلم وعلی بابہا آیا ہے تو جناب صدیق کی شان میں افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق موجود ہے اور فاروق کے لئے لوکان بعدی نبی لکان عس موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے حقائق و واقعات زندگی تمام و کمال مملوہ عشق و محبت ہیں۔ ان کے مسک کا مخلص یہی ہو سکتا ہے۔ جس کو سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک قطعہ میں نظم فرمایا ہے فرماتے ہیں۔

خوشتر از دوران عشق ایام نیست  
بامداد عاشقان راستم نیست

مطرباں رفتند صوفی در سماع  
عشق را آغاز هست انجام نیست  
باو صبح خاک شیر از آتش تست  
ہر کہ این وارو گرفت آرام نیست  
بستدیا چوں بت شکستی خود مباحش  
خود پرستی کمتر از اصنام نیست

ان ائمہ اربعہ میں باہمی رشتہء محبت اس وجہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ سے آپ کے متعلق پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے کہ ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔ آپ کی والدہ درودی بنت کریمہ ہیں۔ اور آپ کی نانی ام حکیمہ ریضا بنت عبدالمطلب بن ہاشم یہ حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ساتھ جوڑ لی پیدا ہونے والی ہمشیرہ ہیں۔ حضرت عثمان کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی زاد بہن ہیں۔ ان کا حن و جمال عرب میں مشہور تھا۔ آپ کے اسلام لے آنے کے بعد آپ کے چچا حکیم بن ابی العاص نے آپ کو باندھ دیا اور کہا کہ برب تک تم اپنے پر لے مذہب کا اقرار نہ کرو گے میں نہ چھوڑوں گا۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں اس دین کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ چاہے اس ہی مصیبت میں میری جان نکل جائے۔ حکیم نے جب آپ کا یہ استقلال دیکھا چھوڑ دیا۔ آپ سیدھے دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ وہ شخص ہے۔ جس سے ملائکہ شہادتے ہیں۔ عبد الرحمن بن جناب سے ترمذی شریف ہیں ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ عسرت کے لئے کچھ فرما رہے تھے۔ اثنائے تقریر

میں تین بار حضرت عثمان غنی نے سو سو اونٹ معہ سامان پیش کئے۔ یعنی تین سو اونٹ معہ سامان اللہ واسطے نذر کئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان پر اب کچھ نہیں۔ یعنی اگر عثمان نوافل اور خیرات اب بھی کرے۔ تو یہ اس کے لیے کافی ہے۔

بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ سفارت کے لئے بھیجا تھا۔ تو آپ نے فرمایا عثمان اللہ ورسول کے کام میں ہیں۔ لہذا اپنے دائیں ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے بائیں ہاتھ کو اس پر رکھ کر ان کی غائبانہ بیعت لی۔

## اخلاص اور للہیت

اس درجہ کی تھی کہ خلافت کے بارہ میں عبدالرحمن بن عوف نے آپ سے کہا اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں۔ تو آپ کس کے لئے رائے دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا علی شیر خدا کے لئے اور جب حضرت علی سے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا ذی النورین کے لئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے تین روز بعد حسب رائے متفقہ آپ خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کے عہد مبارک میں روم درے کے قلعہ۔ دار بگرد۔ ارجان۔ ساہور۔ افریقہ۔ ساہور۔ اندلس۔ خراسان۔ طوس۔ نیشاپور۔ مرو۔ سرخس۔ بہت فتح ہو چکے تھے۔ ۲۶ھ میں آپ نے کعبہ مقدسہ کی توسیع فرمائی اور ۲۹ھ میں مسجد نبوی کو حجر ہائے منقوشہ سے مزین کر کے اور وسعت دی اور عمود، حجری قائم فرمائے۔ مسجد کی چھت بوب سال کی بنوائی۔ جس کا طول ۱۶۰ گز اور عرض ۱۵۰ گز تھا۔ آپ کی

خلافت کا دورہ ۱۲ سال رہا۔ سلسلہ میں شہادت پائی۔ آپ کی شہادت بھائیوں کے شر سے ہوئی۔ اس کا مختصر قصہ یوں ہے۔

## واقعات شہادت ذی التورین

آپ کی خلافت کے ساتویں سال آپ کے اعزاء و اقربا نے جو اطراف مکر میں عامل مقرر تھے۔ رعایا پر جبر و تشدد شروع کر دیا۔ فسق و فجور میں بھی قدم بہت زیادہ بڑھائے تو ہر طرف سے تمکاتیں آنے لگیں۔ عبداللہ بن سرج حضور کا رضی بھائی ان ایام میں حاکم مصر تھا۔ اس نے تو اس شرانگیزی میں اتنی ترقی کی کہ سب سے بڑھ کر ہر دم نشہ میں چور ہر وقت انہماک فسق و فجور۔ حتیٰ کہ فجر کی دو رکعت نماز پڑھانے شروع ہوا۔ نشہ میں تھا چار پڑھا دیں۔ پھر سلام پھیر کر کہنے لگا۔ چاہو تو اور پڑھا دوں۔ اہالیان مصر جمع ہو کر تنگ آ کر مدینہ آئے اور حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سب قتل عرض کیا۔ آپ نے اسے معزول کر دیا۔ اور فرمایا اب تم جسے پسند کرو اس کو تمہارا حاکم بنا دیا جائے۔ سب نے محمد بن ابی بکر کو منظور کیا۔ آپ نے انہیں کے ہاتھ بندھ کر مصر روانہ کر دی۔ خلیفۃ المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا میرنشی یا سرشتہ دار یا دیوان مدار المهم مروان تھا۔ رشتہ میر آپ کا سالہ بھی تھا۔ اس کو محمد بن ابی بکر سے خاص عداوت تھی۔ مصری مجمع وہ سنہ لے کر ادھر روانہ ہوا۔ ادھر اس بے دین نے حضرت عثمان سے خفیہ ایک اور فرما لکھا جو عبداللہ بن سرج سابق حاکم مصر کے نام تھا۔ اس میں لکھ دیا۔ کہ محمد بن ابی بکر تمہارے پاس پہنچے اسے علی الفور قتل کر ڈالنا۔ اور بلا اجازت امیر مہربھی لگا دی۔ اور آپ کے غلام خاص کو دے کر آپ ہی کی خاص ساٹھنی پر سوار کر کے روانہ

کر دیا۔ اور تاکید کی کہ اس قافلہ سے پہلے پہنچ۔ آپ کو اس جعل سازی کی اصلاح نہیں تھی۔ وہ غلام راستہ میں کسی منزل پر گرفتار ہوا۔ جنہوں نے اسے پکڑا وہ مصری ہی تھے اور اس غلام کو جاننے والے بھی تھے کچھ نہ کہہ سکا۔ آخرش اقرار کرتے ہی بن آئی اور صاف کہہ دیا کہ مروان کا فرستادہ مصر جا رہا ہوں۔ پوچھا تیرے پاس کوئی فرمان ہے انکار کیا۔ تلاشی لی تو سبز بھر لقا فہ برآمد ہوا۔ پڑھا تو وہ منعمون تھا۔

رقعہ غلام سائڈنی سب لے کر اہل مصر واپس آئے اور امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے وہ فرمان دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا اور فرمایا مجھے اس کا قطعی علم نہیں۔ عرض کیا گیا غلام کس کا ہے۔ فرمایا میرا۔ سائڈنی۔ میری۔ پوچھا مہر کس کی۔ فرمایا خاص میری مگر جس نے بھی لکھا اور مہر کی۔ میری بے علمی میں کی۔ آخرش سب نے کہا۔ اُس لکھنے والے کو ہمارے سپرد کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم کون لینے والے تم سزا دینے کا مجاز نہیں۔ ابھی میں خلیفہ ہوں۔ میں اُسے خود سزا دوں گا۔

مختصر یہ کہ ضد و کد میں نفسانیت نے اہل مصر کے دل میں آگ بھڑکا دی اور مصر والے کہہ اُٹھے۔ کہ ہم آپ کو خلیفہ نہیں مانتے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے اہل یان مصر! عفان کے بیٹے کو دنیا کی ہوس نہیں۔ مگر اطاعت محبوب خدا میں اسے اپنی جان دینا منظور ہے۔ میرے حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ عثمان میرے بعد تجھے ایک خلعت پہنایا جا یا جائے گا۔ پھر مفسد اسے اتروائیں گے۔ تم اسے ہرگز نہ اتارنا یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ کہ وہ خلعت یہی خلافت ہے اور تم اسے اترواتے ہو۔ لہذا میں اس کو ہرگز نہ اتاروں گا۔ مصریوں نے کہا تو اطرائی کی فکر کیجئے۔

غرض چھ دن تک علی التواتر پانی بند رہا۔ گفتگو میں برابر مصری اپنی ضد پر اڑے رہے۔ حضرت عثمان وہی ایک جواب دیتے رہے۔ آخر نفس پرستوں نے یہ رائے تجویز کی کہ آج شب کو گھر میں گھس کر آپ کو شہید کر دیا جائے۔

حضرت مولیٰ علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ کو جب یہ خبر پہنچی۔ آپ نے دو مشکیزے بھر کر حضرات حسنین کے کندھوں پر رکھوا کر بھجوائے۔ مصریوں نے تیروں سے مشکیزے توڑ دیئے پانی نہ پہنچنے دیا۔ مجبوراً آپ نے شہزادگان کو دروازہ عثمان پر تلوار دے کر محافظت پر کھڑا کر دیا۔ اور فرما دیا۔ جب یہ لوگ اندر جانے کا قصد کریں۔ میں مسجد میں ہوں۔ مجھے اطلاع دینا۔

مصر والوں نے دوسری تدبیر کی۔ وہ یہ کہ عقب دار الخلفاء ایک ہمسایہ کے مکان میں سے دیوار توڑ کر دار الخلفاء میں گھس گئے۔ آپ اس وقت قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور تلاوت کرتے ہوئے حضرت سادق النواہین کو شہید کیا۔ آپ کی زوجہ مبارکہ اوپر چڑھیں اور بے تابانہ پکاریں الا ان امیر المؤمنین تذاکرتک یہ آواز مرتضیٰ شیر خدا کے گوش میں پہنچی۔ گھبرائے ہوئے اُٹھے۔ سیدھے دروازہ پر آئے۔ دیکھا کہ شہزادہ موجود ہیں۔ آپ ناراض ہوئے اور فرمایا۔ تمہارے ہوتے ہوئے یہ مفسدین کس طرح گھسے۔ شہزادوں نے فرمایا۔ آپ اندر جا کر ملاحظہ کریں۔ ہم نے یہاں سے کسی کو اندر نہیں جانے دیا۔ اندر گئے تو صورت ہی دوسری تھی۔ مجبوراً روتے ہوئے باہر تشریف لائے بلوائیوں نے اب بھی اپنی آتش غضب منطفی نہ کی۔ بلکہ تین روز تک لاش مبارک کو نہ اٹھانے دیا۔ آخر چوتھے روز کچھ مسلمانوں نے حکمت عملی سے پوشیدہ طوع پر آپ کی نعش مبارک اٹھائی۔ اور بموجب وصیت آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا۔

آپ کی شہادت ایام تشریق ذوالحجۃ الحرام میں ہوئی۔ یوم شہادت شنبہ ہے۔ وقت شہادت آپ کی عمر مبارک ۸۲ سال تھی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت زبیر نے پڑھائی **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ پر یورش کرنے والے اکثر مجنون ہو گئے۔ مختصر یہ کہ پھر بارہا انکار کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مسند آرائے خلافت ہونا پڑا۔

ہم حضرات شیعہ کی طرح کبھی اس امر کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ معاذ اللہ اس قتل میں ایماہ علی رضی اللہ عنہ تھا لآحْوَالٍ وَلَا أَقْوَاتٍ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ جبکہ آپ خود فرماتے ہیں کہ الہی میں تیرے حضور خون عثمان سے بری ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ جب مجھے کسی نے امیر المؤمنین کہا۔ عثمان یاد آگئے اور میرے دل کے ٹکرے ہو گئے۔ وغیرہ وغیرہ

اس معاملہ میں الطاف حسین صاحب حاکمی سے ہم متفق ہیں۔ خدا کرے خلفاء راشدین کے معاملہ میں ہر مسلمان کا یہی عقیدہ رہے۔ **ایمن بجرمۃ البنی الامین۔ وہ فرماتے ہیں**

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت  
ادا کر چکی فسخ اپنا رسالت  
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی ججست  
نبی نے کیا خلق سے قدر خست  
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی  
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی



سب اسلام کے حکم بردار بندے  
 سب اسلامیوں کے مددگار بندے  
 خدا اور نبی کے وفادار بندے  
 یتیموں کے بیووں کے غمخوار بندے  
 رہ کھنڈ و باطل سے بیزار سارے  
 نشہ میں مٹے حق کے سرشار سارے  
 جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے  
 کہانت کی بنیاد ٹوٹا دینے والے  
 سر احکام دیں پر جھکا دینے والے  
 خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے  
 ہر آفت میں سیدہ پیر کرنے والے  
 فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے  
 اگر اختلاف ان میں باہم دگر بھتا  
 تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا  
 جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا  
 خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا  
 نہ تھی موج پسلی اس آزادگی کی  
 چرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی  
 نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت  
 نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت

امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت  
 فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت  
 لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا  
 نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا  
 خلیفہ تھے اُمت کے ایسے نگہبان  
 ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوبان  
 مسلمان و ذمی کے سب حق تھے یکساں  
 نہ تھا عہد و حر میں تفاوت نمایاں  
 کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسے  
 زمانہ میں ماں جانی بہنیں ہوں جیسے  
 رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُن کی  
 فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ اُن کی  
 بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُن کی  
 شریعت کے قبضہ میں تھی بھاگ اُن کی  
 جہاں کر دیا نرم زما گئے وہ  
 جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ  
 کفایت جہاں چاہیے واں کفایت  
 سخاوت جہاں چاہیے واں سخاوت  
 چچی اور تلی دشمنی اور محبت  
 نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت

جھکا ہنق سے جو بھک گئے اس سے وہ بھی  
 رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی  
 پھر آگے چل کر ان کے کارناموں کی تعریف میں لکھتے ہیں  
 گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اٹھی  
 پڑی چار سو یک یک دھوم جس کی  
 کرک اور دمک دور دور اس کی پہنچی  
 جو ٹیگس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی

ریگس ندی ہے جو اندلس یعنی اسپین میں سب سے بڑی کہلاتی ہے۔  
 اس کا نام فرات ہے۔ اس کا طول ساڑھے پانچ سو میل ہے۔ ارگون کے  
 حدود سے نکلی ہے۔ اورین میں سمندر سے اگرتلی ہے۔

کیا امتیوں نے جہاں میں اُجالا  
 ہوا جس سے اسلام کا بول بالا  
 بتوں کو عرب اور عجم سے نکلا  
 ہر اک طوبتی ناؤ کو جب سنبھالا  
 زمانہ میں پھیلائی توحید مطلق  
 لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق  
 ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں  
 پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں  
 ہوئی آتش افسردہ آتش کدوں میں  
 لگی خاک اڑنے سب جگہوں میں

ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر  
جسے ایک جا سارے ڈنگل بچھڑ کر

## ذکر ولادت و وفات و فضائل سید الشہداء امام حسن رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ القاب طیب، زکی، سبط، اکبر، ولی، کریم، حلیم، زاہد ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۵ شعبان المبارک ۳۰ میں ہوئی۔ اسمائیت عیسیٰ آپ کی قابلاً تھیں۔ جب خبر ولادت حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ تو آپ فرحان و شاداں خانہ سیدہ میں تشریف لائے اور فرمایا میرے بچے کو مجھے دکھاؤ۔ حضرت اسمانے ایک زرد کپڑے میں لپیٹ کر آپ کو آغوش سرور میں دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زرد کپڑا دیکھ کر فرمایا اس میرے بچے کو زرد کپڑے میں نہ لپیٹا کرو۔ پھر اسی وقت سفید کپڑا بدل دیا۔ آپ نے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی۔ پھر حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا تم نے اس کا نام کیا رکھا۔ آپ نے عرض کی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے سامنے کیا نام رکھتا۔ ہاں خیال ایسا ہے کہ عرب نام رکھا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس میں وحی کا منتظر ہوں۔ اتنے میں آمارات وحی ظاہر ہوئے۔ اور روح الامین ایک پارچہ سبز حریر پر منقش آپ کا نام نامی لائے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب الہی کی طرف سے بعد سلام ارشاد ہے کہ علی آپ کے لئے مثل ہارون کی ہیں وہ موسیٰ کے رفیق و برادر تھے یہ آپ کے ساتھ ہیں۔ لہذا ان کے فرزندوں کے نام پسران ہارون کے ناموں پر رکھئے۔ ان کے بڑے لڑکے کا نام شبر تھا۔ جس کا عربی

میں ترجمہ حسن ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام بھی شبیر رکھا۔ اور آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ فرمایا اور دو مینڈھے ذبح فرمائے۔ ران قابیلہ کو عطا کی۔ سر کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ فرمائی۔

براہین عازب راوی ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ سے تشریف لائے۔ آپ کے دوش مبارک پر شہزادہ شبیر رونق افروز تھے۔ آپ نے فرمایا۔ الہی میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوش اقدس پر شہزادہ شبیر کو لائے اور فرمایا۔ الہی میں اسے دوست رکھتا ہوں اور اس کے دوست کو دوست رکھتا ہوں تو بھی جو اسے چاہے اسے چاہ۔ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم بارہا اپنی زبان مبارک آپ کو چسایا کرتے تھے۔ صاحب اعلام الوری لکھتے ہیں کہ ایک بار دونوں شہزادے کہیں باہر کھیلنے تشریف لے گئے واپس آنے میں دیر ہوئی۔ جناب سیدہ گھبراہٹیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رو کر عرض کی۔ آپ نے فرمایا فاطمہ گھبراؤ نہیں۔ ان کا تم سے زیادہ محافظان کا پیدا کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ الہی! اگر وہ صحرا میں ہیں تو ان کی حفاظت کر۔ اگر دریا میں ہیں تو ان کو سلامتی سے کنارہ پر لا۔ کہ اتنے میں روح اللہ حاضر دربار ہوئے اور عرض کی۔ دونوں شہزادے خطیرہ بنی نجار میں ہیں اور اللہ نے دو فرشتے ان کی حفاظت کے لئے متعین کر دیئے ہیں۔ آپ اسی وقت تشریف لے گئے اور دونوں کو اپنی آغوش شفقت میں لے کر سیدہ کے پاس لائے۔ راستہ میں ابو ایوب انصاری نے ایک صاحبزادے کو اپنی گود میں لینا چاہا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دیا۔ پھر آپ نے

اسی دن خطبہ فرمایا۔ اس میں بعد حمد و نعت ارشاد فرمایا۔ کہ ”لوگو! تم جانتے ہو کہ کس کو جد و جدہ کی طرف سے اللہ نے شرف بخشا ہے؟ وہ حسنین رضی اللہ عنہما ہیں۔ جن کا جد میں ہوں اور جدہ خدیجۃ الکبریٰ۔ اور اگر کسی کو ماں باپ کی طرف سے افضل الناس کہا جائے۔ تو وہ یہی دونوں شہزادے ہو سکتے ہیں۔ جن کے باپ علی مرتضیٰ اور ماں سیدۃ النساء فاطمہ زہرا ہیں۔ اور باعتبار خال و خالہ کے اگر کوئی مشرف پاسکتا ہے۔ تو وہ بھی یہی دونوں ہیں۔ جن کے خال قاسم و ابراہیم اور خالہ زینب بنت رسول ہیں۔ اور اگر کوئی چچا چچی کی طرف سے معزز ہو سکتا ہے۔ تو یہی دونوں نخت جگر ہیں کہ ان کے چچا جعفر طیار اور چچی ہانی بنت ابی طالب ہیں۔“

سنن ترمذی میں مرفوعاً ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز شہزادہ حسن کو اپنے دوش اقدس پر بٹھایا اور باہر تشریف لائے تو کسی نے عرض کی نعم المرکب ما کت یا غلام کیا اچھی سواری ہے۔ جس پر صاحبزادہ تم سوار ہو۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَوَلِعَمَّ الرَّاکِبُ هُوَ سَوَارٌ بَهِی تَوَالِیَا هِی اَچھا ہے۔ جس کے لئے یہ سواری ہے۔

ہست بر اہل معرفت روشن  
صفت حضرت حسین و حسن  
آن سیکے اختر لیست تابندہ  
واں دگر گوہر لیست رخشندہ  
آن سیکے نور دیدہ نبوی  
واں دگر شمع حبان مرتضوی

روئے آن صاف تر زلمعہ بدر  
گیسوئے این نمونہ شب قدر  
آن یکے ماہ آسمان کمال  
واں دگر سرو بوستان جمال

ایک بار آپ اور ابن زبیر ایک طرف روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے نخلستان آگیا۔ مگر وہ سب خشک تھا ابن زبیر نے ایک درخت کے نیچے آپ کے لئے فرش لگا دیا۔ آپ رونق افروز ہوئے۔ پھر ابن زبیر نے عرض کی۔ کاش یہ سرسبز و بار آور درخت ہوتے تو تازہ تازہ کھجوریں کھاتے۔ آپ نے فرمایا کیا تم کھجور کھانا چاہتے ہو۔ عرض کی حضور چاہتا ہوں مگر اس وقت کہاں میسر آسکتی ہیں۔ آپ نے آہستہ آہستہ زبان مبارک سے کچھ فرمایا۔ پھر دعا کی تو جس درخت کے نیچے آپ رونق افروز تھے۔ وہ سرسبز ہوا اور پھل دیئے۔ ابن زبیر کو فرمایا جاؤ توڑو اور کھاؤ۔ شیربان جو ہمراہ تھا محو حیرت ہو گیا اور کہنے لگا واللہ انک لساحر خدا کی قسم تم ساحر ہو۔ ابن زبیر نے کہا۔ بد نصیب ان کو ساحری سے کیا تعلق یہ مستجاب الدعوات ہیں۔ اس نے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ مگر گوشہ مصطفیٰ فرزند ولید مرتضیٰ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے فضائل اس قدر ہیں کہ اگر تمام کتاب کی صفحات کے برابر جاہوں تو لکھ سکتا ہوں اور پھر بھی یہی کہوں گا کہ ابھی بہت فضائل ہیں۔

اگر عمدے بسیار ایم سخن را  
نشايد نظم من نعت حسن را

سخن گیرم کہ جز در عدل نیست  
 سزائے وصف اخلاق حسن نیست  
 سخن گر بگذرد از چرخ اخضر  
 ہنوز از وصف او باشد فردر  
 کمالش گرچہ نزد ماست ظاہر  
 زبان ما مدح اوست قاصر  
 دو گیتی را وجودش زیب و زین است  
 نظیر او اگر جوئی حسین است

غرض کہ جب آپ کے سر سے سایہ جدی و پداری و مادری بظاہر اٹھ  
 چکا تو بعد انتقال حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا  
 کہ لوگو! آج شب میں اللہ نے تمہارے سر سے اس مرد خدا کو اٹھایا ہے  
 کہ اب اس کی نظیر قیامت تک تم کو نہیں ملے گی۔ یہ وہی شب ہے کہ جس  
 شب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا سے رحلت کی اور عیسیٰ علیہ السلام  
 نے عروج سوئے آسمان فرمایا تھا۔ اب تم کو چاہیے کہ راہ دین اور ملت بیضا  
 سید المرسلین کا اتباع کرو۔

چنانچہ اسی وقت اہل یمن کو فتنے بیعت کے لئے آپ کی طرف  
 ہاتھ بڑھانے شروع کئے سب سے اول جو بیعت کے لئے آگے بڑھے وہ  
 قیس بن سعد عبادہ انصاری تھے۔ اس کے بعد جوق در جوق مسلمانوں نے  
 بیعت کی۔ حتیٰ کہ چالیس ہزار مسلمانان کو فتنہ داخل بیعت ہو گئے۔ جب  
 خبر شہادت مرتضیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ حاکم شام کو پہنچی۔ اور آپ کے  
 ہاتھ پر چالیس ہزار کی بیعت کا قصہ سنا تو ساتھ ہزار کا لشکر ہزار کے ساتھ



انہوں نے روانگی کی۔ امام حسن سید الشہداء کو جب یہ حال معلوم ہوا چالیس ہزار لشکر کے ساتھ کوفہ سے باہر تشریف لائے اور کچھ دیر عبدالرحمن کے پاس قیام فرمایا اور قیس بن سعد کو ۱۲ ہزار نامدار دے کر مقدمۃ الجیش بنایا۔ جب آپ مدائن کے میدان میں پہنچے تو کچھ خیال پیدا ہوا۔ آپ نے تمام لشکر کو روک دیا اور خود فرمایا۔ مجھے کسی سے منازعت و مشاجرت نہیں۔ میں جنگ نہیں چلاؤں۔ بیکار مسلمانوں کا خون مجھے گوارا نہیں۔

اس اعلان سے بہت آپ سے منحرف ہو گئے اور بہت آپ کے نیاز مند رہے۔ آپ مرکب مبارک پر سوار ہو کر مدائن کی طرف تشریف لارہے تھے کہ راستہ میں گروہ خوارج کا ایک جلیث ملا۔ اس نے آپ کو دیکھتے ہی تلوار کھینچی اور زانوسے مبارک پر اس زور سے ماری کہ زخم ہڈی تک پہنچا۔ آپ نے اس سے کچھ نہ فرمایا۔ مگر چیخے سے عبد بن فضل طائی آپ کے نیاز مندوں میں سے چلے آ رہے تھے۔ انہوں نے اس جلیث کے ٹکڑے کر دیئے۔ آپ رنجیدہ مدائن تشریف لا کر قصر ابیض میں مقیم ہوئے۔ اور جراح معالجہ میں مشغول ہوئے۔ بالآخر آپ نے شفا پائی۔ شہزادہ امام حسن سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے اول تو کوفیوں کا سورہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے ساتھ دیکھ ہی لیا تھا۔ اب یہ دوسرا موقعہ دیکھ کر ان کی طرف سے کبیدہ خاطر ہو گئے اور حضرت معاویہ سے بشرائط چند کہ اس کا قصہ بہت طویل ہے صلح فرمائی اور بالآخر اطراف و جوانب سے اس صلح میں مخالفتیں ہوئیں مگر آپ نے کچھ پرواہ نہ کی۔ بعد چند ایام کے آپ معہ خواص و خدم کثیر دہرم مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ یہاں علی بن بشیر ہمدانی نے جب سنا تو عرض کی۔ حضور یہ صلح ٹھیک نہ ہوئی۔ آپ کو یہ صلح کرنا نہ

چاہیے تھی۔ آپ نے فرمایا۔ علی بن بشیر خاموش رہو۔ ہم خازن گنجینہ ہائے عالمی ہیں۔ ہم کو ذرہ و سیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم کو وہ اسرار معلوم ہیں۔ جن کا علم ہمارے سوا دوسرا نہیں جانتا۔ تمہیں کیا معلوم۔ اس مصلحت سے ہم نے کیا سوچا ہے۔ مگر میں تم کو اتنا کہتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت میں اگر اس سے زیادہ بھی لشکر آجاتا اور شجر و حجر ہماری امداد میں شریک ہوتے۔ تو ہم فتحیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے کہ خدا مجد سرور و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں ایسا ہی فرمایا تھا۔

پھر فرمایا کہ حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کو دیکھا کہ وہ منبر نبوی پر چڑھ رہے ہیں اور یکے بعد دیگرے چلے آ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزارا تو انہیں اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ نازل فرما کر ارشاد ہوا کہ اے حبیب لبیب ہم نے تمہیں تمام نعمتیں عطا فرمادی ہیں۔ اور تم کو جوئے عطا بخش دی ہے۔ پھر سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا هٰذَا فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اس کی ایک لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور اس ہزار سے مراد سلطنت بنی امیہ کے دن ہیں۔ یہ روایتیں سیر کی ہیں اور مفسرین کرام ان سے اکثر متفق ہیں۔ اس لئے کہ مفسرین کی تحقیق احادیث کی روشنی میں ہوتی ہے اور اباب سیر فضائل کی چاشنی دینے کے لئے اقوال صوفیائے کرام نقل کرتے ہیں۔ جو ان کے مکاشفات اور حسب حال ہوتے ہیں۔

صاحب شواہد اس روایت کو لکھ کر آگے لکھتے ہیں۔ کہ بنی امیہ کی سلطنت کے ایام کا میں نے حساب کیا تو پورے ہزار ماہ ہوتے ہیں۔ بعد چندے اہالیان و مشق نے آپ سے تشریف آوری کی درخواست کی۔ جب اصرار

حد سے بڑھا۔ آپ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں بو شہر آہنا۔ اہالیان شہر آپ کی خدمت میں آتے اور نذریں پیش کرتے۔ آخر ش آپ موصل پہنچے۔ یہاں ایک سعد موصلی تھا۔ اُس نے غایت اسرار سے حضور کو اپنے یہاں مستقیم کیا۔ چند روز بعد آپ یہاں سے دمشق کو تشریف لے گئے۔

حاکم و مشق خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ یہاں کچھ مدت قیام فرما کر واپس مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ موصل میں ایک خبیث بے دین اندھا رہتا تھا۔ اس نے ظاہری محبت سے آپ کو اپنے یہاں ٹھہرنے پر مجبور کیا اور خبیث نے دھوکے سے کھانے میں زہر ملا کر حضور کو کھلایا۔ غرض کہ تین بار اسی طرح آپ کو زہر کھلایا۔ آپ کو اس زہر سے تکلیف محسوس ہوئی اور رنجیدہ ہو کر عزم روانگی فرمایا۔ اور یہ آپ کی کرامت تھی۔ کہ اس زہر نے پورا اثر نہ کیا۔ پھر تو آپ نے دنیا اور اہل دنیا کی طرف سے یہ فیصلہ فرمایا کہ اب کسی پر بھروسہ کرنا نا تجربہ کاری ہے۔

از کس وفا مجھ کو بعالم و فناء  
دین ہر دو دل بیکہ کہ در ایام مانماند  
چنداں کہ بنگرمی بجہاں گزاف کار  
جز رنج و درد و محنت و بور و جفانماند

آپ اکثر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ شعر زبان مبارک پر جاری رکھتے۔

تغیر المودة والاحفاء

وقل الصدق والقطع الرجاء

اس اندھے کو زہر کا اثر مرتب نہ ہونے سے سخت حیرت ہوئی۔ چوتھی

بارزہ روینے کی تجویز سوچی۔

حضرات شیعہ ان تمام کاموں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ ضرور مانتے ہیں کہ کسی ذریعہ سے اس کے پاس یہ زہر آتا تھا۔ کیونکہ آج آپ ایک جنگل میں ایک مقام پر قیام فرما ہیں۔ بطور سیر و تفریح تشریف لائے ہیں۔ ہوا اچھی تھی۔ آپ آرام میں ہیں۔ یہاں ایک شتر سوار ہے۔ جس نے اونٹ ایک درخت سے ہانڈھ رکھا ہے۔ اور کھانا کھا رہا ہے۔ کہ اچانک اس کے پیٹ میں سخت درد ہوا کہ اتنے میں پھینکا ایک طرف سے بھوکا آیا اور اس نے اس شتر سوار کو مار کر اونٹ کی طرف رخ کیا۔ اونٹ بھاگنا چاہتا تھا کمام حسن سید الشہداء کے خادم نے اسے بھگا کر اُس اونٹ کو پکڑ لیا۔ اس کے سامان کو دیکھا تو ایک شیشہ زہر کا اور ایک لفافہ خاص طور پر ملا۔ اس نے وہ شیشہ اور لفافہ آپ کے پیش کیا۔ آپ نے وہ لفافہ دیکھا اور کسی پر اس کا باز نہ کھولا۔ اور شیشہ زہر کو پھینک دیا۔ اور اظہار نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ آپ کا میزبان شرمندہ نہ ہو مگر آپ کو اس کا سخت ملال تھا اور اثرات ملال چہرہ زیبا پر بھی نمایاں تھے۔ سب نے وجہ ملال دریافت کی۔ مگر کسی کو جواب نہ دیا۔

سعد موصلی سے نہ رہا گیا۔ نظر پکا کر مصلے کے نیچے سے وہ لفافہ نکال کر پڑھا۔ تو تمام جسم میں لرزہ آگیا۔ پھر عرض کرنے لگا۔ حضور اجازت دیجئے کہ میں اس خبیث سے کم از کم اس باز کو دریافت کروں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ جس کے ہم مہمان ہیں۔ اُسے شرمندہ کریں۔

آخر سعد موصلی سے نہ رہا گیا۔ اور اس کو بلا کر پوچھا۔ پسح بتا تھے حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی رنج ہے؟ اس نے کہا کوئی نہیں۔ میں تو خاص غلاموں میں ہوں۔ پھر پوچھا۔ شیر خدا مرتضیٰ اسد اللہ سے کوئی ملال ہے۔ اس نے متعجبانہ

جواب دیا کہ ان کی غلامی میں مدتوں رہا۔ مجھے کوئی رنج کبھی ان سے نہ ہوا۔ پھر پوچھا ان کے تختِ جگرا امام حسن سے تجھے کچھ کاوش ہے؟ اس نے کہا صاف کہینے قصہ کیا ہے۔

سعد موصلی نے براہم ہو کر کہا کہ تیرا مقصد جس کے ذریعہ تو تین بار زہر دے چکا ہے اور کرامتِ امام نے اس کا اثر نہ ہونے دیا۔ پوچھی یا زہر اور فقہ لارہا تھا۔ کہ راستہ میں ہلاک ہو گیا۔ وہ زہر اور خط ہمارے ہاتھ آ گیا۔ اس نے کہا حاشا و کلا مجھے اس کا کچھ علم نہیں مگر چہرہ اُتر گیا۔

سعد موصلی نے اپنے ملازموں سے اُسے پکڑ داکر اتنا مارا کہ خبیثتِ ہلاک ہو گیا۔ حضرت امام حسن کو جب یہ قصہ معلوم ہوا بہت رنجیدہ و ملول ہوئے۔ آخرش مدینہ روانہ ہو گئے۔

اس وقت والی مدینہ مروان بن الحکم تھا۔ یہ حضرت امام عالی مقام سے بظاہر خاص عقیدت رکھتا تھا اور حرمت و وقعت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتا۔ مگر اندرونی صورت میں جناب امام کا جانی دشمن۔ اور آپ کی ہلاکت کی تجاویز میں ہر دم کوشاں رہتا۔ جب اس کو تشریف آوری امام کی اطلاع ملی۔ تو اس نے السونہ دلالہ کو جو بڑی زبردست کشتی تھی بلایا۔ اور اسے بلا کر پوچھا۔ امام حسن کے یہاں تیرا بھی آنا جانا ہوتا ہے۔ خبیثت نے کہا ہاں۔ اور اگر نہ بھی ہوتا تو مشکل ہی کیا تھا۔

اب یہاں حضراتِ شیعہ و بعض احناف دھوکہ میں پڑے ہیں۔ اسی وجہ میں لکھ رہے ہیں۔ کہ اس دلالہ السونہ کے ذریعہ حضرت جعدہ بن اشعث زوجہ امام حسن سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو بہکایا گیا۔ اور انہوں نے زہر دیا۔ مگر اصول کے لحاظ سے ہم اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس واسطے کہ حدیث میں جہاں فضائلِ حسن مذکور ہیں۔ وہاں یہ بھی ارشاد ہے کہ جس کا جسم جسمِ حسن

سے من ہو گیا۔ اس پر جہنم حرام ہے۔

قتل مومن پر وعید نازل ہے۔ چہ جائیکہ شہزادہ کونین نور ویدہ محبوب رب  
المشرقین امام حسن سید الشہداء کا قتل اس پر جہنمی ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔  
بنابریں ہم کبھی یہ تسلیم نہ کریں گے کہ ایسا فعل شنیع جعدہ نے کیا ہو۔ بلکہ یہ امر قرین  
قیاس ہے۔ کہ حضرت جعدہ کے پاس وہ خبیثت ایسویہ دلالہ آنے جانے لگی۔ اور  
عورتوں میں چونکہ آنے جانے والی عورتوں سے بہت جلدی اختلاط و ارتباط ہو  
جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہو۔ پھر کسی موقع سے نظر پچا کر اس خبیثت نے زہر  
دیا ہو۔ اس صورت کے قرار دینے سے اس حدیث کی تغلیط نہیں ہوتی۔

رہیں وہ حدیثیں جو فضائل امام ہیں۔ ان پر بعض خارجی منس استہزاء  
کرتے ہیں۔ اور حضرت امام حسن کے زیادہ نکاح پر معترض ہوتے ہیں۔ حالانکہ  
نکاح سنت مؤکدہ ہے اور زیادت نکاح اور طلاق مباح، تو اگر کوئی مباح فعل  
کرے تو مطعون کیوں ہو۔ جبکہ حرام کرنے والے معصوم کے معصوم رہیں۔ اس  
قسم کے معترضین درحقیقت خود تروا من ہوتے ہیں۔ اور انہیں اپنا شہتیر نظر  
نہیں آتا اور دوسرے کا تنکا کھٹک جاتا ہے۔ اگرچہ اس قسم کی احادیث کی سندیں  
ہماری تحقیق میں بھی مجروح ہیں۔ لیکن اگر بالفرض صحیح ہوں تو اعتراض کیسا۔

بنابریں اب ان تمام روایات کو یوں کہا جاسکتا ہے کہ ایسویہ خبیثت حضرت  
شہزادہ صاحب کے دولت کدہ میں آئی اور اس کا کردگی کے انعام میں مردان  
سے ہزار دینار اور پچاس دق مصری وصول کئے اور موقعہ تاکتی رہی اور چونکہ ان  
کی کیاوی۔ عیاری۔ مکاری شیطان سے بھی زیادہ مسلم ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک  
میں ارشاد ہے اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا شَيْطَانِ كَا مَكْرٍ ضَعِيفٍ  
ہے اِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيْمًا عورتوں کی جماعت کا مکر زبردست ہے۔

عرض کہ موقعہ پا کر کچھ حصہ شہدگانے کرا آئی۔ اس میں زہر ٹلایا اور حضرت جعدہ کو دیا۔ آپ نے بے خبری میں حضور کے پیش کر دیا۔ عورتوں میں عموماً یہ عادت ہوتی ہے کہ کسی چیز کو پہلے خود نہیں کھاتیں اپنے خاوند کے پیش کرتی ہیں۔ شہزادہ صاحب نے اسے کھایا۔ شب بھرتے اور درہ شکم رہا۔ صبح وہ روضہ مقدس پر حاضر آئے۔ یہ آستانہ دار الشفا و دردمندان ہے۔ خاک روضہ شکم مبارک پر ملی آرام ہو گیا۔ اس روز سے ایک مدت تک امام حسن علیہ السلام اور ازواج میں رہے۔ ایک روز پھر تشریف لائے۔ جعدہ کو اسی خبیث ایسویہ نے موقعہ دیکھ کر کھجوریں عمدہ زہر آلود علیحدہ اور سادہ علیحدہ دیں۔ آپ نے پھر عمدہ کھجوریں حضرت شہزادہ صاحب کے پیش کر دیں۔ آپ کو فرمائے رطب سے بہت زیادہ رغبت تھی۔ آپ نے نوش فرمائی شروع کیں۔ جعدہ سے کہا۔ تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے عرض کر دیا۔ میں نے اپنے لئے لی ہیں۔ سات کھجوریں کھائی تھیں دل مبارک طول ہوا اور شب بھر تکلیف پائی۔ صبح روضہ مقدس پر حاضر ہوئے۔ آرام ہو گیا۔ آج حضرت جعدہ سے فرمایا۔ شام غرموں میں یہ معلوم کیا بلا تھی۔ کہ مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ آپ نے عرض کر دیا کھائی تو میں نے بھی تھیں۔ مگر آپ کی طبیعت دو سال سے کچھ ٹھنڈی ہے۔ اس کی کس کو خبر کہ وہ زہر آلود اور یہ سادہ تھیں۔ آپ سب جواب سن کر خاموش تشریف لے آئے۔ اور اپنے بھائی اور اسعزہ و اقارب کو بلا کر فرمایا کہ دو سال سے میری طبیعت ایسی ناساز ہے۔ کہ کسی طرح اصلاح پر نہیں آتی۔ لہذا میرا خیال ہے کہ اب پھر موصل جاؤں اور چند روز کے لئے تبدیلی آب و ہوا کراؤں۔ چنانچہ آپ نے ابن عباس کو ہمراہ لیا اور موصل روانہ ہو گئے۔ جب راستہ میں دمشق آیا۔ یہاں ایک دین و دنیا کا اندھا جو نہایت دشمن اہلبیت تھا رہتا تھا۔ جب اس نے سنا کہ موصل کو شہزادہ حسن تشریف لے جا

رہے ہیں۔ دل میں سوچا کہ اس سے بہتر موقعہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مجھے موصل جانا چاہیئے اور ان کی محبت و عقیدت کا اظہار کرنا چاہیئے۔ پھر موقعہ پا کر اپنا کام پورا کیا چاہیئے۔

چنانچہ اپنی لکڑی میں زہر کا بھجا ہوا عنصر جو بطور سنان ہوتا ہے لگوایا اور موصل روانہ ہوا۔ مسجد میں ٹھہرا اور انتظار میں رہا۔ کہ شہزادہ حسن نماز کے لئے جب تشریف لائیں۔ تب اپنا کام کروں۔ چنانچہ جب آپ تشریف لائے۔ تو عقیدت کیشان اخلاص جمع تھے۔ یہ بھی نماز آپ کے پیچھے پڑھتا۔ نماز کے بعد احادیث سنا۔ خوب روتا اور فکر میں رہتا کہ کب اس سنان سے اپنا مطلب پورا کروں۔

ایک روز حضرت شہزادہ صاحب نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور سیردن مسجد ایک خادم کی دکان پر رونق افروز ہوئے۔ اور غلصین و نیاز مندان باخلاص سے گفتگو فرمانے لگے۔ کہ اتنے میں وہ اندھا حضور کو دعائیں دیتا آیا اور اسکل سے اس لکڑی کے سنان کو آپ کے پائے مبارک پر رکھ کر اس زور سے دیا کہ پائے مبارک زخمی ہو گیا۔ آپ نے ایک آہ کی اور فرمایا افسوس دشمنوں سے یہاں بھی محفوظ نہ رہا۔ زخم سے خون کے فوارے بہنے لگے اور پائے مبارک متورم ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر جان نثاروں نے اس خبیث کو پکڑ لیا۔ حضور نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ یہ جیسا دنیا میں اندھا ہے۔ آخرت میں بھی اندھا ہے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد سے چھوڑ دیا وہ بھاگا اور تھوڑی دیر میں نظروں سے غائب ہو گیا۔

آپ کو اس زخم نے سخت تکلیف دی۔ آپ بے تماشا شدت درد سے



پکار اٹھے تھے۔ چنانچہ جراح بلا گیا۔ اس کی نظر جیسے ہی اس زخم پر پڑی رونے لگا اور عرض کی۔ حضور! یہ زہر کے بجھے ہوئے آلہ کا زخم ہے اور بقصد لگایا گیا ہے۔ حضرت سعد نے عرض کی۔ حضور! اب ہم اس اندھے کو بغیر سزا دیتے نہ چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا وہ خود مکافات عمل کو پہنچے گا۔ اور یہ آیت کریمہ پڑھی وَلَا تَحْسَبُوا الْمَكَرَ السَّيِّئِ الْأَبْهَلِہٖ۔ یعنی برا داؤ چلانے والے پر ہی پڑتا ہے۔

بدکیش رابکرو گار سپار تا ازو انتقام بستاند

غرض کہ جراح نے علاج شروع کیا۔ اور چونکہ وہ ہوشیار و داناتا تھا۔ تمام عروق سے زہر کھینچا۔ پھر مرہم سے زخم کا اندمال کیا۔ چند روز میں شفا کے کامل ہو گئی۔ ادھر سے بے فکر ہو کر جاں نثاروں نے اس اندھے کی تلاش کی۔ چودہ روز میں وہ اس طرح ہاتھ آیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس صبح کے وقت سعد موصلی کے یہاں تشریف لے جا رہے تھے دیکھا کہ وہ اندھا لکڑی ہاتھ میں لئے چلا جا رہا ہے۔ آپ کی نظر اس پر پڑتی ہے۔ آپ کا تمام جسم غصہ سے لرز گیا آپ اس کی طرف جھپٹے اور لکڑی چھین کر اس کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس خبیث کا سر پارہ پارہ ہو گیا۔ پھر آپ نے تمام متلاشیوں کو مشورہ سنایا کہ میں نے اس خبیث کو واصل بھتم کر دیا ہے۔ سعد موصلی نے جب یہ سنا۔ تو اس کی لاش پر آئے اور لیدگو بر خشک جمع کر کے اس کی لاش کو جلو اویا۔

شہزادہ حسن رضی اللہ عنہ اب یہاں سے پھر مدینہ کی طرف واپس ہوئے وہ خبیثہ ایسویہ رات دن تاک میں تھی تشریف آوری کے سنتے ہی کچھ الماس پس کر لائی۔ مگر موقع نہ ملا۔ عرض کہ ۲۸ صفر المنظر کی شب میں نظر بچا کر آپ کے پانی کی صراحی میں ڈال دیئے۔

ان ایام میں پانی کی صراحی سبز رہتے تھے۔ مگر ریزہ ہائے الماس

ایسی صفائی سے ڈالے کہ نہر کو کوئی نقصان نہ پہنچا اور الماس سو وہ پانی میں جا  
 ملا۔ آپ اس وقت آرام میں تھے کہ اچانک اُٹھے اور اپنی ہمیشہ حضرت  
 زینب کو بلا یا۔ پھر فرمایا بہن! ابھی جدا مجد سرکار مدینہ کو خواب میں دیکھا ہے۔  
 ان کی خدمت میں آتا جان اور اماں جان بھی حاضر تھیں۔ لہذا پانی لاؤ تاکہ  
 وضو کروں۔ آپ پانی لینے گئیں۔ اور آپ نے اس صراحی میں سے پانی نوش  
 فرمایا۔ بس پیتے ہی ایک آہ سرد دل پر دروسے کھینچی اور فرمایا کہ یہ پانی تھا یا  
 کیا بلا کہ حلق سے ناف تک ٹکڑے کر گیا۔ بہن جلدی سے بھائی حسین کو بلاؤ۔  
 آپ نے بلوایا۔ آپ بھائی کو دیکھ کر آبدیدہ ہوئے اور بغل گیر ہو کر خوب ملے۔  
 پھر فرمایا۔ بھائی ابھی نانا جان اور آبا جان کو معہ اماں جان کے خواب میں  
 دیکھا ہے کہ میرا ہاتھ پکڑ کر ریاض بہشت کی سیر کر رہے ہیں۔ پھر نانا جان  
 نے فرمایا۔ بیٹا حسن خوش ہو جاؤ کہ تم نے دشمنوں سے نجات پائی اور کل شب  
 تک ہمارے پاس پہنچو گے۔

اس خواب سے میں چونک کر بیدار ہوا۔ پیاس کی شدت تھی۔ پانی پیا۔  
 اس پانی نے حلق سے ناف تک زخم ڈال دیئے۔ حضرت امام حسین نے  
 رو کر اس کوزہ کو اٹھایا اور فرمایا مہر تو سلامت ہے پھر کیا بات ہے۔ میں بھی  
 چکھ کر دیکھوں۔ بڑے بھائی نے کوزہ ہاتھ میں سے لے کر زمین پر مارا۔ جہاں  
 وہ پانی پڑا۔ اس جگہ کی زمین بوشن زن ہوئی۔ پھر پھٹ گئی۔ امام حسین  
 سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو یقین واثق ہو گیا۔ کہ اب جانبری مشکل ہے۔  
 تھوڑی دیر میں درد ہو کر قے شروع ہوئی۔ طشت لایا گیا تو قے میں پارہائے  
 جگر و احشا کٹ کٹ کر آنے لگے۔

ایک روایت میں ہے کہ ستر ٹکڑے جگر کے آئے اور بروایت

دیگر سو پارہ طشت میں تھے۔

جب آفتاب بلند ہوا تو چہرہ زیبا نے سبز رنگ اختیار کیا۔ امام حسن نے فرمایا۔ اب ہمارے چہرہ کا رنگ کیسا ہے؟ عرض کیا سبز ہے۔ یہ سن کر آپ نے امام حسین سے فرمایا۔ بھائی حدیث معراج کی تعبیر پوری ہو گئی۔ آپ روتے ہوئے فرمانے لگے۔ بیشک پوری وہی علامتیں ہیں۔ اور آگے بڑھ کر بھائی کے گلے سے چمٹ گئے اور رونے لگے۔ حضار جلد بھی رو کر عرض کرنے لگے۔ حضور حدیث معراج کیا تھی۔ اس سے ہمیں بھی اطلاع بخشی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے جد امجد سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ شب معراج میں مجھے روضہائے خلد دکھائے گئے تو دو محل ایک مقام پر علیحدہ نظر آئے۔ ایک زمر و سبز کا تھا کہ اس کی شعاعیں آفتاب جہاں تاب کو شرمنا کر لامع و ساطع تھیں۔ میں نے رضوان سے پوچھا کہ یہ دونوں محل کس کس کے ہیں۔ تو اس نے عرض کی کہ دونوں شہزادوں کے ہیں۔ میں نے کہا دونوں کے رنگ جدا گانہ کیوں ہیں۔ تو رضوان نے گردن نیچے کر لی اور جواب نہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جواب کیوں نہیں دیتا۔ تو جبریل نے عرض کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے شرم آتی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں۔

قصر سبز زمر و می بڑے شہزادہ حسن کے لئے ہے کہ ان کو زہر دیا جائے گا اور اس کے اثر سے اخیر وقت ان کے چہرہ زیبا کا سبز رنگ ہوگا اور کوشک سرخ چھوٹے شہزادہ حسین کے لئے ہے کہ ان کو جفا کاران بدنام شہید کریں گے اور وقت رحلت ان کا رخسارہ نوری جو بوسہ گاہ سامی ہے۔ خون میں سرخ ہو جائیگا۔

بگزارتا بگریم چون ابر در بہاراں  
کوسنگ گریہ خیر۔ در روز دایع یاراں

امام حسین نے فرمایا۔ بھائی جان مجھے یہ بتا دیجئے کہ یہ زہر کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ بھائی میں کسی پر اس کا الزام لگا کر خون ناحق اپنے سر لینا نہیں چاہتا۔ اس کا بدلہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اب وقت بہت کم ہے وصیت سن لو تاکہ اس کے موافق تم عمل کرو۔

دیکھو! جب میرا جنازہ تیار کر لو۔ تو مانا جان کے روضہ مقدس پر لے جانا اور جناب صدیقہ سے اجازت لے لینا۔ اگر وہ اجازت دے دیں اور عامل مدینہ کی طرف سے کوئی فتنہ نہ اٹھے تو اسی جگہ دفن کر دینا۔ اور اگر ایسی صورت کا خوف ہو۔ تو ضد نہ کرنا۔ جنت البقیع میں میرے اماں جان کے پاس دفن دینا۔ یہاں تو یہ قصہ ہوا۔ وہاں مروان نے بخوف ایسویہ کو روپوش کر کے کہیں بھیج دیا۔

پھر آپ نے اپنے صاحبزادے قاسم کا ہاتھ پکڑ کر شہزادہ حسین کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ بھائی اس کو اپنے پاس رکھنا اور اپنی لخت جگر نور نظر کا اس سے عقد کر دینا۔ اس کے بعد آپ نے سب کو رخصت کر کے مشاہدہ جمال حقیقی میں استغراق و انہماک فرمایا۔

اب پیر کا دن گزر کر شب بست و نہم ۲۹ صفر المنظر شروع ہو گئی تھی کہ طائر عرش آشیاں یعنی روح پر فتوح امام نے آشیاہ قدس کی جانب پرواز فرمائی۔ ع دوست بر دوست رفت و یار بسیار اناللہ وانا الیہ راجعون<sup>۵</sup>  
واحرترنا کہ سرور داں از چہ سن بر رفت  
یعنی کہ نور دیدہ زہرا حسن بر رفت

ازشوق ازشوقِ گیسوشس جگر نافت گشت خوں

وزہ ہجر رویشس آب رُخ نسترن برنت

یعقوب وار ویدہ زگس سپید شد

کز مصر ناز یوسف گل پیر ہن برنت

غرض کہ تجھ پر و تکفین کے بعد جنازہ مبارک سر پر رکھا گیا اور حضرت صدیقہ

سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا یہ ان کے نانا کا حجرہ ہے۔ اس میں میری

اجازت کی ضرورت نہیں۔ ان سے زیادہ یہاں دفن ہونے کا کون حق دار ہو سکتا ہے

مگر مروان خبیث نے شورش کرنا چاہی۔ حضرت امام حسین آمادہ مقابلہ و مقاتلہ

ہوئے۔ مگر معابھائی کی وصیت یاد آگئی۔ خاموش ہو کر صبر کیا۔ اور آپ کو جنت

البتیق میں ان کی والدہ کے پہلو پہ پہلو سلایا تو روح زہرا پکاری

اسے خاک تیرہ عزت نہاں نگاہ دار

ایں نور چشم ماست کہ در بر گرفتہ

جو واقعات زہر خورانی ہم لکھ آئے ہیں۔ انہیں کو اکثر اباب سیر نے حضرت

جمعدہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہم نے اس کی صورت بطریق توجیہ

یوں بدلی ہے کہ اس طرح اظہار واقعہ کرنے میں حدیث غلط نہیں ٹھیرتی اور

اصول عقیدہ بھی یہی ہے کہ سب سے مقدم قرآن کریم ماننا چاہیے۔ اس کے

خلاف جس قدر باتیں ہوں ان کی طرف التفات یا عمل جائز نہیں۔ پھر حدیث

نبوی پر عمل ضروری ہے۔ اگر اس کے خلاف کوئی تاریخ و سیر ہو تو متروک العمل

قرار پاتی ہے۔ اس کے بعد جو تاریخ اور قصائص ایسے ہیں۔ جن کو قرآن و

حدیث کے مقابلہ میں ماننے سے نقص اخبار قرآنی اور فرمان جیب جانی

لازم نہ آئے تو مانا جاتا ہے۔ بنا بریں ہم نے حضرت جمعدہ کو اس فعل مذموم

سے مستثنیٰ کرتے ہوئے واقعات کو توجیہائیوں لکھا ہے۔

یہی صورت ہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اختیار کرتے ہوئے تمام واقعات اجمالی چھوڑے ہیں۔ اور عرب صفین و جمل و فبصلہ حکمیں ولایت الہری سب سے بچتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔ اس لئے کہ مورخین نے ان تمام واقعات کا بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر رکھا ہے اور حقیقت حال کا علم یا ان ہستیوں کو ہے۔ جن کے ساتھ یہ سب معاملات ہوئے یا خدا اور رسول خدا کو۔ ہم تاریخ کے بھروسہ پر قرآن و حدیث کو چھوڑنے پر تیار نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں صفحات تاریخی پر نہ صرف پانی پھیرنے کو تیار ہیں۔ بلکہ جلا دینا بھی ہمیں گوارا ہے۔ یہاں ہم فضائل معاویہ کے احادیث بخیاں ضخامت کتاب لکھنے سے معذور ہیں۔ مگر اجمالاً کچھ عرض کئے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کلیتہً محروم نہ رہیں ما لا یدرک کلمہ لا یتراک کلمہ۔

اول تو بلا استثناء کسی صحابی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح تاکیدی ارشاد ہے لا تسبوا صحابی لا تسبوا صحابی خبر دار! خبر دار میرے صحابہ کو برا نہ کہنا۔ میرے صحابہ کو گالیاں نہ دینا۔ علاوہ ازیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میر نقشہ بھی رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سلامتی ایمان و حسن خاتمہ کی دعائیں فرمائیں وغیرہ وغیرہ۔

علامہ ابواسحاق اسفرائینی اپنی کتاب نور العین میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔ جو تمام معاملات گزشتہ پر چشم پوشی کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے صحابہ کا تذکرہ کرو۔ تو زبان ردک کر کرنا۔ ادنیٰ معاملات کی طرف سے جو ان میں باہمی نزاع و قتال ہوئے ہیں۔ چنانچہ حدیث کے اصل لفظ یہ ہیں اذا ذکرنا صحابی امسکوا۔ بحسب

۱۱ مساک عن ما وقع بينهم في النزاع والقتال وغير ذلك  
 پھر ہمیں یہ کیونکر گوارا ہو کہ مثل حضرت حسن نظامی حضرات شیعہ کے خوش کرنے کو  
 قرآن و حدیث پر پانی پھیر کر محض تاریخی واقعات پر بیان کرتے ہوئے امیر معاویہ  
 رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کو نہ صرف جہنمی قرار دیں بلکہ واجب القتل تک لکھ دیں۔  
 یزید نامہ مؤلفہ حسن نظامی تمام و کمال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سب و شتم  
 سے مملو ہے۔

خیر! ہمیں اس وقت اس سے بھی بچنا نہیں کہ انہوں نے کیا لکھا اور  
 کیوں لکھا۔ مگر کم از کم اتنا سمجھا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ بموجب تعمیل حکم آٹھ  
 مدینہ سرورہ و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کی شان میں کوئی برا لفظ استعمال  
 نہ کرنا چاہیے ورنہ من سب اصحابی فقد جفانی "جس نے  
 میرے صحابہ کو برا کہا۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 ارشاد ہے۔

پھر یہ اموی بھی قابل غور ہے کہ طائفہ مرتضیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ اور جماعت  
 امیر معاویہ یہ دو طبقہ ہیں۔ طائفہ علی وہ ہے جو قبل فتح مکہ شرف اسلام سے  
 مشرف ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جان و مال سے شیدائی و فدائی بنا۔  
 اور جماعت معاویہ کا معہ معاویہ دوسرا طبقہ ہے۔ جو بعد فتح مکہ شرف اسلام  
 سے مشرف ہوا۔ ان دونوں کی بابت قرآن کریم کا صریح فیصلہ ہے۔ جس سے  
 ہر کس و ناکس کی زبان بند ہوتی ہے۔

قطع نظر اس کے وہ سرکار کے داماد یہ ان کے اصحاب اور ہم سب کے  
 غلام۔ ہمیں کیا مجاز کہ بطور کے معاملات میں دخیل ہو کر چہ میگوئیاں کریں۔  
 وہاں باہمی صلح بھی ہو رہی ہے جنگ بھی مگر سب شریعت کے ماتحت

بقول مولوی الطاف حسین حالی کے کہ

اگر اختلاف ان میں باہم نہ گرتا  
تو بالکل مدار اس کا اخلاص پرکتا  
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شرتھا  
خلاف آشتی سے خوش آئند تر تھا  
یہ تھی موج پہلی اُس آزادگی کی  
ہر جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

یہی وجہ ہے کہ علماء نے اس امر میں حضرت امیر معاویہ کی خطا اجتہاد ہی تسلیم کی ہے اور اس خطا میں گناہ نہیں۔ بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ مجتہد اگر خطا کرے تو اس کو اکہر ثواب اور صواب کو پہنچے تو دوسرا ثواب ملتا ہے المجتہد قد بخطی ویصیب۔ مجتہد شریعت خطا بھی کرتا ہے اور صواب کو بھی پہنچتا ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں مابور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دونوں طبقوں کے متعلق قرآن کریم ذکر فرما کر ان کے مدارج کے فرق بنا کر ان سے وعدہ حسن فرماتا ہے۔ سورہ حدید کے پہلے رکوع ستائیسویں پارہ میں ارشاد ہوتا ہے لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكَلَّا وَعَدَدَا اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ط تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جانیں فدا کیں وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح مکہ کے خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ وعدہ جنت کا فرما چکا ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے واقف ہے۔



لہذا منصف کے لئے یہ فیصلہ ناطق ہے۔ اس کے بعد اب کسی منصف کی یہ ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہ علی یا معاویہ یا کسی دیگر صحابی کی شان میں ایک لفظ بھی لکھنے کی جرأت کرے اور اگر کسی کے خیال کا زور اور عقیدت کا شور ہی کہتا ہے کہ ہمیں ان حضرات کی برائی اور ان افراد کی بڑائی کرنے میں آخرت کی بھلائی نظر آتی ہے تو اسے اختیار ہے۔ کیونکہ دورِ آزادی ہے۔ حسن نظامی نے کیا کچھ نہ لکھا۔ اس کا کیا بگاڑ لیا۔ حضرات شیعہ کیا کیا نہ لکھ رہے ہیں۔ تا زیادہ شرعی نہیں کسی زبان کے لئے فہم نہیں۔ سب مختار ہیں۔ گھر گھر میں نیا مذہب بناؤں۔ اور اس پر عمل کریں اور کرائیں۔ اللہ ہی ہدایت دے تو ذہن نصیب ورنہ

فَلَا هَادِيَ لَهُ؛

## حلیہ مبارک

شہزادہ کوہن سیدنا حسن سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ ہے۔۔۔ آپ سینے سے ستر تک خواجہ کائنات علیہ افضل التحیات سے بالکل مشابہ تھے۔ بنجاری شریف میں ہے۔ ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا۔ آپ گھوڑہ طفولیت میں تھے دوڑ کر آپ کو اٹھایا اور شانہ مبارک پر بٹھایا اور حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ حسن تو بالکل صورت میں حسن ہیں۔ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں بہت ہی مشابہت ہے۔ آپ سے تو یہ مشابہت نہیں رکھتے۔ اس کو سن کر حضرت علی مسکرائے۔ چہرہ زیبا کالون مبارک سرخ و سپید تھا۔ آنکھیں بڑی اور سیاہ۔ قدمیانہ۔ ریش اقدس گھنی۔ شکم مبارک پر ایک باریک خط بالوں کا گلوٹے اقدس تک۔ گردن صراحی سیماں۔ گیسو شکیں۔ بڑی بڑی ہتھیلیاں کشادہ شانہ اور بازو

بھرے ہوئے۔ سینہ بے کینہ چکلا اور چوڑا۔ جسم اقدس خوب صورت اور سڈول۔  
بال گھونگر یا لے۔

وقت شہادت عمر مبارک ۶۴ سال اور بروایت ۷۴ سال کی تھی۔ صاحب مرثیہ  
الجنان نافسی آپ کی سخاوت میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ سے کسی نے کچھ  
سوال کیا۔ آپ نے اُسے پچاس ہزار درم عطا فرمائے اس کے لے جانے کے  
لئے حاملوں کی ضرورت ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ حاملوں کی اجرت بھی ہم پر ہی  
ہونی چاہیے۔ پنا پنچہ اپنا جبہ مبارک اتار کر حاملوں کو بخش دیا۔

ایک مرتبہ آپ کے زمانہ خلافت میں جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود آپ کو خلیفہ مکہ و  
مدینہ قرار دیکر آپ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام ہی کرنا منظور نہ رکھا تھا۔ آپ کی خدمت میں  
ایک اعرابی آیا۔ اور آپ کو خوب بڑا بھلا کہہ کر حضور تاجدار عرب و محم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی شان میں خوب گستاخیاں کرنے لگا۔ پھر کچھ مانگنے لگا۔ آپ نے  
خادم کو بلوایا اور اسے عطا فرمایا اور معذرت کی کہ اس وقت میں مجبور ہوں کہ یہی  
تھا ورنہ تجھے اور دیتا۔ وہ یہ حلم و سخاوت دیکھ کر رونے لگا اور قدموں میں گر کر  
کہنے لگا اَشْهَدُ اَنَّكَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں بیشک  
آپ ابن رسول اللہ ہیں۔ حضور! میں نے جو گستاخیاں کیں وہ اللہ واسطے  
معاف فرمادیں۔ میں نے امتحاناً یہ سب کچھ کیا تھا۔ ایک بار آپ کی خدمت  
میں ایک شخص مقروض آیا اور عرض کی۔ حضور ایک ہزار کا قرضہ ہے۔  
آپ نے اس کو دس ہزار درم عطا فرمائے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ حضور باوجودیکہ آپ فاقہ سے  
ہوتے ہیں۔ مگر سائل کو رد نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا میں خود درگاہ الہی  
کا سائل ہوں۔ پھر مجھ سے اگر کوئی سوال کرے تو سائل کو سائل کے رد کرنے

کا مجاز۔ میں جس کا سائل ہوں وہ مجھے دیتا ہے اور جو میرا سائل بن کر آتا ہے۔ میں اُسے دیتا ہوں۔ اگر میں اپنے سائل کو رد کروں تو مجھے خوف ہے کہ میرا رب مجھے رد نہ کرے۔

آپ نے پیادہ پاپچیس حج کئے۔ لوگوں نے عرض کی۔ حضور سواریاں موجود ہوتے پیادہ پاکیموں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے مولیٰ کے گھر کی طرف سوار ہو کر جاؤں۔ باوجودیکہ اس سفر میں پیادہ پالی سے پائے مبارک متورم ہو جاتے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں خانہ کعبہ میں عبادت کر رہا تھا کہ ایک صاحب نے دیکھا کہ کعبل سے منہ پھٹے ہوئے باب کعبہ پر مناجات فرما رہے ہیں اور ان کی زبان پر ایسے کلمات ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص سخت گنہگار ہے۔ اسی طرح گریہ و زاری میں تمام رات گزار گئی۔ صبح وہ کعبل پوش ایک آہ سرد بھر کر روتے ہوئے روانہ ہوئے۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چلا اور پکار کر سائل ہوا کہ اے شخص اپنی صورت تو مجھے دکھا دے اور اپنا نام مجھے بتا کہ میں تیرے لئے مغفرت کی دعا کروں تو وہ ٹھہرے اور کعبل ہٹا کر اپنا روئے رنگین دکھاتے ہوئے فرمایا میرا نام حسن ہے۔

فرماتے ہیں۔ میں صورت دیکھتے ہی دوڑا اور قدموں میں لوٹ گیا اور عرض کی ابن رسول مجھے کم از کم یہ بتا دیجئے کہ اس اشکباری میں کیا راز ہے۔ آپ تو وہ ہیں کہ آپ کے دامن فیض سے بڑے بڑے سیہ رو پناہ لیں گے۔ آپ رونے لگے اور فرمایا اے حسن! وہ درگاہ شاہ بے نیاز کی ہے۔ وہاں نبی۔ ولی۔ امام بھی قدم رکھتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے وہ اماں جان کو فرمایا کرتے تھے یا فاطمة لا تتکئی انا بنت  
 رسول الله - اعلیٰ - اعلیٰ - اعلیٰ تو حسن سمجھ لو جب سیدة النساء نور چشم  
 مصطفیٰ فاطمہ زہرا کو احتیاج عمل ہے تو مجھ بیچارہ کی کیا ہستی۔  
 آپ فرماتے ہیں کہ اس جواب سے مجھ پر ایسا اثر پڑا کہ میں جمع مار کر بیہوش  
 ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو دیکھا کہ شہزادہ تشریف لے جا چکے ہیں۔ روتا ہوا واپس  
 عرم میں آ گیا:

### حالات ولادت و شہادت و عادات و فضائل سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

اب واقعہ ولادت و شہادت اور عادات سیادت آیات و خصائل و فضائل  
 شہزادہ کونین قرۃ عین رسول الثقلین امام عالی مقام حضرت ابو عبد اللہ حسین رضی اللہ  
 عنہما و عنہم و اہم ہدیہ ناظرین ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۴ برس بروز سہ شنبہ اور  
 بروایت دیگر ۴ شعبان ۴ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بڑے شہزادہ سے ۱۱ ماہ  
 ۱۰ دن بعد آپ زینت بخش عالم ہوئے۔ آپ کی مدت حمل ۶ ماہ مذکور ہے۔  
 کوئی مولود ششماہہ بھی بن کر آیا اور آپ کے سوا زندہ نہیں رہا۔  
 آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب زکی - شہید اکبر - سید - سبط -  
 طیب - رشید و فی مبارک - تابع لمرضاة اللہ و لیل علی ذات اللہ ہیں۔ حضور  
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو گود میں لے کر اذان و اقامت فرمائی۔  
 ساتویں دن ختمہ اور عقیقہ دو مینڈھے ذبح فرما کر کیا۔

آپ کی ولادت پر حضرت روح الامین بحکم رب العالمین تہنیت ولادت  
 کے ساتھ تعزیت بھی لایئے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گلوٹے

ناز کو چوم رہے تھے۔ روح الامین نے ابدیدہ ہو کر عرض کیا۔ کہ اس بوسہ گماہ پر پھری چلے گی۔ اور یہ قرۃ العین خدا کی راہ میں شہید ہوگا۔ یہ خبر سیدہ زہرہ اور جناب مرتضیٰ کو پہنچی بحد غایت ملول و عزین ہوئے مگر مشیت الہی میں چارہ کار کیا تھا۔ اور اس خبر پر اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو دنا فرما کر تیر جستہ باز گردا زراہ کا مظاہرہ کرتے مگر رضینا لقضاء اللہ کے ماتحت دعا بھی فرمائی تو یہ کہ

لَا تَهْمُ أَعْطَ الْحُسَيْنُ صَبْرًا وَاجْرَأَةً

آپ کے فضائل میں بکثرت احادیث ہیں۔ منجملہ ان کے چند بدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ ایک گلی میں گزرے۔ ایک مقام پر دیکھا کہ بچے کھیل رہے ہیں۔ آپ نے ان میں سے ایک بچہ کو گود میں اٹھا کر بہت پیار کیا۔ صحابہ نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ پر خصوصیت سے اتنی شفقت کیوں ہے۔ فرمایا ایک دن میں نے اس بچے کو میرے لخت جگر کے خاکیا آنکھوں میں ڈالتے دیکھا تھا۔ اس دن سے مجھے اس کے ساتھ محبت ہے۔ میں قیامت کے دن اس کے والدین کی معہ اس کے شفاعت کروں گا۔ ایک روز دونوں صاحبزادے باہم کشتہ کر رہے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہزادہ حسن سے فرماتے جاتے تھے۔ ہاں بیٹا حسین کو پکڑو تو سیدہ نے عرض کی۔ ابا جان آپ بڑے ہی کو فرما رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین سے جبریل یہی کہہ رہے ہیں۔ ایک بار تختی لکھ کر دونوں صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے اس خیال سے کہ کسی کو رنج نہ ہو خود فیصلہ نہ فرمایا اور حضرت علی کے پاس بھیج دیا انھوں نے بھی یہی خیال کر کے حضرت سیدہ کے پاس بھیج دیا۔ سیدہ نے فرمایا کہ بیٹا میں خط کی برائی بھلائی

کیا بتاؤں۔ مگر یہ سات موتی ہیں۔ ان کو میں زمین پر ڈالتی ہوں۔ جو زیادہ موتی چن لے اسی کی تختی اچھی ہے۔ آپ نے موتی ڈالے۔ شہزادوں نے تین تین موتی چن لیے۔ قریب تھا کہ ایک بھائی چوتھا موتی اٹھائے۔ کہ روح الامین نے بحکم الہی ایک موتی اٹھالیا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ آدھا آدھا دونوں بھائیوں کے حصہ میں آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی۔ آبدیدہ ہوئے اور فرمایا اللہ اکبر۔ آج اللہ کو ان کی اتنی رنجیدگی منظور ہے۔ مگر قربان اس کی بے نیازی کے۔ ایک دن وہ ہوگا کہ بھوکے پیاسے غریب الوطن زخموں سے چور ہو کر میدان کربلا میں حلقوم پر پھیری چلوائیں گے۔

کنز الغرائب میں ہے ایک بدوی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایک بچہ آہوند کیا۔ شہزادہ حسن تشریف لائے اور لے گئے۔ جب چھوٹے شہزادہ حسین نے دیکھا تو پوچھا کہاں سے لائے۔ کہہ دیا نا جان نے دیا ہے۔ آپ بھی آئے اور بچہ طلب کیا۔ آپ نے بہت کچھ بہلایا۔ مگر نہ مانے۔ قریب تھا کہ شہزادہ حسین رو پڑیں۔ کہ اس ہرنی کو حکم الہی ہوا کہ اپنا دوسرا بچہ لے کر دواں دواں خدمت میں پہنچی اور پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ میرے یہ دو بچے تھے۔ ایک اس بدوی کے ذریعہ آگیا۔ دوسرا بحکم الہی لائی ہوں کہ شہزادہ حسین اس کو مانگ رہے تھے۔ اگر وہ رو پڑتے تو کرویاں عرش کے دل ہل جاتے۔ ایک روز چھوٹے شہزادہ کے رونے کی آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ بے تابانہ سیدہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بیٹی انہیں رلایا نہ کرو۔ ان کے رونے سے میرے دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔

آپ کا اسم تشریف بھی بشورہ روح الامین شبیر رکھا گیا۔ اور یہی نام حضرت بارون کے چھوٹے صاحبزادہ کا تھا اس کا عربی ترجمہ حسین ہے۔

آپ نے بھی بڑے بھائی کے برابر پیادہ پیمس حج ادا فرمائے۔ آپ نہایت سخی و فیاض دل تھے۔ آپ کے حلم کا یہ حال تھا۔ کہ ایک روز آپ کی لونڈی کھانا لانی۔ اتفاق سے آپ کے سر پر گرا۔ تمام کپڑے بگڑ گئے۔ لونڈی نے گھبر کر پٹھا والکابین الغینظ والعیافین عن الناس۔ آپ نے فرمایا کفلمت غیظی و عفتی عندکم ہم نے اپنا غصہ سر دیا اور تجھے معاف کیا۔ اس نے عرض کی وَاَللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا انت حرّة لوجه اللہ تو آزاد ہے اللہ کے واسطے۔

آپ کے محاسن اخلاق مشتمل نمونہ از خردارے پیش کئے ہیں۔ ورنہ حقیقتاً آپ صاحب خلق عظیم کے سراپا تصویر اور اس نور الہی کی مجسم تصویر ہیں :-  
ملخص از روضة الشہداء

## مبادیات شہادت آنجناب

اب مبادیات شہادت نذر ناظرین ہیں :- بعد شہادت حضرت مولانا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب تمام و کمال سلطنت کے والی قرار پائے تو انہوں نے شہزادگان رسالت کا اکرام کا حق کرنا شروع کیا۔ علامہ ابواسحاق اسفرائینی اپنی کتاب نور العین اور مشہد الحسین میں فرماتے ہیں کہ اس تعظیم و تکریم کے علاوہ کچھ دن بعد اپنی طرف سے مملکت مدینہ کا آپ کو ہی حاکم بنا دیا۔ پھر خزائن شاہی کا بھی آپ کو ہی مالک کر دیا۔ بعد چندے خود حاضر ہوئے اور لشکر ہمراہ لائے۔ اور اپنے ساتھ دونوں شہزادوں کو اور ان کے صاحبزادگان اور تمام اعزہ و اقارب کو اپنے ساتھ دمشق علاقہ شام میں لے گئے اور یہاں آپ کو مختار سلطنت بنا دیا۔ اور تمام رفقا اعزہ کو نہایت اعزاز

واحترام سے دمشق کے محل میں رکھا۔ اور رات دن اپنے اراکین دولت کو وصیت کرتے رہتے۔ کہ حسین سید الشہداء کے مقابلہ میں کسی کے حکم کی وقعت نہ کرنا۔ تمام اخراجات سے مقدم ان کے اخراجات ہیں۔ یہاں تک کہ شکر میں پیچھے تنخواہ جائے۔ پہلے ان کی خدمت میں پیش ہو جائے۔

جب آپ دربار معاویہ میں تشریف لاتے تو آپ کی کرسی اپنی داہنی جانب لگاتے۔ سواری میں پہلے شہزادہ سوار ہوتے۔ بعد میں جناب امیر معاویہ۔ غرض کہ امیر معاویہ اور شہزادہ صاحب کے درمیان ایک مدت تک یوں ہی تعلقات بگاڑتے رہے۔ پھر امیر بیمار ہوئے اور اتنے سخت بیمار ہوئے کہ صحت سے مایوسی ہو گئی اور مرض موت یقینی تسلیم کر لیا گیا۔

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو بلوایا۔ اس نے حالت مرض نازک دیکھ کر پوچھا ما بالک یا والدی ابا جان! آپ کے کیسے مزاج ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اجلس۔ فجلس عندہ فقال له یا یزید یا ولدی اعلم ان لكل آجال کتاب و لکن یؤخر اللہ نفساً اذا جاء أجلها و کل نفس ذائقة الموت و اعلم یا بانی انی ایقنت بالموت و قد حان حین و فاتی و حضرتی لوفات و الامر کلہ یا بانی للہ بیٹھ جا۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا بیٹے اچھی طرح سمجھ لو۔ ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔ اور کسی جان کے وقت کو آجانے پر اللہ مؤخر نہیں فرماتا۔ اور ہر ذی جان کو ذائقہ موت چکھنا ہے۔ اور بیٹے اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ میری موت کا وقت آگیا ہے۔ بلکہ وقت زیادہ ہی قریب آگیا ہے۔ اور میری موت میرے سر پر ہے۔ اور بیٹا تمام معاملات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ يَا اَبَتِ وَمَنْ يَكُوْنُ الْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِكَ  
پھر اس نے کہا۔ ابا جان آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ فَقَالَ لَهُ يَا يَزِيدُ



أَنْتَ الْخَلِيفَةُ وَلَكِنْ اسْمِعْ مِنْي مَا أَقُولُ - حضرت معاویہ نے فرمایا یزید  
 خلیفہ تجھ ہی کو کرتا ہوں۔ مگر کان رکھ کر سن لے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ پھر امیر معاویہ  
 رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی۔

## حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

آپ کی وصیت دو قسم پر منقسم ہے۔ ایک عامہ رعایا کے حق میں اور دوسری  
 مخصوص شہر اور حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق۔ دونوں بعینہ نذر ناظرین ہیں۔  
 پہلی جو رعیت کے حق میں تھی وہ یہ ہے اَوْصِيكَ بِالْعَدْلِ فِي  
 رَأْيِكَ وَفِي جَمِيعِ النَّاسِ لِأَنَّ الْمَكُولَ يَا بَنِي سَوْفُونَ عَدَا  
 فِي الْحِسَابِ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى جَسْرٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ  
 فَيَدْخُلُ اللَّهُ الْجَنَّةَ مَنْ يَشَاءُ بِحُكْمِهِ وَعَدْلِهِ وَإِمَّا يُوقِعُهُ فِي  
 النَّارِ بِجَوْرٍ وَظُلْمٍ وَأَنْتَ يَا بَنِي إِجْعَلِ النَّاسَ بَيْنَ يَدَيْكَ  
 عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ. الْكَبِيرُ مِنْهُمْ مَقَامَ وَالِدِكَ وَالصَّغِيرُ  
 مِنْهُمْ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِكَ وَالْمَتَوَسِّطُ مِنْهُمْ بِمَنْزِلَةِ أَخِيكَ وَاعْدِلْ  
 يَا بَنِي فِي رَأْيِكَ الْعَدْلَ الْكَامِلَ وَاتَّقِ اللَّهَ تَعَالَى فِي جَمِيعِ الْأُمُورِ  
 وَاخْشِ اللَّهَ تَعَالَى يَا بَنِي يَوْمَ الْبَعْثِ وَالنُّشُورِ إِذَا بَعِثَ مَنْ وَالنَّبُورِ  
 وَمَحْضَلِ مَا فِي الصُّدُورِ تَرْجُمُهُ فِي وَصِيَّتِ كَرْتَا هُونِ - تجھ کو رعیت  
 کے ساتھ عدل کرنے کی اور علاوہ رعیت کے ہر کس و ناکس کے لیے  
 اس لیے کہ بیٹے کل قیامت کے دن خدا کے آگے تمام  
 بادشاہ ایک پل پر ہوں گے۔ جو جنت و دوزخ کے مابین ہوگا۔ پھر جنت میں

اللہ جسے داخل کرنا چاہے گا۔ وہ ان بادشاہوں کے عدل و انصاف کی وجہ سے ہوگا اور جو دوزخ میں ڈالے جائیں گے وہ اپنے جور و ظلم کی برولت۔ اور تو بیٹے اپنی رعایا کو تین صورتوں میں سمجھو۔ بڑے کو باپ کی جگہ۔ چھوٹے کو بیٹے کی جگہ۔ متوسط کو بھائی کی جگہ۔ اور خبردار بیٹے اپنی رعیت میں عدل کا سکہ جما دینا اور خدا سے ڈرتے رہنا اور ہر معاملہ میں اس سے خائف۔ اس لئے کہ وہ دن آتا ہے۔ جس روز یہ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور ششدر ہیں آئیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہوگا وہ سب کھل جائے گا۔

دوسری وصیت جو مخصوص شہزادہ حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کے متعلق کی وہ بعینہ یہ ہے اَوْصِيكَ يَا بِنْتِي يَا الْحُسَيْنُ وَأَوْلَادَهُ وَإِخْوَتَهُ وَأَوْلَادَ إِخْوَتِهِ بِجَمِيعِ عَشِيرَتِهِ وَبِجَمِيعِ بَنِي هَاشِمٍ الْوَصِيَّةُ الثَّامَةَ وَلَا يَوْمَ يَأْزِيدُ تَفْعَلُ فِي الرَّعِيَّةِ شَيْئًا حَتَّى تَأْوِرَ الْحَيَّ وَلَا أَمْرًا عِنْدَكَ فَوْقَ أَمْرِهِ وَلَا يَدٌ عِنْدَكَ فَوْقَ يَدِهِ لَا تَأْكُلُ حَتَّى يَأْكُلَ وَلَا تَشْرِبُ يَا بِنْتِي حَتَّى يَشْرِبَ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ وَلَا تَنْفِقُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ جَمِيعِ عَسْكَرِكَ وَأَهْلِ بَيْتِكَ حَتَّى تَنْفِقَ عَلَيْهِ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَلَا تَكُومُوا أَحَدًا حَتَّى تُكْسِيَهُ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ بِجَمِيعًا وَأَوْصِيكَ يَا بِنْتِي بِهِ وَبِأَهْلِهِ وَعَشِيرَتِهِ وَبَنِي هَاشِمٍ بِجَمِيعًا الْوَصِيَّةُ الثَّامَةَ يَوْمَ يَأْتِي الْخُلَافَةَ لَيْسَتْ لَنَا وَأُمَّتُهَا هِيَ لَهُ وَإِلَيْهِ وَجَدَّاهُ مِنْ قَبْلِهِ وَإِلَيْهِ مِنْ بَعْدِهِ وَلَا تَسْتَخْلِفُ يَا بِنْتِي إِلَّا مَدَّةَ نَسِيرَةٍ حَتَّى يَبْلُغَ الْحُسَيْنُ مَبَالِغَ الرِّجَالِ وَيَمْضِيَ إِلَى مَكَّةَ فِي أَحْسَنِ حَالٍ وَيَكُونُ هُوَ الْخَلِيفَةُ أَوْ مَنْ يَشَاءُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَتَرْجِعُ الْخُلَافَةَ إِلَى أَهْلِهَا لِأَنَّ يَا بِنْتِي لَيْسَ لَنَا خِلَافَةٌ بَلْ نَحْنُ عَبِيدُ لَهُ وَإِلَيْهِ وَجَدَّاهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

لَا تَنفِقُ يَا وَكِدًا نَفَقَةً إِلَّا وَبِطَحْنِ نَيْفِهَا وَأَحْذَرِيَا وَكِدًا مِنْ  
 غَضَبِهِ عَلَيْكَ فَإِنَّهُ إِذَا غَضِبَ عَلَيْكَ يَعْزُبُ عَلَيْكَ اللَّهُ وَ  
 رَسُولُهُ فَإِنَّ جَدَّكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الشَّيْبِيُّ  
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَلَهُ الشَّفَاعَةُ الْعَظِيمَةُ فِي الْأَنْسِ وَالْجِنِّ  
 أَجْمَعِينَ وَآيَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ هُوَ السَّاقِي عَلَى  
 الْحَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالْوَالِدُ الْمُحْدِثُ بِسِدِّهَا وَأُمَّةٌ فَاطِمَةُ الرَّضَاءِ  
 هِيَ سَيِّدَةُ النَّسَاءِ وَجَدَّتُكَ خَدِيجَةُ الْكُبْرَى - وَاعْلَمْ يَا بَنِي آدَمَ  
 إِنَّ فَرَطْتَ فِيهِ أَوْ اغْضَبْتَهُ هُوَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ أَوْ قَرَابَتِهِ  
 أَوْ عَشِيرَتِهِ أَوْ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ جَمِيعًا فَأَكُونُ بَرِيًّا مِنْكَ فِي الدُّنْيَا  
 وَالْآخِرَةِ وَتُحْشَرُ مَعَ الْمُجْرِمِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - فَتَالَ لَهُ يَا  
 أُمَّتِ سَمِعًا وَطَاعَةً لَكَ وَلِقَوْلِكَ وَإِلْبَيْعَ مَا تَأْمُرُ بِهِ -

ترجمہ :- میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اسے میرے بیٹے حسین اور اس  
 کی اولاد اور بھائی بہنوں، اعزہ، اقرباء، رفقاء اور تمام بنی ہاشم کے حق میں پوری  
 وصیت۔ کسی دن اسے یزید اپنی رعیت کے لئے کوئی جدید امر جاری نہ کیجیو۔  
 جب تک شہزادہ حسین سے مشورہ نہ کرے اور تیرا کوئی حکم حسین کے حکم سے  
 بلند نہیں اور تیری کوئی ضرورت ان کی ضرورت سے مقدم نہ بھی جائے۔ ہرگز نہ  
 کھانا جب تک انہیں نہ کھلائے۔ نہ پینا اسے بیٹے جب تک وہ نہ پی لیں اور  
 ان کے سب گھروالے اور کوئی خرچ حتیٰ کہ لشکر تک کے اور اپنے گھر کسی پر نہ کرنا  
 جب تک ان پر نہ خرچ کرے۔ ہرگز کچھ نہ پہننا جب تک انہیں اور ان کے  
 گھروالوں کو نہ پہنا لے اور وصیت کرتا ہوں بیٹے میں ان کے لئے اور ان کے  
 اہل و عشیرو بنی ہاشم سب کے لئے پوری پوری وصیت۔ اس لیے کہ بیٹے یہ

خلافت ہمارا حق نہیں ہے اور یہ یقیناً ان کے لئے ہے ان کے آباؤ اجداد کا حق ہے اور تو اس خلافت پر چند روز سے زیادہ نہ رہنا۔ یہاں تک کہ امام حسینؑ تجھ سے طلب فرمائیں یا مکہ تشریف لے جا کر اعلان خلافت کریں یا جیسے چاہیں اس لئے کہ ہم خلافت کے حق دار نہیں ہیں۔ بلکہ بیٹے ہم ان کے اور ان کے باپ دادا کے ادنیٰ غلام ہیں۔ اور تو کچھ تقرر نہ کرنا مگر ساری آمدنی کا نصف حصہ ان کی خدمت میں پیش کر دینا اور بیٹیا ان کے غضب و غصہ سے ڈرتے رہنا۔ اگر وہ کسی امر میں تجھ سے ناراض ہو گئے تو اللہ و رسول ناراض ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ان کے جد امجد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو مالکِ شفا عظمیٰ ہیں۔ قیامت کے دن پہلے اور پچھلے انہیں کی امید کریں گے۔ اور ان کے باپ مرتضیٰ شیر خدا ہیں۔ وہ ساقی کوثر ہیں اور لواءِ حمد انہیں کے ہاتھ میں ہو گا۔ اور ان کی والدہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو سردار ہوں گی نساءِ جنت کی اور دادی خدیجہ الکبریٰ ہیں۔ اور سمجھ لے بیٹے اگر تو نے کوئی زیادتی ان کے ساتھ کی اور ان میں سے کوئی بھی تجھ سے ناراض ہو گیا تو میں دنیا و آخرت میں تیری طرف سے بری ہوں۔ اور تو میدانِ حشر میں مجرموں کے ساتھ جہنم میں جائیگا۔ ان تمام وصیتوں کو سن کر یزید پلید نے کہا کہ جو کچھ آپ نے مجھ کو وصیت فرمائی ہے۔ سب کی اطاعت دل و جان سے کروں گا اور اس میں کچھ بھی فرق نہ آنے دوں گا۔

اس وصیت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی سال کی عمر پا کر رجب ۳۶ھ مطابق ۶۵۷ء میں اس دارِ فنا سے سمت دار البقار خست ارتحال باندھا اور رجب ۳۶ھ مطابق ۱۷ اپریل ۶۵۷ء کو پونیس برس کی عمر میں یزید تخت نشین ہو گیا۔ چند روز ماقمی لباس پہنے رہا۔ اور پھر شامانہ لباس

پہن کر تخت پر آیا تو ہمراہ ہی میں شراب کی صراحیاں بھی آئیں اور یہاں لے دوڑیں آنے لگے۔ اہالیان دربار خوشامد پسند اسلام فروش بدنام کنندہ نکونامے چند بھی اس دور میں شریک ہوئے۔ شراب دو آتشہ تقسیم ہو رہی تھی۔ نشہ پر نشہ آ رہا تھا۔ مدہوشی میں یزید بے خود۔ فسق و فجور میں منہمک خدا اور رسول کو نہ مانتیا کئے ہوئے اپنی چند روزہ سلطنت پر پھولا ہوا خدا کو بھول رہا تھا۔

دبدرہ و شوکت سلطنت نے سوائے مکہ و مدینہ یا بابلستان کے بعض ممالک اسلام کے سب نے اُسے بے چون و چرا خلیفہ مان لیا تھا۔ سب سے پہلے اس کے دماغ میں یہ خیبط سایا کہ سلطنت کو ہر قسم کی خلش سے محفوظ کرنا میرا فرض اولین ہے۔

میری سلطنت میں سب سے بڑا خاں وجود امام حسین ہے۔ ان کے علاوہ عبد اللہ بن زبیر۔ عبد الرحمن بن ابی بکر۔ عبد اللہ بن عمر وغیرہ ہیں۔ جو خصوصیت سے قومی قائد ہیں۔ اس جنون کو دماغ میں رکھا اور تمام حاضرین دربار و اراکین دولت کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اعیان دولت اور علاقہ کے صوبوں کو خلعت فاخرہ بھیجی۔ مگر باوجودیکہ شہزادہ حسین سعد قبائل کے وہاں ہی رونق افروز تھے۔ کچھ نہ دیا اور باپ کی ہی وصیت چاک کر کے پھینک دی اور حکم دے دیا کہ امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ اور ان کے قبائل اور اعزہ کا ہمارے دربار میں آنا تو درگتار ان کا نام بھی ہمارے کان میں مسوع نہ ہو۔

شہزادہ کوئین سیدنا حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے زید کا یہ تمرو دیکھا اور قساوت دے دینی ملاحظہ فرمائی۔ آپ اپنی ہمشیرہ مکرمہ حضرت زینبؓ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آنکھوں میں آنسو بھرے دیکھ کر

حضرت زینبؓ نے فرمایا۔ بھائی آج کیا رنج ہے جو آپہیدہ نظر آ رہے ہو۔ آپ نے فرمایا۔ بہن۔ یزید نے امیر معاویہ کی تمام وصیتیں نسیا کر دیں اور اپنی خباثت پر تلا ہوا ہے۔ قسوت قلبی کا اظہار علی الفور کر گورا۔ لہذا ہمیں اب یہاں سے چل دینا چاہیے۔ حضرت زینبؓ نے فرمایا یا اخی نعم لا مقام لنا عندہ ولکن الوی ان نستاذنہ، بھائی بیشک اب ہماری گزر یہاں مشکل ہے۔ لیکن میری رائے میں یہ بہتر ہوگا کہ اس سے اجازت بھی لے لیں۔ آپ نے فرمایا۔ آپ کی رائے صائب ہے۔ پھر بچی گردن فرما کر کچھ غور و تامل کے بعد دو ات قلم منگوایا۔ اور یہ نامہ یزید نجیث کو تحریر فرمایا۔

اعلم یا یزید انی قد عزمْتُ عَلَى الرَّحِيلِ إِلَى مَكَّةَ وَالْأَقَامَةَ فِيهَا أَوْ فِي الْمَدِينَةِ لِأَنَّ فِيهَا دِيَارُ أَبِي وَجَدِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِ أَدَّتْ لِي بِالرَّحِيلِ فَأَرْحِلْ وَإِنِ أَدَّتْ لِي بِالْمَقَامِ فَأُقِيمُ  
ترجمہ۔ اسے یزید ہم نے روانگی مکہ کا عزم جزمی کر لیا ہے اور اپنا قیام یا مکہ میں رکھیں گے یا مدینہ میں اس لئے کہ ان دونوں شہروں میں ہمارے آباؤ اجداد کے معاملات ہیں اگر تو روانگی کی اجازت دے تو چلے جاویں اور نہیں تو خیر۔ یہاں ہی ٹھہرے رہیں۔“

پھر آپ نے اس کو تہہ فرما کر یزید کے پاس بھیج دیا۔ نجیث نے نامہ عالیہ پڑھ کر اس کی پشت پر یہ جواب لکھ کر بھیج دیا۔ نجیث نے نہ تو القاب کا لحاظ رکھا نہ آداب رسالت کا انتک تستاذن و تقول امضی الی مکة او المدینة وتطلب اذنی فی انی لا اذن لك بمسیر ولا بقامۃ فان اقمت فمراودك وان رجلت فمراودك واما انت فلو كان عندی ملأرض ذهباً لم اعطیک انت ومن معك منه درهما واحدا ولا یسقی لك عندی الا

اَللّٰهُمَّ وَالْفَمَّ فَاِنِّيْ صِرْتُ لَا اَجِدُ لَكَ وَلَا لِوَحْدِكَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِكَ مَحَبَّةً وَلَا  
 شَفَقَةً مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَارْحَلْ بِاَهْلِكَ وَاَنْزِلْ بِهِمْ فِيْ جَانِبِ الْمَدِيْنَةِ  
 اَوْ الْمَكَّةِ وَلَا عِدَّةَ تَسْكُنُوْا فِيْ بَيْتِيْ وَلِذَا رَاكَ بَعْدِيْ بَلِ ارْتَجِلُ لِيْ اَحْسَبُكَ  
 یعنی تم مجھ سے اجازت مانگتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم مکہ یا مدینہ چلے جائیں لہذا میری طرف  
 سے نہ تمہیں اجازت ہے نہ ممانعت ہے۔ اگر ٹھہرو تو تم جانو اور اگر جاؤ تو تم جاؤ۔ لیکن  
 میری طرف سے یہ جواب ضرور ہے کہ میرے پاس تمام روئے زمین سونا بن کر آئے۔  
 تو میں ہرگز تم کو اس میں سے ایک دوہم بھی نہ دوں گا اور میرے دل میں تمہاری طرف  
 سے سوائے غم ورنج کے کچھ باقی نہیں ہے۔ میں تمہاری طرف سے ایسا ہو گیا ہوں  
 کہ اپنے دل میں ڈرہ بھر تمہاری محبت نہیں پاتا۔ بہتر یہ ہے کہ تم جاؤ اور اپنے قبائل کو  
 بھی لے جاؤ۔ یہ تمہیں اختیار ہے۔ خواہ مدینہ ٹھہرو خواہ مکہ اور میرے اس مکان  
 میں اب تم نہ رہو گے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میری آنکھ تمہیں نہ دیکھے۔ بس یہی بہتر  
 ہے۔ کہ تم چلے جاؤ جہاں چاہو۔

جب آپ کے پاس یزید پیدا ہوا تو آپ نے اپنی ہمیشہ حضرت  
 زینب کے پاس لائے اور جو کچھ اس نے لکھا تھا وہ سنایا جو اب سن کر حضرت زینب  
 نے فرمایا۔ بھائی بس اب چلو۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے تمام سلمان باندھا اور  
 سب کنبہ کو لے کر دمشق سے سمت مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور اپنے والد ماجد کے  
 محل سرائے میں اترے۔ سب سے پہلے آپ کے بھائی محمد بن الحنفیہ سے  
 ملاقات ہوئی۔ آپ نے نہایت اعزاز و اکرام سے آپ کو اتارا۔ سامان قرینہ  
 سے لگا کر آپ سب سے اول سیدھے اپنے جد ماجد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس پر  
 حاضر ہوئے۔ یہاں آکر اپنا تمام درد و دکھ سنایا۔ اہل مدینہ کو جب اطلاع ملی تو تمام خدمت عالی میں  
 حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے جب شب ہوئی سب کو رخصت کر دیا تو شہزاد خان نے اپنے بھائی محمد الحنفیہ تمام

تعمیر وقتاوتینید کا نایاب۔ آپ نے سب کچھ سن کر عرض کیا کہ بھائی آپ کو اس خبیث کی کیا پرواہ ہے وہ کیا چیر رہے اس کو خدا سمجھے گا آپ نے فکری سے یہاں قیام فرمائیں۔ یہاں سے جی گھبرائے تو مکہ ہو آئیں وہاں سے جی بھرے یہاں آجائیں۔ یہاں آپ کے باپ کا گھر ہے وہاں آپ کے بھائی اور جاں نثار غلاموں کے گھر ہیں۔ بہ دونوں آپ کے وطن ہونے کے علاوہ غلاموں کے مقام ہیں اور بھائی جان! خلافت تو اپنے ہی لئے ہے۔ یزید اور یزید کے باپ کا اس میں کیا اجارہ ہے اگر ہم چاہیں گے لے لیں گے اور چاہیں گے تو اس خبیث پر چھوڑ دیں گے۔ ہم مختار ہیں۔

یہ سب کچھ سن کر شہزادہ حسین سید الشہد اور رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بھائی تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ مگر میں مدینہ میں زیادہ نہ ٹھہروں گا۔ بعد چند دنوں مکہ معظمہ جاؤں گا۔

بکام عاشق بیدل زکوٹے یار زلفت  
کسے زروضہ جنت باختیار زلفت

چنانچہ آپ کے تشریف لانے کے بعد ہی وہ جنون اس خبیث کا ابھرا اور حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کے نام حکم بھیجا کہ امام حسین سے میری بیعت لے۔ ولید نے اپنے میرنشی مروان بن حکم سے مشورہ لیا کہ اس حکم کی تعمیل کس طرح کروں یہ مروان وہی شیطان ہے۔ جس کی شرارت سے حضرت عثمان ذی النورین کی شہادت ہوئی۔ اس نے بلا کسی ایمانی خیال کے ولید کو صلاح دی۔ کہ انہیں بلا کر صاف لفظوں میں ان سے بیعت یزید لو اور بصورت انکار علی الفور قتل مناسب ہے۔ چنانچہ ولید نے یہ ناصواب رائے مسوع کر کے مروان کو بہت کچھ ملامت کی اور کہہ دیا کہ کم نجت ابن رسول اللہ کے قتل کا مجھے مشورہ دیتا ہے۔ مجھ



سے نہ ایسا ہوگا۔ نہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔

غرضکہ ولید نے حضور کی خدمت میں معروضہ بھیجا اور اس میں صرف یہ لکھا کہ اگر محمد سے تخلیہ میں ملاقات فرما جائیں تو کرم ہوگا۔ آپ تشریف لے آئے تو انہوں نے نامہ یزید پلید دکھایا۔ آپ نے اسے پڑھ کر فرمایا۔ ولید! محمد سے یزید کو اس امر کی امید نہ رکھنی چاہیے کہ میں اس سے بیعت ہو جاؤں مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتا ہوں۔ کہ مجھے خلافت سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے۔ حضرت ولید بن عقبہ نے عرض کی۔ حضور غور فرمائیں اور کل تشریف لا کر اظہار رائے فرمائیں تو مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ آپ اٹھ کر باہر تشریف لے جانے کو ہی تھے کہ مروان خبیث کہنے لگا۔ ولید! یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا فیصلہ ابھی مناسب ہے یا اقرار بیعت لے یا قتل۔ آپ کو مروان کے یہ حملے مسومع ہوئے۔ آپ نے غضب ناک نگاہ مروان پر ڈالی اور فرمایا۔ اے عبدالدرہم سنگ دُنیا! اگر تجھ میں کچھ ہمت ہے تو اٹھ اور مقابلہ میں آ ابھی دیکھ حق و باطل کھل جائے گا۔ پھر ولید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تو نہیں جانتا ہم کون ہیں؟ اس اندھے کو تو ہم کیا بتائیں کیا تجھے خبر نہیں۔ کہ ہم اہل بیعت نبوت و چراغ و دومان رسالت ہیں۔ ہمارا گھر وارد رحمت ہے ہمارے گھر پر فرشتے حاضری دیتے تھے۔ جبریل جیسا جلیل القدر فرشتہ ہمارے گہوارے جھلاتا ہے۔ ولید نے قدم پکڑ لئے اور عرض کی حضور کا سب فرمانا بجا اور بالکل بجا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اب تو ہی کہہ کہ ہم ایک فاسق فاجر، زانی، شرابی بے دین کی بیعت کر کے کس طرح مانا جان کی امت کو غرق کر دیں؟

ولید نے بھی نگاہیں کھڑا رہا اور آپ تشریف لے آئے پھر ولید نے مروان

سے کہا: يَا مَرْدَاؤُنْ وائے تجھ پر اے مروان۔ تو نے مجھے قتل حسین کا مشورہ دیا تھا۔ خدا کی قسم اگر شرق سے عذب تک کی سلطنت مجھے خون حسین کے معاوضہ میں ملے تو اس نفل شنیع کے لئے آمادہ نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یزید کو صاف لکھ دیا کہ امام حسین نہ تجھ سے بیعت فرماتا چاہتے ہیں نہ تیری خلافت پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ یزید نے یہ جواب سن کر غضب ناک ہو کر حضرت ولید کو دوسرا نامہ بھیجا۔ جس میں یہ مضمون تھا۔ کہ یا تو تو ان سے بیعت لے اور اگر انکار کریں تو قتل کر کے ان کا سر یہاں بھیج تاکہ ہماری عنایت تجھ پر بدستور رہے۔ ورنہ تو بھی اپنے کو سلطنت سے معزول سمجھ۔ ولید نے یہ نامہ دیکھ کر لاجول پڑھی اور کہا کہ یہ تو معمولی سلطنت ہے۔ اگر ربع مسکون بھی دمجھے دے۔ تو میں قتل شہزادہ حسین کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ تو محض معزولی ہے اگر کوئی اور تکلیف بھی پہنچے تو گوارا کروں گا۔ مگر اس کام کے لئے میں ہرگز تیار نہ ہوں گا۔ چنانچہ نامہ یزید بعینہ ولید نے خدمت امام میں بھیج دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ حضور یزید کے پے درپے ایسے خبیث مضمون آرہے ہیں اور میں سخت حیران ہوں کہ کیا کروں۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں تو دنیا میں سیہ رو اور آخرت میں جہنمی بنتا ہوں۔ اور اگر نہیں مانتا ہوں تو شکار بلا و مصائب ہوتا ہوں۔

عرض کہ آپ نے نامہ لے لیا اور شب کو دربارِ دربارِ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور دروازہ مقدس سے چمٹ گئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ نانا جان! میں وہی حسین ہوں۔ جس کے لئے ہر فی اپنا بچہ لے کر آئی تھی۔ میں وہی دلہند فاطمہ ہوں۔ جس کا گوارہ فرشتے جھلاتے تھے غرض کہ اسی طرح شب بھر روئے رہے اور بار بار روضہ مقدس سے

چمٹ کر حسرت ناک نکلے فرماتے رہے۔ صبح ہوتے ہی باب علی کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ دوسری رات پھر حاضر ہوئے اور اسی طرح عرض کرتے رہے۔ پھر تہجد ادا فرما کر ذرا روضہ مقدسہ کے سامنے بیٹھے تھے کہ آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھتے ہیں کہ نانا جان فوج ملائکہ کے ساتھ رونق افروز ہیں۔ اور سر مٹھا کر سینہ سے لگا کر آنکھیں چوم رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ کہ اے نعت جگر اے نور بصر عنقریب تم کو بلا پہنچنے والے ہو اور وہاں سے بھوکے پیاسے شہوت شہادت پی کر مجھ سے ملو گے۔

بیٹا وہ لوگ جو تمہیں معہ اعزہ کے شہید کریں گے۔ بروز قیامت میری شفاعت کی بھی امید رکھتے ہیں۔ جان پدر! تمہارے ماں باپ نہایت طول و عرضیں مجھ سے ملے ہیں اور تمہاری جدائی میں بے قرار ہیں۔ آپ خواب ہی میں رونے لگے اور فرمانے لگے نانا جان! اب مجھے یہیں رکھ لیجئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نور دیدہ من! تمہارا دنیا میں جانا ضروری ہے۔ اور جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ ہونا ہے۔ بس آپ کی آنکھ کھل گئی۔ اس وقت روضہ مقدسہ سے رخصت ہو کر مکان تشریف لائے۔ جملہ اعزہ اقربا کو جمع فرما کر عزم روانگی مکہ ظاہر فرمایا۔ تیسری شب کو تربت زہرا پر حاضر ہوئے۔ اور نالہ کناں اس طرح گویا ہوئے "اسلام علیک یا اماہ" اماں جان آپ کا پیارا حسین حلقوم کٹوانے جا رہا ہے اور آپ سے رخصت ہونے آیا ہے۔ اماں جان آپ کے نور بصر حسین سے اب مدینہ چھٹ رہا ہے کہ تربت زہرا سے مضطربانہ آواز آئی۔ اے مظلوم مادر مشیت میں مجال دم زدن نہیں۔ چند روزہ مصیبت اٹھا کر جلدی ہم سے ملنے والے ہو۔ تمہاری جدائی میں یہاں بھی بے قراری ہے۔

پھر پچھلی رات کو دوبارہ روضہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور وواعیہ حمد فرما کر نماز ادا فرمائی۔ کہ پھر آنکھ لگ گئی۔ دیکھا کہ سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور سر مبارک کو گود میں لے کر فرما رہے ہیں کہ اے لختِ جگر بہت قریب ہے کہ تو ہم سے ملے گا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ میرے پاس بھوکا پیاسا زخمی جگر لے کر تو آ رہا ہے۔ یہ جسم فوری خاکِ کربلا سے آلودہ ہوگا۔ یہ عارضِ رنگینِ خونِ حلقوم سے گلنار ہوں گی۔ جسم علیحدہ ہوگا سر علیحدہ۔ بیٹا حسین صبر کرنا۔ مرو میدانِ رضارہنا۔ آنکھ کھل گئی۔

## ہجرت امام از مدینہ مکہ معظمہ

غرض کہ ۶ شعبان المعظم ۶۰ھ کو مدینہ سے ہجرت فرما کر معہ اعزہ مکہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں عبد اللہ مطیع سے ملاقات ہوئی۔ اس نے عرض کی کہ

کردہ عزمِ سفر لطفِ خدایا تو باد  
فضلِ حق از ہمہ آفات نگداری تو باد

حضور کہاں کا عزم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عبد اللہ اب مدینہ سے دل برداشتہ ہو چکا ہے مکہ کی طرف روانگی کا عزم ہے ہر روز کے نئے نئے غم اور صدے سہنے کی طاقت نہیں۔ رباعی

گردوں ہمہ اسبابِ غم می سازد  
وز من بکس دیگر نے پرداند  
از خاکِ درجہ خودم دور انداخت  
چوں باد مرا بگرد عالم سے تازد

عرض کی۔ حضور وہاں سے کہاں کا عزم ہے فرمایا جو مشیت الہی ہوگی وہ ہوگا۔ ابھی آگے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ عبد اللہ مطیع نے اس طرح دعا کی

اقبال مطیع و سخت یارست باوا

توفیق رفیق روزگارست باوا

اور عرض کی حضور! اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں کہو۔ مجوں کے اقوال و آراء ہم سماعت قبول کے ساتھ سمور کر کے ہیں۔ عبد اللہ مطیع نے عرض کی۔ حضور! آج آپ سرور عالم و مہتمم و بہتر بنی آدم ہیں۔ تشریف لے جائیں اور عرم میں قیام فرمائیں۔ مگر مکہ آگے کا نہ بہار قصد نہ ہو۔ ممکن ہے۔ کوئیوں کی چالوسی میں حضور آجائیں میری عرض یہ ہے۔ کہ وہ کتنا ہی اصرار کریں۔ مگر وہاں حضور تشریف لے جائیں۔ میرا گمان غالب ہے کہ کوئی لایوقی حضور کی مکہ میں رونق افروز سن کر ضرور بلائے کی فکریں کریں گے مگر حضور

ع درجبتت این کو فیاں مروت نیست

آپ نے فرمایا تو پرچ کہتا ہے۔ اللہ تجھے اس محبت کی جزا جو بیل عطا فرمائے پھر اس سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کو معظّم پہنچے تو اہل مکہ نے تشریف آدمی نور شید نبوت سن کر زیارت کے لئے روانگی کی اور قدم پوسی کو حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ مکہ معظّم حاضر و بار ہوئے۔ آپ شہزادہ صاحب کے رضاعی بھائی ہیں۔ جب اہل مکہ کی ملاقاتوں سے فرصت ملی۔ تو آپ سے تخلیہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر نے عرض کی۔ حضور یہ تشریف آدمی کیسی ہے۔ حضور نے تمام واقعات بیان فرمادیئے آپ نے حماقت یزید پر بہت زیادہ انوس فرمایا

اور سحد غایت ہمدردی کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے امام ابن الامام آپ اس وقت یہاں کے خلیفہ ہیں اور ہم سب حضور کے غلام اور حقیقت یہ ہے کہ منصب خلافت آپ کو آپ کے آباؤ اجداد کو شایان بھی ہے اور آپ کے مقابلہ میں یزید پلید کا کیا منہ جو تخت خلافت پر بیٹھے۔ اگر حضور کی مرضی ہو تو ہم تمام غلام اس خبیث سے مقاتلہ کرنے کو حاضر ہیں۔ آپ یہ جواب سن کر متبسم ہوئے اور فرمایا وَتُرِبَةُ جَدِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَكُونَ خَلِيفَةَ يَا عَبْدَ اللَّهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَلَا خِلَافَةَ وَلَا أُرِيدُ لَأَنَّ أُنْكَرَ بِمَكَّةَ فِي وَارِئِي بَعِثِي رِقِّي إِلَى أَنْ أَمُوتَ لِمَا كَانَ جَدِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِنًا بِهَا وَأَرْحَى أَهْلِي عَشِيَّةً أَشْبَحَ يَوْمًا وَأَجُوعُ ثَلَاثًا حَتَّى تَنْقِضِي مُدَّتِي۔ اے ابن زبیر قسم ہے مجھ کو میرے جد امجد کے قبر منور کی۔ کہ میں نہ خلیفہ ہوں گا نہ میرا ارادہ خلافت کا ہے۔ نہ اس ارادہ سے میں مکہ میں آیا۔ بلکہ محض چند روز یہاں گزارنے آیا ہوں۔ یہاں تک مجھے موت آجائے اور اس طرح گزر کرنا چاہتا ہوں۔ جیسے میرے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں۔ اہل و عیال میں رہے ایک دن کھایا۔ تین دن فاقہ مستی میں گزارے۔ یہاں تک کہ مدت عمر اسی طرح گزر جائے۔

حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا اس جواب سے جی بھر آیا اور ابیدہ ہو کر کہنے لگے اے ابا عبد اللہ۔ اے ابن بنت رسول اللہ حَاشَاكَ وَحَاشَا أَهْلَ بَيْتِكَ مِنَ الْجُوعِ آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو بھوک سے کیا تعلق حضور کے تو مراتب اعلیٰ و بالا ہیں۔ حضور کے غلاموں اور تمام نبی ہاشم کے لئے یہاں ہر قسم کی آسائشیں موجود ہوں گی۔ ہم کو کھانا حرام ہے۔ جب تک آپ اور آپ کے اہلیت نہ کھالیں۔ پینا نہ ہر ہے۔ جب تک آپ اور

آپ کے گھر والے نہ پنی لیں۔ ہم کسی خرچ کو حضور کے مقابلہ میں مقدم ہی نہیں رکھ سکتے۔ پہلا خرچ حضور کے لئے۔ بعد میں سب ضروریات کے واسطے۔  
 آپ کے اشانہ ابو پر ہماری جانیں فدا ہیں۔ اس جواب پر حضرت امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر کو دعائیں دیں۔ اور آپ کے معروض پر انہیں کے یہاں قیام فرمایا۔ ابن زبیر ہمیشہ دست بستہ خدمت میں حاضر رہتے۔ ہر حکم کو آنکھوں سے پورا کرتے اور تمام اہل مکہ روزانہ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہتے۔ اقسام اقسام کے تحفہ تحائف خدمت میں لاتے۔

## مبادیات خط و کتابت یزیدیان با امام ہمام

علامہ اسفرائینی نور العین میں فرماتے ہیں۔ کہ ادھر تو شہزادہ صاحب مکہ معظمہ میں رونق افروز ہوئے۔ ادھر یزید کی یزیدیت نے پورے پورے ظلم و ستم شروع کر دیئے۔ رعایا برابریا سخت تنگ ہوئی۔ خاص کر عبید اللہ ابن زیاد والٹے کو فوج و بصرہ کے مظالم حد سے زیادہ ہو گئے تو جب اہل کوفہ نے تشریف آور ہی امام حسین کی خبر مکہ میں سنی تو باہمی مشورہ کیا کہ ان سے بہتر ہمیں خلیفہ کون مل سکتا ہے بہتر یہ ہے کہ عریفہ بھیجا جائے اور اقرار کیا جائے کہ ہم لوگ آپ کی پیروی میں یزید سے محاربت کو تیار ہیں۔ یہاں تو یہ رائے قرار پاتی ہے۔ وہاں والی مدینہ ولید بن عقبہ کو اس تصور میں معزول کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے تعمیل حکم یزید میں تساہل کیا اور اس کی جگہ ابن الاشتر والی مدینہ مقرر کیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ مکہ معظمہ تشریف لائے تو اس وقت والی مکہ سعید بن عامر تھا۔ اس نے جب شہزادہ کی طرف اپاہیان مکہ کا یہ رجحان دیکھا کہ اذان کے وقت جم غفیر ہوتا ہے اور آپ کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے تو اس

کے دل میں یہ وہم پڑا کہ زمانہ حج قریب ہے۔ اس وقت بیرونجات سے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان جمع ہوں گے۔ ممکن ہے امام ہمام اس جمعیت کو لے کر مقابلہ شروع فرمادیں اور مجھے قتل کراویں بیچارہ بھاگ گیا۔ ان کی جگہ عبد اللہ بن زبیر حاکم مکہ مقرر ہو گئے اور اس نے مدینہ پہنچ کر یزید کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں اہل یان مکہ کا میل امام کی طرف ظاہر کیا۔ اُدھر کوفہ سے ستر آدمیوں نے مشورہ کو کے جن میں سائب بن فرازی۔ رعا بن شداد۔ حبیب مطاہر۔ محمد کثیر، محمد اشعث۔ عبد الرحمن۔ بن منصف۔ عبد اللہ بن عقیف۔ طارق اعش۔ اعش طارق۔ مختار بن عبیدہ۔ عمر سعد وغیرہ شرفاء کوفہ بھی تھے۔ امام ہمام کے نام عریفہ بھیجا جس کا یہ مضمون تھا۔

اعلم یا ابا عبد اللہ ان الیزید جاء علينا وتجبروا على سائر  
البلاد وغم ظلمه وجور سائر العباد وارسل لنا رجلا من عسكره  
يحكم فينا يقال عبيد الله بن زياد اظلموا و اجبروا و اظلموا و اظلموا  
سائر العباد و ان الخلافة ليست لليزيد ولا لابيهِ بل هي لك  
و ابيك و جدك فزوم عيين و صول الكتاب اليك تحضرتا خذ الخلافة  
علينا و نحن نركب معك و نساعدك على حرب اليزيد و جنودنا  
خذ الخلافة انت اولي بها منه و اعدك لنا منه فانك صاحب العدل  
ولاتنا آخر الامم الطيبين۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اے عبد اللہ زبیر ہمارے  
اوپر حاکم ہو گیا ہے اور تمام ممالک پر سخت ظلم کر رہا ہے اور اس کا ظلم و ستم تمام  
رعایا پر عام ہو چکا ہے اور ایک شخص مسمی عبید اللہ بن زیاد حاکم لشکر بنا کر بھیجا ہے۔  
جو انتہا درجہ کا ظالم اور سرکش ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خلافت میں یزید کا حق  
نہیں نہ اس کے باپ کا حق تھا۔ بلکہ وہ آپ کا اور آپ کے باپ دادا کا حق ہے۔  
لہذا اس عریفہ کے پہنچتے ہی آپ تشریف لائیں اور خلافت کو قبضہ میں لائیں۔



اور ہم آپ کے ساتھ عرب یزید کو تیار ہیں اور آپ اس خلافت کے لئے سب سے اولیٰ اور اعلیٰ ہیں اور آپ سے ہمیں عدل کی امید ہے اس لئے کہ آپ صاحب عدل والصفات ہیں اور اب تشریف آوری میں قطعی تاخیر نہ فرمائی جائے۔“

یہ نامہ قاصد لے کر مکہ معظمہ آیا اور امام ہمام کی دست بوسی کر کے آپ کے پیش کیا۔ آپ نے اسے پڑھ کر رکھ دیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجبوراً قاصد واپس لوٹا اور تمام قصہ اہل کوفہ سے کہہ دیا۔ اس کے بعد ایک سال تک مکہ معظمہ مقیم رہے۔ مگر اس مدت میں اہل کوفہ نے ایک ہزار خطوط اسی مضمون کے آپ کی خدمت میں بھیجے اور آپ نے کچھ التفات نہ فرمایا۔ مگر زبانی جواب یوں فرمایا انی لما خرج من مکة ولا ابرج عنها حتى تنقضي مدتی واموت فیہا ولا ولی حلجة ولا بظلم العباد۔ یعنی میں مکہ سے کہیں نہ جاؤں گا۔ یہاں تک کہ مدت زندگی ختم ہو اور میں دنیا سے انتقال کروں اور مجھے خلافت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور میں نہیں چاہتا کہ فضول خدا کے بندوں پر ظلم ہو۔

پھر عبد اللہ بن سلع کی معرفت ستر عریفہ اسی مضمون کے اور بھیجے۔ آپ نے ان کا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ آخرش مجبور ہو کر دسائے کوفہ نے بشیر بن صہر اور عبد الرحمن بن عبیدار جی کو آپ کے لینے کے لئے بھیجا اور ان کے ساتھ ۵۰ عریفہ شرفاء کوفہ کے روانہ کئے۔

نور اللامۃ نھارزمی میں ہے کہ اہل کوفہ نے ہانی ابن سبعی اور سعید بن عبد اللہ خشعمی کو بہت سے خطوط دیکر مکہ روانہ کیا اور جب یہ جماعت بے نیل مرام واپس لوٹی تو شہت بن ربیعہ - عروہ بن قیس - عمر بن الجراح اور چند شرفاء کوفہ کو بہت سے عریفہ لکھ کر مکہ بھیجا اور نہایت عجز و انکسار سے اظہار محبت کیا۔ گویا بموجب اس رہاگی کے مضمون کے جملہ عریفوں کا مضمون تقارن رہاگی

یہ سچ رائے نیست ماراجز وصال روئے تو  
 یہ سچ رائے نیست ماراجز خم گیسوئے تو  
 برعدو بکشا کمیں وز دوستاں نقرہ طلب  
 اسے نہادہ حق تعالیٰ فتح در بازوئے تو  
 عرض کہ جب اصرار اہالیان کوفہ سے بڑھ گیا اور خطوط کی کوئی گنتی  
 نہ رہی تو شہزادہ کونین سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کا  
 جواب روانہ فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ عِنْدِی الْحَسِیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِی  
 طَالِبٍ اِلٰی اَهْلِ الْکُوْفَةِ وَالْعِیْرَاقِ اَعْلَمَکُمْ اَنْکُمْ اَرْسَلْتُمْ لَنَا  
 اَلْفَ کِتَابٍ وَنَحْنُ نُلْقِفُہَا اِلَیْہَا وَاِنَّا مَامُرَادِیْ اِلَّا الْجَوَارِ بِکَعْبَتِہَا  
 اللّٰہِ نُقِیْمُ فِیْہَا اِلٰی الْقَضَاءِ الْوَجَلِ وَالْاَنْ ظَهَرَ مِنْکُمْ الشُّکُوْیُ مِنْ  
 ظُلْمِ الْیَزِیْدِ وَغَیْرِہٖ وَاِنِیْ حَاضِرٌ اِلَیْکُمْ عَنْقَرِیْبٍ اِنْشَاءَ اللّٰہِ  
 وَالْوَاوِیْلِ لَکُمْ مُسْلِمٌ بَنْ عَقِیْلِ بَیْکَنَا وَهُوَ یُصَلِّیْ لَکُمْ فِی  
 الْمَسْجِدِ الْکُوْفِیِّ وَیَقْضِیْ بَیْنَکُمْ وَالنَّعْمَانَ یُحْکَمُ بَیْنَکُمْ اِلٰی اَنْ  
 اَحْضَرَ لَکُمْ۔

ترجمہ: یہ نامہ حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف سے اہل کوفہ  
 اور عراق کے لئے ہے۔ اسے اہل کوفہ تم نے ایک ہزار خطوط مجھے بھیجے۔  
 مگر میں نے ان کی طرف التفات نہ کیا۔ اس لئے کہ میرا کوئی مقصد نہیں  
 تھا۔ سوائے اس کے کہ جو ارکعبہ ہوں اور یہیں اپنی زندگی پوری کروں یہاں  
 تک کہ وقت موت آجائے۔ مگر چونکہ تم ظلم یزید کے شکوے برابر کر رہے  
 ہو۔ اس لئے میں عنقریب تم سے آکر ملوں گا۔ سر دست تمہارے پاس

ہمارا فرمان لے کر مسلم بن عقیل آرہے ہیں۔ یہی نماز پنجگانہ اور جمعہ پڑھائیں گے اور احکامات جاری کریں گے اور نعمان بن بشیر پستور نفاذ حکم کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ میں کو فہ پہنچوں۔

یہ نامہ آپ تحریر فرما کر روانہ کرنے کو تھے کہ اتنے میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہو گئے۔ انہوں نے سب کچھ سن کر عرض کی۔ حضور مجھے اس سائے سے اتفاق نہیں۔ میں کوفیوں کی ان چالوں سے واقف ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ابن عباس! تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ مگر حکم الہی کے سامنے کسی کی رائے مقبول نہیں۔ انہوں نے عرض کی حضور واپس مدینہ چلیں۔ پھر جو کچھ آپ کے جد امجد کی طرف سے حکم ہو۔ اس کی تعمیل فرمائیں۔ آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ بھائی بس جس شہر نے ہمیں چھوڑ دیا اور جس شہر کو ہم چھوڑ چکے ہیں۔ اب وہاں کیا جائیں گے۔

بیدل زانیت رہ در عشرت آباد وصال  
بعد ازیں ماؤ فراق و گوشہ ویرانہ  
خانماں گر گشت ویراں شکر کز اقبال دست  
بر سر کوٹے بلا داریم محنت خانہ

ابن عباس نے عرض کی۔ خیر حضور اگر میری درخواست مسترد ہونی ہے تو کم از کم یہ ضرور قبول فرمائیں۔ کہ کوفیوں کی اس رسل و رسائل کے دم میں نہ آجائیں اور معہ حرم محترم کے زینہار زینہار قدم باہر نہ رکھیں۔ آپ نے فرمایا۔ میاں! تم ادھر دامن کھینچتے ہو اور قضاؤ قدر ادھر۔ میں مجبور ہوں۔

باقضا بر نے تو اں آمیخت  
 باقدر بر نے تو اں آمد  
 ہر در سے کز قدر کشادہ شود  
 جسز ازاں در نے تو اں آمد

ابن عباس ارادۃ اللہ غالب ہے۔ اس میں مجال و مزدون نہیں۔ چنانچہ حضرت مسلم بلاٹے گئے اور تمام قصہ ان سے کہا گیا۔ انہوں نے سب کچھ سن کر عرض کی اب کیا مرضی ہے۔ آپ نے اپنا نامہ مبارک دیا اور فرمایا اسے لیجئے اور تشریف لے جائیے۔ جب آپ کا خط مجھے ملے گا۔ میں بھی روانہ ہو کر آپ سے آملوں گا۔ آپ نے نامہ نامی لیا اور سامان سفر ہتیا فرما کر اسی قاصد کے ساتھ روانگی فرمائی۔

## اسباب عداوت یزید بامام ہمام

اب سبب عداوت یزید میں علماء کی جو رائیں ہیں۔ ان کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ تاکہ معاملہ صاف سمجھ میں آجائے۔

صاحب کنز الخرائب لکھتے ہیں۔ یزید کو شہزادہ کونین سے دو قسم کی عداوت تھی۔ ایک عداوت صوری۔ دوسری معنوی۔ معنوی تو یوں کہ روز یثاق میں ہی روح یزید، روح پرفتوح شہنشاہ سے اپنی ذلت کے باعث رنج پا چکی تھی۔ اور صوری دو طرح سے ہے۔ ایک اصلی ایک فرعی۔ اور چونکہ فروع تابع اصول ہوتے ہیں اور صور تابع معانی۔ اور معنوی صورت کار رنج مذکور ہو ہی چکا۔ تو بواسطہ تناقض روحی اس ہستی مقدس اور اس ہستی محدث میں اختلاف لازمی ملخص اس کا یوں

ہے کہ ارواح انبیاء اولیا و مومنین و مطیعین و صالحین مظاہر لطف و رحمت الہی ہیں اور ارواح کفار و فجار و مشرکین و منافقین و فاسقین مظاہر قہر و رحمت رہی ہیں۔ تو دونوں کی صفات میں فرق لازمی ہے اور جو منظر جس شان کا ہے وہ اپنے اصل کی طرف ضرور رجوع ہوگا۔ بنا بریں چونکہ یزید مظہر قہر و غضب الہی تھا الجنس یبیل الی الجنس۔ کل شئی یرجع الی اصلہا کے مطابق اس نے اپنے بے باقہ اصل کی طرف رجوع کیا اور جو منظر لطف و رحمت کے تھے انہیں اپنے بے باقہ کی طرف رجوع ہونا لازمی تھا تو فساد تعارف منہا اختلف و ما تناکر منہما اختلف کے موافق جو ایک جنس تھے وہ باہم شہر و شکر ہو گئے۔ جو غیر جنس تھا وہ مختلف ہو گیا۔ مولانا معری نے خوب لکھا ہے

دوستی و دشمنی در ہر نہاد  
 ز اختلاف روز یثاق اوفتاد  
 چوں جہان کون در ہم بستہ شد  
 جنس با جنس اندر پیوستہ شد  
 رومیوں مردومیوں را طالب اند  
 زنگیاں در زنگیاں ہم راغبند  
 وانکہ ہم جنسش نبود اندر نخست  
 این زمان در دشمنی ہستند چست

اسی وجہ میں انبیاء سے کفار کے معاندہ، اخیار کے اشرار سے مشاجرہ اور صلحا کی فساق سے مخالف ناشی ہوئی اور یہ عداوت دعائی و لازمی ہے

صاحب روضۃ الشهداء نے عداوت صوری کی چند وجہ اور لکھی ہیں۔ اولاً  
 تو یہ کہ آپ نے اس کی بیعت سے قطعی انکار فرما دیا تھا۔ دوسری یہ کہ عبد اللہ ابن  
 زبیر کی بیوی نہایت حسین و جمیل تھیں اور ان کے حسن و جمال کی شہرت عرب  
 میں بھینکی ہوئی تھی۔ نیز یہ بھی غائبانہ فریفتہ ہوا۔ اور زبانی حال سے اس کے  
 تصور میں اس شعر کے مطابق اُس کا حال تھا کہ

بے خبر عاشقِ جمالِ تو ایم  
 لاجرم طالبِ وصالِ تو ایم

مختصر یہ کہ اس نے ایسی چالیں چلیں اور کچھ اس طرح ابن زبیر کو ان کی  
 طرف سے بدظن کر دیا کہ انھوں نے طلاق دے دی۔ پھر ملک شام سے حضرت  
 ابو موسیٰ اشعری کو بلا کر اپنا وکیل کیا کہ مطلقہ ابن زبیر کو اگر وہ رضا مند ہو جائے  
 میرے لئے منگو کر بنا لائیں۔ آپ یہاں سے چلے۔ راستہ میں عبد اللہ بن  
 عمر رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے سبب سفر پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس  
 لئے جا رہا ہوں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر وہ بڑے منظم  
 نہ کرے تو میرے لیے پیام دینا اپنے منظور کر لیا اور فرمایا۔ میں پیام دکالتی اور اصالتی پہلے اُسے  
 دے گا۔ ان دونوں کو جب وہ منظور نہ کریں تو پھر تمھارے لیے کہوں گا۔ ابن عمر نے فرمایا۔ وکالتی اصالتی  
 سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے اپنے لیے کہوں گا پھر بڑے کیلئے پھر تمھارے لیے۔ راستے میں  
 شہزادہ کونین سیدنا حسین سید الشهداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے سب کچھ سن کر  
 فرمایا کہ اگر تمہیں پیام وہ قبول نہ کرے تو ہمارے لیے پیام دینا۔

غرض کہ آپ اُس کے پاس تشریف لائے۔ اول رمزد کناہ میں گفتگو  
 فرمائی۔ انہوں نے کہا کناہات کو چھوڑیے اور صاف صاف کہیے۔ القصہ  
 ابو موسیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ چار آدمی تم سے عقد کے خواستگار

ہیں اب جسے تم منظور کرو اس سے تمہارا عقد ہو جائے۔ انہوں نے کہا وہ چار کون کون ہیں۔ آپ نے فرمایا اول میں۔ پھر یزید۔ پھر ابن عمر۔ پھر ابن علی۔ اس خاتون نے کہا ابو موسیٰ! میں جوان ہوں اور بفضلہ مال و متاع میرے پاس کافی ہے۔ علاوہ اس کے پاک دامن ہوں وہ بلا سبب ابن زبیر نے مجھے طلاق دی ہے۔ شادی ضرور کروں گی مگر غور کر کے۔ آپ سے تو اسلئے نہیں کہ آپ عمر ہیں۔ میرے آپ کے مابین بناہ مشکل ہے۔ لہذا اپنے لئے تو آپ خیال اٹھائیے اور پھر رائے دیجئے کہ ان تینوں میں کون بہتر ہے۔

ابو موسیٰ نے کہا۔ میرے متعلق جو کچھ تم نے کہا سچ ہے لہذا اس خیال کو میں اپنے دماغ سے نکال کر تمہیں رائے دیتا ہوں۔ اگر ملک و سلطنت چاہتی ہو جاہ و جلال کی خواہش رکھتی ہو تو یزید بہتر ہے۔ اور جوان صالح حسین و جمل چاہتے ہو تو ابن عمر بہتر ہے اور اگر حسن ظاہری و باطنی اور نجات آخرت اور درجات علیا اور ہم نشینی سیدہ طاہرا اور جملہ اہل بیت اطہار چاہتی ہو تو شہزادہ کونین سیدنا حسین سے بہتر دنیا میں معدوم ہے اس لئے کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ جس عورت کا شہزادہ حسین سے مس ہو جائے گا۔ اس پر جہنم حرام ہے۔ لہذا اگر عروس سیدہ زہرا و خدیجہ البکری بننا چاہتی ہوں۔ خادم حرم حسین بن جاؤ۔

خاتون نے کچھ دیر غور کیا۔ پھر کہنے لگیں۔ مال و جاہ دنیا فانی ہے اور جو کچھ خدا نے مجھے دیا ہے۔ اگر اس کا فضل یہ ہے تو تمام عمر کو کافی ہے اور جوانی و جمال یہ سب ادنیٰ ایساری ہیں نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ اور خدمت اہل بیت موجب دولت ابدی و سعادت سرمدی ہے۔ لہذا ابو موسیٰ آپ تو میرا عقد شہزادہ صاحب مہرے کرو دیجئے۔ چنانچہ وہ خاتون ازدواج امام میں داخل ہو گئی۔

آں بندہ کہ خدمت او اختیار کرد  
 اور اخدا سئے در دو جہاں تختیار کرد  
 جب یہ خبر یزید کو پہنچی۔ آتش رقابت میں جل بھٹن کر شعلا جہنم بن گیا اور  
 یہی سبب عداوت بن گیا۔ جس نے اخیر تک اپنا اثر دکھایا۔

## روانگی حضرت مسلم بن عقیل بہ کوفہ

غرض کہ منازل سفر طے فرما کر وہ سلطان سریر اصطفیٰ شہسوار میدان کر بلا دلیل  
 راہ جلیل شعاع نور حسین و خلیل حضرت مسلم بن عقیل دارالامارت کوفہ میں داخل  
 ہو گئے۔ اہالیان کوفہ اپنے قاصد کے انتظار میں آبادی سے باہر آئے ہوئے  
 تھے۔ حضرت امام حسین سید الشہداء کے برادرِ عجم کے جمال جہاں آراء سے شرف  
 ہوتے ہی باغ باغ ہو گئے۔ اور دریافت کیا کہ حضور امام ہمام کب تک جلوہ گر  
 ہوں گے۔ قاصد نے آگے بڑھ کر جواب دیا کہ عنقریب رونق بخش کوفہ ہونے  
 والے ہیں۔ فی الحال میرے ساتھ آپ کو بھیجا ہے اور نامہ فیض شہامہ ہمراہ دیا  
 ہے۔ اہل کوفہ نہایت ممنون و مشکور ہوئے۔ اور اپنے معزز مہمان کی میزبانی  
 میں مشغول نہایت اعلیٰ مکان میں آپ کو اتارا۔ النعمہ واطمہ لذیذہ تیار  
 کر کے خدمت میں پیش کئے۔ دوسرے روز علی الصباح نعمان ابن بشیر حاکم  
 کوفہ سے ملاقات ہوئی۔ امام ہمام کا نام مبارک انہیں دیا گیا نعمان نے سر و قد  
 تعظیم نامہ کی سرانگھوں پر رکھ کر پڑھا اور کہا کہ امام کے حکم کی تعمیل ہمارے  
 پیغمبر ہے وہ لخت جگر فاطمہ زہرا ہیں دبند مرتضیٰ و نور ویدہ مصطفیٰ ہیں۔ زہے  
 قسمت کہ ہم ان کی رعیت بنیں اور وہ ہمارے امام۔ قسم بخدا ان سے بہتر  
 خلافت کا مستحق کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر اہل کوفہ نے شہزادہ صاحب کی بیعت



دست مسلم پر کی۔ جب بارہ ہزار یا بروایت دیگر اٹھارہ ہزار یا تیس ہزار یا چالیس ہزار بیعت ہو چکے تو حضرت مسلم نے مطمئن ہو کر شہزادہ کوفہ کو نبی سیدنا امام حسین کی خدمت میں عریضہ روانہ کیا۔ اس میں تحریر تھا کہ اہل کوفہ اپنے پیمان پر ثابت قدم ہیں۔ اور اب تک چالیس ہزار حضور کی غلامی میں داخل ہو چکے ہیں۔ اسذرا اب تشریف لانے میں کچھ پس و پیش نہ فرمائیں۔ یہاں نعمان بن بشیر والے کوفہ ہی چاہتے رہے۔ کہ امام کی سلطنت ہو جائے اور وہ لوگوں کو آپ کی بیعت کی تحریک بھی کرتے مگر بظاہر خوف یزید سے لوگوں کو منع کرتے اور آپ کی خدمت میں جانے سے روکتے رہے۔ جب اتنی زبردست جمعیت امام بڑھ گئی تو مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید نے خفیہ طور پر دمشق اطلاع دے دی اور یزید کو لکھ دیا کہ اب تو اپنے کو سلطنت سے علیحدہ سمجھ اس لئے کہ امام کی قوت زبردست ہو چکی ہے۔ اور حاکم کوفہ نعمان بن بشیر بھی ان میں مل گیا ہے۔

## انصاف شہادت حضرت مسلم رضی اللہ عنہ

یہ نامہ یزید نے جب پڑھا مبہوت ہو گیا۔ سراپہ مکی میں تمام اراکین دولت کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اب کیا کروں۔ آخرش یہ رائے قرار پائی۔ کہ نعمان معزول کیا جائے اور بطور خفیہ عبید اللہ بن زیاد بنہاد کو بصرہ سے کوفہ بھیجا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور عبید اللہ کو تاکید کی گئی۔ کہ بصرہ سے اس نامہ کو دیکھتے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہو اور وہاں پہنچ کر نعمان کو اس کی معزولی کا حکم سننا اور اہلیان کوفہ کو حکمت عملی سے راہ ناست پر لا۔ عبید اللہ یہ حکم دیکھتے ہی لباس حجازی پہن کر نقاب چہرہ پر ڈالے سمت کوفہ روانہ ہوا۔ بعد مابین مغرب

و عشا داخل کوفہ ہوا۔ اہالیان کوفہ تشریف آوری امام کی بیتابی سے منتظر تھے۔ حجازی لباس نقاب سیاوت دیکھ کر سمجھے پیام ہما ہیں۔ استقبال کو دوڑے اور اندھیرا رات میں سب پکارے مَرَّ حَبَّابٌ بِكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ قَدِمْتَ خَيْرَ مَقَدِّمٍ اور سلام کر کے خوش خوش جلو میں آگے آگے دوڑتے چلے۔ اور یہ شعر زبانوں پر جاری تھا۔

رواقٍ منظرٍ ما چشمِ اشیا نہ تست  
کرم نماؤں فردا کہ خانہ خازن تست

عبید اللہ ابن زیاد نہایت خاموشی سے شہر میں داخل ہوا۔ عبید اللہ جو وقت بصرہ سے چلا تھا وہاں اپنے بھائی کو اپنا قائم مقام کر آیا تھا اور کافی فوج ہمراہ لایا تھا۔ دار الامارۃ کے قریب عمر باہلی کو فکر ہوئی کہ شہر اوڑھ کونین سیدنا حسین اگر ہوتے اس طرح سکوت سے کیوں آتے۔ معلوم ہوتا ہے اس میں کوئی ناز ہے لگے بڑھے اور نقاب ہٹا کر دیکھا تو معاً پکارے وَبِكَ كُمْ هَذَا اَعْبَدُ اَدْبُو ابْنُ نَبِيٍّ اَذَىٰ یعنی تم ہلاک ہو جاؤ یہ تو عبید اللہ بن زیاد بد نہاد ہے۔ یہ آواز سنتے ہی اہل کوفہ پر مردنی چھا گئی۔ یہ خبیث صبح ہوتے ہی اپنی خچر سے اترے اور نعمان بن بشیر حاکم کوفہ سے ملا۔ بعد مزاج پرسی کے کہنے لگا افسوس آپ نے نمک حرامی کی اور امام حسین کے طرف دار ہو گئے۔ مسلم بن عقیل نے کوفہ پر تسلط کیا اور تم نہایت اطمینان سے دیکھتے رہے۔ خیر جیسا کیا ویسا پایا۔ لیجئے یہ حکم پزید کا ہے۔ اسے پڑھ کر تعمیل حکم کیجئے۔

نعمان بن بشیر نے اپنی معزولی کا حکم سنتے ہی کہہ دیا کہ اگر ابن رسول اللہ کی طرف داری نمک حرام کا کام ہے۔ تو تجھ جیسا حلال خور میں بننا نہیں چاہتا۔ میں نے وفاداری سے کام کیا۔ اس پر بھی یہ صلہ ہے تو مجھے حکومت کی پرواہ

نہیں۔ ایمان ہے تو جہان ہے۔ آپ اٹھ کر جالے لگے۔ عبید اللہ نے علی الفور  
آپ کو روک لیا اور بخیاں فتنہ اپنے پاس ہی رکھا۔

علی الصباح ابن زیاد نے کوفیوں کو جامع مسجد میں جمع کیا۔ تھوڑی دیر میں  
اتنا ہجوم ہو گیا کہ مسجد میں جگہ نہ رہی۔ اس وقت یہ منبر پر چڑھا اور لوگوں کو سخت  
سست کہنے لگا اور لشکر یزید کا ڈر دکھانے لگا۔ کوفی لایونی کانپ گئے  
اور اپنے سابقہ عہد و پیمان سب نیا نیا کر کے باہمی کہنے لگے۔ کہ دو بادشاہوں  
کی لڑائی ہے۔ ہمیں اس سے کیا بحث۔ ہم تو کسی معاملہ میں دخیل ہی نہ رہیں  
گے۔ ہمیں نہ حضرت مسلم کا ساتھ دینا ہے نہ یزید کا مخالف بننا۔

مختصر یہ کہ عصر کے وقت جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ مسجد میں  
تشریف لائے تو آپ کے ساتھ کسی نے بھی نماز نہ پڑھی۔ آپ مسجد سے باہر تشریف  
لائے۔ ایک لڑکا دروازہ مسجد پر نظر آیا۔ اس سے فرمایا بیٹا آج کوفہ والوں کا  
کیا حال ہے لڑکے نے عرض کی حضور عبید اللہ بن زیاد حکم یزید کوفہ آیا ہے  
اور اس نے ابن بشیر کو معزول کر کے تمام اہل کوفہ کو امام حسین سے منحرف کر  
دیا ہے۔ آپ یہ سن کر حیران و ششدر ہو گئے اور زبان مبارک سے لاجول نکل  
پھر خیال آیا کہ میں شہر اہ صاحب کو بلا چکا ہوں وہ میرے عریضہ کو دیکھتے  
ہی روانہ ہو گئے۔ اب کیا کروں۔ اپنی جان کی پرداہ نہیں میری جان ہائے  
تو جائے مگر اس جان جہاں پر کوئی صدمہ نہ آئے۔ اب نکلا مشکل ہے خط بھول  
تو کس ذریعہ سے۔ اس شش درج میں تھے کہ خیال آیا کہ اکابر کوفہ میں مانی بن عروہ  
ہیں۔ ان سے چل کر مشورہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ کوفہ کی گلیوں میں سے نکل  
کر ان کے مکان پر تشریف لائے۔

صاحب نور العین علامہ ابی اسحق اسفرائینی ایک روایت نقل فرماتے ہیں

کہ اس وقت ہانی بیمار تھے۔ آپ کی آواز سنتے ہی اُسٹے اور نہایت تعظیم و تکریم سے اندر لائے۔ سب قصہ سنا۔ پھر عرض کی حضور ابن زیاد سے میرا دستا نہ تعلق ہے وہ میری بیماری سُن کر ضرور عیادت کو آئے گا۔ آپ مسلح فلاں گوشہ میں رونق افروز ہیں۔ اول میں اسے زبانی باتوں میں سمجھاؤں گا۔ جب وہ نہ سمجھے گا تو اپنا صافہ اتار کر زمین پر رکھ دوں گا۔ پھر اُسے اٹھا کر سر پر رکھوں گا۔ بس آپ فوراً اُسے قتل کر دینا۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ چنانچہ صید اللہ نے دو تین روز میں تمام شرفاء و رؤساء کو فہمید کر لیے اور حضرت مسلم کی گرفتاری پر انعام کا اعلان کر دیا۔ پھر خیال آیا کہ ہانی کا کیا حال ہے وہ ملنے بھی نہ آئے۔ کہا گیا بیمار ہیں۔ خبیث عیادت کے لئے چلا۔ جب آپ کے پاس آ کر بیٹھا۔ آپ نے کہا کس غرض سے کوفہ میں آیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا۔ مسلم بن عقیل نے امام حسین کی طرف سے سخت فتنہ پھیلایا۔ اس کے فرو کرنے کو میں یہاں کا حاکم مقرر کیا گیا ہوں۔ ہانی نے کہا کیا تمہارے نزدیک مسلم بن عقیل اور امام حسین فتنہ پرداز ہیں۔ ابن زیاد نے کہا اگرچہ وہ ابن رسول اللہ ہیں۔ مگر حاکم سے مخالفت کرنے والا واجب القتل ہے۔ آپ خاموش ہو گئے اور سمجھ گئے کہ اس کا ایمان نکل چکا ہے۔ پھر آپ نے صافہ اتار کر سر پر رکھا۔ حضرت مسلم کا انتظار کیا۔ یہ سمجھے ان کی نظر میرے صافہ پر شاید نہیں پڑی۔ پھر اتارا پھر رکھا اب بھی آپ کو تشریف لاتے نہ دیکھا تو آپ بے تابانہ یہ رباعی باواز پڑھنے لگے

حَيِّتِي سَلْمِي وَحَيِّتِي مَنْ يُحِبُّهَا  
مَا لِي نَنْتَظِرُ سَلْمِي اِنْ تُحِبُّهَا

فَاخْرُجْ إِلَيْهَا وَلَا تَأْخُزْ قَضِيَّتَهَا  
إِنْ كَانَ فِي لُكَّاسٍ مَاءُ الْعَذْبِ فَاسْقِيهَا

جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے :- آجاؤ کہ تمہاری مشوقہ سلمیٰ آگئی ہے۔ اور اگر تم اس سے محبوب رکھتے ہو۔ تو اسے میں کیوں دیر کر رہے ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہیں اس کی خواہش نہیں اور اگر خواہش ہے تو جلدی آؤ اور اس سے فیصلہ کر لو اور اگر تمہارے جام میں میٹھا پانی ہے تو اسے آکے پلاؤ۔

یہ رباعی محض حضرت مسلم کو برا بیگینہ کرنے کے لئے ہانی نے پڑھی تھی۔

عبید اللہ بن زیادہ مستحیر ہو کر پوچھنے لگا۔ نصیب دشمنان! اس وقت آپ کا مزاج کیسا ہے۔ ہانی نے تو اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ مگر آپ کے تینا دروں نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ ہر روز سہ پہر کو ان کی یہی حالت ہو جاتی ہے اور ایسے ہی اشعلہ پڑھنے لگتے ہیں۔

عبید اللہ بن زیاد افسوس کرتا ہوا اٹھا اور سوار ہو کر فرود گاہ پہنچ گیا۔ ادھر وہ چلا۔ ادھر حضرت مسلم تشریف لائے اور ہانی کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ ہانی نے مستحیاء عرض کیا۔ حضور! یہ آپ نے کیا کیا؟ واللہ ابھی تمام بلائیں رفع ہو چکی تھیں۔ مجھے اس وقت کے نکل جانے کا بے حد صدمہ ہوا۔ اگر شہزادہ حسین تشریف لے آئے تو غضب ہو جائے گا۔ آپ نیچی گردن کیٹے سنتے رہے۔ پھر آپ نے ہانی سے کہا۔ کہ میاں جو کچھ تمہارا خیال تھا وہ خیال تھا۔ مگر شیت کچھ اور چاہتی ہے۔ "تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ" میں کس طرح آسکتا تھا۔ تمہاری پہلی آواز پر میں نہایت جوش کے ساتھ اٹھا تھا۔ مگر میری کمر نہایت زور سے کسی نے پکڑ لی اور آواز آئی کہ مسلم ہرگز نہیں۔ تقدیر اللہ میں کچھ اور ہونے والا ہے۔ مجبوراً بیٹھ گیا۔ دوبارہ پھر اٹھا تو یہی آواز آئی۔ تیسری بار

بھی یہی آواز آئی۔ اس کے ساتھ یہ اور صاف کہا گیا کہ مسلم! ابھی اس کا پیمانہ عمر لبریز نہیں ہوا ہے۔ اور کاسہ عمل اعمال سیاہ سے بلنب نہیں ہے۔ ہرگز نہ جاؤ۔ خاموش بیٹھے رہو۔ بس پھر میرے جسم میں طاقت ہی نہ تھی کہ اٹھتا۔ ہانی نے یہ سن کر کہا کہ بنمہ کی کچھ مجال نہیں۔ "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ"۔ خیر۔ اس گھر کو حضور اپنا گھر سمجھیں اور بے خوف رہیں جو کچھ ہو گا ہوتا ہے گا۔

اب کوفہ کے ہر گلی کوچے میں حضرت مسلم کی تلاش ہے۔ سواروں کے دستے شہر کے گردا گرد پھر رہے ہیں۔ شہر کے گرد پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ مگر مسلم کا سراغ نہ ملتا تھا نہ ملا۔ مجبوراً عبید اللہ بن زیاد نے معقل نامی تجربہ کار جاسوس کو بلایا اور تین ہزار دینار پیشگی دے کر امید دلائی۔ کہ خاطر خواہ انعام سراغ رسانی پر ملے گا۔ یہ وعدہ کر کے یہاں سے چلا۔ اور اس نے اپنے آپ کو فرستادہ امام حسین مشہور کیا۔ کہ جو پوچھتا ہے۔ اس سے کہہ دیتا ہے کہ امام کو یہاں کے حالات معلوم ہو گئے ہیں۔ مجھے حضرت مسلم کے لینے کو بھیجا ہے۔ میں ان کا غلامان غلام ہوں۔ عرض کہ مساجد کوفہ میں پھرتے پھرتے تھک گیا۔ مگر آپ کا سراغ نہ پایا۔

## قصہ شہادت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ

آخرش اس مسجد میں پہنچا۔ جو ہانی بن عروہ کے مکان کے قریب تھی دیکھا حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی نماز پڑھ رہے ہیں۔ ٹھہرا رہا۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اور کان میں کہنے لگا۔ میں ملک شام سے آیا ہوں محبت اہلبیت ہوں۔ مجھے جب شہزادہ صاحب کی زیارت کا شوق ہوتا ہے۔ مکہ حاضر ہو کر شہزادہ دیدار سے سیراب ہوتا ہوں۔ اب کہ جو آقا امام

کو بہت پیشیاں پایا۔ میں نے اپنے لائق خدمت کی درخواست کی تو مجھے فرمایا۔  
تو کوہ جا اور بھائی مسلم کو کسی طرح لا۔ میں اپنے ساتھ تین ہزار دینار لایا ہوں تاکہ  
اگر روپیہ کی ضرورت پڑے تو مجبور نہ ہو جاؤں۔ لہذا آپ محبت اہلبیت معلوم ہوتے  
ہیں۔ اگر کہیں پتہ ہو تو بتائیں۔ میں انہیں کسی نہ کسی طرح دشمنوں کے جنگل سے  
نکال کر مکہ لے جانا چاہتا ہوں۔ حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی نے اول تو کچھ شبہ  
کیا۔ مگر اس کی چرب زبانی نے دھوکے میں ڈال دیا۔ اور اس خبیث معقل جاسوس  
کو اپنے ساتھ لے کر ہانی کے یہاں آگئے۔ اور حضرت مسلم بن عقیل سے ملاقات  
کرائی۔ اس نے پورا اطمینان کر کے تین ہزار دینار پیش کئے اور عرض کیا کہ اس سے  
کچھ ہتھیار خرید لئے جائیں۔ میں اپنے چند اور ہمراہیوں کو لے آؤں۔ یہاں  
سے نکلنا بغیر مقاتلہ مشکل ہے۔ حالت بہت نازک ہے۔ یہ کہہ کر سیدھا ابن  
زیاد خبیث کے پاس آیا اور سارا قصہ کہ سنایا۔ ابن زیاد بہت متعجب ہوا۔ فوراً  
محمد بن اشعث کنہی۔ اسماء بن خارجہ فرازی۔ عمرو بن حجاج دیناری کو بلا کر  
حکم دیا کہ ہانی کو میرے پاس لاؤ۔ یہ تینوں جس وقت پہنچے۔ ہانی دروازہ پر تھے۔  
پیام سنتے ہی کھٹکے اور سمجھ گئے کہ وال میں کالا ہے۔ محمد بن اشعث سے کہا۔  
اچھا چلو میں ابھی آتا ہوں اور اندر آ کر سب قصہ حضرت مسلم سے عرض کیا۔ پھر  
نہانے۔ کپڑے بدلے۔ تلوار زیب کمر کی۔ اور حضرت مسلم سے عرض کی۔ حضور  
گواہ رہیں۔ میں شاید اب زندہ نہ آؤں گا۔ آپ اللہ کے سپرد ہیں اور یہ گھر  
آپ کے سپرد ہے۔ سلام کر کے قدم چوم کر روانہ ہوئے۔ ابن زیاد کے سامنے  
جا کر پہنچے۔ خبیث نے التفات نہ کیا۔ پھر آگے بڑھے سلام کیا تو بجائے جواب  
کے ترش رو ہو کر کہنے لگا۔ ہانی تعجب ہے کہ تم نے دشمن یزید مسلم بن عقیل کو اپنے  
گھر رو پوش کر رکھا ہے۔ اس پر میری دوستی کے مدعی ہو۔ اور لطف یہ کہ سامان

عرب خرید خرید کر ان کی تقویت بطرحا ہے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ مجھے اس کی خبر نہیں ہے

اس تغافل کو ہم سمجھتے ہیں  
 ڈھب ہیں یہ خاک میں ملانے کے

حضرت ہانی نے فرمایا سب لغو اور بہتان ہے۔ آپ کو مجھ سے ایسی باتیں کرنا زیبا نہیں۔ ابن زیاد نے معقل کو بلایا اور کہا کہ کیا کیا صورتیں دیکھ کر آیا ہے۔ ابھی وہ کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ ہانی اسے دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے اور فرمایا اور روک۔ حرا مخور۔ بے ایمان دغا باز۔ یہ سارے بس تیرے بوٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ابن زیاد نے کرسخت لہجہ میں معقل کی طرف سے جواب دیا۔ کہ ہانی اسے کیا کہتے ہو۔ بس خیر اسی میں ہے۔ کہ مسلم بن عقیل کو لا کر میرے سامنے حاضر ہو کر دو۔ ورنہ یاد رکھو ابھی تمہیں معہ گھڑبار کے نیست و نابود کروں گا۔ یہ اس دوستی کا سبب ہے جو میرے تمہارے مابین ہے ورنہ ابھی قتل کر دیتا۔

ہانی ابن زیاد کی اس دریدہ دہنی سے شیر کی طرح پھراٹے اور فرمانے لگے خبیث! میری دوستی کا تو کیا پاس کرے گا۔ جب نبی کے نواسوں کا خدا اور رسول کی محبت کا تجھے پاس نہیں۔ تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر تو مجھے قتل کرے گا۔ تو یاد رکھو۔ مدینہ و مکہ سے کو فو و دمشق تک خون کے دریا بہ جائیں گے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے جامہ سے باہر ہو کر بحالت غضبناک اپنی لکڑی اٹھا کر اس زور سے ہانی کے سر پر ماری کہ آپ کا سر شق ہو گیا۔ خون بہنے لگا۔ تمام چہرہ معہ ریش مبارک خون میں رنگ گیا۔ حضرت ہانی نے بھی ایک ہاتھ تلوار کا اس زور سے ابن زیاد کے مارا کہ وہ بھی سخت



مجرور ہوا۔ اس کا لیشمی جُتہ جو پہن رکھا تھا۔ صاف کٹ گیا۔ معتقل خبیث نے جھپٹ کر ابن زیاد کی حمایت کی۔ آپ نے وہیں سے پلٹ کر ایسا وار کیا کہ اس کا سر قلم ہو گیا۔

ابن زیاد نے ہانی کی یہ شجاعت دیکھ کر حاضرین دربار پر ہمت نفرین کی اور کہا کہ تم ایسے نامرد ہو گئے کہ ایک شخص کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بت کی طرح کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہو۔ خدا تمہیں غارت کرے پھر کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ اس آواز پر چند آگے بڑھے۔ ہانی بھی زخمی شیر کی طرح پلٹ پڑے۔ اور اس زور سے تلوار چلائی۔ کہ بائیس آدمی واصل جہنم فرمائے۔ اب تو کوذ میں کھلبلی پڑ گئی۔ ابن زیاد نے مہوش ہو کر دروازہ کو ذ پر چڑھ کر چلا چلا کے تمام شہر سر پر اٹھایا۔

آخر وہ فوج جو کنارہ شہر پر ناکر بندی کر رہی تھی دوڑ پڑی اور حضرت ہانی بن عمرو کو چاروں طرف سے زرخیز لے لیا۔ آپ مثل شیر اجام جس طرف پھرتے ہوئے نکل جاتے دو چار سرتن سے کٹ جاتے بغرض کہ بمشکل تمام حضرت ہانی گرفتار کئے گئے اور ابن زیاد بد نہاد کے سامنے لائے گئے۔ ابن زیاد نے کہا لو۔ ہانی اب بھی مسلم بن عقیل کو دے دو۔ آپ نے جواب دیا۔ او مرو و ازل۔ دشمن خدا اور رسول! مجھ سے یہ امید نہ رکھو بلکہ گوشت رسول کو تجھ جیسے کتے۔ مروک۔ ناپاک۔ ایمان فروش کے سپرد کر دوں۔ یہ سن کر ابن زیاد نے حکم دیا۔ تو ایک خبیث نے ویچھے سے تلوار مار کر آپ کو شہید کر دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اُس وقت آپ کی عمر مبارک ۸۹ سال کی تھی۔

عمرو بن الحجاج دنیا ری نے جو ابن زیاد کی طرف سے ہانی کو بلانے

گئے تھے۔ جب حضرت ہانی کی شہادت کی خبر سنی۔ فوراً چار ہزار سوار و پیادہ ساتھ لے کر ابن زیاد کی فرودگاہ کو آگھیرا۔ ابن زیاد گھبرا یا۔ مجبوراً قاضی شہر کو کچھ روپیہ دے کر کہا کہ تم کہہ دو کہ ہانی زندہ ہیں۔ ان کی شہادت کی خبر غلط مشہور کی گئی ہے۔ قاضی نے روپیہ کے لالچ میں یہی کہہ دیا۔ عمرو بن الجحاج دیناری نے یہ خبر سن کر کہا۔ الحمد للہ۔ بس ہمارا مقصود ہانی کی سلاکتی تھی۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ قاضی کو معتبر نائی سمجھ کر واپس لوٹے کہ اپنے اپنے گھر جائیں۔

اب خانہ ہانی کی سننے کہ جب شہادت کی خبر یہاں پہنچی۔ حضرت مسلم اٹھے اور چلے۔ آپ کے گھر والوں نے روکا۔ مگر آپ نے فرمایا اب غیرت گوارا نہیں کرنی۔ کوفے کے گلی کوچوں میں سے چلتے چلتے ایک مکان پر تشریف لائے۔ صبح ہونے والی تھی۔ اس مکان پر ایک عورت تھی۔ ان سے فرمایا۔ مسلم بن عقیل ہوں۔ اہل کوفہ کا مہمان ہوں۔ مگر آج میرے میزبان میرے خون کے پیاسے ہیں۔ اس عورت نے آپ کو ٹھہرا لیا۔ پانی کھانا پیش کیا۔ آپ نے پانی تو نوش فرمایا۔ مگر باوجود سخت اصرار کے کھانا نہ کھایا۔ دن بھر رہے۔ جب شب کی تاریکی نے مثل سخت تیرہ زمین کوفہ پر تسلا کر لیا۔ تو حضرت مسلم بسم اللہ مجریہا و مرہا پڑھتے اس کے گھر سے نکلے کہ اس عورت کا بیٹا ابن زیاد کا مصاحب سامنے سے گھر میں آتا ہوا متعجبانہ دیکھ کر کہنے لگا کون ہے؟ اندھیرا تھا صورت تو نظر نہ آئی۔ آہٹ پر پکارا تھا۔ جواب نہ پا کر گھر میں چلا گیا۔ اور حضرت مسلم دبے پاؤں اسی جگہ ٹھہر گئے جہاں پہلے مقیم تھے۔ اس کی ماں نے جو دیکھا کہ ادھر بیٹا شک میں پڑ چکا ہے۔ ادھر امام ہمام دبے پاؤں خفیہ

واپس آکر رونق بخش کلبہ احراماں ہیں۔ بہت گھبرائی حجرہ میں گئی۔ اور حضرت مسلم سے عرض کی کہ اس وقت بیٹا آگیا ہے اور یہ خبیث ابن زیاد بدنہاد کا مصاحب ہے حضور خاموشی سے تشریف رکھیں۔ پھر باہر آئی اور بیٹے کی تواضع میں مشغول ہوئی۔ بیٹے نے ماں کی بدعاسی سراسیمگی کا احساس کر کے پوچھا اماں آج کیا بات ہے جو تم اس قدر مضطرب ہو۔ ماں نے کہا کچھ نہیں تو اپنا کام کر۔ بیٹا نہ مانا اور زور زار معلوم کرنے پر مفسر ہوا۔ آخر ماں نے مجبور ہو کر کہہ دیا کہ بیٹا ہمارے گھر میں خوش قسمتی سے امام مسلم رونق افروز ہیں۔ یہ بہت چالاک تھا کہنے لگا اماں ان کی تو بہت زیادہ تلاش ہے۔ مگر خیر! آل رسول کی خدمت میں زہنی نجات ہے۔ انہیں جانے نہ دینا۔ میں آتا ہوں اور شب بھر ان کے حجرہ کا میں ہی پہرہ دوں گا۔ چنانچہ باہر گیا اور واپس آکر شب بھر جاگتا رہا۔ اور کھلی سات کرچکے سے جا کر ابن زیاد کو مخبری کی۔ اس نے طلانی چند دن با اس صلہ میں اسے بخشا۔ اور اسی وقت محمد بن اشعث کندی کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیج کر اس مکان کا محاصرہ کر لیا۔ آپ فجر کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ مصلے پر رونق افروز تھے کہ گھوڑوں کی طہا پیں سن کر اس عورت سے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ اس نے عرض کی مجھے معلوم نہیں مگر محاصرہ میرے ہی مکان کا معلوم ہوتا ہے۔ آپ اٹھے اور تمام آلات حرب زیب تن فرما کر مسلح ہو بیٹھے۔ عورت نے کہا کیا حضور نے مقابلہ کا ارادہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے سوا چارہ کار بھی کیا ہے۔ زبانی بھانے سے یہ مانتے نہیں۔ وہ زار زار رونے لگی۔ اور آپ کی بے بسی پر خون بہانے لگی۔ آپ نے اس کو بہت کچھ دعائیں دیں اور اس سے رخصت ہو کر اس طرح باہر تشریف لائے۔ جیسے شیر زاپنی کچھار سے پھر کر آتا ہے اور باہر آتے ہی لڈکارے کہ اب ہوش میں آجاؤ۔ ہم محمدی کچھار کے شیر ہیں۔ جس

جس کی ماں نے دودھ پلایا ہے۔ وہ قسمت آزادی کرے۔

پھر وہ تلوار چلائی۔ کہ ایک سانس میں ڈیڑھ سو آدمی داخل جہنم کر دیئے رہے  
سے بھاگے۔ محمد بن اشعث نے تیغ ہاشمی کے جوہر دیکھ کر ایک پتھر کی آڑ  
لی اور بیٹھ کر ابن زیاد کو لکھا کہ سلم آدمی نہیں ہے۔ بلکہ لیث ہمام شیرجری اسد غلام  
پھاڑ کھانے والا ہے اور سیف ملک العلام خدائی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے۔  
جب اس نے باہر نکل کر فرشتہ قہر کی صورت میں ہمیں لٹکا رہا ہے۔ ہماری جانیں  
قالب میں نہ تھیں اور ضیغ نر کی طرح جب حملہ آور ہوا ہے تو ڈیڑھ سو لشکری  
بات کی بات میں صاف کر دیئے۔ باقی جان بچا کر بھاگ گئے۔ اگر میری مدد کو اور  
آدمی جیسے جانیں۔ تو کچھ کروں۔ ورنہ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔

غرض کہ اس اطلاع پر اور پانچ سو جوہر سامنے آئے تو اس محمدی شیر  
نے تازہ دم ہو کر دوبارہ نلہ شروع کیا۔ آخر سب سمجھ گئے۔ کہ اس خدائی تلوار کی  
تاب لانا تماشہ نہیں ہے۔ کیوں اس طرح جان ہلاک کریں اور دور بھاگ گئے  
اور چاروں طرف سے تیروں کی بارش شروع کی۔ مگر آپ اس گیدڑ بھسکی میں  
نہ آئے اور برابر ان پر جا جا کر حملہ آور ہوئے۔ مختصر یہ کہ ساڑھے چار سو کے  
قریب اور داخل جہنم کر دیئے۔ تو محمد بن اشعث کندی نے پھر حاشتی بلائے۔  
اب آٹھ سو سوار آئے۔ ان میں سے بھی دست ہاشمی نے پانچ سو معدوم  
کر دیئے تو مخالفین نے سوچا کہ یہ شیر کی طرح بھیرٹوں کو صاف کئے جب  
رہے ہیں۔ آخر اس طرح تاجکے۔ چال چلنے کی ٹھانی۔ ایک مقام پر گہرا گڑھا  
کھودا۔ اس پر تنکے لگا کر مٹی ڈالی۔ اور عموار کر کے بھاگے۔ حضرت مسلم نے  
ان کا پیچھا کیا۔ اور اس غار میں گرے اور سب نے پک کر کتوں کی طرح  
یکجا رگی حملہ کر دیا۔ اور محمد بن اشعث نے آپ کو گزناڑ کٹایا۔ لیکن اس کی گزناڑی

میر پھری بھی نہ آئے۔ تو خبیث نے چہرہ اقدس پر اس زور سے وار کیا کہ آپ کی دعا میں  
ہل گئیں اور کچھ غشی طاری ہوئی۔ علی الفور مشکیں کس کر ابن زیاد کے یہاں لے کر  
چلے۔ دروازہ پر سراجیاں سر و پانی کی رکھی تھیں۔ آپ نے محمد بن اشعث سے فرمایا۔  
اگر تیرا عرج نہ ہو۔ تو تھوڑا پانی پلاؤ۔ اس کے صلہ میں تجھے حوض کوثر سے ہم  
سیراب کر دیں گے۔ اس نے رحم کھا کر پانی دیا۔ آپ پی رہے تھے کہ ایک خبیث  
نے اور تلوار ماری۔ جس سے اُدپر کا ہونٹ کٹ گیا۔ اور تمام پانی خون میں رنگ  
گیا۔ القصد آپ جب ابن زیاد کے سامنے آئے۔ تو آپ نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلٰی  
مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی۔ اس پر سلام جو احکام شرعیہ کا پیرو ہے۔ ابن زیاد نے  
کہا تم نے مجھے امیر المؤمنین کیوں نہ کہا۔ آپ نے فرمایا امیر المؤمنین میرا چچا زاد بھائی ہے  
حسین بن علی ہے۔ تجھے امیر المؤمنین ہونے سے کیا نسبت۔ ابن زیاد نے کہا۔ سلم  
میرے عفتہ سے ڈرو۔ آپ نے فرمایا۔ خبیث سگب دنیا۔ میں تجھ سے کیا ڈرلاں گا۔  
تیرے رزاق بیزید سے تو ہم ڈرتے نہیں۔ ابن زیاد! کان کھول کر سن لے۔ ہم وہ  
ہیں جو سوائے خدا کے کسی سے کبھی ڈرے نہ ڈریں۔ اور یہ بلائیں اور مصیبتیں ہمارے  
لئے عین نعمت ہیں۔ ہم ان سے کبھی نہیں گھبرائے۔ مثنوی

ہر بلائے راعطائے درپئے است  
ہر کدورت راصفائے درپئے است  
زہر ہر رنجیست گنجے معتبر  
خار ویدی چشم بکشا گل نگر

ہم بلاؤں کو مصیبتوں کو اس عیش و راحت سے بہتر سمجھتے ہیں جو تو دین  
فروشی میں حاصل کر رہا ہے۔ مردود یہ زندگی چند روز ہے۔ دنیا دارالحج ہے اور  
یہاں جو بلا آتی ہے وہ یار کی طرف سے آتی ہے جو مصیبت ہوتی ہے وہ عین

راحت بخشی ہے۔ ان بلاؤں کی صورت تو بڑی آرزوؤں سے نظر آتی ہے۔

ہر بلا کو دوست آید راحت است  
 واں بلا را بر دلم صد منت است  
 آن بلا ہائے تو آرام دلم  
 حاصل از درد تو شد کام دلم  
 درد عشقت را خریدارم بجاں  
 منت از درد تو سے دارم بجاں  
 جانست از درد و غمت شاداں شود  
 وز بلایت سینہ آباداں شود  
 درد باشد چہ در مان ما!  
 دردے بخشہ سرد سامان ما  
 درد کاں در عشق آن جاناں بود  
 درد نبود مایہ در مان بود

### شہادت حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ

مردک یہ میں جانتا ہوں کہ نشہ دنیا تجھے ہوش میں نہ آنے دے گا اور تو مجھے عنقریب قتل کروائے گا۔ مگر موت سے بزدل ڈرا کرتے ہیں یہیں موت سے دوامی حیات ملتی ہے۔

ابن زیاد اس جواب سے جل بھن کر لاجواب ہو گیا اور کہنے لگا۔ خیر اب جو کچھ تمہیں وصیت کرنی ہے۔ وہ کر لو۔ کیونکہ اب تمہاری موت کا وقت قریب ہے۔ آپ نے فرمایا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ

نبیث، وصیثت طریقہ مسنون ہونے کی وجہ سے کترا ہوں۔ اس کے پورا کرنے کی تجھ جیسے غدار کذاب سے کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ سبب! جب مجھے شہید کرادے تو میری لاش مٹی میں چھپا دیجے کہ بے حرمتی نہ ہو۔ فلاں شخص کا میں مقروض ہوں۔ میری زرہ فروخت کر کے اس کا قرضہ ادا کر دیجو۔ میرے چچا زاد بھائی اور جان و ایمان کے مالک شہزادہ کونین امام حسین کو میری تمام سرگزشت لکھ کر بھیج دیجو۔ اور میری طرف سے یہ پیام کہ ہرگز ادھر تشریف نہ لائیں۔

ابن زیاد نے کہا زرہ ہمارا حق ہے ہم کیوں فروخت کریں گے اور حسین بن علی کو ہم خود یہاں بلانا چاہتے ہیں۔ انہیں کیسے منع کر سکتے ہیں۔ پھر عبید اللہ بن سعد سے کہا کہ انہوں نے ہمارے پندرہ سو آدمی مارے ہیں لہذا انہیں جلا دے کہ سپرد کر دو وہ کوٹھے پر لے جا کر انہیں نیچے پھینک دے۔ جلا دے۔ منزلہ پر لے گیا اور آپ کو پھینکنے لگا۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرا دو رکعت نفل پڑھ لینے دے۔ اس نے کہا حکم حاکم کے خلاف مجھ سے اُمید نہ رکھتے اس وقت آپ امام کی یاد میں زار زار رو رہے تھے کہ جب اُس نے آپ کو چھت سے دھکیلا تو آپ نے ایک سہیح ماری جس میں وا حسینا کی صدا تھی۔ سر کے بل آپ نیچے آئے۔ سر مبارک پاش پاش ہو گیا۔ اور روح پر فتوح فردوس اعلیٰ کو سدھاری۔ آج ۳ ذوالحجۃ الحرام تھی۔ اسی دن اتفاق سے شہزادہ کونین سیدنا حسین مکہ سے روانہ ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ آپ کی روح پر فتوح زبان حال سے یہ اشعار کہہ رہی تھی

اے باد صبا زرو سئے یارے  
سوئے حسد خدا را گزر گن

شہزادہ حسین را چو بینی  
 بنشین و حدیث مختصر کن  
 ہرید کہ ز کوفیاں بدیدی  
 فرزند رسول را خبر کن  
 برگو کہ مسلم ستم کش  
 شد کشتہ تو چہ پارہ دگر کن  
 معرور مشو بقول کوفی  
 وز فتنہ شامیاں حذر کن

علامہ خوارزمی اپنی کتاب متفلس نور الائمہ میں لکھتے ہیں۔ کہ جب آپ کو بالاخانہ سے گرا دیا گیا۔ تو سر مبارک تن اقدس سے جدا کرنے کو بکیر بن عمر بھیجا گیا۔ جس وقت اس نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا۔ اس کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے۔ ابن زیاد کو اطلاع دی گئی۔ اُس نے اُسے بلایا اور پوچھا تو کہنے لگا کہ میں نے بجائے لاش مسلم کے ایک شخص مہیب الصدورت کو دیکھا کہ وہ غضب ناک ہو کر دانتوں میں لہنی انگلیاں چبارہا ہے۔ بس اُسے دیکھتے ہی میرے ہاتھ پیروں میں دم ہی نہ رہا۔ ابن زیاد متبسم ہوا اور کہا اچھا دوسرے کسی شخص کو بھیجو۔ یہ جس وقت گیا تو بھاگ کر واپس آیا۔ اس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا۔ اس نے کہا لاش مسلم کے پاس سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں۔ یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مر گیا۔ پھر ایک شامی خدیث کو بھیجا۔ اس نے جا کر سر مبارک کاٹا۔

فغاں از عالم بالا بر آمد  
 خروش از عرصہ غیر بر آمد



یہاں تفسیر شاعری کے لحاظ سے شاعر نے لفظ ماتم استعمال کیا وہ محض  
 بمعنی غم ہے نہ کہ بمعنی ماتم

پھر ابن زیاد بد نہاد کے حکم سے جسم مسلم و حضرت ہانی بازار قصاباں میں  
 لٹکا دیا گیا اور سر مبارک دمشق روانہ کئے گئے اور جو کچھ گزری۔ اس کی سرگزشت  
 مفصل لکھ کر یزید کو اطلاع دی۔

اس کے جواب میں یزید پلید نے اظہار خوشنودی کیا اور ابن زیاد کا  
 شکریہ ادا کر کے لکھا کہ ہم نے سنا ہے۔ حسین بن علی بھی عراق آنے کا  
 عزم جزم کر چکے ہیں۔ لہذا ان کی طرف سے ہوشیار رہنا اور بہت جلدی  
 ان کا قتل عمل میں لانا۔

روایت ہے کہ جب حضرت مسلم بحکم امام حسین سید الشہداء کو ذقتہ  
 لائے تھے تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بھی ہمراہ لائے تھے۔ اس لیے کہ یہ  
 بچے یغیر پاپ کے ایک ساعت بھی رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب  
 مکان طوعہ پر محاصرہ ہو گیا اور آپ کی رگ ہاشمی جوش میں آگئی تو اپنے نوہالوں  
 کو خوب گلے سے لگا کر پیار کر کے خفیہ طور سے قاضی شریح کے یہاں بھیج دیا  
 تھا اور کہلوادیا تھا کہ ان کو کسی معتبر شخص کے ذریعہ مدینہ الرسول پہنچا دینا۔

غرض کہ جب ابن زیاد کے پاس یزید پلید کا نامہ خوشنودی مزاج کا  
 آگیا تو وہ بھی پھولے نہ سمایا۔ ایک سگ دنیا خوشامد میں کہنے لگا۔ حضور مسلم  
 کے ساتھ ان کے دونے بچے بھی آئے تھے۔ ابن زیاد نے یہ سنتے ہی کوفہ کے  
 گلی کوچوں میں منادی کرادی۔ کہ مسلم دونوں بچے جو لائے گا۔ انعام پائے گا  
 اور جو انہیں چھپائے گا اور ان کی مدد کرے گا وہ ہر طرح برباد کیا جائے گا  
 خود قتل ہوگا۔ اس کے گھر کو لوٹا جائے گا۔ اعزہ اقربا مارے جائیں گے اس

خبر نے تمام کوفہ میں ہل چل مچا دی اب گلی کوچوں میں اُن نونہالوں کی جستجو ہے۔ قدم قدم پر اُن کے لئے قضا کے سامان مہیا ہیں۔

## تذکرہ شہادت فرزند ان مسلم رضی اللہ عنہ

آج وہ باغ ہاشم کے دونوں پھول قاضی مشرّح کے سامنے بیٹھے ہیں۔ قاضی زار و قطار رو رہے ہیں۔ ایک صاحبزادہ ساتویں سال میں ہیں۔ جن کا نام محمد ہے۔ دوسرے صاحبزادے آٹھویں میں ہیں ان کا نام ابراہیم ہے۔ دونوں گل نبوت قاضی کو گریہ کناں دیکھ کر رونے لگے اور قاضی سے پوچھنے لگے۔ آج آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ قاضی نے دونوں کو چھاتی سے لگایا۔ اور چیخیں مار مار کر رونے لگا۔ محمد و ابراہیم بھی روتے روتے قاضی سے پوچھنے لگے خدا کے لئے یہ تو بتادو کہ ابا جان کا کیا حشر ہوا؟ کیا کیا ہم یتیم ہو گئے۔ کیا ہمارے سر سے سایہ پدری اٹھ چکا۔ کیا اب ہم بے وارث رہ گئے۔ یہ الفاظ کچھ ایسے درد سے ان کے بھولے بھولے منہ نے کہے کہ قاضی میں تابِ ضبط نہ رہی اور خون کے آنسو ہا کر عرض کرنے لگا۔ اے گلہائے گلستانِ خوبی! اے غنچہائے چمتانِ محبوبی! تمہارے لئے کوفہ دار الحزن ہو گیا ہے۔ تمہارے باپ تمہارے سر سے اٹھ چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی دونوں آپس میں بغل گیر ہو کر اپنی بے کسی اور باپ کی بے بسی پر اس قدر روئے کہ ملائکہ میں کھلبلی پڑ گئی۔ حورانِ بہشتی کے دل لرز گئے۔ دونوں صاحبزادے اس قدر ملول و عزیز ہیں ہوئے کہ ان کے رنسا رہائے نوری کھلا گئے۔ قاضی سے کہنے لگے

چہ حالت است ہماناں بخواب سے بینم  
 کہ قصر دولت و دیں را خراب می بینم  
 بدر و دل ز لب شرع نالہ سے شنوم  
 نے سوز جان جگر دیں کباب می بینم

اور وابتاہا غرتاہہ! کہہ کہہ کر جان کھونے لگے۔ قاضی نے دونوں بچوں کو سینہ سے لگایا اور کہا صاحبزادو! یہ وقت گریہ و فغاں نہیں ہے۔ اس لئے کہ عبید اللہ بن زیاد غیبت نے تمہاری تلاش میں آدمی چھوڑ رکھے ہیں۔ مبادا انہیں تمہاری آواز مسوع ہو جائے اور وہ تمہیں گرفتار کر لیں۔ اور چونکہ میں مجبان اہلبیت میں پہلے ہی مشہور ہوں۔ اس وجہ سے میرے متعلق زیادہ گمان ہے۔ لہذا میں تمہاری اور اپنی جان سے خائف ہو کر یہ سوچتا ہوں۔ کہ تمہیں کسی دوست دار اہلبیت کے سپرد کروں تاکہ وہ تمہیں مدینہ طیبہ پہنچا دے۔ نو نہالان مسلم یہ خوف زدہ خبر شن کر ابن زیاد کے خوف سے فراق پردی کو فراموش کر کے خاموش تصویر حیرت ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ میٹھنے لگا۔

غرض کہ قاضی نے دونوں صاحبزادوں کی کمر سے بچاس بچاس دینار اہدہ کر اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا۔ کہ آج میں نے سنا ہے کہ بیرون دروازہ عراقین سے ایک کاروان مدینہ منورہ جائے گا ان دونوں بھولوں کو لے جاؤ۔ اور کسی بنک طینت پاک باطن محب اہل بیت کے سپرد کر آؤ اور تاکید کر آؤ۔ کہ انہیں نہایت محبت سے ہمراہ لے کر مدینہ پہنچا دے۔

اسد دونوں صاحبزادوں کو ہمراہ لے کر دروازہ عراقین پر آیا۔ مگر شومی قسمت کہ وہ قافلہ اُن کے پہننے سے قبل کوچ کر چکا تھا۔ گرد قافلہ نظر آئی تھی۔ اسد نے کہا جلدی کرو وہ قافلہ جا رہا ہے۔ تھوڑی دور چلا۔ پھر ان کو گرد دکھا

کر کینے لگا۔ دوڑ اور اس قافلہ سے مل جاؤ۔ یہ دونوں ناز پروردہ مسلم اور صبر و وٹے اور اسما دھر واپس لوٹا۔ تھوڑی دور ہی بھاگے تھے کہ گرد قافلہ نظر سے غائب ہو گئی۔ دونوں سراسیمہ راستہ بھول گئے۔ ادوار مصائب نے سمند ناز پر اور تازیانہ یہ لگایا کہ اوہ وہ لاڈلے بھاگے جا رہے ہیں۔ اوہ گرد قافلہ نظروں سے غائب ہو رہی ہے اس پر طرفہ ماجرا یہ کہ چند سپاہی ان کے متلاشی گرد شہر پھرتے ہوئے انہیں دیکھ کر بلا تے ہیں اور دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ گوہر صدف مسلم ہیں۔ پکڑ کر کو تو ال کے پاس جاتے ہیں۔ کو تو ال دشمن خاندان نبوت ہے۔ انہیں دیکھتے ہی بے رحمی سے اسی وقت ابن زیاد بد نہاد کے پاس لے جاتا ہے۔ اسے نہ اس کی پرواہ ہے کہ شب بھر کے نکلے ماندہ ہیں نہ اس کا خیال ہے کہ ناز پروردہ خاندان شاہی ہیں دونوں صید بلاؤ مصائب سمے ہوئے سراسیمہ و پریشان اس شب ابن زیاد کے پاس آتے ہیں۔ ابن زیاد بد نہاد حکم دیتا ہے کہ انہیں اسی وقت جیلخانہ لے جاؤ اور ایک حکم داروغہ جیل کو لکھتا ہے کہ یہ مسلم کے دونوں فونہال ہیں۔ ان کے باپ کے قتل کے بعد مشکل انہیں گرفتار کیا ہے۔ اسنا انہیں خاص نگرانی کے ساتھ جیل میں رکھ۔ میں یزید کو نامہ بھیجتا ہوں۔ اس کا حکم آنے پر موجب حکم ان کے ساتھ عمل ہوگا۔ اگر وہ بکھے گا کہ قتل کئے جائیں تو قتل کروں گا۔ اگر دمشق بلائیں گا وہاں بھیج دوں گا۔

روایت ہے کہ داروغہ جیل نہایت نیک اور پاک طبیعت محب اہلبیت مشکور نامی ایک شخص تھا۔ اس نے دونوں چمن محمدی کے پھولوں کو لے کر رسید دی اور گود میں بٹھا کر بہت کچھ پیار کیا اور اپنے گھر لے جا کر عمدہ کھانے ان کے سامنے رکھے۔ دن بھر ان کی خدمت میں سرگرم رہا۔ شب کو جب جیل چل بند ہو گئی ان دونوں کو گود میں لیا۔ اور قادیسیہ کی راہ پر آ کر اپنی انگوٹھ

انہیں دی اور کہا اسے نو نہالان گاشنِ مسلم اللہ کی حفاظت میں تمہیں یہاں چھوڑتا ہوں۔ دیکھو یہ سید بھاراستہ قادیسیہ کا ہے۔ جاؤ وہاں میرا بھائی کو تو ال ہے۔ اس سے ملنا اور میری انگوٹھی دکھا کر اپنا سب قصہ کہنا۔ وہ تمہیں نہایت حفاظت سے مدینہ پہنچا دے گا۔ دونوں صاحبزادے مشکور کو دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے مگر

مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال  
کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

لَا تَرَادُ لِقَضَائِهِ وَلَا مَعْقَبَ لِحُكْمِهِ۔ گرہِ تقدیر کو ناخن تدبیر نہیں کھول سکتا اور اقتضائے قضا و قدر کو کوئی چارہ گر طحال نہیں سکتا۔ اس ذات بے نیاز کی مشیت کے آگے کسی کی کیا مجال جو دم مار سکے۔ مشکور تو یہ سمجھ رہا ہے کہ دونوں نور دیدہ مسلم اب قادیسیہ پہنچ چکے ہوں گے۔ مگر تقدیر الہی یہ چاہ رہی ہے کہ یہ دونوں قسیم سید غریب مظلوم جلد ہی سے درجہ پدیر مظلوم حاصل کر کے اپنے باپ سے ملیں۔

شب بھر چلے صبح جو ہوئی۔ تو گردشِ یل و نہار سے اسی راہ قادیسیہ پر تھے۔ پیروں کو دیکھا تو بچھالے پڑ چکے تھے۔ دونوں بغل گیر ہو کر خوب روئے اور کہنے لگے کہ الہی کبھی پاؤں چلانا جانتے تھے، ہمیشہ لاڈ کی گودوں میں کھیلے تھے آج یہ مصیبت اٹھانی بھی توبے سوز رہے۔ روتے روتے معاً ہی زیاد کا خوف سامنے آیا خاموش ہو گئے اور کہنے لگے۔ اب دن نکل آیا ہے۔ چلو کہیں چھپ رہے۔ دہنہنگ کی طرح پھر نہ کوئی پکڑ لے۔ چاروں طرف نظر کی تو ایک چشمہ دیکھا۔ کہ اس کی بائیں طرف ایک خرمے کا درخت کھوکھلا ہے۔ اس کی طرف پکے۔ اور اس میں جا کر رکھے ہوئے بیٹھ گئے۔ جب دوپہر ہوئی اور نماز ظہر کا وقت آیا

تو ایک کنیر۔ حبشیہ پانی بھرنے چشمہ پر آئی۔ دیکھا کہ چشمہ میں دو صورتیں نہایت حسین و جمیل منعکس ہیں۔ حیران ہوئی۔ کہ یہ شہر۔ اوں کی سی صورتیں کہاں سے آئیں۔ ادھر ادھر دیکھا تو کھوکھلے درخت میں سے یہ نور رختاں ہے۔ آگے بڑھی۔ تو دونوں مرجھائے ہوئے پھولوں کو دیکھ کر کہنے لگی

دل صورت زیبائے تو در آب رواں دید  
 بے خود شد و فریاد بر آورد کہ ما ہے  
 تبدئی فی الغدی رفقت بدراً  
 تجلاً فی الضحایا علی العباد  
 دو گل از گلشن دولت دمیدہ  
 دوسر از باغ قدس قد کشیدہ  
 دو برج از ماہ آبی رخ نمودہ  
 زویدہ چشمہ باران کشودہ  
 یکے تا بندہ مہر از دل ربائی  
 یکے چوں آب خضر از جاں فزائی  
 گل رخسار شان دید کلالہ  
 شدہ از گریہ خونین چو لالہ  
 لب آں کشتہ خشک از آتش غم  
 رخ این ماندہ تر از اشک ماتم

دو پھول باغ مسلم و زہرا نظر پڑے  
 دوسر باغ خوبی کے اس جان نظر پڑے

دو چاند برج آب سے ظاہر نظر پڑے  
آنکھوں سے ان کی چشمہ باراں گہر پڑے  
رخسندہ ایک چاند بصد دلربائی تھا  
ایک مثل آب خضر بصد جاں فزائی تھا

گل رخسار مرہبائے ہوئے تھے  
مثال لالہ کلائے ہوئے تھے  
تھے لب خشک آتشِ غم سے جو ان کے  
رخ تر پائے اشک نم سے ان کے

غرض کہ کنیز کی جیسے ہی نظر ان کے جمالِ باکمال پر پڑی اس نے جو نہی  
ان دو اخترانِ فرخندہ فال کو دیکھا سمجھ گئی کہ یہ ہر دو ماہ اوجِ عزت و اقبال ہیں۔  
آتما چشمہ پر رکھ کر ان کی طرف آئی اور پوچھنے لگی کہ تم کس برجِ خوبی کے ماہ  
ہو۔ کس لئے اس کھوکھلے درخت میں نہماں ہو آوازِ محبت بھری سن کر دونوں  
شہزادوں نے ایک پیچ ماری اور رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تجھے کیا بتائیں  
کہ کون ہیں۔ ہم پیغمبرِ درد کشیدہ مذوقاتِ مصیبت و محنتِ چشمیدہ بلا  
سیدہِ مظلوم ہیں۔ ماں باپ سے دورا ستہ بھولے ہوئے ہیں۔ اس  
جگہ پناہ لی ہے۔ کنیز نے کہا بچو تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔ دونوں نے  
نے باپ کا نام سنتے ہی ایک آہ سرد دل پر درو سے کھینچی اور کہنے لگے  
خدا اے رفیق از منزلِ جاناں مدہِ یاد م  
کہ سن در وادی، بھراں ز حال خود بفر یاد م  
کنیز نے کہا۔ میرا گمان ہے کہ تم فرزندِ انِ مسلم بن عقیل ہو۔ بچوں نے

باپ کا نام سنتے ہی ایک آہ دل پرورد سے کھینچی اور کہنے لگے کہ تو ہماری دوست و آشنا  
 باوفا ہے یا دشمن پرجفا۔ کس لئے پوچھتی ہے۔ کنیز نے کہا۔ شہزادو غم نہ کرو۔ کہ میں  
 اس بی بی کی لونڈی ہوں۔ جو اہل بیت اطہار کی سچی جاں نثار ہے۔ آؤ تاکہ میں تمہیں  
 اس کے پاس لے چلوں۔ اور اب اپنے دل میں کوئی فکر نہ کرو۔ اللہ نے تمہاری مسیتیں  
 ختم کیں۔ چنانچہ دونوں کو گود میں لے کر چلی اور گھر آ کر بی بی سے کہا کہ لو مبارک ہو۔ پسران  
 مسلم بن عقیل کو لائی ہوں۔

باغ را باد صبا خوش خبری رنگین کرد مشرودۃ آمدن یا سمن و نسیم کرد  
 اس بشارت کو سنتے ہی کنیز سے کہا کہ اس احسان کے صلہ میں میں نے  
 تجھے مع سامان کے آزاد کیا۔ پھر آگے بڑھ کر دونوں شہزادوں کے قدم چومے  
 اور زار زار رونے لگی۔ بچے بھی رونے لگے۔ پھر دونوں کو خوب پیار کر کے  
 اپنے ساتھ ایک مقام پر لاکر فروکش کیا۔ اور کنیز کو تاکید کی کہ اس راز کو میرے  
 شوہر سے خفیہ رکھنا۔ یہ دونوں شہزادے تو بجائے قادیسیہ پہنچنے کے اس  
 محب اہلبیت کے گھر میں آگئے ادھر بذرعبہ خفیہ پولیس ابن زیاد کو اطلاع پہنچی۔  
 کہ مشکور نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے مشکور کو بلایا اور پوچھا کہ  
 دونوں پسران مسلم کہاں ہیں۔ مشکور نے کہا مدینہ پہنچنے والے ہیں۔ میں نے  
 انہیں خدا اور رسول کی خوشنودی کیلئے یہاں سے ادھر روانہ کر دیا ہے ابن زیاد نے کہا  
 کہ تجھے میرا خوف نہ آیا۔ مشکور نے کہا جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ انہیں کسی کا خوف نہیں  
 ہوتا۔ ابن زیاد نے کہا کہ اس سے تجھے کیا ملا۔ مشکور نے کہا۔ او بد لگام خدیث  
 سگ دنیا۔ ان بچوں کے پدر بزرگوار کو شہید کرنے میں تجھے کچھ نہ ملے گا۔  
 مگر ہاں۔ مجھے ان بیٹوں کے رہا کر دینے میں بحرمت روح سید الثقلین۔  
 صدر کونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدارج رفیعہ ملیں گے اور ان کی شفاعت



کالیقینی طور پر امیدوار ہوں۔

اس پر ابن زیاد کی آتش غضب بھڑکی اور جوش میں آکر کہنے لگا۔ اس کی سزا تجھے ابھی دیتا ہوں۔ مشکور نے کہا او کیہ نہ کیا سزا دے گا۔ غایت یہ ہے کہ جان سے مروا بیٹکا۔ خبیث ان کے اوپر سے مشکور جیسی ہزار حسابان فدا ہیں۔

من در رہ او کجا بجاں دانم  
جان چیت کہ بہر خدا نتوانم  
بیجان چہ بود ہزار حسابان با بستے  
تا جسد بیک باز بروا فشانم

ابن زیاد نے جلاد کو حکم دیا کہ اول ۵۰ تازیانہ اس کے لگاؤ۔ پھر سترن سے جدا کر دو۔ جلاد نے جب پہلا دہ مارا۔ مشکور نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم جب دوسرا درہ لگایا تو کہا الہی مجھے صبر دے۔ جب تیسرا مارا تو کہا الہی مجھے بخش دے۔ جب چوتھا درہ لگایا۔ تو کہا الہی مجھے محبت فرزند ابن رسول میں یہ سزا مل رہی ہے۔ جب پانچواں درہ لگا۔ تو عرض کی الہی مجھے رسول خدا واہلبیت کی خدمت میں پہنچا دے۔ پھر پانچ سو درے پورے ہو گئے۔ مگر مشکور کی زبان سے آہ بھی نہ نکلی۔ جب تازیانوں کی سزا ختم ہو گئی۔ تو مشکور نے کہا اوبے رحم مردک تھوڑا شربت پلا دے۔ ابن زیاد نے کہا شربت تو شربت۔ ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیا جائے اور گردن اڑا دی جائے۔ عمر بن حارث نے اٹھ کر ابن زیاد سے سفارش کی۔ اور گھر لے جا کر علاج کی اجازت مانگی۔ کہ مشکور کی آنکھ کھلی۔ دیکھا کہ عمر بن حارث علاج کو لے جانا چاہتا ہے۔ فرمانے لگے۔ الحمد للہ ساقی کو تر نے حوض کوثر

سے ابھی سیراب فرما دیا۔ اور جان بحق تسلیم کی۔

جانشن مقیم روضہ دارا سترور باد  
گلشن سراٹھے مرقد او پڑ ز نور باد

اب ان دونوں نونہالان گلشن مسلم کی سنٹے کہ وہ مومنہ صادقہ دونوں  
بچوں کو نہلا کر ان کی زلفیں سنوار کر اچھا خاصا دو لہا بنا کر ایک مکان میں  
پوشیدہ رکھ کر ان کی پرستاری میں مشغول ہے۔ اقسام اقسام کے اطعمہ  
وانعمہ ان کے آگے لاتی ہے۔ صبح سے شام یونہی ہوتی ہے۔ جب  
وہ سو جاتے ہیں یہ باہر آجاتی ہے۔ دورات نہایت امن سے گزر گئیں۔ آج  
حسب معمول انہیں سلا کر آئی تھی۔ کہ اس کا شوہر آگیا۔ دیکھا کہ بدحواس ہے؟  
چہرہ پر خاک چڑھی ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا کس مصیبت میں تھا کہ تیرا یہ  
حال ہے۔ اور تین روز سے کہاں تھا؟ اس نے کہا۔ کہ جس دن میں یہاں  
سے ابن زیاد کے پاس گیا تھا۔ میرے پہنچتے ہی اطلاع ملی۔ کہ مشکور  
داروغہ جیل نے پسران مسلم کو قید خانہ سے رہا کر دیا ہے۔ تو ابن زیاد نے  
حکم دیا۔ کہ مشکور کو جان سے مارا جائے۔ اور جوان بچوں کو گرفتار کر کے  
لائے گا۔ وہ مال و متاع دنیا سے مالا مال ہو جائے گا۔ ہزاروں آدمی  
اس لالچ میں ان کے متلاشی ہیں۔ میں بھی انہی کی جستجو میں سرگرداں  
پھر رہا ہوں۔ آج زیادہ تکان ہوئی۔ کہ دوپہر کے وقت میرا گھوڑا امر  
گیا اور مجھے پا پیادہ ان کی جستجو میں پھرنا پڑا۔

عورت نے کہا۔ کس قدر بد بخت وہ مسلمان ہیں۔ جوان کی گرفتاری

میں پھر رہے ہیں اور دنیا کو دین پر ترجیح دے رہے ہیں۔ حارث  
نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا تعلق ہے۔ اگر کچھ کھانے کو ہے لے آؤ

خیرا۔ عورت نے کھانا لاکر دیا۔ حارث نے کچھ زہر مارا کیا اور سو گیا۔ جب کچھ رات گزری تو محمد (بڑے صاحبزادے) اُٹھے۔ اور چھوٹے بھائی ابراہیم کو جگا کر کہنے لگے۔ کہ بھائی تیار ہو جاؤ۔ کہ اب ہماری تمھاری بھی بات آچکی ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آبا جان، خواجہ کائنات حضرت مسطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مرتضیٰ خیر خدا اور سیدہ زہرا اور حسن مجتبیٰ کے ساتھ بہشت بریں میں ٹہل رہے ہیں۔ کہ اچانک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک مجھ پر پڑی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور تمہیں دیکھ کر آبا جان سے فرمایا۔ کہ مسلم کیا تمھارے دل نے یہ گوارا کر لیا۔ کہ خود باغ نعیم میں آگئے اور ان دونوں بچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے۔ آبا جان نے پھر ہماری طرف دیکھا اور عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب یہ بھی آنے والے ہیں۔ کل تک قدم بوسی کریں گے۔

پھر ایک نے دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈال کر دادیلا! وا مسلمان! وامصیبتیا!! اکہ کہہ کر اس قدر زور سے رونا شروع کیا۔ کہ اس عورت کے خاوند حارث خبیث کی آنکھ کھل گئی۔ اپنی بیوی کو آواز دے کر کہا کہ نالہ و بکا کہاں ہو رہا ہے۔ ہمارے گھر میں یہ کون ہے؟ عورت غریب اس آواز پر سہم گئی اور کچھ جواب نہ دیا۔ حارث بن عمرو بے دین خود اٹھا۔ اور چراغ روشن کر کے ڈھونڈنا ہوا چلا۔ اور اس مکان میں آیا جہاں یہ دونوں نپتے آبا ابا کہہ کر رو رہے تھے۔ حارث نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے اس جگہ کو مجتوں کی جگہ سمجھ رکھی تھی۔ صاف کہہ دیا۔ کہ ہم فرزندانِ مسلم ہیں۔ حارث بے ایمان کہنے لگا۔ تعجب کی بات ہے ع

یار درخانہ من گرد جہاں می گرم

آج دن بھر میں تمہاری تلاش میں رہا ہوں۔ یہاں تک کہ میرے  
گھوڑے نے بھی جان دے دی اور تم مزے سے میرے گھر میں ساکن  
و معلن بیٹھے ہو۔ انہوں نے جو غضب ناک آواز سنی۔ سر جھکا کر اس  
کے قدموں کی طرف جھکے سنگین دل بے رحم نے ان کے رخسار ہائے  
نوری پر طپانچہ مارا اور گیسوٹے مشکیں پکڑ کر گھسیٹا ہوا مکان سے باہر  
لایا اور گھر مقفل کیا۔ اس عورت نے جب یہ بے رحمی دیکھی۔ اپنا سر خاوند  
کے قدموں میں ڈالنے لگی اور کہنے لگی اور سنگ دل!

بے دار مکن بریں یتیمیاں  
لطفے بنائے چوں کریاں  
ایناں بفسد اق مبتلا اند  
در شہر غریب و بے نوا اند  
بگور ز سر جفا سے ایشاں  
پرہیز کن از دعائے ایشاں  
نفیرین یتیم محنت آلود  
آتش بجاں در افگند زود

ترجمہ

نہ کہ لہ ظلم و جور ان پر  
لہ رسم کر فی الفور ان پر  
پدر کے غم میں یہ تو مبتلا ہیں  
مسافر ہیں غریب و بے نوا ہیں

گزر ظلم و جفا سے ان کے ٹہ  
ذرا طور بددعا سے ان کی ٹہ  
یتیم و بے کس و مظلوم ہیں یہ  
نبی کے لاڈلے معصوم ہیں یہ

حادث نے بیوی کی یہ ہمدردی دیکھ کر ایک زور سے لٹکار ماری  
اور کہا خبردار! اپنی جان کی خیر چاہتی ہے تو خاموش رہ ع  
ہر جفا کہ بہ بسنی ہمہ از خود بینی

عورت غریب سہم گئی کہاتنے میں سپیدہ سحر نمودار ہوا۔ وہ سیدہ روتیرہ  
دل اٹھا اور تلوار لے کر ان دونوں بچوں کو آگے آگے ہانکتا ہوا فرات کی طرف روانہ ہوا اس  
کی بیوی کو محبت ایسا از خود رفتہ کیا کہ اس سے نہ رہا گیا۔ ننگے سر ننگے پیر پیچھے پیچھے  
پکارتی روتی تھلی۔ حادث نے جو بیوی کو آتے دیکھا تلوار لے کر مارنے کو دوڑا۔  
غریب رگ گئی۔ جب وہ تھوڑی دور آگے ہو گئے پھر دوڑی۔ یہاں تک کہ  
لب فرات پہنچ گئے۔

حادث کا ایک غلام خانہ قواد تھا اور اس کے بیٹے کا رضاعی بھائی۔ اس  
نے جو سنا۔ دوڑا دوڑا پیچھے آیا۔ حادث نے اسے دیکھ کر تلوار دی اور کہا جا۔ ان  
دونوں بچوں کے سر کاٹ دے۔ غلام نے تلوار لے کر کہا کہ خبیث! کس دل  
سے تو مجھے ان کے قتل کا حکم دے رہا ہے۔ اول تو یہ بے گناہ معصوم۔ دوسرے  
غریب الوطن مسلم کے مظلوم حادث نے اسے گالی دے کر کہا کہ میں جو حکم دیتا  
ہوں اس کی تعمیل کرنا

بندہ رابا این و بااں کار نیست  
پیش خواجہ قوت گفتار نیست

غلام نے کہا مجھ میں ان کے قتل کی قوت نہیں۔ مجھے حضور سرور یوم المنثور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے شرم آتی ہے۔ میں بروز ششتر کس منہ سے ان کے سامنے حاضر ہوں گا۔ حادث نے کہا اگر تو ان کا سر نہ کاٹے گا۔ تو میں تجھے قتل کروں گا۔ غلام نے کہا مردو مجھے تو توجب قتل کرے گا۔ اس سے پہلے میں تیرا ہی سر نہ قلم کروں۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچ کر آگے بڑھا۔ حارث مردنبرد آزموہ تھا۔ جھپٹ کر وار سے پہلے غلام کے سر کے بال پکڑ کر کھینچ لیے غلام نے بھی ہاتھ بڑھا کر حارث کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ حارث غلام پر گرا۔ غلام چاہتا تھا کہ حارث کو قتل کرے۔ کہ حارث خبیث نے پھرتی سے تلوار غلام سے چھین لی۔ غلام نے اپنی تلوار علی الفور میان سے نکالی اور حارث پر حملہ کیا۔ حارث نے تلوار اٹھا لیا پر روک لی۔ اور جلدی سے غلام کے داہنے ہاتھ پر وار کیا۔ غلام نے جھپٹ کر بائیں ہاتھ سے حارث کو پکڑ لیا۔ چاہتا تھا۔ کہ گرا دے کہ خبیث نے ایک اور وار کیا۔ جس کا کاری زخم غلام کے آیا۔ دونوں باہم شتی کر رہے تھے کہ اتنے میں حارث کی بیوی اور اس کا لڑکا پہنچ گئے۔ لڑکا بڑھا اور حارث سے کہنے لگا اور مردو باپ بتجھے شرم نہیں آتی۔ یہ غلام میرا بھائی ہے۔ حارث نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور ایک وار زور سے کیا کہ غلام شہید ہو گیا۔ بیٹے نے کہا مردو! تجھ سے زیادہ سنگ دل میں نے کوئی نہ دیکھا ہے

جفا کاراں بے ہستند اتا  
بدیں تنیدی جفا کاری کہ وید است  
نداری پیشہ جسند آزاد دلہا  
چنیں شوخی دل آزاری کہ وید است

حارث نے کہا او بیٹے زبان روک اور یہ تلوار لے اور ان دونوں کو نہالان

گلاشن نبوت کے سرکاٹ۔ لوط کے نے کہا۔ لاوا اللہ۔ خدا کی قسم مجھ سے یہ امید نہ رکھو۔ اور باور کو اگر تو نے ایسا کیا تو تجھے میں زندہ نہ چھوڑوں گا۔ ادھر بیوی رونے لگی اور کہنے لگی۔ بے رحم خدا کے لئے ان بے گناہوں کے خون سے درگزر کرو اور اگر تو انہیں نہیں چھوڑتا تو خیر۔ زندہ ابن زیاد کے پاس لے جا کر قتل کر۔

حادث نے کہا مجھے خوف ہے کہ اہل شہر انہیں دیکھ کر کہیں مجھ سے چھڑا نہ لیں۔ آخر شجیث نے تلوار کھینچی۔ اور دونوں گلاشن محمدی کے پھولوں کی طرف بڑھا۔ یہ دونوں کہنے لگے حادث دیکھ ہماری تپھی و غریبی پر رحم کر۔ ہماری بے کسی و در ماندگی پر ترس کھا۔ اسے کبخت دیکھ ہماری عاجزی انکساری پر نظر کر۔

بنگ راول خوں شود ازنا لہاتے زار ما ایں دل فولاد تو یک ذرہ سوہا گیر نیست  
حادث نے ان چمن محمدی کے پھولوں کی زاری کی طرف اصلا التفات نہ کیا اور چھوٹے صاحبزادے کا سر کاٹنے کو بڑھا کہ اس کی بیوی دوڑی اور کہنے لگی۔ مردو خدا کا خوف کر۔ حادث نے جھونچل میں بیوی پر حملہ کر دیا وہ زخمی ہوڑ پنے لگی کہ اتنے میں بیٹے نے جو ماں کو زخمی دیکھا آگے بڑھا اور حادث کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ او ہاپ! شرم کر بس بہت کچھ ہوئی۔ اب ہوش میں آ۔ حادث نے جھپٹ کر ایک دار اس زور سے کیا کہ بیٹے کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ماں نے بیٹے کی لاش دیکھ کر آہ کی۔ کہ خبیث ان نوہالان نبوت کی طرف بڑھا۔ دونوں بلبلا کر کہنے لگے۔ حادث تجھے اگر مال کی ضرورت ہے تو ہماری کمر سے سو دینار کھول لے۔ ہمارے گیسو کاٹ کر اگرچہ خاندان نبوت کے شہزادہ ہیں۔ مگر غلاموں میں کر کے نخاس میں بیچ دے۔ کوئی نہ کوئی ہمیں خرید ہی لے گا۔ اگر یہ بھی منظور نہیں تو ہمیں ابن زیاد کے پاس

زندہ لے چل وہ جو چاہے گا سو کرے گا۔

حارث نے کہا اگر میں تمہیں بچوں تو جتنے مال کی مجھے ابن زیاد سے امید ہے وہ ملنا محال ہے۔ ابن زیاد کے پاس لے جاؤں تو ممکن ہے کوئی کوئی تمہیں چھڑا لے گا لہذا میں ضرور تمہیں یہیں قتل کروں گا۔ دونوں شہزادے رو کر کہنے لگے۔ دیکھ ہمارے بچپن اور اکسار و عاجزی پر رحم کر۔ وہ کہنے لگا۔ میرے دل میں رحم ہی نہیں۔ باپوس ہو کر کہنے لگے۔ خیر مرضی مولا۔ اچھا اب ایک درخواست تو منظور کر لے۔ وہ یہ کہ ہمیں دفن کر کے دور کعبت نماز پڑھ لینے دے۔ خبیث کہنے لگا یہ بھی نہ ہوگا۔ . . . . آخر شش دونوں رو کر کہنے لگے اچھا خدا کے لئے اتنی اجازت دے دے کہ اس خدا سے بے نیاز کو سجدہ کر لیں۔ کہنے لگا نہیں یہ بھی نہ ہوگا۔ کہنے لگے۔ آخر یہ کونسی دشمنی ہے جو تو نکال رہا ہے۔ ہائے افسوس کہ آج ہماری فریاد کون سنے والد بھی نہیں نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔

یک ہم نفی نیست بعالم ماما  
فریاد سے نیست دیدن غم ماما

پھر اس بد بخت نے قتل کا انا دہ کیا تو چھوٹا آگے بڑھا اور کہنے لگا پہلے مجھے مار کہ بڑا آگے بڑھا کہنے لگا نہیں پہلے مجھے شہید کر۔ آخر شش بڑے بھائی کا سر خبیث نے اتا ماما۔ حضرت محمد بن مسلم کے شہید ہوتے ہی ابراہیم چھوٹے آگے بڑھے اور بھائی کی گردن گود میں لے کر پکارتے۔ اباجان آپ کہاں ہیں کہ خبیث نے ان کے تین نازنین سے گردن جدا کر دی۔ اور دونوں نعشیں پانی میں ڈال دیں۔ دونوں باہمی معانقے کئے ہوئے فرات میں بہتے گزر گئے۔ ہائے افسوس! سہ



کھل کے گل کچھ تو بہارِ جانفزا دکھلا گئے  
 حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مچھا گئے  
 پسراںِ مسلم کی شہادت پر زمین و زمان میں شور مچ گیا اور ہر سمت  
 سے آوازیں آرہی تھیں کہ افسوس دونوں نہال گلشن اقبال و کلہرائی ابتداء  
 بہارِ جوانی میں خزانِ اجل سے پژمرده ہو گئے۔ حیف مدحیف۔ جن کے  
 رخسار گل بوستانِ ناز تھے وہ خارستانِ عداوتہ جا نگداز سے پھاڑے گئے

دریغ کہ خورشیدِ روزِ جوانی  
 چو نسجِ دوم بود کم زندگانی  
 دریغ کہ ناگہ گلِ ناشکفتہ  
 ضرورت از تند بادِ خزانہ  
 اس واقعہ کو اب ڈونا نظم میں اور سن لو اور جی گھر کر دو لو۔ یہ دوسری  
 روایتیں ہیں جن کو بعض ابوابِ سیر نے لکھا ہے

گھر میں حادثہ کے جو وہ یوسف زنداں آئے  
 موتِ لولی کہ سفر سے میرے مہاں آئے  
 نامراد آئے تیسیم آئے پرار ماں آئے  
 پسراںِ یلچی شاہ شہید ال آئے  
 نہر پر صبح بڑاں۔ حوم سے مہانی ہے  
 حلق ہے تیغ ہے جلاد ہے قربانی ہے  
 زینِ حادثہ لے میواں کے قدم چوم لے  
 کرتے دیکھے جو پٹے سوزنِ مرگاں سے لے

پانی بھی گرم کیا پاؤں دھلانے کے لئے  
 خار چن چن کے جدا دونوں کے تلوؤں سے کیئے  
 مسندیں جھاڑ کے کہنے لگی آرام کرو  
 لوٹھی سے پھر کہا کھانے کا سر انجام کرو  
 مسندیں دیکھ کے آراستہ بولے وہ عزیزیں  
 ابھی بیٹھیں گے نہ مسند پہ کہ ہیں سوگ نشیں  
 قید خانہ میں تو رہتے ہی تھے بالائے زمین  
 ہائے بابا کی خبر کچھ ہمیں معلوم نہیں  
 ابھی بے گور ہیں یا غسل و کفن پایا ہے  
 دھوپ لاشہ پہ رہا کرتی ہے یا سایہ ہے  
 اب شہ دیں کی حضور می میں جو ہم جائیں گے  
 ذکر خدمت کی تیرے پیش امام آئیں گے  
 مرحبا قبلہ و کعبہ تجھے فرمائیں گے  
 کچھ نہ کچھ واں سے تبرک تجھے بھجوائیں گے  
 پھوپھی زینت نہ کبھی دل سے بھلائیں گی یہ تجھے  
 سیاہ میں قاسم و اکبر کی بلائیں گی تجھے  
 لاڈلے ایلچی سید ابرار کے ہو  
 اور خلف ابن شہ حیدر کرار کے ہو  
 بھانجے حضرت عباس علمدار کے ہو  
 دونوں تم فاتحہ خواں مسلم لاچار کے ہو

دادا صاحب تو عقیل ابن ابی طالب ہیں  
 نانا صاحب وہ ہیں کونین پر جو غالب ہیں  
 جدہ ماجدہ ہیں تاج شکوہ مریم  
 جن کے دامن میں سرشتر چھپیکا عالم  
 آج گھر میں مرے چھپنے کیلئے آئے ہو تم  
 کہ چکی نام و نسب روئے لگی وہ پیس  
 رو کے کہنے لگی سید بھی ہیں معصوم بھی ہیں  
 بے پدر بھی ہیں مسافر بھی ہیں مظلوم بھی ہیں  
 آیا حارث تو کہا تم ہی ہو مسلم کے پسر  
 کل تمہیں نے مجھے حیران کیا چار پسر  
 خیر سب کل کا عوض آج میں لوں گا جی بھر  
 پھینک دی ہاتھ سے پھر شمع ادھر تیغ ادھر  
 دست بے داد سے ایک بھائی کا بازو کھینچا  
 دوسرے بھائی کا ایک ہاتھ سے گیسو کھینچا  
 قتل کے خوف سے اٹھے نہ علی کے پیارے  
 اس توقف پر ستمگر نے طمانچہ مارے  
 کھینچا اس طرح کہ پرزے ہوئے کرتے سارے  
 منہ کے بل گر پڑے وہ برج شرف کے تارے  
 یا حسین ابن علی اک نے بصدیا کس کہا  
 دوسرے بھائی نے یا حضرت عباس کس کہا

مومنہ دوڑتی پہ کھتی ہوتی با آہ و بکا  
 نہ رہے زور تیرا شل ہوا بھی دستِ جفا  
 اسے سینہ ہیں یہ سینہ ہیں ملک پنجہ نہ لگا  
 اسے قرآن کے دوقوں کو زمین پہ نہ گرا  
 بس اسے بس زمین اب تو ہلی جاتی ہے  
 لے مجھے فاطمہ غمگین نظر آتی ہے  
 مومنہ کا نہ سخن کافر بے دین نے سنا  
 ہلنے ان عرشوں کے تاروں کو ستوں کا بندا  
 رات بھر دونوں کو ایسا تادہ رکھا اور لا  
 صبح دم لے کے چلا ان کو کنارہ دریا  
 مومنہ نے کہا ہے ہے میرے ماں چلے  
 بولی تقدیر کہ دنیا سے پڑا من چلے  
 وہی ستمگر نے غلام جیشی کو تلوار  
 بہوں چڑھا کر کہا ہاں دونوں کے سر تہی سے آمار  
 سر جھکا کر یہ چلے ساتھ نہ کی کچھ تکرار  
 پھر کہا راہ میں چپکے سے کہ کیوں اے دیندار  
 ہے یہ بشرے سے عیاں عارف اللہ ہے تو  
 صاحبِ دلدل و خیر سے بھی آگاہ ہے تو  
 عرض کہ اس نے میں ہوں مانک قنبر کا غلام  
 قبلہ و کعبہ محمد ہیں نبی اور وہ امام

سن کے وہ بولے غلامِ حبشی کا یہ کلام  
 قتل پر ان کے نواسوں کے اٹھاتا ہے حسام  
 حیف فرعون کے آگے سچے موسیٰ بھولا  
 اپنے آقا کی اطاعت میں وہ آقا بھولا  
 توبہ کرتا ہوا قدموں پہ گرا وہ ششدر!  
 عرض کی بخشو مجھے بہر خدائے داد!  
 میں نہ اس رشتہ سے واقف تھا بروحِ حیدر  
 گر کہو پانی تو موجود کر دوں میں لا کر  
 بولے وہ کلام نہ پانی سے ہے نہ دریا سے  
 سنتے ہیں نہر پہ عباس میں گے پیاسے  
 نہر میں کود پڑا پھینک دی اس نے شمشیر  
 کہا حارث نے کہ آقا کی نہ سمجھا توفیر  
 وہ پکارا کہ غلام اس کا ہوں میں اوبے پیر  
 کل کا مولیٰ کیا خالق نے جسے روز غدیر  
 ان تیموں کو اماں دے تو نکل آتا ہوں  
 پہرا بھی تیری غلامی بھی سب لاتا ہوں  
 پھر مخاطب ہوا سرزند سے وہ خانہ خراب  
 تیغ اٹھا کر وہ جوان ساتھ چلا ان کے شباب  
 دیکھ کر دیدہ اس کا کیا دونوں نے خطاب  
 حیف یہ سن شباب اور جہنم کا عذاب

حلق سادات سے تلوار جو مل جائے گی  
 قبر حیدر کی نجف میں ابھی ہل جائے گی  
 اس نے پوچھا تمہیں حیدر سے قربت کیلئے  
 ہاتھ اٹھانے سے کعبہ کہ وہ جہد اپنا ہے  
 عرض کی اس نے کہ بندہ تو غلام ان کا ہے  
 حیدری پنجتنی سب میں نسب میرا ہے  
 کہہ کے یہ داخل دریا وہ خوش اعمال ہوا  
 زنگ سے آئینہ پتھر سے جدا لعل ہوا  
 پھر وہ ظالم ہوا خود قتل کو ان کے طیار  
 سنگ پر سامنے مظلوموں کے رگڑی تلوار  
 دیکھ کر ان کی طرف انگلیوں پہ دیکھی دھار  
 تیغ تو لے ہوئے معصوموں پہ چھایا خونخوار  
 چیخے سر کا دیا چھوٹے کو بڑے بھائی نے  
 موت نے اس کو بٹھایا اسے تنہائی نے  
 کی بڑے بھائی نے قاتل کی یہ منت اس آن  
 سر پہا قلم کر لو تو بڑا ہوا احسان  
 چھوٹے بھائی پہ ہیں قربان میرا سر قربان  
 کوئی حسرت نہیں باقی کہ یہ ہے اک ارمان  
 شوق سے اور ہر اک مدد و ایذا دکھلا  
 پر نہ بھائی کا سببے نفسا سا لاشہ دکھلا

سر بڑے بھائی کا پہلے کیا تاہل نے جدا  
 دوڑ کر بھائی کے لاشہ سے براور لپٹا  
 پھر تڑپ کر طرف قبلہ بڑھا وہ لاشہ  
 روکے چلا کے پکارا کہ بھائی یہ کس  
 ہائے کچھ بھی نہیں تم بولتے ہم روتے ہیں  
 ہم گلے ملتے ہیں اور آپ جدا ہوتے ہیں  
 آئی اس لاش کے حلقوم بریدہ سے صدا  
 اے میرے بھائی میں قربان میں صدقے میں فدا  
 تیرمی آغوش سے کیونکر نہ ہوں اس وقت جدا  
 گو د پھیلائے کھڑی ہیں یہ جناب زہرا  
 مجھ کو لپٹا کے گلے پیار سے خوش ہوتی ہیں  
 خون چہرہ پہ مرا ملتی ہیں اور روتی ہیں  
 چھوٹا یہ سنا تھا کہ ہراس کا ہوا دم میں قلم  
 لاش ننھی سے تڑپنے لگی اے وائے ستم  
 دونوں لاشوں کو ستم کرنے بہایا باہم  
 زہرہ مردم آبی ہوا پانی اس دم  
 ڈوب کر نہر میں کوثر کے کنارے پہنچے  
 آئی حیدر کی سدا پیارے ہمارے پہنچے

المختصر جب حارث غیث خون مظلومین میں اپنے ہاتھ رنگ چکا  
 در لاشہ ہائے مبارک فرات میں ڈال دینے۔ تو سر ہائے لوری کو توبرہ میں رکھ  
 لہر قریوس سے زمین کس کر ابن زیاد کی طرف فرجاں و شاداں روانہ ہوا دوپہر

کا وقت تھا۔ دیوان مظالم سرگرم جو دستم تھا یہ قصر امارت میں داخل ہوا اور تو برہ کو ابن زیاد کے سامنے رکھا۔ ابن زیاد نے پوچھا۔ حارث اس میں کیا ہے حارث نے کہا تیرے دشمنوں کے سر ہیں کہ تیغ آبدار سے جدا کر کے لایا ہوں اور بامید انعام آیا ہوں۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ سروں کو دھو کر طشت میں لگا کر ہمارے سامنے لاؤ۔ جب سر ہانے لگے چمن محمدی طشت میں ابن زیاد کے سامنے لائے گئے اور اس کی نظر ان پر پڑی تو دیکھا کہ دو قرص ماہ نور بڑے ہیں۔ اور گیسو نے مشکیں ہالہ کی طرح ان کے گرد ہیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ اوبے رحم۔ بد نصیب یہ کس کے جگر گوشوں کے سر ہیں؟ حارث نے کہا حضور یہ مسلم بن عقیل کے دو فرزند ہیں۔ ابن زیاد زار زار رونے لگا۔ حضار جلد بھی رونے لگے پھر پوچھا کہ تو نے انہیں کہاں پایا! کہنے لگا۔ میں دن بھر ان کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ یہاں تک کہ میرا گھوڑا بھی تھک کر مر گیا۔ جب تھکا ماندہ شب کو گھر آیا۔ تو ایک پہرہ گزری ان کے رونے کی آواز آئی۔ میں ان کی جستجو میں چلا۔ یہ دونوں گھر میں ملے۔ میں نے اسی وقت ان کے گیسو پکڑے اور باہر لایا۔ پھر ستون سے شب بھر باندھے رکھا۔ صبح انہیں لب فرات لاکر قتل کیا۔ ان کے دونوں لاشے فرات میں ڈال کر سر لے کر آیا ہوں اور انعام چاہتا ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ خبیث مردود۔ بے رحم تجھے کچھ خوف خدا بھی نہ آیا اور اگر تیرے دل میں خوف نہ تھا تو کم از کم ان کے رخسار ہانے دل آویز۔ گیسو نے عنبر بیز پر ہی رحم کیا ہوتا۔ کم سخت



میں نے تو بیزید کو لکھا ہے۔ کہ انہیں گرفتار کر چکا ہوں۔ اگر حکم ہو تو زندہ بھیج دوں۔ اب بتا اگر اس کا حکم آیا کہ انہیں زندہ بھیج دے تو میں کسے بھیجوں گا۔ مردود تیرا کیا بگڑ جاتا۔ جو تو انہیں میرے پاس زندہ لے آنا۔ کہنے لگا مجھے زندہ لائے میں اس کا ڈر تھا۔ کہ اہل شہر غوغا کر کے انہیں مجھ سے نہ چھین لیں۔ ابن زیاد نے کہا۔ اگر یہ خیال تھا۔ کسی جگہ انہیں رکھ کر مجھے اطلاع دے دیتے میں خود منگو لیتا۔ مگر تو نے تو اس قدر جلدی کی کہ مجھے اطلاع بھی نہ دی۔ اس پر حارث لاجواب ہوا۔ اور ابن زیاد نے اہل دربار کی طرف رخ کر کے دیکھا۔ تو ایک شخص مقابل نامی پر نظر پڑی۔ جو دل و جان سے دوستانہ خاندان رسالت تھے اور ابن زیاد ان کی اس عقیدت کیشی سے واقف تھے مگر تجاہل عارفانہ کرتا تھا اس واسطے کہ مقابل سے بہتر اُسے ندیم ملنا مشکل تھا۔ غرض کہ ان کو حکم دیا۔ کہ اس شخص کو پکڑ لو اور وہیں مقام فرات پر لیجا کر جس طرح چاہو اسے ہلاک کرو اور یہ سربھی لے جاؤ اور جہاں ان بچوں کے تن اس خبیث نے ڈالے ہیں ان سروں کو بھی ملا دو۔

### سزائے قاتل فرزندِ مسلمؐ

مقابل بہت ہی خوش ہوئے اور حارث بد بخت بے دین کو پکڑ کر باہر لائے اور اپنے اجباب سے کہا خدا کی قسم اگر عبید اللہ ابن زیاد مجھے تمام سلطنت دے دیتا تو میں اتنا خوش نہ ہوتا۔ جتنا آج ہوا ہوں۔ حضرت مقابل نے اپنے غلاموں کو اس کے ہاتھ باندھنے کا حکم دیا۔ پھر سرزمین بازار کوفہ سے اس کو گھسیٹتے ہوئے فرات پر لائے۔ اور ان نوریہ مسلم کے سروں کو اپنے ہاتھ میں لیے چھاتی سے لگائے روتے ہوئے

اہایان کو ذکوہ دکھاتے ہوئے چلے جو شخص ان سروں کو دیکھتا۔ حارث پر لعنت  
 کرتا جس و خاشاک اس پر ڈالتا۔ جب متقل شہزادگان پر آئے تو ایک عورت  
 کو دیکھا کہ تڑپ رہی ہے۔ زخمی ہے۔ ایک جوان مثل سرو آزاد شہزادہ پڑا  
 ہے ایک بطن ایک غلام سسک رہا ہے اور اس کے جسم پر زخم کاری  
 ہیں۔ وہ عورت رو رہی ہے اور زار و قطار اشک بہا رہی ہے۔ مقاتل نے  
 پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا۔ میں اس بد بخت بے دین کی بیوی  
 ہوں اس فعل شینع سے اسے روکنے آئی تھی کہ مجھے مارا۔ یہ میرا بیٹا ہے؟  
 اس نے روکا تو اسے قتل کیا۔ یہ غلام ہے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ خدا کا  
 شکر ہے کہ مروود نے میرے سامنے اپنے کئے کی سزا پائی۔ پھر حارث  
 سے کہنے لگی اولعین طمع دنیا کی خاطر تو نے نو نہالان مسلم کو مارا اور دین کو اس  
 قتل ناحق سے مٹایا۔ نہ دین رہا نہ دنیا۔

حارث نے چاروں طرف سے لعینتیں سنیں اور سبر کیا۔ جان کنی نکر سب  
 سے زیادہ ہوئی۔ مقاتل سے کہا کہ دس ہزار دینار آپ کی نظر کرتا ہوں مجھے  
 چھوڑ دو۔ پوشیدہ رہ کر بقیہ زندگی پوری کر لوں گا۔ مقاتل نے کہا کہ اگر تمام  
 روئے زمین کا مال تیرے پاس ہو اور وہ تو مجھے دے تو خدا کی قسم بغیر قتل  
 کئے تجھے نہ چھوڑوں گا۔ جیسے تو نے ان نو نہالان نبوت پر رحم نہ کیا۔ میں  
 تجھ پر رحم نہ کروں گا اور سردر تجھے حاصل جہنم کروں گا کہ قیامت میں ثواب  
 عظیم کی امید رکھتا ہوں۔ پھر حضرت مقاتل گھوڑے سے اترے تو زمین پر  
 خون فرزند ان مسلم بکھرا ہوا نظر آیا۔ دس لگے اور سر ہائے مبارک کو  
 فرات میں ڈالا۔ روایت ہے کہ ابلیت رسالت کی یہ کرامت صادر و ظاہر  
 ہوئی کہ سر گرتے ہی دونوں جسم پانی سے باہر آئے اور ہر سر اپنے جسم

سے لگ کر دونوں بھائی باہمی بغل گیر ہوتے ہوئے آب فرات میں چھپ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ دونوں کے تنہاٹے نازنین معدہ سروں کے وہیں ساحل فرات پر آپ نے دفن کرادیئے۔ اور وہ اب تک زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

اب حضرت مقاتل حارث کی طرف رجوع ہوئے۔ غلاموں کو حکم دیا کہ پہلے اس سیہ رو کے دونوں ہاتھ کاٹو جن سے اس خبیثت نے ان کے رخسارہ نوری پر طمانچہ مارے۔ جن ہاتھوں سے ان کے سر قلم کئے ہیں۔ پھر پاؤں کٹوائے۔ پھر دونوں کان قطع کر اسے۔ پھر دونوں آنکھیں نکلوائیں۔ پھر اس کے پیٹ کو چاک کر کے جملہ عضو ہائے بریدہ اس میں بھرے اور ایک لکڑی سے باندھ کر دریا میں ڈال دیا۔ ایک موج دریا سے اٹھی اور اس ناپاک کی لاش کو باہر پھینک گئی۔ تین بار اسی طرح ڈالا۔ تینوں بار دریا نے لاش باہر پھینک دی۔ پھر ایک خندق کھود کر اس میں ڈالا اور اوپر سے خس و خاشاک بھرے۔ تھوڑی دیر میں ایک زلزلہ سا آیا اور لاش کو خندق سے باہر پھینک گیا یہاں بھی تین بار ایسا ہی کیا گیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ زمین بھی اس ناپاک کو منظور نہیں کرتی تو پھر لکڑیاں جمع کر کے اس میں اس خبیثت کو ڈال کر آگ دے دی اور وہ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ پھر غلام اور لڑکے کے جنازہ بنا کر ان کے انہی خون آلودہ کپڑوں میں باب بنی خزیمہ پر آکر دفن کر دیئے۔

### قطعا

دربغ و درد کہ آن ہر دو نوجواں رفتند  
بصد ملامت و حسرت ازین جہاں رفتند

چو عندلیب سزو گر کنسیم نالہ وزار  
کنوں کہ یاسمن و گل ز بوستان رفتند  
غم قیمی و غرابت نبود شاں در خورد  
بجانب پدر خویشتن رواں رفتند

## حالی پیر ملال حضرت امام ہمام سید الشہداء رضی اللہ عنہ

اب جناب امام ہمام سید الشہداء را کب دوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پر ملال سنئے۔ جس دن کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اسی دن وہ جگر گوشہ تبول نور ویدہ صدیقہ ملول جناب امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے نامہ مسلم معہ اہلبیت اطہار مکہ معظمہ سے عزم روانگی سمت کوفہ فرمایا۔

اجلہ صحابہ نے مثل عبد اللہ بن عباس۔ جابر۔ ابو سعید خدری۔ ابو واقدی۔ عبد اللہ بن عمرو وغیرہ نے مجتمع ہو کر آپ سے عرض کی کہ حضورؐ کوئی لایوئی "ہیں ان کا کیا اعتبار ہے۔ ان کی دعا بازی و بدعہدی عالم آشکار ہے آپ نے فرمایا جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں یہ میں بھی جانتا ہوں۔ مگر اس سفر میں ایک زبردست راز ہے۔ جس کی وجہ میں مجبور ہوں۔ وہ راز یہ ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بکری مکہ میں ذبح کی جائے گی اور اس کی ذبح سے خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہوگی۔ میں اسی دن سے ڈر رہا ہوں کہ خدا نخواستہ وہ بکری میں نہ بنوں۔

اسی وجہ سے میں مکہ معظمہ سے سب سے پہلے نکلا جاتا ہوں۔ تاکہ جو کچھ ہو وہ باہر ہو۔ میرے باعث کعبہ کی بے حرمتی نہ ہو۔ چنانچہ اس حدیث کو ترجمہ طبری اور سوانح محرقہ میں مفصل نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ بموجب اس پیشگوئی کے اس حدیث کے مصداق عبداللہ بن زبیر ہوئے جو مختار ثقفی کے مقابلہ میں حرم شریف کے اندر شہید ہوئے اور اس معرکہ سے حرم محترم کی بے حرمتی ہوئی۔

مگر شہزادہ کونین کو حرم کا اس قدر لحاظ رہا کہ بے وطنی و بے کسی کی موت کو حرمت عرم پر اچھا سمجھا اور مکہ میں نہ رہے۔ عزنس کہ جب صحابہ اس راز مخفی سے آگاہ ہو گئے تو ہمراہ ہی میں چلنے کو تیار ہوئے۔ شہزادہ کونین سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے سب کو قسمیں دے کر روکا اور تنہا معد اہلبیت کے ۳ ذی الحجۃ الحرام کو معد بیاسی اعزرا کے روانگی فرمائی۔ اثنا عشریوں کو ذیوں کی بددہدی کی خبر ملی۔ اور انواہ معلوم ہوا کہ امام مسلم اور ان کے دونوں صاحبزادے شہید کر دیئے گئے۔ اہل کو ذی نے مسلم کا ساتھ قطعی نہ دیا۔

امام ہمام نے سب کو جمع کر کے فرمایا کہ اب جو جانا چاہے چلا جائے۔ برادران مسلم نے عرض کی کہ حضور لاخیر فی الحیوة بعد لاکہ آپ کے بعد پھر زندگی کا کیا لطف ہے جو ہو گا ہو جائے گا۔ ہم حضور کے ساتھ چلیں گے۔ چنانچہ سب ہمراہ روانہ ہو گئے۔

## قصہ شہادت حضرت قیس قاصد امام ہمام

اس واقعہ کی مفصل تفصیل یوں ہے کہ جب امام مکہ سے روانہ ہو

کر مقام صفاح میں پہنچے تو فرزدق شاعر کوفہ سے آتا ہوا ملا۔ حضور نے اس سے کوفہ والوں کا حال پوچھا۔ فرزدق نے کہا۔ حضور کو فیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر لواریں نبی اُمیہ کے قبضہ میں ہیں۔ پھر آپ وہاں سے روانہ ہو کر بطن میں پہنچے۔ تو قیس بن مسہر کو ایک خط دے کر مصلحتاً اول کوفہ روانہ فرمایا اور اس میں یہ لکھا مسلم بن عقیل کا خط ہمیں ملا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ تم لوگ ہمارے متمنی ہو۔ لہذا میں تمہارے پاس عنقریب پہنچتا ہوں۔ قیس بن مسہر جب نامہ لے کر چلے۔ تو مقام قادسیہ پر حصین بن نمیر کو ایک زبردست جمعیت کے ساتھ پڑے دکھا اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ خفیہ نویسوں کے ذریعے ابن زیاد کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام ہمام بعزم کوفہ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ تو ابن زیاد کے حکم سے سب راستوں پر تجربہ کار سپاہیوں کی چوکیاں بٹھائی گئی ہیں۔ قیس بن مسہر اس واقعہ کو سنتے ہی اپنے کو پوشیدہ طور سے یہاں سے نکالنا چاہتے تھے۔ کہ حصین بن نمیر نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ اور کوفہ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔

ابن زیاد نے کہا کہ تمہیں ایک شرط سے چھوڑ سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ کوفہ کی جامع مسجد میں جمعہ کے روز منبر پر چڑھ کر امام حسین کی خدمت اور یزید کی مدحت بیان کرو۔ آپ نے اقرار فرمایا۔ مگر جمعہ کے روز جب آپ منبر پر چڑھے تو یزید کی خباثت بیان فرما کر امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی خوب مدحت کی۔ ابن زیاد کی آتش غضب اور بھی مشتعل ہو گئی۔ آپ کو چھت پر چڑھوا کر سہ منزلہ سے گرا کر شہید کر دیا۔

## امام فرات عراق پر

امام ہمام کا سفر بدستور جاری تھا۔ اب آپ فرات عراق پر تشریف لائے۔ یہاں بشیر بن غالب سے ملاقات ہوئی۔ اہل کوفہ کی بابت ان سے استفسار ہوا۔ بشیر نے عرض کی حضور! کوفی لایونی مشہور ہیں۔ میں اور کیا عرض کروں۔ یہاں سے روانہ ہو کر تھوڑی دور چلے تھے کہ بلندی پر ایک خیمہ نصب نظر آیا۔ آپ نے صاحب خیمہ کا نام دریافت فرمایا۔

## زہیر بن قیس بجلی سے ملاقات

معلوم ہوا کہ زہیر بن القیس بجلی حج کر کے آئے ہیں اور کوفہ جا رہے ہیں۔ یہ ان کا خیمہ ہے آپ نے زہیر کو بلایا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا اے زہیر کچھ خدا کی محبت بھی رکھتے ہو؟ زہیر نے عرض کی

سر پیکہ پیش تو بر آستان خدمت نیست  
سر نیست آنکہ سداوار تاج عزت نیست

میں تو مدت سے اس آرزو میں تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ آج اس آرزو کو پہنچتا معلوم ہوتا ہوں۔ پھر باہر آ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ میرا خیمہ امام کے خیمہ کے پاس نصب کرو اور تم میں سے جسے شہادت کی تمنا ہو وہ میرے ساتھ رہے اور جو گھر جانا چاہے وہ چلا جائے یہ سن کر بہت سے کوفہ چل دیئے اور بہت سے ہم رکاب رہے۔

پھر زہیر نے اپنی بیوی کو بلا کر فرمایا کہ میں امام کے ساتھ جا رہا ہوں۔ زندگی کا اب اعتبار نہیں لہذا تو میرے مال میں سے جتنا چاہے لے لے اور

اپنے والدین کے گھر جا۔ اُس نے رو کر عرض کی کہ آپ امام کی خدمت کے لیے امام کے ساتھ جا رہے ہو۔ تو میں سیدہ زہرا کی صاحبزادیوں کی لوندی بن کر چلوں گی۔

## امام مقام شقوق پر

چنانچہ شکر امام کے ہمراہ یہ سب یہاں سے روانہ ہو کر مقام شقوق میں پہنچے۔ یہاں ایک شخص کو فوسے آتے ہوئے ملے۔ آپ نے انہیں تخلیہ میں بلا کر اہل کوفہ کا حال پوچھا۔ انہوں نے حضرت مسلم اور ہانی بن عروہ کی شہادت کا حال سنا کر عرض کیا کہ آپ کے سر و مشق بھیج دیئے گئے ہیں۔ آپ نے یہ سنتے ہی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ فرمایا۔

اس سفر میں حضرت مسلم کی ایک صاحبزادی اٹھارہ سالہ عمر کی ہمراہ تھی۔ اور آپ کو ان سے بحد غایت محبت تھی وہ حسب معمول آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو آپ آج ان سے نہایت محبت کے ساتھ پیش آئے۔ اور دیر تک ان کا منہ تکتے رہے اور اپنا دست اقدس بار بار ان کے سر پر رکھتے۔ صاحبزادی کو شک ہوا۔ رو کر عرض کرنے لگیں۔ حضور آج آپ مجھے اس طرح پیار فرما رہے ہیں۔ جیسے یتیموں کو۔ کیا ابا جان شہید ہو گئے۔ صاحبزادی اس اس جملہ سے حضور میں تاب ضبط نہ رہی زار زار رونے لگی اور فرمایا بیٹی اب صبر کرو اور مجھے باپ کی جگہ سمجھو اور زینب کو اپنی ماں جانو۔ اتنے میں ان کے بھائی آگئے اور یہ واقعہ سن کر بہت زیادہ روتے۔



## امام مقام ذبالہ پر

یہاں سے کوچ فرما کر جب آپ مقام ذبالہ میں تشریف لائے۔ تو ابن سعد کا نامہ حضور کو ملا۔ اس میں درج تھا کہ اہل کوفہ اپنی جہتی بے وفائی میں امام مسلم سے منحرف ہو گئے اور انہیں شہید کیا۔ ان کے ساتھ ہانی بن عروہ کی جان بھی گئی۔

## امام قصر بنی المقاتل پر

اس خط کو دیکھنے کے بعد آپ کو یقین واثق ہو گیا کہ یہ سفر وہی سفر ہے۔ جس کی مدتوں سے بشارت سن رکھی تھی۔ مختصر یہ کہ امام عالی مقام قصر بنی المقاتل میں رونق افروز ہونے ایک طرف جو نظر پڑی تو معلوم ہوا ایک زبردست خیمہ استادہ ہے اور اس کے دروازہ پر تلوار لٹک رہی ہے۔ بلکہ ایک نیزہ گڑا ہوا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کس کا خیمہ ہے۔

## عبید اللہ بن عمر جعفی سے ملاقات

معلوم ہوا کہ یہ عبید اللہ بن عمر جعفی رئیس کوفہ کا خیمہ ہے۔ چونکہ یہ زبردست شجاع اور دلیر نامی و کامی امیر ہے۔ اس وجہ میں اس کے خیمے کا یہ تزک و احتشام ہے۔ آپ نے اپنے لشکر سے حسین حجاج بن مسروق جعفی کو ابن عمر کے پاس بلائے کو بھیجا۔ وہ امام ہمام کا نام سنتے ہی اٹھا۔ امام کے قدم چوم کر عرض کرنے لگا۔ حضور میں کوفہ سے نکل کر یہاں مقیم ہو گیا۔ اس لیے کہ ان میں رہ کر مجھے خوف ہوا۔ کہ مبادہ مجھ پر عتابِ الہی

نہ آجائے تنہا ان کے مقابلہ کی قوت نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر اب کیا ارادہ ہے  
 عرض کی۔ حضور میں اب آپ کے ساتھ ہو جاتا مگر شکست یقینی ہے اس لیے کہ  
 ان کے لشکر کی تعداد بے شمار ہے۔ اہل کوفہ تمام حضور کے دشمن ہیں۔ میں  
 غلام ساٹی ہوں لہذا اے اللہ واسطے آزاد کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا اب تو  
 میرے ساتھ نہیں چلنا چاہتا۔ اس نے عرض کی میری ایک گھوڑی ہے ملحقہ جو  
 بڑی تیز ہے اسے قبول کیجئے اور یہ تلوار نذر کرتا ہوں اسے لے لیجئے مگر مجھے  
 معاف کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ خیر تیری مرضی۔ ہمیں تیری گھوڑی اور تلوار  
 کی پرواہ نہیں۔ یہ کہہ کر رخصت کیا۔ چنانچہ پھر ابن حرا اپنے کٹے پر بہت چھتایا۔  
 اور ایک طویل نظم لکھی۔ جس کو ابوالموید موفق بن احمد کی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا  
 ہے۔ جس کے ۶ اشعار کا ترجمہ فارسی میں یہ ہے

زبے حسرت کہ چوں شاہ شہیداں  
 مرا گفتا قدم ورنہ بنیاری  
 چرا ہمراہ آنحضرت ز فتنم  
 نور زیدم طریق حق گزارمی  
 اگر در کربلا سے کشتم آن روز  
 شہید راہ او در دوستانداری  
 بے بودے بفرداستے قیامت  
 مرا از لطف او امید داری  
 کنوں اور رفت من از روستے تفسیر  
 بماندہ در مقام شرمساری

بصد زاری و مادام می کشم آہ  
دلے سو دے ندادو آہ و زاری

## امام مقام ثعلبہ میں

المختصر جب آپ کا لشکر ظفر پیکر یہاں سے روانہ ہو کر مقام ثعلبہ پہنچا۔ تو یہاں قیام فرمایا اور دوپہر کو اپنا سر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی گود میں رکھ کر آپ نے آرام فرمایا کہ نیند آگئی۔ تھوڑی دیر میں روتے ہوئے چونکے۔ حضرت کلثوم زینب حیران ہو کر سبب گریہ پوچھنے لگیں۔ آپ نے فرمایا ابھی نانا جان کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ ”اے میرے لخت جگر اب تم بہت جلدی ہمارے پاس آنے والے ہو۔“

یہ سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ یہ سن کر سب دار و قطار رونے لگے۔ تو حضرت علی اکبر نے کھڑے ہو کر عرض کی ابا جان! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ حق پر ہیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے۔ آپ نے عرض کی پھر کیا پرواہ ہے۔ ہرچہ باد اباد۔

## امام منزل ققطانہ پر

عرض کہ یہاں سے روانہ ہو کر منزل ققطانہ میں تشریف لائے اور تمام ہمراہیوں سے فرمایا۔ کہ میں بطیب خاطر تم لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ کوئیوں نے بیوفائی کی۔ میرے بھائی مسلم کو شہید کر دیا۔ اب میں نہیں جاسکتا۔ مگر تم جاسکتے ہو۔ میری وجہ میں تم اپنی جانیں کیوں ہلاک کرتے ہو۔ سب نے عرض کی اسے ابن رسول اللہ ہماری جان کی توحیقت

کیا ہے۔ اگر تمام عالم ہمارے قبضہ میں ہو تو سب کی جانیں ان نوری قدموں پر  
فدا کرنے کو حاضر ہیں۔ آپ آسمان ولایت کے ماہ اور بادشاہ امامت کے شاہ ہیں  
ہمارا عقیدہ ہے کہ جو حضور سے آج منہ پھیرے گا وہ کل قیامت کے دن  
رسوا ہوگا

خوشا ملکہ کہ سلطان شب تو باشی  
خوشا جانے کہ جانان شب تو باشی  
خوشا روئے کہ دروئے تو باشی  
خوشا چشمے کہ افان شب تو باشی  
بدر و دل بسر برویم عمرے  
نہ بوئے آنکہ در مان شب تو باشی

## امام قبیلہ بنی سکون میں

اسے یا سمن گلشن رسالت سے۔ سبحان روضۃ امامت۔ ہمیں اپنے  
بوستان وصال سے وادی فراق میں نہ ڈالتے۔ اپنے گلستان مقاربت  
سے خارستان جدائی میں نہ پھینکتے۔ بُرے ہیں یا بھلے۔ مگر آپ کے ہیں۔  
اگر تمام عالم پر از گل و گلزار ہو جائے۔ تو آپ کی جدائی میں ہمیں وہ از سر پاپا  
خار ہے۔ حضور کے تمام جان نثار یہ کہتے جاتے تھے اور زار و قطار روئے  
تھے۔ امام بھی ان کے ساتھ گریہ کناں تھے۔ آج حضور کو محکم سے چلے ہوئے  
سولہواں روز ہے۔ ابن زیاد کے جاسوس نے مخبری کی کہ امام آج قبیلہ بنی سکون  
میں مقیم ہیں۔ یہ سن کر ابن زیاد بد نہاد نے عربین یزید ریاحی کو ہزار سوار دیکر  
روانہ کیا اور تاکید کر دی۔ کہ امام جہاں ملیں انہیں عراست میں لے کر یہاں آؤ۔

خبردار کسی اور طرف نہ جانے دینا۔ حرا ایک بہار کا لشکر جبرائیل کر رہا تھا اور  
جناب امام قبیلہ بنی سکون سے کوفہ کو روانہ ہوئے۔ بنی عکرمہ کا ایک شخص راس  
میں ملا۔ اس نے عرض کی حضور ابن زیاد نے آپ کے مقابلہ کے لیے جنگل شکر  
پر کر رکھا ہے۔ قادیسیہ سے عذیب تک لشکر ہی لشکر پھیل رہا ہے اگر آپ وہاں  
پہنچے تو پہنچتے ہی لڑائی پھوٹ جائے گی۔ بہتر یہی ہے کہ حضور یہیں سے لوٹ پڑیں  
آپ نے فرمایا جزاک اللہ تو نے شرط خیر خواہی ادا کر دی۔ امدت تجھے اس کا اچھا بدلہ  
دے گا۔ مگر اب ہم واپس نہیں جائیں گے۔

## امام کی حُزنِ ریاحی سے ملاقات اور مقام منزلِ سمرقند پر

یہاں سے گزر کر منزلِ سمرقند پر تشریف لائے۔ شب یہیں بسر ہوئی علی الصبح  
یہاں سے بھی کوچ فرمایا اور ٹھیک دوپہر کو شکر حُر راستہ میں ملا جو تمام راستہ میر  
اُترا ہوا تھا۔ جب اس لشکر کی نظر امام ہمام پر پڑی۔ علی الفور سب گھوڑوں  
پر سوار ہو گئے اور چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ آپ نے آدمی بھیج کر دریا  
کرایا کہ یہ کس کا لشکر ہے۔ تو خود حُر سائے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا یا  
حُر اَنَا اَمُّ عَلِيْنَا اے حُر یہ لشکر ہماری مدد کو لائے ہو یا ہم پر  
لائے ہو۔ حُر نے عرض کی۔ حضور یہ لشکر ابن زیاد کا ہے اور حضور کے  
محاصرہ کو آیا ہے آپ نے لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ  
فرمایا۔ پھر حُر سے مکالمہ کیا کہ اے حُر تم مسلمان ہو کر کس خیال میں ہو۔ عرض  
کی۔ حضور میں لڑنے نہیں آیا ہوں۔ صرف اس لیے آیا ہوں کہ حضور کو  
کوفہ کے دروازہ تک پہنچا دوں۔ اتنے میں ظہر کا وقت آگیا۔ آپ نے فرمایا  
حُر جاؤ تم اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھو۔ میں اپنے لوگوں کے ساتھ نماز

پڑھوں گا۔ حُر نے عرض کی حضور یہ کیوں۔ کیا میں مسلمان نہیں۔ دونوں لشکر حضور کی اقتدا کریں گے۔ آپ ابن رسول اللہ ہیں۔ ہم آپ کو اپنا پیشوا اور امام جانتے ہیں۔ مگر ملازمت سے مجبور ہو کر یہ تعمیل کرنے آئے ہیں۔ عرض کہ آپ نے دونوں لشکروں کو نماز پڑھانی۔ کھڑے ہو کر تلوار ہاتھ میں لے کر نہایت فصیح و بلیغ خطبہ بیان فرمایا۔ جس میں تمام واقعات کو فیوں کے بتاتے اور اپنی تشریف آوری کا سبب بھی فرمایا۔ حُر نے سب کچھ سُن کر عرض کی ابن رسول اللہ! بخدا مجھے اس نامہ و پیام کی اصلا خبر نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خطوط کس نے بھیجے ہیں تو نواح کوفہ میں تھا۔ ابھی حکم ملا کہ میں سیدھا ادھر آ گیا۔

آپ نے فرمایا۔ حُر۔ اگرچہ تمہیں خبر نہیں مگر تمہارے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جن کے خطوط میں دکھا سکتا ہوں۔ یہ فرما کر امام نے اس لشکر کے موجودہ اشخاص کے بھیجے ہوئے خطوط دکھاتے وہ سر نیچے کتے نجل و منفعل سنا کتے پھر امام عالی مقام اُٹھے اور نماز عصر جماعت سے ادا فرمائی۔ کہ اچانک ایک شتر سوار ابن زیاد کا خط لے کر آیا اور حُر کو دیا۔ اس میں یہ مضمون تھا۔

”جہاں تجھے یہ میرا حکم ملے وہاں ہی امام حسین کو روک لیجو اور ایسے مقام پر ٹھہرائیو۔ جہاں پانی گھاس کا نام نہ ہو۔ اور اگر ان کی گرفتاری میں تو نے کسی طرح کی کمی نہ کی تو تجھے ایسی سزا دوں گا۔ جس کا تو متحمل نہ ہوگا۔“

حُر نے اس خط کو پڑھ کر امام عالی مقام کے پیش کیا حضور ملاحظہ فرمائیں ابن زیاد کو حضور سے کتنی دشمنی ہے۔ میں حیران ہوں۔ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔

پھر اپنے لشکر سے خفیہ امام سے حُر ملا۔ اور عرض کی حضور عر کے ہاتھ نٹ جائیں جو وہ حضور پر ہاتھ اٹھاتے اس کی آنکھیں پھوٹیں جو آپ کو دشمنی کی نظر سے دیکھے۔ مگر حضور! اس وقت مخالف سپاہ ہمراہ ہے۔ حضور می تعمیل ابن زیاد کے حکم کی بھی کر لینے دیجئے۔ حرم مبارک بھی ہمراہ ہیں۔ مصلحت یہی ہے۔ کہ حضور لشکر سے دور اتریں۔ اس میں ابن زیاد کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔ اور شب کو جب سب سو جائیں حضور جہد صر چاہیں لشرف لے جائیں۔ صبح جب معلوم ہوگا کہ حضور نہیں تو جنگل میں ادھر ادھر لشکریوں کو خاک پھینکا کروا کر لوٹ جاؤں گا اور کہہ دوں گا۔ کہ نہ معلوم کب اور کس طرف لشکر امام شب شب میں غائب ہو گیا۔ آپ نے اسے دُعا تے خیرومی اور شب جب آدمی سے زیادہ گزر گئی تو کوچ فرما دیا۔ شب بھر چلے اندھیرے میں یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کہاں اور کدھر جا رہے ہیں بقول شاعر سے

نکل آتے ہم دشتِ بجنوں سے آگے  
خدا جانے دشتِ کہاں لے چلی ہے

امام کا گھوڑا ارضِ ماریہ پر اکر ٹھہر گیا

شب بھر چلے جب پیدۂ سحر نمودار ہوا تو حضور کا گھوڑا ایک زبیر ہولناک پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ آپ تازیانہ پر تازیانہ لگاتے۔ مگر اس نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔

آپ نے وہاں کے آئندہ دروندگان سے پوچھا یہ کیا مقام ہے۔ ایک شخص نے عرض کی۔ اس زمین کو ماریہ کہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا نہیں اس کا کچھ اور نام بھی ہے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ کربلا بھی کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی ایک

نعرہ مارا اور فرمایا اللہ اکبر! امراض کرب و بلا و سفک دماء اس آواز  
و نعرہ کو سن کر تمام حضور کے پاس جمع ہو گئے اور عرض کی حضور اتنے  
دروناک نعرہ کا کیا سبب ہے؟

یہی مقام ہے جہاں ہم ستائے جائیں گے  
یہی جگہ ہے ذبیح ہم کو یاں بنائیں گے  
پڑا رہے گا یہیں میرا لاشہ بے سر  
چلے گا حلق پہ میرے اسی جگہ خنجر  
یہاں ہمارے اعزہ بھی قتل ہوئیں گے  
یہاں ہمارے اجنب بھی قتل ہوئیں گے  
یہ وہ جگہ ہے جہاں تڑپے لاشہ قاسم  
یہ وہ مقام ہے جاں قتل ہوں بنی ہاشم  
یہاں ہی قاسم کو تر پہ بند ہو گا آب  
یہاں پہ جملہ حرم کا بھی پردہ ہو گا خراب  
یہاں ہی اہل عرم جو ر و ظلم اٹھائیں گے  
یہاں سے ہو کے مقید و مشق جائیں گے  
اسی مقام پہ اب سب کا خاتمہ ہو گا  
حرم کے سر پہ فقط ایک عابد ہو گا

حضرت علی اکبر نے عرض کی اباجان آپ ایسے جملے نہ فرمائیں۔ آپ نے  
فرمایا جان پدر جنگ صغین کے موقعہ پر ہم یہاں جناب امیر کے ہمراہ ہو گئے  
ہیں۔ شیر خدا علی مرتضیٰ نے سواری سے اتر کر یہاں آرام فرمایا تھا۔ بھائی  
حسن نے انورہ بیٹہ پارک تھا۔ میں ان کے قدموں کی طرف بیٹھا ہوا تھا کہ کھڑکی



دیر میں حضرت امیر روتے ہوئے اٹھے اور فرمایا افسوس! افسوس! اس جنگل میں خون  
 کا دریا موجزن ہے اور میرا تخت جگر نور عین پیارا حسین اس دریا میں با تھو پاؤں مار  
 رہا ہے۔ فریاد کر رہا ہے۔ مگر ہاتے اس کی فریاد کوئی نہیں سنتا۔ کہ یکایک اس  
 کی نظر مجھ پر پڑی ہے تو مجھے پکارتا ہے کہ آجان! آپ ہی اس بحر ناپید کنار  
 سے مجھے نکالتے ورنہ میری جان چلی۔ تو میں نے بھی یہی جواب دیا کہ بیٹا صبر کرو  
 إِنَّمَا يُوفِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ط لہذا اوتھوں  
 کو بٹھا دو۔ سامان آمار لو۔ خیمے نصب کر دو۔

بار بکشا تیب کایں جا خون ما خواہند ریخت  
 آب روتے ما بخاک کر بلا خواہند ریخت  
 کو دکاں جعفر طیب را خواہند گشت  
 گرد بر رخسار آل مصطفیٰ خواہند بیت  
 آل سگاں از حیلہ سور و باہانہ می و مہدم  
 خون نوری دیدہ شیرا خد انواہند ریخت

مصطفیٰ  
 ط

حکم امام ہمراہیوں کو کہ جزع فرزع ماتم ہرگز نہ کریں

یہ فرما کر آپ اس زمین پر اترے تو اس بلا کی آمد ہی آئی۔ کہ گیسوئے مشکیں  
 زرد ہو گئے۔ حضرت ام کلثوم نے جو گیسوئے مشکیں کو اس طرح دیکھا۔ رونے  
 لگیں اور کہنے لگیں۔ بھائی جان اس دیرانہ جنگل سے چلو مجھے یہاں وحشت  
 ہوتی ہے۔ امام نے بہن کو تسلی دی۔ پھر حضرت شہر بانو کو بلا کر فرمایا۔ کہ  
 دیکھو جب تم مجھے اس جگہ گھوڑے سے گرتا دیکھو اور میرا جسم تیز و تلوار اور  
 نیزوں سے چور پاؤ تو خبردار ہرگز ہرگز سر نہ ہنڈ کرنا۔ چھاتی ماتھانہ کو طینا کہ جد امجد

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَيْسَ مِنْتَا مَنْ ضَرَبَ الْخَدَّوَدَ  
 وَشَقَّ الْجُمُؤْبَ وَدَعَا بِدَا عَوَى الْجَاهِ سَلِيْتَةً يَعْنِيْ جَسْنَ لِيْ رَشَارِكِيْ  
 پیٹے اور گریبان چاک کیا اور جمالت کے جملے زبان سے نکالے۔ وہ ہم میں نہ  
 رہا۔ لہذا اس مصیبت کو نہایت استقلال سے برداشت کرنا کہ یہ مصیبت  
 تمہارے اور ہمارے لیے نعمت ہے۔ **مثنوی**

مرگ برگ آمد کہ راحتہا دروست  
 مرگ ساز و مغز را پس ما نہ پوست  
 مرگ بردار و حجاب باز پیش  
 تا شویم از فساد سوتے اصل خویش  
 مرگ جانہا را سوتے جاناں کشد  
 بلبلان را جانب بتاں کشد

اہلبیت اس تقریر جاں گداز سے بے تاب ہو گئے اور زار زار  
 رونے لگے اور کہنے لگے

ایں سخن چیت کہ دلہا ہمگی خوں گورد  
 دیدہ ہا از غم دل و جلد و وجیوں گورد

امام نے فرمایا: مشیت میں مجال و مزدون نہیں۔ تقدیر اللہ میں کوئی چارہ  
 نہیں۔ سوائے صبر کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ پھر حکم دیا کہ خیمے یہیں نصب کر دو۔  
 چنانچہ برب فرات خیمے نصب ہو گئے۔

مخزن نے براہ خیر اندیشی پھر حضور کی خدمت میں عرض کرائی کہ حضور! ابن زیاد  
 پوری دشمنی پر تلا ہوا ہے۔ اور ایک فوج کا دل بادل حضور کے لیے آ رہا ہے۔  
 مناسب ہے کہ حضور کو بلا سے کوچ فرمائیں۔ جو کچھ گزرے گی میں سہہ

لونگا۔ مگر خدا حضور کو سلامت رکھے۔ حضور نے عر کو دعا کہلا بھیجی۔ اور اس کی خاطر سے تمام شب اونٹ ہانکے۔ صبح جو دیکھا تو وہیں تھے۔ جہاں سے چلے تھے۔ غرض کہ پختہ بند کے دن ۲ محرم الحرام ۱۱۰۰ھ کو بموجب اس پیام کے آپ نے شب میں کوچ فرمانا شروع کیا۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے، محرم ۱۱۰۰ھ تک حضور برابر شب کو سفر کرتے رہے۔ مگر صبح جہاں تھے وہاں ہی اپنے کو پاتے۔ آخر ساتویں محرم الحرام کو آپ نے خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ آقا مدینہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کو اپنے پہلو میں لے کر پیشانی چوم کر فرما رہے ہیں۔ بیٹا۔ حسین! خیر مرضی مولیٰ امی ہے کہ تم تیغ جفا سے شہید ہو اور عنقریب مجھ سے آکر ملو۔ بیٹا تمہارے قاتل میری شفاعت سے محروم ہیں۔ بیٹا تمہارے لیے بہشت آراستہ ہے۔ تمہارے والدین تمہارے منتظر ہیں۔ پھر آپ کو سینہ سے لگا کر دعا فرمائی "اللہم اعط الحسین صبراً و اجراً۔ الی میرے جنت جگر کو صبر جمیل و جزا جزیل عطا فرما۔ پھر آپ نے اس خواب کی تمام اہلیت کو خبر دی۔ یہ سنکر اہلیت اہل ہارنے زار و قطار رونا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا "إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِہِ مَرْجِعُونَ" کہتے رہے۔

کتاب نور الائمہ میں روایت ہے کہ کربلا سے امام ہمام نے سلیمان ابن عر اور خزاعی کوئی کو ایک نام لکھا۔ جس میں مندرج تھا کہ میں تیری درخواست پر بہاں آیا ہوں۔ اگر تجھے اپنا وعدہ وفا کرنا ہے۔ تو میرا ساتھ دے ورنہ خیر میرا خدا حافظ ہے۔

یہ نام قیس اعرابی کو دے کر روانہ فرمایا۔ اثناء راہ میں قیس گرفتار ہوئے اور وہی قصہ قتل پیش آیا۔ جو پہلے منقول ہو چکا ہے۔

پھر ابن زیاد نے حضور امام حسین کو ایک نامہ بھیجا جس میں لکھا کہ بہتر یہی ہے کہ آپ یزید سے بیعت کر لیں۔ آپ نے نامہ پڑھ کر پھینک دیا اور فرمایا، اس مردود سے کہہ دو کہ اس کا جواب میرے پاس سوائے انکار کچھ نہیں ہے اس قوم کو خدا سمجھے جو رضائے مخلوق کو غضب الہی پر مقدم رکھتی ہے۔

رویدنسیا آورند و پشت بر عقبی کنند

خلق را خوشنود سازند و خدا را خشم ناک

مختصر یہ کہ ابن زیاد یہ جواب سن کر بہت خشم ناک ہوا۔ پھر ابن سعد کو حکومت رے کا وثیقہ لکھ کر دیا اور کہا کہ علاوہ اس کے تو سپہ سالار لشکر یزید بھی ہے جا اور سیدھا کر بلا پہنچ اور حسین بن علی کا سر یا بیعت لے کر یزید کے پاس بھیج دے ابن سعد اسکو شکر کچھ متامل ہوا۔ پھر سوچ سمجھ

کر یہ رباعی پڑھ کے روانہ ہوا۔

فوائدہ ما ادری وانی لواقف

افکر فی امری علی خطرین

اترک ملک الرئی والری منبیتی

ام ارجع ما ثوما بقتل حسین

پھر شب بھر اسی فکر میں رہا اور بار بار یہی رباعی پڑھتا رہا آخر فیصلہ کر لیا کہ رے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے۔ اگرچہ آخرت کا عذاب اٹل ہے مگر

اب تو آرام سے گزرتی ہے

عاقبت کی شب خدا جانے

گھر آکر سب قند اعزاز اقرار با سے کہا۔ ابن سعد کی چھوٹی ٹہن نے سر

پیٹ لیا اور کہا افسوس! صد افسوس تم نے یہ کیا غضب کیا؟ حسین بن علی جگر بند  
مصطفیٰ نور ویدۃ زہرا سرور سینہ ترضی شیر خدا کا قتل اور تمہارے ہاتھ سے؟  
ہمارے جد امجد سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ تو ان پر جاں فدا کرتے تھے اور تم  
ان کی جان کے دشمن بنتے ہو۔

ابن سعد نے چھوٹے بیٹے کو مخالف ضمیر دیکھا تو منہ پھیر کر بڑے بیٹے  
سے کہا تم کہو تمہاری کیا راستے ہے اس نے کہا اگرچہ چھوٹا بھائی ہو کچھ کہہ رہا  
ہے۔ بالکل صحیح کہہ رہا ہے مگر جس سے وعدہ کر کے آئے ہو اس کا ایفاء بھی  
لازمی ہے۔ ابن سعد بہت خوش ہوا اور صبح ابن زیاد کے دربار میں آ کر  
اقرار کر لیا۔ ابن زیاد نے پانچ ہزار سوار دیتے اور وہ کربلا کو روانہ ہوا۔  
راستہ میں لوگوں نے ملامت کی تو کہہ دیا کہ تم سب سچ کہہ رہے ہو۔ مگر  
رے کی حکومت نہیں چھوڑی جاتی۔ ایک شخص نے کہا کم بخت خوف  
خدا کر۔ دنیا چند روزہ ہے۔

نہ گوہر سکندر نہ ہے قبر دارا  
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

یہاں یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ ابن سعد کون ہے؟ یہ حضرت سعد  
بن ابی وقاص جلیل القدر صحابی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کا نا خلف بیٹا  
ہے۔ جب یہ کربلا پہنچا امام نے اسے تخیلیہ میں بلا کر دنیا کی بے ثباتی دکھائی  
اور آخرت کے مدارج سنائے۔ ہر چند سمجھایا نیچے گردن کئے سننا رہا۔ آخر جس جواب  
دیا تو یہ دیا کہ حضور قطع لفظ رے کے میری بہت سی جاگیر کو فدیہ ہے اگرچہ آپ  
سے مقابلہ نہ کروں گا۔ سب ضبط ہو جائے گی۔ لہذا مجبور ہوں۔ شہزادہ صاحب  
بوش میں آتے اور فرمانے لگے۔ خیر مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ۔ ہمارا کام سمجھانے کا تھا

اب تو نہیں مانتا ہے تو کان کھول کر سن لے۔ تیری جتنی آرزوئیں ہیں سب دل کی دل میں رہیں گی۔ ایک بھی پوری نہ ہوگی۔ اور انشا اللہ تو دنیا میں بھی ایسا ہی نامور ہے گا۔ جیسا آخرت میں۔ اب جو تیرے دل میں آئے سو کر۔

چنانچہ حسب پیشینگوئی ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مختار ابو عبید نے ابن سعد اور اس کے بیٹے حفص کو بڑی بے دردی سے مارا۔ یہ وہی بیٹا تھا۔ جس نے ایفام وعدہ کی تحریک کر کے حکومتِ رے کے مقابلہ میں قتلِ امام سے اتفاق کیا تھا۔

## حضرت بریر بن حصیر ہمدانی کی شہادت

امام ہمام اسی جوش میں اُس کے پاس سے اُٹھ کر اپنے لشکر میں واپس تشریف لے آئے تو حضرت بریر بن حصیر ہمدانی جو اس زمانہ کے بڑے عابد ہیں اور گزشتہ قصبہ کی بابت پوچھا۔ آپ نے جو ہوا تھا فرمایا۔ بعض کی اجازت ہو تو گل میں بھی اسے جا کر سمجھاؤں۔ آپ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے۔ مجھے اس کی اصلاح کی اُمید نہیں۔ مگر خیر تم بھی قسمت آزمائی کر آؤ۔ چنانچہ بریر علی الصباح ابن سعد کے پاس تشریف لائے اور بلا اجازت اس کے خیمہ میں داخل ہو کر بے سلام کئے بیٹھ گئے۔ ابن سعد کے آگ لگ گئی۔ کہنے لگا۔ اے ہمدانی! کیا میں مسلمان نہیں جو سلام تک سے محروم ہوں۔ حضرت بریر نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْمُسْلِمُ مِّنْ سَلَمِ الْمُسْلِمِ مِّنْ لِّسَانِهِ وَيَا أَيُّهَا الْمُسْلِمَانِ وَهُوَ رَسُوْلُكَ وَرَسُوْلُ بَنِي اٰمِيْنِ۔ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور تو کیسا مسلمان کہ فرزندِ رسول کا دشمن بن رہا ہے۔ تیرے دعویٰ پر۔ زوف ہے۔ تیرے اسلام پر۔ غضبِ خدا کا۔ فرات کے بائی سے جانور سیراب ہوں اور اہلبیت اطہار اور فرزندان

امام جو پیاس سے جان بلب ہیں ایک ایک قطرہ آب کو ترسیں اور تجھے رحم نہ تے۔  
کم بخت! سعد بن ابی وقاص کا بیٹا ہو کر عبدالدرہم بنا ہے۔ ابن سعد تھوڑی دیر  
سنارہا۔ پھر کہنے لگا۔ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مگر حکومت  
رے کالا لچ ہے۔ اس کے مقابلہ میں مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔

اس واقعہ کی خبر شمر ذی الجوشن نے ابن زیاد کو دے دی۔ ابن زیاد نے ابن سعد  
کو لکھا کہ نمک حرام کے لیے حکومت رے نہیں ہے۔ وثیقہ واپس کر اور شمر کو دے  
ورنہ فی الفور تعمیل حکم کر۔

غرض کہ ابن سعد نے بے سوچے سمجھے، محرم کو ساحل فرات پر اپنا لشکر جما  
دیا اور دریا کو اپنے پس پشت رکھا اور قطعی اہلبیت نبوت پر پانی بند کر دیا۔ شہزادہ  
کونین کے ہمراہی ایک ایک قطرہ آب کو ترس گئے۔ چھوٹے چھوٹے پیچھے گلاب  
کی پتی کی طرح کھلا کے اڑیاں رگڑنے لگے بہت روتہ روتہ کے بعد توجہ ہی نکلا  
کہ مقابلہ ہو اور اشقیاء جہنم دیکھیں اور اصفیاء جنت کی راہ لیں۔

## اسماہ لشکر امام مع اسماء اہلبیت

شہزادہ کونین کے لشکر میں صرف چالیس پیادے اور تیس سوار تھے جن  
کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

زہیر بن حسان محمدی۔ عبداللہ بن عمرو کلبی۔ بریر بن حفیر ہمدانی۔ وہب  
بن عبد کلبی۔ خالد بن عمرو مکی۔ محمد بن حنظلہ تمیمی۔ عمرو بن خالد صیداوی۔ عمرو بن  
عبداللہ صائدی۔ حماد بن انس محمدی۔ وقاص بن مالک احمدی۔ شریح بن عبید  
مکی۔ مسلم بن عوسجہ اسدی۔ ہلال بن نافع بکلی۔ مرہ بن ابی مرہ غفاری۔ قیس بن  
ملیہ مدنی۔ ہاشم بن عقبہ مکی۔ بشیر بن عمر حضرمی۔ نعیم بن جملان انصاری۔ زہیر بن

قیس بن بعلی - انس بن کاہد اسدی - حبیب بن مظلہ اسدی - قیس بن زبیری انصاری -  
عبداللہ بن عروہ ابن خرق غفاری - عبد الرحمن بن عروہ بن خرق غفاری - عروہ باحیر  
غلام آزاد ابو ذر غفاری - شیبث بن عبد اللہ بہشتی - قاسط بن زہیر ثعلبی - کردوس  
بن زہیر ثعلبی - کنانہ بن عتیق انصاری - صخر غامدی بن مالک انصاری - جویریہ بن مالک  
انصاری - عمرو بن ضیفہ صنعی - یزید بن ثبیت قیسی - عامر بن مسلم انصاری -  
عبید اللہ بن ثبیت قیسی - کعب بن صرہ ثمری - سالم غلام آزاد - عامر بن مسلم -  
صف بن مالک انصاری - زہیر بن بشیر جعفی - بدر بن معقل جعفی - حجاب بن مروان  
مؤذن لشکر اسلام - سعود بن حجاج انصاری - مجمع بن عبد اللہ عائدی - عمار بن حسان  
مدنی - حسان بن حارث سلیمان امت - جنید بن حجر خولانی - یزید بن زیاد بن  
منظاہر کندی - طاہر غلام آزاد دین الحق خزاعی - جبلة بن علی شیبانی - اسلم بن کثیر  
اعرج ازدی - زہیر بن سلیم ازدی - قاسم بن حبیب ازدی - عمرو بن جنید  
حضرمی - ابو تمام انصاری - عمرو بن عبد صائدی - حنظلہ بن اسعد شیبانی -  
عبد اللہ بن عبد اللہ کدن اوجی - عمار بن ابی سلام انصاری - عابس بن ابی حبیب  
شاکری - شوذب غلام آزاد - شاکری انصاری - شیبب بن حارث بن سمریج  
انصاری - مالک بن سمریج انصاری - محمد بن انس انصاری - مقداد انصاری -  
سلمان غلام آزاد جناب امام علیہ السلام - قارب غلام آزاد جناب امام علیہ السلام -  
عروہ بن غلام آزاد حر بن یزید بن ریاحی - مصعب برادر حر بن یزید بن ریاحی -  
علی بن حر بن یزید بن ریاحی - سعد بن عبد اللہ - اطمینی از اقرباتے مادر محمد حبیب  
غازی یہ کل تہتر فقار تھے -

اور اطمینت مصطفیٰ علیہ السلام و الثنا را کیس کی تعداد میں علیحدہ تھے -

جن کی فہرست یہ ہے :-



سعد غلام جناب شیر خدا۔ فیروز غلام جناب امام حسین۔ حضرت عبد اللہ  
 بن عقیل بن ابی طالب برادر مسلم شہید حضرت عبد الرحمن بن عقیل بن  
 ابی طالب برادر حضرت مسلم۔ حضرت جعفر بن عقیل بن ابی طالب  
 حضرت محمد بن ابی سعد بن عقیل بن ابی طالب۔ حضرت  
 عبد اللہ بن حضرت مسلم بن عقیل بن ابی طالب۔ حضرت محمد بن عبد اللہ بن جعفر طیار  
 پسر زینب خواہر امام رضی اللہ عنہم۔ حضرت عون بن عبد اللہ بن جعفر طیار پسر  
 زینب رضی اللہ عنہا۔ حضرت ابو بکر بن جناب امام حسن بن علی بن ابی طالب۔  
 حضرت عمر بن جناب امام حسن بن مرتضیٰ علی۔ حضرت عبد اللہ بن جناب امام حسن  
 بن مرتضیٰ علی حضرت قاسم بن جناب امام حسن بن علی۔ حضرت محمد بن جناب  
 مرتضیٰ علی۔ حضرت عثمان بن مرتضیٰ علی۔ حضرت عبد اللہ بن جناب مرتضیٰ علی۔  
 حضرت جعفر بن جناب مرتضیٰ علی۔ حضرت عباس بن جناب مرتضیٰ علی۔ حضرت  
 علی اکبر بن امام حسین علیہ السلام۔ حضرت علی اصغر بن جناب امام حسین۔ حضرت  
 زین العابدین بن جناب امام حسین علیہ السلام۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ۔۔

تمنائے شہادت کھینچ لائی ہے جو مقتل میں  
 کوئی دم میں لگی دل کی سبکھے گی آبِ بنجر سے

شاہ ہست حسین و بادشاہ ہست حسین  
 دین است حسین دین پناہ است حسین!  
 سردار و نداد دست بردست یہ زید  
 حقا کہ بنائے لآلہ است حسین

## منظرِ خونِ صبحِ حرمِ یعنی حرمِ الحرام کا عشرہ

اس ارسالِ ترسیلِ اصلاحِ معادِ سیدینِ اشقیائے شامی میں عشرِ محرم آگیا۔  
 آخرش امامِ ہمام نے مایوس ہو کر تمام شبِ عاشورا تبسح و تہلیل میں گزار دی۔  
 پچھلی شب جنابِ امام نے حرم میں رونقِ افروز ہو کر ایک خطبہ فصیح و بلیغ مشتمل  
 بر حمد و نعت پڑھا۔ پھر فرمایا۔ میں اصحاب و رفقاء کی باوفائی اور اپنے اہلبیت کی  
 جان نثاری کی نظیرِ عالم میں معدوم دیکھتا ہوں۔ اللہ انہیں جزائے جزیل عطا  
 فرمائے اور بطیب خاطر سب کو اپنے رقبہ بیعت سے آزاد کرتا ہوں اور  
 اجازت دیتا ہوں کہ سب یہاں سے جہاں چاہیں چلے جائیں۔ دشمنوں کا گنہگار  
 میں ہوں ان کو میری ذات سے پرغاش ہے۔ مجھے یہاں موجود دیکھ کر تمہارے  
 جانے میں وہ قطعاً تعرض نہ کریں گے۔ میں رائے دیتا ہوں کہ میرے جانثار  
 رفقا میرے تمام اہلبیت کو ہمراہ لیں اور جس طرف چاہیں چلے جائیں۔ میں  
 اپنی جان راہِ مولا میں قربان کرنے کا عزم جزمی کر چکا ہوں اور مشیتِ الہی بھی  
 یونہی ہے لہذا میری وجہ میں ناحق اس قدر خون مجھے گوارا نہیں۔

یہ سن کر تمام اعزاء و اقربا غلامِ رفقا زار زار رونے لگے اور عرض پیرا ہوئے  
 کہ اے راکبِ دوشِ رسول اے نورِ دیدۂ زہراؤ بتول۔ ہم لوگوں نے حلقہ  
 غلامی اُس دن کے لیے آویزہ گوش نہیں کیا تھا کہ دمِ آخر جبکہ جنتِ لسانی  
 جائے۔ جو اہراتِ خلد کا تقاسمہ ہو اس وقت ہم حلقہ غلامی کی عزت سے محروم  
 کر دیتے جائیں۔ ہماری آرزو تو یہ ہے اور تھی۔ کہ جس طرح یہاں حضور زہیرِ دامن  
 لیے ہوئے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن اسی سایہ میں حضور رب العزت  
 و بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوں اور سرفراخِ کنگرہٴ عنرش بریں تک بلند کریں۔

وہ بد نصیب ہو گا جو ایسے زریں موقعہ کو ہاتھ سے کھو کر غلامی سے آزاد ہونا چاہے  
 حضور یہ غلامی یہ مصیبت یہ بلا یہ بے کسی یہ بے بسی ہزار سلطنت سے افضل  
 ہے اور حق تو یہ ہے کہ حضور کے بعد یہاں سینے کی ہی کی کس کو آزد ہے

جامی ارباب و فاجر رہ عشقش نروند  
 شرم بادا کہ ازیں راہ قدم بازگشی

پھر آپ نے برادران و فرزند ان مسلم سے فرمایا کہ تم پر پہلے ہی کوہِ بلا  
 ٹوٹ پڑا ہے۔ تمہارا دل فراقِ مسلم سے پہلے ہی زخمی ہو چکا ہے۔ میں نہیں  
 چاہتا کہ موجودہ تازہ مصائب کی ان زخموں پر نمکِ پاشی کی جائے۔ لہذا اب  
 تم مکہ جاؤ اور مجھ کو اپنا داغِ مفارقت نہ دو۔

یہ سن کر سب عاشقانِ جمال بولے کہ حضور ہم کو یہ اُمید نہ تھی کہ یہاں  
 آکر رفتارِ اعزازِ اجمامِ شہادت پنی کر جنت سدھار نیگے اور سردارِ دامِ شہدا  
 بنیں گے اور حضور ایسے نادر موقعہ پر ہماری جانِ عزیز کا ہدیہ محترمسترد فرمادیں  
 گے۔ بلکہ یہی سمجھ رکھا تھا کہ جس طرح مسلم کو جاں نثاری کا اعزاز عطا فرمایا۔  
 ہمیں بھی اس دولتِ عظمیٰ سے مالا مال فرمایا جائے گا۔

بس حضور نے بہت کچھ فرمایا۔ ہمارے زخمی دلوں میں ایسے کلمات  
 سننے کی تاب نہیں ہے۔ ہمارے ٹوٹے دل نہ توڑیتے۔ ہمارے دُکھے  
 ہوتے دلوں کو نہ دکھایتے۔ ہمارے زخموں پر نمکِ پاشی نہ فرمایتے۔  
 سانسِ گریبانِ اجل ورنہ ہمیں ما دستِ زو امان تو کو تہ ننگنیم  
 وہ آیتِ شوق سے مقفل میں امتحان کیلئے  
 نہ جی چہر ایتیں گے ہم جانِ ناتواں کیلئے

چہنے ہیں پھول عنادل نے آستیاں کیسے  
 صلائے عام ہے آہ شرفشاں کیسے  
 کسی کے آتے ہی ارمان دل پھلتے ہیں  
 قیامت اٹھتی ہے تعظیم مہماں کیسے  
 تپ الم نے کیا خشک سبب بدن کا لہو  
 نہ چھوڑی بوند میری چشم خونفشاں کیسے  
 کسی سے ضبط ہوں اسرار عشق کیا معنی  
 کہ رازداں کی ضرورت ہے رازداں کیسے  
 ملک نے اٹھ کے تیرے نقش پا کو دی تعظیم  
 فلک نے جھک کے قدم تیرے آستاں کیسے  
 سبب کی عشق میں حاجت نہ قید ساماں کی  
 بہانہ چلیتے بس مرگ ناگہاں کیسے  
 شعاعیں خود ہیں نقاب ان کے مہر عارض کو  
 نوید یاس ہے چشم ندید گاں کیسے  
 میرے بھی پاس میری جاں ہے اک دلِ ناکام  
 ادھر بھی ایک نظر حسن دستاں کیسے  
 تمہارے چاہنے والے ہیں تم سے اتنے خوش  
 دعائیں مانگتے ہیں مرگ نوجواں کیسے  
 ہماری حسناک ہمارا سر نیاز بنا  
 تری گلی کے لیے تیرے آستاں کیسے  
 حکایت قفس و دام ہم سے کس صیبا

بہار آتی ہے گلچیں و باغبان کیلئے  
 شہیدِ ناز کا افسانہ سن کے کہتے ہیں  
 یہ داستاں ہے فقط نالہ و فغاں کیلئے  
 اشارے دل کے جو سمجھا تو میرا دل سمجھا  
 کہ بے زباں کی ضرورت ہے بے زباں کیلئے

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ہمام شہزادہ کونین سیدنا حسین  
 سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے ساتویں محرم کو ہی فرما دیا تھا کہ فلاں رفیق کی لاش یہاں  
 گرے گی اور فلاں جگر گوشہ یہاں تڑپے گا۔ غرضکہ اعز اور فقا کے یہ روایات  
 سن کر سکوت فرمایا۔ اور مشغول عبادت تھے کہ خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ بہت سے  
 کتوں نے آپ پر حملہ کیا اور ایک سگ ابلق آپ کے سینہ بے کینہ پر آبیٹھا کہ  
 اچانک سرکار ابد قرار رحمت مجسم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے  
 اور فرمایا اے نور منظر اے لخت جگر اے سید معصوم اے شہید مظلوم۔ دیکھ یہ  
 تمام ارواح قدس تیرے خیر مقدم کو حاضر ہیں بیٹا اب شب کا کھانا ہمارے ساتھ  
 آکر کھاؤ۔ تمہاری مفارقت اب زیادہ گوارا نہیں۔ آپ یہ خواب دیکھ رہے تھے کہ  
 اچانک ایک غیبی صدا گونجی۔ جس کے یہ الفاظ تھے یا خلیل اللہ اسرا کیوا۔  
 اے خدائی لشکر سوار ہو جاؤ۔ ہنگام کارزار اور وقت قیام دارالقرار آگیا یہ آواز  
 کچھ ایسی زور سے آئی کہ تمام اہل حرم نے سنی اور امام پونک پڑے۔ غرضکہ کلمات  
 و داعیہ فرما کر سب کو وصیت صبر و شکیبائی کرتے ہوئے نشہ شہادت میں چور  
 تھے۔ کہ گریبان صبح قیامت چاک ہوا۔ آپ نماز صبح پڑھ رہے تھے کہ لشکر عمر  
 سعد کی میدان کر بلا میں آمد آمد شروع ہو گئی۔

## جنگ کی تیاری

اب صبح عشر روشن ہے۔ امام عرش مقام خیمہ اطہر سے برآمد ہو کر اپنے بہتر جاں نثار اور اکیس اعزاکا لشکر ترتیب دے رہے ہیں۔ وائیں بازو پر زہیزہ بن قیس بایں پر حبیب بن مطہر سردار بنائے گئے ہیں اور علم بردار حضرت عباس مقرر ہوئے ہیں۔ خیمہ اطہر کے چاروں طرف خندق کھود کر لکڑیاں بھر کر آگ لگا دی گئی ہیں۔ کہ دشمن حرم کی طرف راہ نہ پائیں۔

اس انتظام کے بعد امام جنت مقام تہیہ شہادت میں مشغول ہوئے۔ عبد الرحمن بن عبد اللہ نے یزید بن حصین ہمدانی سے جو خیمہ کے دروازہ پر کھڑے تھے کچھ مزاح فرمایا۔ آپ نے ابدیدہ ہو کر کہا۔ عبد الرحمن یہ وقت کون سی خوشی کا ہے جو آپ مذاق فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا گواہ ہے مجھے میری قوم خوب جانتی ہے۔ میں نے کبھی عمر بھری کسی سے مزاح نہ کیا۔ مگر اس وقت اس چیز کی خوشی و مسرت نے مجھے محظوظ کر رکھا ہے۔ جو عنقریب بہ تصدق امام ملنے والی ہے۔ آپ اس لشکر کو دیکھتے ہیں۔ جو ہمارے مقابلہ کے لیے تولا کھڑا ہے۔ خدا کی قسم ہم میں اور حوروں میں بس اتنا ہی تفاضل ہے کہ یہ تلواریں لے کر ہماری طرف آتے۔

## اتمام حجت بہ شکر انقیام

اب امام عالی مقام تشریف لاکر ناقہ اقدس پر سوار ہو کر تمام حجت کے لیے شکر انقیام کی طرف تشریف لے گئے۔ فرمایا لوگو! میری بات سنو۔ اگر تم انصاف کرو تو تمہارے حق میں اچھا ہے۔ ورنہ پھر جو تمہارے

جی میں آئے کرنا۔ ذرا میرا نسب تو یاد کرو اور سوچو میں کون ہوں۔ پھر اپنے  
ضمیر سے پوچھو کہ میرا قتل تمہیں روا ہے یا نہیں۔ میری بے حرمتی تمہیں حلال  
ہو سکتی ہے یا نہیں۔ کیا میں تمہارے بنی قاسم کو شر کا نواسا نہیں کیا میں  
راکب دوش رسول نہیں۔ کیا میں جو انسان جنت کا سردار نہیں۔ کیا اتنی باتیں  
تمہیں میری خوزیزی سے روکنے کو کافی نہیں۔

تمام لشکر میں سکوت تھا۔ کسی میں جواب کی تاب نہ تھی۔ آخر شمر ذی الجوشن  
خبیث آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس  
کوشن کو حبیب بن مطاہر سے نہ رہا گیا۔ جھنجھلا کر شمر سے فرمانے لگے او  
خبیث بیشک تو بہرا اندھا گونگا ہو چکا ہے۔ خدا نے تیرے دل پر مہر کفر  
لگا دی ہے تو کچھ نہیں جانتا۔

پھر امام نے فرمایا خدا کی قسم میرے سوار و سائے زمین پر کوئی نبیرہ  
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔ سچ کہو کیا میں نے تمہارا کوئی آدمی  
مارا ہے۔ جو انتقام لینا چاہتے ہو۔ یا تمہارا مال لوٹا ہے جو میرے اہلبیت  
کو لوٹنے کے لیے تیار ہو۔ آخر مجھ سے کس وجہ میں تم اتنی دشمنی کر رہے ہو۔  
جب کسی طرف سے جواب نہ ملا۔ تو آپ نے نام لے کر فرمایا۔ اے شہد بن  
ربیعہ۔ اے حجاز بن البحیر۔ اے قیس بن اشعث۔ اے زید بن عارض۔  
کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط نہ لکھے تھے؟ یہ خبثت صاف انکاری ہو گئے۔  
آپ نے فرمایا خیر تم نے لکھے ضرور تھے۔ مگر اس انکار کا بدلہ تم سے خدا  
لے گا۔ خیر۔ اے لوگو! اگر تم مجھ سے ناراض ہو تو مجھے واپس جانے دو۔  
اگر مکہ جانے سے مانع ہو تو کسی جنگل میں چلا جاؤں گا۔ مگر انہوں نے  
کچھ جواب نہ دیا۔ تو آپ مایوس ہو کر واپس آئے اور ناقہ اقدس سے اتر

پڑے۔ مگر نہ ہیر بن ٹلیس سے نہ رہ گیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور فرمایا۔ اے کوئیو! اس سرکش ابن سرکش ابن زیاد بد نہاد کی پیروی سے باز آؤ۔ دیکھو نبی کے نواسے کا مقابلہ ہے۔ اس میں ذرا غور کرو۔ کوئیوں نے فوراً جواب دیا کہ جب تک تمہیں اور تمہارے سردار کو ہم قتل نہ کر لیں گے یا مطیع بنا کر ابن زیاد کے پاس نہ بھیج دیں گے۔ یہاں سے نہ ٹلیں گے۔

زہیر نے فرمایا۔ خدا کی قسم! فاطمہ زہرا کے لاٹھلے سیدنے کے تاخلف بیٹے سے زیادہ مستحق محبت ہیں۔ اسپر شمر روو نے ایک تیر آپ پر چلایا اور کسا بس خاموش۔ کب تک ہمارا سر چاٹے گا۔ زہیر نے فرمایا ادا بڑوں پر موتی والے گنوار کے نیچے میں تجھ سے بات نہیں کرتا۔ تو نرا جانور ہے۔ تجھے عنقریب جہنم کی دیکتی آگ میں جانا ہے۔ شمر نے کہا کوئی گھڑی گزرتی ہے۔ کہ تم اور تمہارے سردار اب موت کے گھاٹ اترتے ہو۔ آپ نے فرمایا اور روک بے ایمان! کیا ہمیں موت سے ڈرانا ہے۔ خدا کی قسم ان کے قدموں میں مرنا عمر جاوداں حاصل کرنا ہے۔ خدا کی قسم تم لوگوں کو سرکار مدینہ کی شفاعت سے محرومی ہے۔ بات بڑھتی دیکھ کر امام عالی مقام نے زہیر کو واپس بلا لیا۔ اور ابن سعد شقی ازلی نے لشکر کو حکم دیا۔ کہ امام عالی مقام کی طرف بڑھے۔

## حضرت شمر کا میدان میں آنا اور امام ہمام کی پیروی کرنا

عربین ریاحی ابن سعد سے فرمانے لگے۔ تجھے اللہ کی مار تو ان سے رٹنے کا حکم دے رہا ہے۔ جو ساقی کو فرکے جگر گوشہ ہیں۔ ابن سعد نے کہا ہاں بڑوں کا اور ایسا کروں گا جس کا ادنیٰ درجہ سروں کا کاٹنا اور ہاتھوں کا کٹنا



ہے۔ حرنے کہا وہ تین باتیں جو انھوں نے پیش کی تھیں سبھی منظور ہیں تو کہنے لگا  
ان کا منظور کرنا میرے اختیار سے باہر ہے۔

حرب مجبور جواب سن کر لشکر امام کی طرف بڑھے۔ مگر اس طرح کہ بدن کانپ  
رہا تھا۔ پہلو میں دل پھر ٹک رہا تھا۔ ان کے ایک ہم قوم نے حر کے جسم پر عرشہ  
دیکھ کر کہا کہ حر میں کوفہ کے لوگوں میں ایک تم کو بہادر مانتا ہوں۔ مگر آج یہ حالت  
مجھے شبہ میں ڈالتی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ ایک طرف  
جنت کے خوش رنگ پھول کھل رہے ہیں اور ایک جانب جسم شعلہ زن ہے اور  
حقیقت یہ ہے کہ اگر میرے جسم کے پرزے پرزے کر دیتے جاتیں تو میں  
جنت چھوڑتا گوارا نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑوی اور امام عالی مقام کی خدمت  
میں حاضر ہو گئے اور قدم چوم کر کہنے لگے۔ اللہ مجھے حضور پر قربان کرے۔ حضور میں  
وہی سید روح ہوں جو واپس جانے سے حضور کو مانع ہوا تھا۔ جس نے حضور کو  
حراست میں لیا تھا۔ خدا کی قسم مجھے یہ گمان نہ تھا کہ یہ بد بخت حضور کے ایسے  
دشمن ہو جائیں گے اور یہاں تک نوبت پہنچے گی۔ اب جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ لیکن تائب  
ہو کر اب حاضر ہوا ہوں۔ اگرچہ منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں۔ مگر ع

یا رسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام

اور حضور کے قدموں پر اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہوں کیا میری توبہ حضور کے نزدیک  
مقبول ہو سکتی ہے؟

آپ نے حر کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ ہاں۔ اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان  
ہے اور جب ہم تم سے خوش ہیں۔ تو ہمارے جدا مجد بھی خوش ہیں۔ اور جدا مجد  
کی خوشنودی سے خدا کی رضامندی لازمی ہے۔ یہ مژدہ سن کر اجازت حرب  
چاہی۔ مگر امام نے روک لیا۔ آخر گھوڑے پر سوار ہو کر اشقیاء کی طرف بڑھے اور

کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ اسے کو فیو! تمہاری مائیں تمہیں روئیں۔ کیا تم نے امام کو دشمنوں کے پنجہ میں دینے کو بلایا تھا۔ کیا تم نے ان سے وعدہ نہ کیا تھا۔ کہ اپنی جانیں ان پر نثار کریں گے۔ اب تمہیں ان کے خون کے پیاسے ہوارے بے دینو! اگر ان کی تعظیم و تکریم بالائے طاق کرتے ہو تو کم از کم انہیں اجازت دے دو کہ وہ کسی گاؤں میں جا رہیں۔ تم نے انہیں قیدی بنا کر بے دست و پا کر رکھا ہے۔ فرات کا بہتا پانی ان پر بند کر دیا ہے۔ پیاس کی شدت نے انہیں نیم جاں کر رکھا ہے۔ اگر تم باز نہیں آتے تو اللہ تمہیں قیامت کے دن پیاسا رکھے گا۔

اس جواب میں صفوف اشقیاء نے بگڑ کر حضرت حر پر تیر برسوں شروع کئے۔ آپ واپس لوٹ کر امام کے آگے کھڑے ہو گئے۔ لشکر اشقیاء سے ابن زیاد کا غلام یسار اور دوسرا غلام سالم میدان میں آیا اور مبارز طلب کرنے لگا۔ تو باجائز امام سب سے پہلے عبداللہ بن عمر کلبی مقابلہ میں تشریف لے گئے۔ دونوں کہنے لگے۔ ہم تمہیں نہیں جانتے۔ زہیر بن قیس یا حبیب بن مہر یا بریر بن خضیر کو ہمارے سامنے بھیجو۔

## حضرت ابن عمر میدان میں

حضرت عبداللہ بن عمر نے یسار سے فرمایا۔ ہاں۔ ہاں! او بدکار زاینہ کے بچے تو مجھ سے نہ لڑے گا۔ تیرے مقابلہ کے لیے بڑے بڑے چاہتیں۔ یہ فرما کر ایک ہاتھ مارا کہ نصیبت واصل جہنم ہو گیا۔ معاً سالم نے آپ پر وار کیا۔ آپ نے بائیں سے روکا۔ انگلیاں اڑ گئیں۔ جھپٹ کر جو وار کیا تو ایک ہی ہاتھ میں دو پرکالے ہو کر واصل جہنم ہو گیا۔ یہ عبداللہ کو فی ہیں۔ امام کے ساتھ معہ اپنی بیوی کے جاں نثاری کو آئے تھے۔ بیوی نے بچھا کہ خاوند کی انگلیاں

خون کے فوارے سے دسے رہی ہیں۔ خیمہ کی چوب ہاتھ میں لے کر میدان میں آگئیں اور اپنے شوہر سے فرمانے لگیں۔ ہاں میں قربان جلدی جلدی ان شقیوں کو جہنم پہنچا۔ اور ان ستھرے پاکیزہ نبی زادوں پر صدقے ہو جا۔ آپ نے جو بیوی کو دیکھا۔ تو فرمایا جاؤ تم عورتوں میں بیٹھو۔ نہ مانیں اور فرمایا۔ میں تمہارے ساتھ مروں گی۔ امام نے جو دیکھا۔ تو آواز دی اور فرمایا۔ اے بی بی اللہ تم پر رحمت کرے۔ آجاؤ عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔ حکم شاہی سن کر واپس آگئیں۔ پھر ابن سعد کے میمنہ سے عمرو بن الحجاج اپنے سوار لے کر آگے بڑھا۔

اس کے ساتھیوں میں سے ایک خبیث ابن حوذہ کہنے لگا۔ کیا تم میں حسین ہیں؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ تین بار کے سوال کے بعد کہا گیا۔ تجھے کیا کام ہے؟ کہنے لگا۔ ان سے کہو تمہیں آگ مبارک ہو۔ آپ کو سنتے ہی جوش آگیا اور فرمایا۔ یہ کون خبیث ہے۔ جو آل رسول کی شان میں یہ گستاخی کرتا ہے۔ نام بتایا گیا۔ آپ نے اسی جوش میں فرمایا اللہم خلاۃ الی الناس الہی اسے آگ کی طرف پکڑ لے۔ اس جملہ کو سنتے ہی وہ غضب ناک ہو کر امام کی طرف گھوڑا بڑھا کر چلا کہ یکا یک گھوڑا بھڑکا۔ اور یہ پھسلا ایک پیر رکاب میں ابھارہ گیا۔ گھوڑا اڑا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس مروود کی ران پنڈلی ٹوٹی۔ سر پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوا۔ آخرش اسی حال میں داخل جہنم ہوا۔

## مشروق بن وائل خضری

مشروق بن وائل خضری امام مظلوم کا سر مبارک لینے کی تمنا میں آیا تھا۔ مگر ابن حوذہ کا یہ حال دیکھ کر لرز گیا۔ اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم میں تو اہلبیت سے کبھی نہ لڑوں گا۔

## بریر ہمدانی

یزید بن معقل خبیث حضرت بریر سے کہنے لگا کہ تمہارے خدا نے تمہارے ساتھ یہ کیا کیا؟ آپ نے فرمایا کیا کیا؟ کہنے لگا؟ اپنا دوست بنا کر تمہیں چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا تو بھوٹا ہے۔ خدا کی قسم خدا نے ہمیں نہ چھوڑا۔ کہنے لگا۔ تو لو آؤ۔ تم ہم مباہلہ کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا خدا بھوٹے پر لعنت کرے اور سچے کے ہاتھ سے جھوٹے کو قتل کرے۔ وہ راضی ہو گیا۔ بعد مباہلہ کے ابن معقل نے بریر پر تلوار چھوڑی۔ خالی گئی۔ حضرت بریر نے جو وار کیا تو خود کو کاٹ کر بھیجا چاٹ گئی۔ یہ دیکھ کر رضی بن منقذ دوڑا اور حضرت بریر سے پیٹ لگا گیا۔ کشتی ہونے لگی۔ آپ نے اسے دے مارا اور سینہ پر چرطہ کر گردن کاٹنا چاہتے تھے کہ کعب بن جابر ازدی نے پیچھے سے نیزہ مارا جو پشتِ اقدس میں ڈوب گیا۔ آپ نے نیزہ کھا کر دانتوں سے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ کعب نے جھپٹ کر تلوار ماری۔ آپ شہید ہو گئے **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** کعب کے اس رویہ کو اس کی بیوی نے جب سنا تو اس سے کہا کہ میں تجھ سے کچھ واسطہ رکھنا نہیں چاہتی۔ تو نے فاطمہ کے جگر گوشہ کے دشمنوں کو مدد دی اور عالموں کے سردار بریر کو شہید کیا۔

## حضرت وہب بن عبد اللہ میدان میں

پھر حضرت وہب بن عبد اللہ کلبی باجارت امام میدان میں آئے۔ وہب جوان زیبا۔ نیک خو۔ چہرہ مثل ماہ تابندہ۔ زلفیں مثل سنبل ترسیاہ تھیں۔ نقاش ازل نے **وَصَوَّرَهَا كَأَنَّهَا خَيْرُ حَسَنٍ صَوَّرَهَا كَأَنَّهَا خَيْرُ حَسَنٍ** کا نقشہ کھینچا

تھا اور فی احسن تقویٰ کی لوح پر تصویر بنائی تھی۔ سب سے زیادہ جگر خراش اور رنجِ امیرِ قصہ یہ ہے کہ آپ کی شادی کو آج سترہ دن گزرے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ قمر رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں۔

اسے چراغِ جسم و جان مادر اسے گلِ روح روان اختر۔ اگرچہ میں ایک ساعت بغیر تیرے رہنا پسند نہ کرتی تھی۔ مگر آج جبکہ جگر گوشہ مصطفیٰ پر اس دشت

بلا میں گروہِ اشقیاء کے یہ جو روجفا ہیں۔ مجھے تیری جدائی گوارا ہے۔ بیٹا

میں چاہتی ہوں کہ تیرے خون کا شربت پیوں۔ میری آرزو ہے کہ تیرا

یہ مکھڑا خاک و خون میں رنگ کر میری آنکھوں میں روشنی دے۔ تیری

دلہن کا سہاگ خاک میں مل کر دوامی سہاگ کی عزت پائے۔

خاک

بیٹا جاؤ اور امام سے اجازت جنگ لے کر حسین پر صدقہ ہو جاؤ۔

اپنے سر کو ان کے قدموں میں فدا کر دو۔ وہب نے عرض کی۔ اماں جان

مجھے سب منظور ہے۔ مگر اس کو کھیا دلہن کا خیال ہے کہ اس کے دل پر

کیا گزرے گی۔ اس نے اس غربت میں میرا دامن تھا ما ہے میرے بعد

وہ کس کی ہو کر رہے گی۔ ماں نے کہا بیٹا اسے خدا کے سپرد کرو۔

اس کا اللہ نگہبان ہے۔ عرض کی اجازت ہو تو مہر معاف کرالوں تو مخرمایا ماں

جاؤ اور مہر معاف کرالو۔ وہب بن عبد اللہ کلبی بیوی کے پاس تشریف

لائے اور فرمانے لگے۔ اے بانوئے دمساز۔ اے مونسِ دلنواز۔ ابن

رسول اللہ پر آج مصیبت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی حمایت میں اشقیاء

کا مقابلہ کر کے ان پر اپنی جان نثاروں اور فرودستے قیامت شفاعت

مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء کا اُمیدوار بنوں۔ یہ سن کر اس نو عروس نے ایک

آہ سرد دل پر دروسے کھینچی اور کہا اسے یارِ غمگسار۔ اے امیں روزگار۔

تم نے ایسا کام کہا ہے۔ جس کے لیے میں خود بھی تیار تھی۔ مگر کیا کروں شریعت عورتوں کو اجازت نہیں دیتی۔ شوق سے جایتے۔ اور اس سہاگ کو خاک میں ملا کر کشت زار خلد میں بہا دیکھنے کی اُمید رکھیے۔ مگر ایک شرط یہ ہے میں شہزادہ صاحب کی خدمت میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ تم اجازتِ حرب لے کر ان کے روبرو مجھ سے اقرار کرو کہ میرے بغیر بہشت میں قدم نہ رکھو گے اور میں اسی سرکار میں تمہارا مہر معاف کروں گی۔

حضرت وہب بیوی کا ہاتھ تھامے امام عرش مقام کے حضور میں آتے۔ اس عروس نے تمام قصہ کہا اور زار زار رونے لگی اور عرض کرنے لگی۔ حضور میں لے سنا ہے کہ بوشہید ہو کر پشتِ زین سے فرشِ زمین پر گرتا ہے۔ اُسے حوریں اپنی بغل میں اٹھا کر بہشت لے جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا بیشک میرے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عرض کرنے لگیں۔ یہ میرا شوہر بھی اپنا سر حضور کے قدموں پر فدا کر نیو آیا ہے۔ میں اس شرط کے ساتھ مہر بھی معاف کرتی ہوں اور اجازت بھی دیتی ہوں کہ قیامت کے دن یہ میرے بغیر بہشت نہ جائیں۔ حضور اس امر کے ذمہ دار ہوں اور یہ کہ اس کے بعد حضور مجھے حرمِ محترم کی لونڈیوں میں داخل فرمائیں۔

اس بیان پر امام اور تمام اہلِ خیمہ زار زار رونے لگے پھر وہب دست بستہ کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے۔ اے ابن رسول اللہ۔ میں نے اپنی بیوی کی شرط منظور کی ہے۔ بشرطیکہ حضور کے جد امجد میری جان عزیز کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر میری شفاعت فرمائیں اور اس کو حضور کی حفظ و حمایت میں چھوڑتا ہوں۔ امام نے فرمایا۔ وہب اس کے کیا معنی

کہ بشرطیکہ قبول فرمائیں۔ نہیں بلکہ تم سے ہم خوش ہمارے جدا مجد راضی اور خدا کی رحمتیں بے حد تم پر نازل ہوں۔

یہ مشرودہ سن کر وہ سب سوار ہو کر اور چودھویں رات کے چاند کی طرح شکر شامی پر طلوع ہوئے۔ زرہ بہن رکھی تھی اور سپر پست پر لشکر ہاتھانیزہ دائیں ہاتھ میں لیے موت کی طرح دشمنوں کے سر پر پھینچے اور لشکر کر یہ رجز پڑھا

امیری حسین و نعم الامیر

لہ لمعتہ کالسراج المنیر

پھر مبارک طلب فرما کر جوہر پہگری دکھانے شروع کئے۔ بہت جہنمی واصل جہنم کر کے اپنی ماں کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اما جان آپ مجھ سے راضی ہوئیں یا نہیں۔ ماں نے بہت سی دعائیں دے کر رخصت کیا۔ پھر اس دلہن کی طرف آئے جو اپنے ہاتھوں اپنا سہاگ خاک میں ملانے کو تیار ہو گئی تھی۔ دیکھا کہ سوز فراق سے سرگرم نالہ ہے اور اپنے سہاگ پر آنسو بہا کر زار زار گریاں ہے۔ آپ گھوڑے سے اترے اور فرمانے لگے۔ اے میری پیاری بیوی روتی کیوں ہو۔ عرض کرنے لگیں

جانِ غم فرسودہ دارم چوں نسالم آہ آہ

آہ درد آلود دارم چوں نگریم زار زار

حضرت وہب نے اپنی دلہن کا سر بغل میں لے کر سمجھانا اور ہمت بڑھانا شروع کیا۔ اتنے میں میدان جنگ سے ہل من مہا سنا کی صدا کان میں آنے لگی۔ اس آواز کے سنتے ہی وہب گھوڑے پر چڑھے اور دواغ کہتے ہوئے میدان میں آئے دلہن زار زار روتی تھی اور کہتی تھی

از پیش من آں لعل چوں تعجیل کناں رفت

دل نعرہ بر آورد کہ جاں رفت و دواں رفت

اس وقت محکم بن طفیل ایک شامی شہسوار اور شجر بہ کار شخص مقابلہ میں کھڑا ملا۔ آپ نے ضرغام اجام کی طرح اس پر حملہ فرمایا اور ایک ہی حملہ میں واصل جہنم کیا۔ لشکر اشقیاء میں دھوم تھی کہ اب کون مقابلہ میں جائے آپ نیزہ ہلا ہلا کر مبارز طلب فرماتے رہے مگر نامردوں میں سے کسی کی تاب نہ تھی جو سامنے آتا۔ آخر نشہ شہادت نے از خود رفتہ کیا اور لکارتے ہوئے خود ہی قلب لشکر میں بھوکے شیر کی طرح جا پڑے۔ یزیدی بھیڑوں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ آخرش ابن سعد نے آواز دی کہ اے لشکر یو! کیا ہو گا۔ کہ ایک شخص کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اس آواز پر تمام طہمی دل آپ پر ٹوٹ پڑا۔ ناگاہ کسی نجیٹ کا تیر آپ کے مرکب کی پیشانی پر لگا وہ گر کر رخصت ہوا۔ وہب پیادہ پارہ گئے۔ دشمنوں نے موقع دیکھ کر اس زخمی شیر کو گھیر لیا اور گرا کر سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ آپ کی والدہ یہ سب قصہ دیکھ رہی تھیں دوڑیں اور سر اٹھا کر کلیجہ سے لگا کر خیمہ میں لائیں اور دہن کی گود میں ڈال دیا۔ دہن نے اپنی پشت پناہ کا سر جو گود میں دیکھا۔ ایک چیخ ماری اور جاں بحق تسلیم فرمائی۔ ”دوست از دوست واصل شد“ امام ہمام کو ان دونوں کی جان کا بعد غایت ملال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

عمرو بن خالد از دی میدان میں

اس کے بعد حضرت عمرو بن خالد از دی مرکب تانای پر سوار ہو کر

باجازت امام میدان جنگ میں آئے۔ اور سنان جانتان سے اوراق



عمر و شمنائاں پر اگندہ فرماتے ہوتے متوجہ بریاض خلد ہوتے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

## خالد بن عمرو ازدی

ان کے بعد حضرت خالد بن عمرو ازدی، حضرت عمرو بن خالد کے صاحبزادے تشریف لائے اور جوہر شجاعت دکھا کر بہشت بریں کو سدھارے

چوں ذرہ بخورشید درنشاں پیوست  
چوں قطرہ سرگشتمہ بتماں پیوست  
تن بود میان وے و جانان حائل  
فی الحسب کہ جاں داد بجاناں پیوست

## سعد بن حنظلہ میدان میں

پھر حضرت سعد بن حنظلہ تمیمی جو مشہور نبرد آزما تھے۔ عرصہ گاہ نبرد میں تشریف لائے اور شمشیر و زبان سے زمین کو بلا کو لالہ زار بہشت بریں پہنچے۔

## عمرو بن عبد اللہ ندبجی

پھر حضرت عمرو بن عبد اللہ ندبجی نے دریائے کشت و خون میں غوطہ لگایا۔ جدھر تیغ خون آسم چمکتی تھی۔ صفیں کی صفیں صاف نظر آتی تھیں۔ آفرش روح پاک نے نشیمن خاک سے نفرت کر کے آشیانہ افلاک کی طرف رخ کیا۔

## حماد بن انس

پھر حضرت حماد بن انس اپنے اسپ صبار رفتار پر سوار ہو کر میدان

میں تشریف لائے اور ہزاروں سرگیند کی طرح لڑھکا کر شہیدوں میں جا ملے۔

## وقاص بن مالک میدان میں

پھر حضرت وقاص بن مالک سرگرم کارزار ہوئے اور نامی دشمنوں کو چُن چُن کے واصل جہنم فرما کر نرغہ میں پھنسنے اشقیاء کی ضربوں نے آپ کے پُرزے اڑا دیئے آخرش ۵

جذعہ از جام شہادت چشید  
رنختہ بایوان سعادت کشید

## مشریح بن عبد اللہ میدان میں

بعد ازاں حضرت مشریح بن عبید اللہ میدان میں تشریف لائے۔ اتفاق سے آپ کے گھوڑے کا پاؤں رپٹا اور آپ زمین پر گر پڑے اور فوج اشقیاء نے ہر طرف سے آپ کو گھیر گھیر کر اس قدر حملے کئے کہ جسم مبارک چور کر دیا۔

## مسلم بن عوسجہ میدان میں

پھر حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی امام سے اجازت لے کر تشریف لائے۔ یہ ایک مرد مردانہ اور شجاع یگانہ نبرو آزما ہیں۔ جنگ آذربائیجان میں آپ نے کارہائے عظیم نمایاں فرمائے ہیں۔ اور مشرکوں کا دم ناک میں کر دیا تھا۔ آپ نے قرآن مجید چند بار حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا سے پڑھا ہے اور آپ کو بوجہ آپ کی سچی باوفائی کے اپنا بھائی فرمایا کرتے تھے۔ جب

آپ میدان میں آکر مبارز طلب ہوئے تو ایک شخص جہنمی شور و بشت آیا۔ آپ نے اس کے وار کور و کر کے نیزہ مارا تو سیدھے پہلو میں غرق ہو گیا اور واصل جہنم ہوا۔ دوسرا لکاڑا ہوا آیا۔ اُس نے بھی جہنم کی راہ لی۔ ابن سعد کے حکم سے تیسرا آگے بڑھا وہ بھی واصل جہنم ہوا۔ غرض کہ اسی طرح آپ کے دستِ حق پرست سے پچاس نامی گرامی شجاع واصل جہنم ہو گئے۔ تو بحکم ابن سعد خبیث چھ آدمی مل کر مقابلہ میں آئے۔ آپ نے بھی اس بہادری سے مقابلہ فرمایا کہ چھ کے چھ جہنم پہنچے فوج نے جب یہ حالت دیکھی تو لرز نے لگی۔ ناچار ابن سعد نے جمہوری حملہ کا حکم دیا۔ آخرش وہ محمدی کچھار کا شیر نر زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا۔ جناب امام اور حضرت حبیب بن مظاہر فوراً دوڑے اور سربانے آکر کھڑے ہوئے۔ کچھ جان باقی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اے مسلم بہت سے تمہارے ساتھی جنت پہنچ گئے ہیں اور کچھ تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ چلو ہم بھی کوئی دم میں تم سے آکر ملنے والے ہیں۔ آپ نے یہ آواز سن کر آنکھیں کھولیں۔ اور دیکھا کہ شہزادہ صاحب سربانے ہیں۔ تو آپ کو دیکھ کر سکرانے اور عرض کی ع

اے خوش آلِ راستہ کہ دروے چوں تو ہر ہے بود

اور بہشت بریں کو سدھارے

ابن مسلم عوسجہ میدان میں

پھر آپ کے صاحبزادے حضرت ابن مسلم عوسجہ اسدی تلوار لے کر روتے ہوئے میدان میں بڑھے۔ امام نے دیکھا تو فرمایا اے ابن مسلم واپس

آؤ۔ میں تمہیں اجازت نہیں دیتا۔ حکم امام سننے ہی واپس لوٹ آئے۔ مگر ماں نے علیحدہ بلا کر کہا۔ کہ بیٹا باپ کے قدم بقدم چل ورنہ مجھے صورت نہ دکھا۔

پیشن کر آپ نے امام سے گڑ گڑا کر اجازت لی۔ امام نے فرمایا۔ ابن مسلم تم اکلوتے نیچے ہو۔ تمہاری بڑھیا ماں جان دے دے گی۔ عرض کی حضور وہ تو میرے اس لوٹ آنے پر ہی ناراض ہیں۔ آخر اجازت پا کر میدان کو دوڑا۔ ماں بھی پیچھے پیچھے دوڑیں اور کہتی چلی۔ ہاں جان مادر! دنیا کی پیاس کی پرواہ نہ کر اور اپنی جان ساقی کوثر کے جگر گوشہ پر نثار کر دے۔ وہ پتہ شیر مثل ضرغام اجام میدان میں ایسا پھر کہ ایک ہی وار میں اشقیاء میں سے ۲۰ کو اصل جہنم کیا آخر کار جام شہادت نوش فرمایا۔ ماں نے سر اٹھا کر سینہ سے لگایا اور کہا کہ بیٹا اب میں تجھ سے خوش ہوں۔

## ہلال بن نافع بجلی میدان میں

اس کے بعد جناب ہلال بن نافع بجلی نے امام سے اجازت عرب چاہی یہ وہ ہلال ہیں کہ نام سے ہلال اور کام میں بدر کمال ہیں۔ ان کی شادی بھی ابھی ہوئی ہے یہ بھی چپسہ دن کے دولہا ہیں۔ جس وقت آپ نے عزیم میدان فرمایا۔ دلہن نے دامن تمام لیا اور عرض کیا کہ آپ تو مرنے کو جا رہے ہیں۔ میرا سہارا پھر کیا ہے۔ حضرت امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع ملی۔ آپ نے بھی بیوی کی طرف داری فرمائی۔ ہلال نے عرض کی کہ حضور مجھ سے یہ کبھی نہ ہوگا۔ کہ آپ کو اس مصیبت حبانگاہ میں چھوڑ کے محض بیوی کے خیال سے رہ جاؤں اگر

خدا نخواستہ یہ خیال بھی میرے دل میں آجائے تو میں قیامت کے دن آپ کے جد امجد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا صورت دکھا سکتا ہوں۔ حضور اللہ واسطے مجھے اجازت عطا فرما دیجئے۔ بیوی نے رو کر عرض کی حضور اس شرط سے اجازت دیجئے کہ قیامت میں مجھے اپنے ہمراہ لے کر جنت جائیں۔ ہلال نے عرض کی یہ شرط مجھے منظور ہے۔ چنانچہ میدان کا رزار میں آئے اور جرز پڑھنے شروع کئے۔ پھر مبارز طلب ہوئے لشکر شامی سے قیس مقابلہ میں آیا ابھی وہ قریب نہ آیا تھا۔ کہ ہلال نے کمان تانی اور ترکش سے تیر چھوڑا سپر چیر کر سینہ سے پار ہو گیا اور سونوار زمین میں گھس گئی۔ ابن سعد نے ہلال کی یہ قوت دیکھ کر سخت تعجب کیا۔ ادھر فوج میں سے کسی دوسرے شخص کی بہمت ہی نہ تھی جو مقابلہ میں آتا۔ حضرت ہلال نے بے دینوں کی یہ بزدلی دیکھ کر خود ہی لشکر پر حملہ کر دیا۔ آپ کے ہر تیر نے اشقیاء کے چہرے پہا اور چھیدنے شروع کئے۔ روایت ہے کہ آپ کے پاس اسی تیر تھے۔ ان میں سے ایک تیر بھی خالی نہ گیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو شمشیر زنی کی نوبت آئی۔ آپ کی تلوار نے بھی کالی ناگن کی طرح صفوں اشقیاء کے سرخنوں کو ڈسنا شروع کیا۔ کہ آخر شیکبارگی حملہ نے آندھی کی طرح آپ کو گھیر لیا۔ غرض کہ آپ ہی سخت زخمی ہو کر بہشت برس کو سدھارے۔

## عبداللہ یزنی میدان میں

پھر حضرت عبداللہ یزنی میدان میں آئے اور اٹھائیس بے دینوں کو تیر تیغ فرما کر اعلیٰ علیین پہنچے۔

## یحییٰ بن سلیم میدان میں

پھر حضرت یحییٰ بن سلیم مازنی نے میدان میں آکر پہلے میمنہ اشقیاء کو زیر و زبر

کر دیا۔ پھر آتش جنگ ایسی بھڑکانی کہ میسرہ پر جا کر ختم کی۔ آفرش شہید  
ناز ہوئے۔

## عبدالرحمن بن عمرو غفاری میدان میں

بعد ازاں حضرت عبدالرحمن بن عمرو غفاری رجز پڑھتے ہوئے میدان  
میں تشریف لائے اور دم زدن میں ۳۰ آدمی حاصل جہنم فرما کر زخمی ہوئے۔  
اچانک ایک تیرپیشانی اقدس پر لگا۔ آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور ۱۲  
آدمی اور مار کر حاصل خلد ہوئے۔

## مالک بن انس میدان میں

پھر مالک بن انس باجارت امام میدان میں تشریف لائے اور ابن سعد  
کے آگے کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ اے عمرو اگر تیرے باپ سعد بن وقاص  
کو یہ معلوم ہوتا کہ تو ان کی روح کو یوں صدمہ پہنچائے گا اور ایسا بے دین  
نکلے گا۔ تو تجھے پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے۔ یہ سن کر بجائے اس کے کہ  
خجل و منفعل ہوتا اور اشتیاء کو ان کے قتل کا حکم دیا۔ چاروں طرف سے  
شامی کتے ٹوٹ پڑے اور آپ خوران ہشتی کی گود میں پہنچ گئے۔

پھر عمرو بن مطاع جعفی میدان میں تشریف لائے اور داد  
شجاعت دے کر بہشت پہنچے۔

پھر قیس بن منبہ بھی اپنی شجاعت و دلیری کی داد دے کر بہشت پہنچے۔  
جب اٹھارہ جان نثار اس طرح دریائے خون میں نہا کر  
بہارستان خلد میں جاگزیں ہو گئے۔ تو امام اس فکر میں بیٹھے تھے اور دل  
میں فرما رہے تھے کہ

شکل اُمید تو کبھی ہم کو نظر آتی ہے  
صورتِ یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہے

## ہاشم بن عتبہ میدان میں

کہ اتنے میں خیمہ کی دائیں طرف سے گرداڑتی نظر آتی۔ جب قریب ہوئے  
تو دیکھا کہ ایک سوار اسپ برق رفتار پر آتا ہے۔ جس کے سر پر خود ہے۔ نیزہ ایک  
ہاتھ میں ہے۔ کندھے پر تیرکمان ٹٹک رہی ہے۔ دوسرے ہاتھ میں شمشیر دو  
دم ہے۔ اور سیدھا شقیہ میں پہنچ کر لٹکا رہا کہ اسے بے دینوں اگر تم نہ جانتے  
ہو اب جان لو۔ میں تمہارے روسیہ سپہ سالار ابن سعد نابکار کا چچا زاد بھائی ہاشم  
بن عتبہ ہوں۔ ٹھہر جاؤ۔ اس بے دینی کا ایک ایک کو مزہ چکھاؤں گا۔

یہ کہہ کر امام کی طرف پھرا اور سلام عرض کی۔ قدم پوم کر عرض کرنے لگا حضور  
میرے حقیقی چچا کا بیٹا عمرو بن سعد ہے۔ جو حضور کے خون کا پیاسا ہے۔ اور میں  
حضور کے خاک قدم پر نثار ہونے کو آیا ہوں۔ میں وہی ہاشم ہوں جس نے جنگ  
صفین میں بڑے بڑے کار نمایاں کئے تھے اور اپنے چچا کے ساتھ حاضر  
ہوا تھا۔ اب صبر کی قوت نہیں بٹھا اجازت عرب ملے کہ دل کے حوصلہ نکالوں  
اور حضور پر قربان ہو کر حضور کے جدا مجد سلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچوں۔

آپ نے فرمایا ہاشم! ابھی تم ٹھہرو دوڑے آئے ہو تازہ دم ہو لو پھر  
خواہ میں روکوں یا نہ روکوں ہمارے دوست ہونے کی حیثیت سے اسی راستہ گزرا گزیر  
ہے۔ مگر اصرار کر کے اجازت لے لی اور میدان میں تشریف لائے اور لٹکارے  
کہ تم میں سے کوئی میرے سامنے نہ آئے۔ مجھے ابن سعد سے کام ہے اسے  
بھیجو ہم دونوں آپس میں فیصلہ کر لیں گے۔ ابن سعد ہاشم اپنے چچا زاد بھائی کو

جانتا تھا۔ تھرانے لگا اور کہنے لگا۔ یہ میرا بھائی ہے۔ میں اس کے سامنے  
جانا پسند نہیں کرتا۔ تم سے کوئی تجربہ کار جائے۔

## سمعان بن مقاتل سے مقابلہ

آخر سماع بن مقاتل حاکم حلب سامنے آیا۔ اسے یزید نے ہزار سواروں کی  
ساتھ کر بلا میں ابن زیاد کی مدد کو بھیجا تھا۔ یہ مرد جہاں دیدہ اور تلخ و شیریں چشیدہ تھا۔  
ہاشم سے کہنے لگا۔ اے عربی پیشوا او کچھ تیرے بھائی ابن سعد کو ملک رسے اور  
طبرستان اسی کام کی بدولت ملا ہے۔ تو جن کی مدد پر آیا ہے۔ ان کے پاس کچھ نہیں  
ہے۔ ہاشم نے فرمایا۔ او کمینہ سگ دنیا زبان سنبھال۔ بک بک نہ کر۔ تجھے  
ان کے اعزاز کی خبر نہیں۔ مردود وہ جن کی مدد پر یا جن پر فدا ہونے کو میں آیا

ہوں وہ سے

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

اے سماع! اگر تو مسلمان ہے تو ضرور ان کے مرتبہ سے واقف ہو گا اور  
اگر سگ دنیا بنے گا۔ سماع خبیث کہنے لگا ہاشم تو اپنے بھائی سے شرما اور  
ابن زیاد سے ڈرا اور اپنے خاندان کو شکست و ہزیمت کے داغ سے  
بچا۔ آپ کو غصت آیا اور فرمایا۔ لعنت ہے ابن زیاد بد نہاد پر جس نے خود جہنمی  
ہو کر میرے بھائی کو بھی جہنمی کیا۔ خبیث ہمیں کیا طورا تا ہے۔ وہ دیکھ باغ  
بہشت لہرا رہا ہے ہم ابھی وہاں پہنچتے ہیں اور تو عنقریب جہنم کی دکھتی آگ میں  
جاتا ہے۔ یہ کہہ کر لاکار سے کہ ہوش کر اور محمدی کچھار کے شیروں کا حملہ دیکھ۔ نیرہ  
زی ہوئی۔ سماع بھی اتنا ہی ماہر فن تھا جتنا کہ ہاشم۔ باہمی خوب جواب ہوتے۔



آخر سمان نے ایک بار نیزہ آپ کے سینہ پر مارا۔ آپ نے پشتِ شمشیر سے ایسا روکیا۔ کہ سمان کے ہاتھ سے نیزہ چھوڑ کر دوڑ جا کر اچا ہتا تھا کہ ہاشم پر تلوار کا وار کرے۔ مگر آپ نے اسے مہلت نہ دی اور موت کی طرح آپ کی صمصام خون آشام نے سر سے زین تک منصفانہ دو پرکالے کر دیتے۔ جو گھوڑے کے دونوں طرف گرنے۔ سپاہ امام ہمام نے غلغلہ تکبیر بلند کیا۔ اور جناب ہاشم کو ان کی مہارت فن کی داد دی۔ آپ جوش میں گھوڑا چمکا کے ابن سعد کے سامنے جا لدا کار سے اور فرمانے لگے۔ ابن سعد آج مجھے عجب منظر نظر آ رہا ہے۔ خدا کی شان ہے۔ جنگ احد میں عم مکرم جناب سعد بن وقاص رسالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا کر رہے تھے اور نیزہ بڑھ کر دشمنوں پر چلاتے تھے۔ آج تو ان کا ناخلف بیٹا ان کے جگر گوشہ کا دشمن ہے۔ میرے باپ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر وندان مبارک پر مارا جس سے ثنا یا علیا شہید ہو گئے تھے۔ آج ان کا بیٹا فرزند رسول پر جان فدا کر رہا ہے۔ اللہ اکبر! کافر کا بیٹا جنت کا مالک بن رہا ہے۔ اور مبشرہ جنت کا بیٹا جہنم مول لے رہا ہے۔ اس دن میرے باپ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت تھی۔ آج تجھ پر لعنت ہے۔ اس دن میرے باپ کے لیے جہنم کا دروازہ کھلا تھا۔ آج میرے لیے بہشت بریں وا ہے۔

## فضل بن علی میدان میں

ابن سعد نے یہ کلام سن کر ایک آہ سرد دل پر دروسے کھینچی۔ اور گردن نیچی کر لی اور رونے لگا۔ ہاشم کو کچھ امید ہوئی کہ شاید اسے ہدایت ہو جائے کہ سمان کا بھائی نعمان بن مفضل سمان کے ہزار سوار لے کر تنہا ہاشم پر حملہ آور ہوا۔ ہاشم کی منظروں میں یہ ایک ہزار کچھ بھی نہ چھے اور بیباکی سے

بگڑے ہوئے شیر کی طرح حملہ شروع کر دیا۔ امام ہمام کی نظر اچانک پڑی تو دیکھا کہ ہاشم تن تنہا ایک ہزار کتوں کے مقابلے میں ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے بھائی حضرت فضل بن علی کو نو آدمی ہمراہ دے کر ان کی مدد کو بھیجے۔ ابن سعد یسحیا نے نعمان کی مدد پر دو ہزار شقی اور بیج ویٹے۔ حضرت فضل میدان تک نہ پہنچے تھے کہ راستہ میں ہی دار و گیر شروع ہو گئی۔ اور نو کے نو بہشت بریں پہنچ گئے۔ مگر حضرت فضل بن علی مروانہ وار نیزہ چمکاتے ہوئے ہزاروں کو داخل جہنم فرماتے ہوئے ہاشم کے پاس جا پہنچے۔ اب کیا تھا۔ ایک شیر نے ہی ناک میں دم کر دیا تھا۔ اب تو دو ہو گئے مگر مشیت الہی کہ حضرت فضل کا گھوڑا گر گیا۔ آپ پسیا پا ہو گئے۔ شقیوں نے موقع غنیمت جان کر آپ کو بھی شہید کر دیا۔ مگر حضرت ہاشم کے وہی دم خم تھے۔ ہزاروں روسیہ آپ کے ارد گرد تھے۔ اور آپ زخمی شیر کی طرح چاروں طرف حملہ فرما رہے تھے۔ کہ نعمان پکارا کہ میری مدد کو اور فوج بھیجو۔ میں ہاشم سے بھائی کا بدلہ لوں گا۔ ایک آواز پر پوری فوج آگئی۔

آپ کا جسم زخموں سے چور چور ہو چکا تھا۔ ایک خبیث نے گھوڑے سے گرایا۔ آخرش تمام جسم کی ہڈیاں چور ہو گئیں۔ مگر پھر بھی گرتے گرتے اس فوج کے علمبردار کو تو اپنی برابر گرا کر واصل جہنم کر ہی دیا۔ آخرش آپ زخموں سے چور اور شدت تشنگی سے مجبور ہو کر ساقی کوثر کے پاس پہنچے۔

### حبیب ابن مظاہر

ان کے بعد جناب حبیب ابن مظاہر جو نہایت ضعیف العمر حافظ قرآن تھے باجائزت امام میدان میں آئے اور سخت مقابلہ کے بعد بدیل بن حریم

کے ہاتھ سے شہید ہوتے۔

## حضرت عروہ

اب توجوش ولولہ شہادت اور عنفوان نشہ شہادت نے حضرت عروہؓ کو بے تاب کر دیا۔ آخرش اجازت حرب لے کر میدان میں آئے۔ یہ عروہ حریر غلام آزاد جناب ابوذر غفاری ہیں۔ آخر جام شہادت پی کر بہشت پہنچے۔

## یزید بن مہاجر

پھر حضرت یزید بن مہاجر جعفری نثار ہوئے۔

## انیس بن معقل

اسی طرح انیس بن معقل اصبحی رضی اللہ عنہ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔

ان کے بعد حضرت عابت بن شیدث نے اپنے غلام شوذب سے فرمایا کہو تمھاری کیا مرضی ہے۔ میرا ارادہ تو امام پر قربان ہونے کا ہے۔ شوذب عرض کرنے لگے۔ حضور غلام ہمیشہ خدمت میں ہم رکاب رہا ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ میں یہاں بھی حضور کے ہمراہ چلوں۔ حضرت عابت بہت خوش ہوئے اور شوذب کو ہمراہ لے کر خدمت امام میں آئے اور اجازت حرب چاہی۔ امام نے اجازت دی۔

مقتل ابوحنیفہ دینوری میں ہے کہ ربیع بن تمیم اگرچہ سخت جنگ آزما بہادر تھا۔ مگر عابت کو آتے دیکھ کر لرز گیا اور کہنے لگا۔ لوگو! اس

شخص کو میں جانتا ہوں۔ اس نے بڑے بڑے شجاع نابود کئے ہیں کہ اتنے میں آپ آئے اور للکارے کہ اے ناصر اور اسوچ کر میرا مقابلہ کرنا سہجیل، یسوجیل میں مرد ہوں۔ میرے مقابلہ میں کسی مرد کو آنا چاہیئے۔

اشقیاء میں مردنی چھاگئی۔ کسی کی ہمت نہ پڑی۔ ابن سعد نے جب دیکھا کہ کوئی مقابلہ نہیں کرتا تو للکارا کہ کیوں مر رہے ہو۔ آخر میں تو دو ہی آدمی۔ چلو سب مل کر حملہ کرو۔ چنانچہ سب نے یکبارگی حملہ کیا۔ عابث اور ان کے غلام نے وہ مردانہ جواب دیا کہ صفیں کی صفیں صاف کر دیں۔ اضرکار چاروں طرف سے تیر برسے لگے۔ تو زخمی ہو کر بہشت بریں پہنچے۔

ان کے بعد حضرت حجاج بن مسروق جعفی اور سیف بن عارث بن سمرج اور جناب مالک بن عبد سمرج اور ایک غلام ترک اور حضرت خنظلہ بن سعد عجمی اور یزید بن زیاد شعبا اور سعد بن جعفی اور خبادة بن عارث اور مرہ بن ابی مرہ غفاری اور محمد بن مقداد اور ابن حبشہ اور عبد اللہ بن ابودجانہ اور سعد غلام حضرت امیر مرتضیٰ اور قیس بن ربیع اور شعب بن سعد اور عمرو بن قرظہ اور عنظم اور حماد اور ایک اور صاحب تریپن کا عدد پورا کر کے بہشت بریں کو پہنچ گئے۔

### حضرت عرب بن ریاحی میدان میں

عرض کہ اسی طرح باقی سترہ عناصر رفق جان نشان امام بھی جو شبید غریق لجز رحمت ہو گئے۔ تو جناب حُرب بن ریاحی حاضر دربار دربار ہوتے اور عرض کی۔ حضور بہت صبر کیا۔ تمہیل حکم میں تعجیل حکم بھی کر لی۔ مگر اب صبر نہیں ہے۔ آخرش اجازت لے کر

میدان میں تشریف لائے۔ ان کا آنا اشقیاء کے لیے ہنگامہ برپا ہونا تھا۔ ان کا اٹھنا قیامت سے کم نہ تھا۔ یہ وہی حُر ہیں۔ جو ابن زیاد کے لشکر کے سپہ سالار اور بڑے دلاور جنگ آزمودہ نرم گرم دیدہ شخص ہیں ان کو میدان میں ہزار جنگجو ولیروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ میدان میں آتے ہی یہ رجز چرٹھا

انا الحروا نامقری الضیف  
اضرب فی اعناقکم بالسیف  
عن خیر من حلی بلاد الخیف  
اضربکم ولم اراہی من ضیف

اس کا ترجمہ ابوالمفاخر نے فارسی میں کیا ہے۔

منم شیر دل حسد مردم ربائے  
کمر بستہ پیش ولی خدا سائے  
منم شیر و شمشیر تراں بدست  
کہ دارد بر شیر و شمشیر پائے

ابن سعد عربیے شیر کی گونج دیکھ کر گھبرا گیا اور سوچ سمجھ کر عرب کے ایک نامی پہلوان صفوان بن حنظلہ کو بھیجا۔ کہ حُر کو سمجھا کر لے آ۔ اور اگر وہ مانے ہی نہیں تو پھر اس کا سر اتارنے میں کوتاہی نہ کر۔ صفوان وہاں سے مستعد ہو کر حضرت کے سامنے آیا اور کہنے لگا بھائی حُر۔ تمہاری ذکاوت۔ فرزانگی۔ شجاعت و دلیری سب خال میں مل گئی۔ تم نے یہ کیا غضب کیا کہ یزید جیسے بادشاہ اور ابن زیاد جیسے قدردان حاکم کو چھوڑ کر ایک بے مایہ مدعی خلافت کے پیرو ہو گئے۔ سپاہی کو

نام اور نام آوری سے عرض ہونی چاہیے۔

حضرت عُرّاس کی یا وہ گوئی سے بہت جھنجھلائے اور فرمانے لگے۔ صفوان۔ میری فرزانگی کے تو چار چاند لگ گئے۔ میرا نام تو عرش سے فرسش تک مشہور ہو گیا۔ مگر مردود تیری عقل پر پتھر پڑ گئے۔ کہ تو یزید جیسے بے ایمان، جابر، ظالم، بے انصاف، دُنیا طلب اور سگ دُنیا۔ بانی فساد ابن زیاد بد نہاد کا پیرو ہو گیا۔ تجھے معلوم ہے۔ کہ حسین کون ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ زہرا خاتون جنت ہیں ان کے والد شیر خدا اخ و صہر محمد مصطفیٰ مولیٰ علی ہیں۔ ان کے نانا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خبیث تجھے بے مایہ۔ مدعی خلافت کا لفظ کہتے شرم نہ آئی۔ تَف ہے تیرے اسلام اور مسلمانی پر۔ بے دین ایسی سرکار کو چھوڑ کر ایسے بے کار کی پیروی کرتا ہے اور اسے فرزانگی سمجھ رہا ہے۔ صفوان کہنے لگا۔ جو کچھ تم کر رہے ہو سب صحیح ہے مگر مال و دولت جاہ و جلالت مرتبہ و منصب کے مقابلہ میں تقویٰ و طہارت علم و فضل کس کام کا ہے۔ حضرت عُرّاس نے فرمایا۔ خبیث! اسی کو جان بوجھ کر جیتی مکھی نکلنا چاہتے ہیں۔ لے ہوش میں آ اور اپنی جان بچا۔

یہ کہہ کر آپ نے اس پر حملہ کیا۔ مردود نے نیزہ رد کر کے آپ پر وار کیا۔ آپ نے اُسے خالی دے کر جو مصمام ابدار کا حملہ کیا ہے۔ تو ایک ہی وار میں واصل جہنم کر دیا۔ اور نیزہ پر اٹھا کر للکارے کہ دیکھو بہادروں اور محشیوں کے ایسے حملے ہوتے ہیں۔ تمام اشقیاء اس زور و شجاعت پر حیرت میں تھے۔ پھر آپ نے اس نیزہ پر اسے چکرا کر اس زور سے زمین پر مارا کہ تمام ہڈیاں جوڑ ہو گئیں۔ صفوان کے

تینوں بھائی اس صورت کو دیکھ کر طیش میں آگئے۔ اور یکبارگی آگے بڑھ کر حملہ آور ہوئے۔ حضرت عرس نے شیر نر کی طرح ان پر گونج کر اَللّٰهُمَّ کہا۔ اور ایک کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین سے اوجھڑا اٹھایا۔ پھر سر سے اونچا کر کے سر کے بل زمین پر سے مارا۔ اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اور جھپٹ کر دوسرے کو سنبھالا اور تلوار کا وار کیا۔ پہلے ہی وار نے سینہ تک کھول دیا۔ تیسرے نے یہ حال دیکھ کر راہ فرار اختیار کی۔ عرس کی منظر جو اس پر پڑی۔ لاکار سے اور یہ کہا کہ اونا بکار کہاں بھاگتا ہے ٹھہر اور گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا۔ غرض کہ چاروں بھائی بھی کام آئے۔ پھر خدمت امام میں آئے اور دست بستہ عرض کرنے لگے۔

حضور! ایک بار اور بشارت دے دیجئے۔ کہ اللہ و رسول اللہ اب مجھ سے خوش ہیں۔ امام نے عرس کو سینہ سے لگا کر فرمایا نعم انت حرٌّ بیشک اب تم جہنم سے آزاد ہو اور خدا اور رسول تم سے راضی ہیں۔ آپ یہ مشرودہ سن کر نہال ہو گئے۔ اور امام کو سلام کر کے میدان میں آئے اور کشتوں کے پشتے لگائے۔ اچانک ایک خبیث نے دھوکہ دے کر آپ کے گھوڑے کے پاؤں قلم کر دیتے اور صفوف اشقیاء میں جا ملا۔ مجبور حضرت عرس پا پیادہ ہو گئے۔ اس حرکت مذبوچی نے حضرت عرس کا شعلہ غضب اور بھی زیادہ بھڑکا دیا۔ اور صفوف اشقیاء میں گھس کر وہ گنہگار کیا کہ ہوش بھلا دیتے۔ امام نے عرس کو پا پیادہ دیکھتے ہی گھوڑا سواری کو بھیج دیا۔ حضرت عرس نے شکر یہ کے ساتھ اسے لیا۔ اور سوار ہو کر اشقیاء کو مولیٰ کی طرح کاٹنا چھانٹنا شروع کر دیا۔ اور پھر چاہا کہ امام کا ایک بار اور دیدار کر آؤں۔ کہ ہاتھ غیبی کی صدا کان

میں پہنچی۔ کہ حضرت اب آجاؤ۔ حوریں تمہارے بغیر مقدم کو کھڑی ہیں۔ یہ سن کر حضرت امام کی طرف رخ کر کے عرض کرنے لگے۔ اے ابن رسول اللہ! میں حضور کے جدا مجد کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ امام یہ آواز سن کر گریہ کناں ہوئے اور فرمایا اچھا جاؤ ہم بھی آتے ہیں۔ اس آواز کا اثر لشکر امام پر اس قدر پڑا کہ رونے کی آوازیں بھل پڑیں۔ حضرت عمرؓ اشقیاء پر زخمی شیر کی طرح گرسے اور ہزاروں کی تعداد میں داخل جہنم کئے۔ اتفاق سے آپ کانیزہ متواتر حملوں کی وجہ سے ٹوٹ گیا۔ آپ نے شمشیر خون آشام سے حملہ شروع فرمایا۔ کبھی میمنہ پر حملہ فرما کر جمعیت منتشر فرماتے اور کبھی مثل برق لامع میسرہ پر گر کر صفائی دکھاتے آخر اشقیاء کے دوسرے علمدار کا بھی فیصلہ کریں۔ کہ شہر نے ایک دو ہتھڑ اپنے سینہ پر مارا اور پکارا کہ اے نامرودو! کیا غضب ہے کہ ایک آدمی نے تم سب کو انگلی پر نچا رکھا ہے۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ اگر ہمت نہیں ہے۔ تو جاؤ فرات میں ڈوب مرو۔

اشقیاء شرمناک اور تو کچھ کرنے سکے یکبارگی حملہ کو آگے بڑھے اور تیز و تیز نیز و سنان کے حملے شروع کئے مگر اللہ سے شجاعت۔ وہ خدا کا شیر اسی طرح سب کو جواب دیتا رہا اور بہت تہ تیغ کئے۔ کہ ناگاہ قسورہ بن کنانہ کانیزہ سینہ بے کینہ پہ لگا اور کاری لگا۔ تاہم حضرت عمرؓ نے ایک وار اس پر بھی کیا مگر تلوار پوری نہ پڑی۔ خود سر سے اڑ گیا۔ مگر دوسرا ہاتھ ایسا مارا کہ ابن کنانہ کا سینہ تک کھل گیا اور بے جان ہو کر گھوڑے سے گرا۔ ادھر وہ گرا۔ ادھر حضرت پکارے یہاں رسول اللہ ادا رکھی۔ حضور! اپنے جان نثار کو سنبھالیے۔



آپ صفوف اشقیاء میں گھس کر اپنے باوقاف مہمان کی لاش اٹھا کر لائے اور خیمہ میں رکھ کر اپنے دامن سے اس کے رخساروں کی گرد صاف فرمائی شروع کی۔ ابھی کچھ جان کی رتی باقی تھی۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور اپنا سر زانوئے محبوب پر دیکھ کر مسکرائے اور عرض کرنے لگے۔ حضور ایک بار اور فرمادیں گے۔ کہ ہم ماضی ہیں۔ امام کے آنسو جاری تھے۔ فرمانے لگے۔ بھائی حُر! میں تو راضی ہوں۔ مگر خدا اور رسول خدا بھی تم سے خوش ہیں۔ حُر اس مشرورہ جانفزا سنتے ہی امام پر اپنی جان فدا کر کے سیدھے جنت روانہ ہوئے۔ امام حُر کی وفاداری یاد کر کے روتے تھے اور یوں فرماتے جاتے تھے۔

نعم الحد ابن سرياحي

صبور عند مشيد الرماح

ونعم الحجو اذ نادى حسيناً

وجاد بنفسه عند الصباح

ونعم الحرفي وهج المنايا

في بطل قحطوا بالرماح

لقد فأن الذي نصر و احسيناً

وحانز و ابالعادة والنجاح

اس کا ترجمہ فارسی میں ابوالمفاخر یوں کرتے ہیں

خوشا حسرت فرزانہ نامدار

کہ جان کردہ بر آل احمد نشد

ز رخش تکبر و سرود آمدہ

شدہ بر براق شہادت سوار

بعشق جگر گوشہ مصطفیٰ

بر آوردہ از جان دشمن و مار

بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عر آتے ہی میدان میں تشریف لاکر شہید ہوئے۔

### مصعب بن یزید مید ان میں

ان کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مصعب بن یزید ریاحی خدمت امام میں حاضر ہوئے اور اجازت عرب لی۔ آخرش بعد ر دو قدح کے امام کو اجازت دینی پڑی۔ آپ میدان میں آئے اور شیرانہ حملہ فرما کر بہشت بریں پہنچے۔

### علی بن عر

پھر آپ کے بھائی حضرت علی بن عرب بن یزید ریاحی حاضر ہوئے اور بہت سے اشقیاء واصل جہنم کر کے عر سے جا ملے۔

### نمرہ عر کا غلام

پھر حضرت نمرہ عر کے غلام آگے آئے اور او شجاعت دے کر راہی فرودس اعلیٰ ہوئے۔

اب لشکر میں صرف بیس بائیس گھر ہی گھر کے اعز باقی ہیں اس وقت امام عالی مقام نے ایک آہ سرد دل پرورد سے کہی تھی۔ اور فرمایا افسوس آج میرے آنکھوں کے سامنے میرے جان نثار رفقا، تڑپ تڑپ کر بہشت

پہنچے اور اب میرے اہلیت کی بھی نوبت آئی۔ خیر مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ۔ یہ فرما کر خود بہ نفس نفیس ارادہ میدان کافر مارہے تھے کہ

## حضرت عبد اللہ بن مسلم

حضرت عبد اللہ بن مسلم بن عقیل حاضر خدمت اقدس ہوتے۔ یہ شہزادہ صاحب کے اقارب قریبہ میں سے سب سے پہلے حضرت مسلم کے لخت جگر ہیں۔ عرض کرنے لگے چچا جان! سب سے پہلے ابا جان اور میرے چھوٹے بھائی جنت پہنچے ہیں۔ لہذا مجھے بھی اجازت ملے۔ امام زرارہ آنسو بہا رہے تھے یہ سن کر اور بھی اشک کناں ہوتے اور فرمانے لگے بیٹا اب تک مسلم اور تمہارے دونوں بھائیوں کا داغ میرے دل میں نہیں مٹا ہے۔ تم ایسی باتیں نہ کرو۔ تم یادگار مسلم ہو۔ پس تمہارے باپ بھائیوں کا زخم مفارقت ہی کافی ہے۔ بیٹا میری ماں تو تو میں تمہیں رائے دیتا ہوں کہ اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر جہاں تمہیں خدا لے جائے نکل جاؤ۔ تمہیں کوئی نہ روکے گا۔ یہ سب میری جان کے خواہاں ہیں۔ اس پر حضرت عبد اللہ روئے لگے اور عرض کرنے لگے چچا اس ذات بے نیاز کی قسم جس نے یہ بے نیازی کام فرمائی ہے کہ میں کہیں نہ جاؤں گا اور میدان کی اجازت لئے بغیر یہاں سے نہ ٹلوں گا۔ جیسے ابا جان نے جان آپ پر فدا کی میں بھی اسی طرح آپ پر فدا ہوں گا۔

امام نے رو کر عبد اللہ کو گلے لگایا۔ اور فرمایا بیٹا تمہیں دیکھ کر غم غلط کر لیتا تھا۔ اچھا جب تمہیں یہ بھی منظور ہے۔ تو دل حسین ہر قسم کی مصیبت کے لیے وقف ہے۔ اچھا جاؤ خدا تمہارا نگہبان ہے افسوس اب میں تمہیں اس شان کے ساتھ نہ دیکھ سکوں گا۔ حضرت عبد اللہ سر بخ تیغ زن کی طرح شمشیر خون

آشام چمکاتے رہے۔ پڑھتے میدان میں تشریف لائے اور لکارے کہ اوجیث  
ابن سعد اول تو خود آ۔ ورنہ بھیج کسی کو۔ ابن سعد نے قدامہ بن اسعد فزاری  
کی طرف دیکھ کے کہا کہ رفقاء نے حسین ختم ہو چکے ہیں۔ اب ہاشمی آ رہے ہیں۔  
اب ذرا ہوش کر کے تندی سے حملہ کرنے کی ضرورت ہے۔ میری رائے میں  
توجا۔ اور اس جوان ہاشمی کا مقابلہ کر کے شکر میں ہم پا۔

قدامہ آگے بڑھا۔ آپ نے اس پر نیزہ مارا۔ وہ خالی دے کر پیچھے ہٹا۔  
غرض کہ چند حملے اس نے ایسے ہی خالی دینے۔ آخرش آپ نے نیزہ چھوڑ  
کر تلوار خون آشام سے حملہ شروع کیا۔ اس غیث نے وہ بھی خالی دیا۔  
تو آپ نیزہ پھینک کر خاموش ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ غیث نے  
سمجھا کہ بھوکے پیاسے ہیں تھک گئے۔ خوش ہو کر آپ کی طرف بڑھا۔  
اور آپ کے سینہ پر نیزہ کا وار کیا۔ آپ جھک گئے اور نیزہ خالی گیا۔ اس  
نے گھوڑا پھر کر پھر وار کا ارادہ کیا تھا کہ حضرت عبداللہ نے اسے مہلت  
نزدی۔ قریب آتے ہی اس زور سے ہاشمی تلوار ماری کہ آدھا گلا صاف کٹ  
گیا۔ پھر ہاتھ مار کر مرنے پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ پشت زمین سے زمین  
پر گر لیا اور گھوڑے سے اتر کر خود اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنے  
گھوڑے کو خیمہ کی طرف بھیج دیا۔

اس کے بیٹے سلام بن قدامہ نے یہ حال دیکھ کر ابن سعد سے کہا کہ لڑنے  
والے تو بہت دیکھے مگر ایسا دلیر اور شجاع آج تک میری نظر میں نہ آیا۔ تمام  
فوج گھبرا رہی ہے۔ آپ نے اس کو واصل جہنم فرما کر آواز دی۔ کہ چلو اب  
کس کی موت آئی ہے۔ اشقیاء پر اس قدر ہیبت تھی کہ کسی کی ہمت نہ  
پڑی آخرش آپ بھوکے پیاسے جھنجھلائے ہوئے شیر کی طرح اشقیاء

کے مہمنہ پر گرسے اور دمزون میں سینکڑوں کو تہ تیغ فرما کر واپس میدان میں آکھڑے ہوئے۔ کہ اتنے میں لشکر نہروان سے بچا ہوا ایک خارجی حمیر حمیر کی نامی اور اس کا بیٹا کامل بن حمیر آگے بڑھا۔ اور آپ کے ایک ہی وار میں ہنجر پہنچا۔ پھر آپ نے قلب لشکر پر حملہ شروع کیا۔ آپ کی تلوار سے خون کے قطرات ٹپکنے شروع ہو گئے۔ آپ نے نامی نامی بیس افسر لشکر اشقیانہ کے جہنم پہنچائے اور صالح بن نصیر نامی شجاع بھی اسی مقابلہ میں مارا گیا۔ آپ چاہتے تھے کہ اپنے لشکر میں واپس آئیں۔ مگر اشقیانہ راستہ میں گھیر لیا اور جداع دمشقی نے پیچھے سے آپ کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے۔ آپ پیادہ پامحارہ فرماتے رہے۔ آخرش نوفل بن مزاحم حمیری یا عمرو بن صبیح صیداوی کے تیر سے جام شہادت پی کر بہشت پہنچے۔

### حضرت جعفر بن عقیل میدان میں

پھر حضرت جعفر بن عقیل نے جب یہ دیکھا کہ بھتیجا عقیل خنجر جفا ہو کر جنت پہنچا۔ تو زار زار رو کر امام سے اجازت لے کر اپنے بھتیجے کا بدلہ لینے میدان میں تشریف لائے اور کشتوں کے پستے لگا کر غریقِ رحمت الہی ہوئے۔

### حضرت عبد الرحمن بن عقیل

پھر حضرت عبد الرحمن بن عقیل نے اپنے بھائی کے انتقام کا ارادہ فرمایا اور خوب جوہر با شہیت دکھا کر عبد اللہ بن عمرو کے تیر سے جام شہادت پی کر بہشت پہنچے۔

اب وہ وقت آگیا کہ امام مظلوم کی بیوہ ہمشہرہ کی کمائی لٹی ہے۔ یارے

بھلے بھولے چھوٹی چھوٹی عمر میں ماموں پر فدا ہوتے ہیں۔

## حضرت محمد بن عبد اللہ

حضرت محمد بن عبد اللہ بن جعفر ننقا سانیچہ کمر سے لگاتے حاضر ہو کر اپنے ماموں جان سے اصرار کر رہے ہیں۔ کہ حضور اٹا جان کا حکم ہے لہذا ہمیں اپنے قدموں پر نثار ہونے کی اجازت دیجئے۔ آہ۔ ماموں جان ہیں کہ نیچے گرنے کتے باران اشک برسا رہے ہیں۔

اس وقت عجب غم تھا شہ جن و بشر کو  
 نے روح کو راحت تھی نہ آرام جگر کو  
 کھو سکتے تھے بھائی کو نہ اکبر سے پسر کو  
 نے عون و محمد کو نہ شتر کے قتل کو  
 میوے تھے سب اک باغ کے پھول ایک چمن کے  
 وہ بھائی کا بیٹا تھا یہ بیٹے تھے بہن کے

چونکہ ان کو ان کی والدہ نے بلا کر سمجھا دیا ہے۔ اگرچہ عمر میں نو دس سال کے ہیں۔ مگر ہاشمی جوش رگ و ریشہ میں اس قدر ہے کہ اصرار انکسار سے آخرش اجازت لی اور میدان میں رونق بخش ہوئے اور فخر یہ رجز اس طرح شروع فرمایا

ناگاہ یہ بڑھ کر پسر سعد پکارا  
 اے شیردلو نام و نسب کیا ہے تمھارا  
 تلواریں پکڑ کر یہ پکارے وہ دل آرا  
 خالق نے ہمارے لیے دنیا کو سنوارا

خورشید زمیں تاج سر عرش بریں ہیں  
 پہلا یہ شرف ہے کہ غلام شدہ ہیں  
 دادا ہے شہنشاہ دو عالم کا مددگار  
 سردار جہاں فتح عرب جعفر طیار  
 وہ شفق طراز سلیم احمد مختار  
 آلودہ رہی خون میں جس شیر کی تلوار  
 ہاتوں کی عوض حق سے سروسٹ لیے ہیں  
 اللہ نے پران کو زمرہ کے دیئے ہیں  
 نانا اسد اللہ مددگار دو عالم  
 دیندار نمودار جہاندار دو عالم  
 سلطان قضا منتظم کار دو عالم  
 سرتاج فلک جبہ دستار دو عالم  
 سب امرا ہم عقل کی میزان میں تلے تھے  
 عقدے وہ ہوئے حل جو کسی نہ ہوتے تھے  
 ہم دونوں نواسے ہیں اسی فیض رساں کے  
 فرزند ہیں ہمیشہ شدہ کون دسکاں کے  
 دکھلائیں گے جو ہر تمہیں تیغ دوزباں کے  
 بڑھ بڑھ کے اکٹ دیں گے پرے فوج گراں کے  
 تمہیں بھنا کہ یاد اللہ نہیں ہیں  
 ہم شیر تو ہیں گر اسد اللہ نہیں ہیں

پھر صاحبزادہ صاحب جو میدان میں جھکے اشقیاء کو بھیڑ بکریوں کی طرح منتشر فرما گئے اور بگڑے ہوئے شیر کی طرح وہ حملہ کیا کہ ہر طرف سے ملائکہ تحسین و آفرین کر رہے تھے۔

وہ سرگیا تلوار اٹھا کر جسے دانٹا

اس نخل کو تلوار سے کاٹا اسے چھانٹا

گلاہائے جراحات کو عجب حسن سے بانٹا

نکلی نہ کوئی شاخ نہ اُلجھا کوئی کانٹا

اب تک یہ ہوا باغ جہاں میں نہیں دیکھی

غل تھا کہ بہار ایسی غزاں میں نہیں دیکھی

آخر کار بے دینوں نے اس شیر سپہ کو زرعہ میں لے لیا اور گھیر کر سخت

مجروح کیا۔ مگر پھر بھی آپ نے شیرانہ حملہ فرمایا۔ آخرش زخمی ہو کر شہید ہوئے

اور بہشت بریں پہنچے۔

## حضرت عون کا میدان میں جلوہ

حضرت عون نے جب بھائی کو سرخ جوڑا پہنے دیکھا۔ یکبارگی جوش

میں لٹکار کر اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ آور ہوئے اور ایک ہی وار میں اسے

داصل جہنم کر دیا۔ پھر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے۔

کہ ماموں جان اس قصور کی معافی چاہتا ہوں کہ بغیر اجازت میدان میں جا کودا۔

بھائی کی محبت نے بے چین کر دیا تھا۔ مگر اب اجازت چاہتا ہوں کہ

میدان میں جا کر حضور پر فدا ہوں۔ جناب امام نے رو دھو کر انہیں

گلے لگایا اور رخصت فرمایا۔ آپ نے میدان میں آتے ہی مبارز



طلب فرمایا اور تیغ آبدار کے جوہر دکھا کر بہت سے سیدہ رو بہنم پہنچائے۔

مارا انہیں حُن حُن کے جو تھے فوج میں چیدہ  
 رہوار سے پامال تھے سر پائے بریدہ  
 زیادہ تھے کمانداروں سے حضرت جو کشیدہ  
 بدکیش و خطا کار تھے سب زخم رسیدہ  
 سہمے ہوتے تھے تیر کہ آفت تھی جہاں پر  
 پیکاں نہ سرے پر تھا نہ چلہ تھا کماں پر

آخرش ہزاروں کو واصل جہنم فرما کر منزل قرار کو روانہ ہوئے۔

امام و عباس لاشہ لینے دوڑے۔ اشقیاء لاشہ پر گھوڑے دوڑا رہے تھے۔  
 تو حضرت عباس سے نہ رہا گیا تلوار کھینچ کر آگے بڑھے اور صفوف اشقیاء  
 کو منتشر فرمایا۔

عباس نے غصہ میں لعینوں کو ہٹایا  
 بجلی سے بھی کچھ بڑھ کے گراتیغ کا سایہ  
 پسا ہوتے کفار کوئی تاب نہ لایا  
 شبیر نے لاشوں کو تڑپتا ہوا پایا  
 آلودہ خون دوسرے کامل نظر آئے  
 گودوں میں پلے خاک پہ نظر آئے  
 سترابہ قدم چور تھے زخموں سے تن زار  
 انگڑائیاں لینے سے رگیں کھینچتی تھی ہر بار  
 پیکاں سے پہلو تھے کٹے چھاتیوں کے پار  
 تلواریں تھیں قبضوں میں مگر ہاتھ تھے بیکار

لپ پہ یہ سخن تھا شہ والا نہیں آئے  
 دم ہونٹوں پہ آیا مگر آقا نہیں آئے  
 لاشوں کے قریب آ کے پکارے شہ صدقہ  
 اسے بھانجو! موجود ہے یہ بے کس و بے پر  
 یہ گرم زمیں اور یہ گل سے تین انور  
 بیٹے سے اٹھا کر مڑے زانو پہ رکھو سر  
 ماموں سے عجب وقت میں منہ موڑ رہے ہو  
 کن آنکھوں سے دیکھوں میں کہ دم توڑ رہے ہو  
 اسے شیر جو انو مجھے طاقت تھی تمہیں سے  
 اسے تیر زبانو مجھے ہمت تھی تمہیں سے  
 اسے مرتبہ دانو مجھے فرحت تھی تمہیں سے  
 اسے تشنہ و ہانو مجھے الفت تھی تمہیں سے  
 ساتھ اپنے جہاں سے مجھے لیتے نہ گئے تم  
 کاندھا میرے تابوت کو دیتے نہ گئے تم  
 اکبر نے کہا خون سے بازو کو ہلا کر  
 بھائی تمہیں چلا تے ہیں شہ اشک بہا کر  
 ماموں کو پکارے بھی نہ تم برچھیاں کھا کر  
 باتیں شہ والا سے کرو ہوش میں آ کر  
 نیمہ میں چلو سببیاں سب غش میں پڑی ہیں  
 مظلوم وہ پھوپھی بھی تو ڈیوڑھی پہ کھڑی ہیں  
 خم ہو کے یہ چھوٹے کو عسکدار پکارے  
 اسے تشنہ وہیں اسے مرے جانی مرے پیارے

کیاں منہ میں زباں اینٹھ گتی پیاس کے مارے  
 دیکھو تو عجب حال ہے ماموں کا تمہارے  
 ہاتھوں کو ذرا جوڑ کے کچھ بات تو کر لو  
 بیٹا شہ والا سے ملاقات تو کر لو  
 سن کر یہ صدا ہوش میں آئے وہ دلاور  
 سر رکھ دیتے گھبرا کے شہدوں کے قدم پر  
 اٹکی تھی جو اکھڑی ہوئی دم سینوں کے اندر  
 دو ہچکیاں لیں دونوں صغیروں نے برابر  
 فردوس معلے کو روانہ ہوئے دونوں  
 کروٹ بھی نہ بدلی تھی کہ آخر ہوئے دونوں

اس کے بعد امام نے فرمایا۔ اب اللہ کوئی میرے سامنے اجازت  
 نہ لینے آئے ہیں ابھی میدان میں جا کر قسطہ ختم کئے دیتا ہوں۔ مجھ  
 میں اب یہ صدقات سہنے کی طاقت نہیں ہے یہ فرما کر اٹھے اور  
 پوشاک محمدی زیب تن کر ہی رہے تھے کہ

### حضرت عبد اللہ میدان میں

حضرت عبد اللہ بن امام حسن امام ہمام کے حقیقی بھتیجے حاضر ہو کر  
 قدموں میں گر گئے آپ نے اٹھا کر سینہ سے لگایا اور پھوپھی کے دلبند  
 کو تسکین دی۔ فرمایا کہو کیا چاہتے ہو۔ عرض کرنے لگے چچا جان۔ اب  
 یارائے صبر نہیں۔ نشہ شہادت عنفوان پر ہے۔ بوش شہادت میجان پر ہے۔  
 لٹرن کی اجازت دیں امام زار و قطار رونے لگے اور فرمانے لگے۔

اسے سخت جگر یاوگار بر اور میں نے بہت مدد سے سے۔ میرا کلیجہ آفر پتھر کا تو نہیں ہے۔ میرا جگر فولاد کا نہیں ہے۔ کس دل سے تمہیں اجازت دوں۔ کس زبان سے تمہیں کہوں کہ جاؤ بس بیٹا جاؤ اور خیمہ میں بیٹھے اللہ اللہ کرو۔ جب میرا خاتمہ ہو جائے۔ حرم کو لے کر کہیں زندگی پوری کر لینا۔ اور اس خیال سے درگزر کرو۔ حضرت عبداللہ نے آپ کو قسمیں دلائی شروع کیں۔ آفرش مجبور ہو کر ایک آہ کھینچی۔ اور فرمایا اچھا بیٹا جاؤ۔ جو چاہو وہ کرو۔ میں ہی ایک وقف صدقات ہوں تو اچھا رضی برضا ہوں۔ خدا کا شکر ہے۔ آپ نے اجازت یعنی تھی کہ میدان کا رخ کیا۔ اور آؤ دیکھا نہ تاؤ سیدھے قلب لشکر پر آکر گرے۔ ابھی ابن سعد خبیث کے قریب نہ پہنچے تھے۔ کہ یاسی شقی واصل جہنم فرمایا۔ ابن سعد نے جو ایک بگڑے ہوئے محمدی کچھار کے شیر کو دیکھا۔ گھبرا کر جان بچانے لگا۔ آپ نے دیکھ کر ایک قہقہہ لگا کر فرمایا اونا مرد ذرا ٹھہرنا کہ تجھے افسری اور بے دینی کا لطف دکھاتا۔ بس اسی بھروسے پر افسر فوج بن کر آیا ہے۔ زوف ہے تیری مردانگی پر۔ تف ہے تیری افسری پر۔ لعنت ہے تیری شجاعت پر۔ خبیث تیرا باپ کون تھا۔ اور تو کیا ہے۔ پھر فرمایا اسے شقیو۔ خیر اب تم ہی آؤ۔ اس نامراد بزدل کی توہمت دیکھ لی۔ اب جس کے سر پر اجل سوار ہو وہ منہ دکھا ابن سعد نے زرو جو اہر اور خلعت کا لالچ دے کر بختری بن عمرو شامی سے کہا تو جا۔ وہ کہنے لگا تو کس منہ سے کہتا ہے۔ فوج کی سپہ سالاری ہاتھ میں لے کر یہ بزدلانہ حرکت کہ ایک لڑکے سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ کم بخت شرم نہیں آتی۔ دوسرے کو موت کے

منہ میں بھیجتا ہے اور خود اپنی جان پھیلاتا پھرتا ہے۔ ہم کیوں جائیں کیا ہماری جانیں مفت کی ہیں۔ پہلے تو جا۔ جب تجھ سے کچھ بن نہ آئے گی۔ تو پھر ہم موجود ہیں۔ ابن سعد نے ایسے طعنے سن کر سر جھکا لیا۔ اور کہنے لگا۔ بختری تیرا کتنا بالکل صحیح ہے مگر کیا کروں جان بڑی عزیز چیز ہے اگر اس وقت میں بھاگ کر خیمہ میں نہ جاتا۔ تو عبد اللہ بیشک مجھے مار ڈالتا۔ اور اگر تجھے یقین نہیں ہے۔ اور تو اُسے لڑکا سمجھتا ہے تو ذرا ہمت کر دیکھیں کون سچا ہے۔ تھوڑی دیر میں سب معلوم ہو جائے گا۔ تجھے خبر نہیں یہ ہاشمی شیر ہیں ان سے اکتا کھیل نہیں۔

بختری یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا۔ رے کی حکومت تو لے اور نو عمر بچوں سے بھاگتا پھرے اور جان ہم دیں۔

ابن سعد اس بات پر برہم ہوا اور کہنے لگا۔ تمہاری چرب زبانی اور گستاخی کی رپورٹ بھی ابن زیاد لکھتا ہوں۔ تم مجھے طعنہ دینے کو آئے ہو یا میرے حکم کی تعمیل کو۔

بختری ابن سعد کا یہ غصہ دیکھ کر اپنا سامنہ لے کر رہ گیا اور اپنے پانچ سو سوار ہمراہ لے کر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا۔ لو صاحب اب تو آپ خوش ہو۔ حکم کی تعمیل میں ہی کرتا ہوں۔

غرض کہ ادھر عبد اللہ بن حسن پر ۵۰۰ سواروں کے ساتھ بختری آیا۔ ادھر امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد کو محمد بن انس۔ اسد بن ابی وجانہ اور پیروزان فلام امام حسن امداد کے لیے بھیجے۔ سب سے پہلے بختری کے مقابلہ کو پیروزان چلا اور بہون چڑھا کر بختری پر وار کیا۔ خبیث نے خالی دیا مگر پیروزان ٹلنے والے نہ تھے۔ حضرت عبد اللہ نے جو بختری سے پیروزان کو دوچار ہوتے دیکھا نیزہ لے کر اس کی مدد کو بڑھے۔ حضرت محمد و اسد بھی ان

کئے تھے ہی روانہ ہوئے۔ پیروزان نے جو اپنی مدد پر شہزادہ صاحب کو معہ اسد و محمد کے دیکھا اور ہمت بڑھ گئی۔ پھر کیا تھا۔ ۵۰ کے ۵۰ کتوں کو آگے دھر لیا۔ بختری بھاگتے بھاگتے اپنے لشکر میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ حضرت عبد اللہ لکھار بھگڑے نامردو چلو اور جلدی آؤ۔ تو شیت زبھی ۵۰ تازہ دم سوار لے کر چلا اور بختری کو معہ اس کے ۵۰ سواروں کے شرماتے لگا اور کہنے لگا۔ ڈوب مر۔ مرود اتنی جمعیت کے ساتھ بھی چار آدمیوں سے بھاگ نکلا۔ جن میں ایک تو نو عمر لڑکا ہی تھا۔ زوف ہے ایسی زندگی پر۔ دیکھ اب میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر میدان میں آیا ہی تھا کہ حضرت عبد اللہ نے سب سے پہلے شیت کو سنبھالا اور اسد و محمد بھی شہزادہ صاحب کے ہمراہ چلے۔ ادھر پیروزان نے دوبارہ بختری کو دبا یا اور متواتر حملے کر کے اس کی ۵۰ کی جمعیت کے پرزے اڑا دیتے۔ غرض کہ ایک سو بیس شقی تیر سے واصل جہنم کئے اور بیس آدمی تلوار سے مارے۔

مختصر یہ کہ جب آپ تھک گئے تو چاہتے تھے کہ امام کی خدمت میں آئیں کہ عثمان موصلی خبیث نے دھوکہ سے پشت پر نیزہ مارا۔ وہ پشت زمین سے زمین پر آئے۔ گھوڑا گھبرا کر سیدھا جنگل کو چل دیا۔ اور پیروزان نے گر کر بھی یہ شجاعت دکھائی کہ نیزہ پھینک کر تلوار سے صفایا شروع کیا۔ اسد بن ابو جاناہ کی منظر جو پیروزان پر پڑی۔ دیکھا پیادہ پاہیں۔ گھوڑے کو ایڑے دے کر لپکے اور ان کے گروہ کے آدمی ۱۴ واصل جہنم کر کے سب کو بھگا دیا۔ پھر پیروزان سے کہا کہ آؤ میرے ہی گھوڑے پر چڑھ جاؤ۔

پیروزان چڑھنا چاہتے تھے کہ کتوں نے گھیر لیا۔ اسد بن دجانہ نے پیروزان کو پیچھے رکھ کر مقابلہ شروع کیا۔ کہ بختری نے آپ کے دایئیں پہلو

میں نیرزہ دیا۔ نوک سنان باتیں سے نکل آئی اور نیرزہ آپ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ چاہتے تھے کہ تلوار سے اس کا فیصلہ کریں مگر ہاتھ نے کام نہ دیا۔ اریق بن ہاشم خلیفہ کی تلوار سے سر مبارک جدا ہو گیا اور آپ راہی فردوس اعلیٰ ہوئے۔ اب حضرت عبداللہ بن حسن، شہید ربعی کے ساتھ مقابلہ فرما رہے تھے آپ کے دست اقدس سے شہید کے سترہ زخم آئے۔ وہ مجبوراً ہو کر بھاگا۔ آپ اس کے تعاقب کو چلے تھے۔ کہ پیروزان پر نظر پڑی کہ گھر سے ہوتے ہیں۔ آپ ادھر لوٹ پڑے اور دیکھا تو اسد کا سر علیحدہ تھا۔ آپ کو بے حد ملال ہوا قاتل کو معلوم کر کے اس پر چلے اور ایک ہی نیرزہ میں ادھر اٹھا کر اسے بھی جہنم میں پہنچا دیا۔ اس گھمسان کو دیکھ کر تمام لشکر بھاگ پڑا۔ آپ اس کے تعاقب میں چلتے تھے کہ پیروزان زخموں سے چور نظر آئے۔ آپ نے فرط محبت سے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور اٹھا کر زمین پر ڈال کر خیمہ کی طرف چلے مگر آپ کا گھوڑا سو تیر سے زیادہ کھا چکا تھا۔ چلنے سے مجبور ہو گیا۔ علاوہ ازیں بھوکا پیاسا کافی دوڑ دھوپ کر چکا تھا۔ وہ دو آدمیوں کے وزن کی برداشت نہ کر سکا۔ حضرت عبداللہ اتر پڑے اور ہر روز ان کو بھی آمار لیا۔ امام ہمام نے جو بھتیجا کو پایا زیادہ دیکھا۔ علی الفداء حضرت عون بن علی کے ذریعہ اور گھوڑا بھی بچا۔ حضرت عبداللہ نے اپنے چچا حضرت عون کے گھوڑے پر پیروزان سوار کیا اور خود اپنے گھوڑے پر چلے۔ گھوڑی ہی دور گئے تھے کہ غلام نے آقا پر نقد جان نثار کی اور بہشت پہنچے۔ حضرت عون و عبداللہ ان کی باوفائی اور جان فروشی کو یاد کر کے بہت روئے۔ مختصر یہ کہ پھر دوبارہ شہزادہ عبداللہ میدان میں آئے اور مبارز طلب فرمایا۔ ابن سعد نے مقابلہ کے لئے بہت کچھ کہا۔ مگر سب ٹال گئے۔ آخر جھنجھلا یا اور لشکر کو منغلطات سنانے لگا۔ یوسف بن الاحجار سے

گالیاں نہ سنی گئیں آگے بڑھا اور ابن سعد سے کہنے لگا۔ تو بڑا بے حیا ہے حکومت کی سند اور سپہ سالاری کا عہد تو تو لے۔ اور گردنیں ہم کٹوائیں۔ تو خود جا اور ان سے مقابلہ کر۔ تاکہ حکومت رے اور سپہ سالاری کا کچھ مزہ تو آئے۔ ابن سعد شرمناکھیانا ہو کر کہنے لگا مجھے لڑنے کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف تم پر حکومت کرنے کو مجھے بھیجا ہے یوسف نے کہا۔ اگر تجھے لڑنے کا حکم ہوتا بھی تو تو کیا کر سکتا تھا۔ اگر تو اور ابن زیاد بھی آج مقابلہ میں ہوتا۔ تو ہمیں تم دونوں منظر ہی کیوں آتے۔ بخیمہ میں بیٹھے بیٹھے حرام کھا کر چرنی چڑھا لینا اور باتیں۔ اگر کچھ ہاتھ پیر ہلتا تو اب تک ڈھیر منظر آتا۔

یہ سن کر ابن سعد جھنجھلا کر کہنے لگا۔ بس اب جانا ہے تو جاو رہے تھے ابن زیاد کی پیشی میں بھیجتا ہوں۔ وہ ڈر گیا اور حضرت عبداللہ کے مقابلہ کو آیا اور شہزادہ کے سینہ پر نیزہ مارا۔ آپ نے اسے روک کر اس زور سے نیزہ کا جواب نیزہ سے دیا کہ گردن چھید کر گدی کے پار نکل گیا اور وہ اسفل السافلین میں جا پہنچا۔ اس کے بیٹے طارق بن یوسف نے باپ کو سرا دیکھ کر شہزادہ کا مقابلہ کیا۔ آپ نے اس پر بھی نیزہ چلایا۔ مگر نہایت چابک دستی سے اس نے اس کو روک کر چاہا کہ تلوار مارے۔ مگر آپ نے پہنچی پر ایسا جھٹکا دیا کہ تلوار جھنجھاتی ہوئی ہو ایسی اڑی اور کلانی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پھر حضرت عبداللہ نے دوسرے ہاتھ سے کمر بند پکڑ کر اس زور سے زمین پر مارا کہ سب ہڈیاں چور ہو گئیں اور جہنم پہنچا۔

اس کا چچا بدرک بن سہل بھتیجے کا یہ حال دیکھ کر جھلایا ہوا آگے آیا اور گالیاں خاندان نبوت کو دینے لگا شہزادہ صاحب نے فرمایا اوبد لگام ہوش کی لے اور اپنی جان بچا۔ یہ کہہ کر جو تلوار ماری تو ہر معہ دونوں ہاتھوں



کے نیچے آیا۔ دھڑ دھڑوں پیرویسے ویسے گھوڑے پر رکھے رہ گئے۔ آپ نے اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے زمین پر پھینکا۔ اور خود اس کے سر کتب تازی پر سواری ہو کر لڑکارے کہ اندھو دیکھا تم نے ہاشمی شجاعت اس کو کہتے ہیں۔ اب ویرنہ کرو جلدی آؤ۔ جس جس کو موت کا راستہ دیکھنا ہے۔ جلدی جلدی آنا جائے کہ وقت کم ہے۔ تمام شکر نے گردنیں جھکالیں اور ہیبت ہاشمی سے لرزنے لگا۔

جب آپ نے دیکھا کہ کسی میں ہمت مقابلہ کی نہیں ہے تو خود فوج اعدا میں چلے۔ ناگاہ ایک عمدہ مضبوط نیزہ پکڑا ہوا نظر آیا۔ آپ نے اسے اٹھا کر سر کے گرد پھرا کر وہ پہگری دکھائی کہ صفوں کی صفیں صاف کر ڈالیں۔ ۱۱۲ شقی اس نیزہ سے جہنم پہنچائے۔ پھر لوٹ کر امام ہمام کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ یا علم العطش! العطش! آپ نے فرمایا بھتیجے اب ساقی کو شرکے ہاتھ سے خوب کوثر پینا۔

اس بشارت کو سن کر حضرت عبداللہ واپس میدان میں آئے اب پانچ ہزار اشقیانے یکبارگی حملہ کیا آپ نے بھی ضرغام اجام کی طرح چل چل کر ان پر آتش غضب ڈالی۔ چاہتے تھے کہ زرعہ سے باہر آئیں مگر ایسے گھرتے کلنا دشوار ہو گیا۔ حضرت عباس نے جب یہ حال دیکھا۔ خود اپنا علم حضرت علی اکبر کو دیکر عون بن علی کو ہمراہ لے کر اپنے بھتیجے کی مدد کو پہنچے اور شہزادہ عبداللہ کو ان سے پھڑالائے۔

چونکہ آپ بہت زیادہ زخمی ہو چکے تھے اور آپ کا گھوڑا بھی تیروں سے مجروح تھا آہستہ آہستہ گھوڑا چلا رہے تھے۔ کہ اچانک قہمان بن زہیر نے پیچھے سے ایک ضرب شانہ اقدس پر ماری۔ آپ پشت زین سے زمین پر آئے۔ حضرت عباس نے پیچھے پھر کر دیکھا تو قہمان خوش ہوتا چلا جا

رہا ہے۔ آپ نے پیک کر ایک ہی ہاتھ اس زور سے دیا کہ اس کا سر چند قدم پر سے جا کر پڑا۔ اس کے بیٹے حمزہ بن قیہان نے بد لہ لینا چاہا اور حضرت عباس پر بھپٹا۔ حضرت عون بن علی نے اُس کتے کو جو آتے دیکھا پیش دستی فرما کر ایک ہاتھ ایسا نپا تلا مارا کہ حمزہ کا ہاتھ کٹ کر معہ تلوار کے دور گرا۔ حضرت عباس نے پیک کر اسے جہنم پہنچایا۔ اور زخمی شہزادہ کو خیمہ میں لائے اور مختلف گان ناز کے برابر سلایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس محمدی شیر کی جو انردی و شجاعت کی داد شکر اشقیابھی و مشق تک و تیار رہا اور جو شقی جب تک زندہ رہا اس شجاعت کے تصور سے لرزتا رہا۔

### حضرت قاسم میدان میں

اب حضرت قاسم کو کمر بستہ زار و قطار روتے ہوئے امام ہمام کے حضور آتے اور عرض کرنے لگے۔ چچا جان! جہاں بھائی عبد اللہ گئے وہاں مجھے بھی پہنچنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے رو کر قاسم کو سینہ سے لگایا اور فرمایا۔ اے جانِ عم! اس صحرائے درد و الم میں ایک تو ہی میرے بھائی کی یادگار ہے میں کس طرح اجازت دوں تیری جدائی کا صدر مجھ سے کسی طرح برداشت نہ ہوگا۔ غرض کہ ان کے انتہائی اصرار اور امام کے بعد غایت انکار نے اس نتیجہ پر پہنچایا۔ کہ قاسم سمجھ گئے کہ مجھے اجازت ملنی محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مایوس ہو کر اس فکر میں ایک طرف بیٹھ گئے کہ چچا سے کیسے اجازت لوں۔ معاً ایک تعویذ یاد آیا۔ جو شہزادہ زمن سیدنا حسن سید الشہداء نے وقت رحلت لکھ کر دیا تھا۔ کہ بیٹا اسے بازو پر باندھے رہو۔ جب تمہیں سخت سے سخت فکر اور شد ترین مصیبت نظر آئے اسے کھول کر پڑھنا۔ اللہ اس پریشانی کو

دور کرے گا۔

سوچا کہ اس مصیبت اور پریشانی سے بڑھ کر اور کون ایسی مصیبت ہوگی۔ جو اب آنے والی ہے۔ تعویذ کھولا۔ دیکھا کہ امام حسن کے قلم مبارک کا ایک حکم ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے۔

بیٹا قاسم! جب تمہارے چچا حسین کر بلا میں شکار و مصائب بنیں۔ تو تم ان پر فدا ہو جانا اور اپنی جان صدقے کر دینا کہ تمہارے لیے ذریعہ سعادت ہوگا۔ آپ اس کو پڑھتے ہی خوش ہو گئے۔ اور اس نامہ کو لے کر خدمت امام میں پہنچے۔ اور عرض کی چچا جان! اب تک اگر اجازت نہ دی تھی تو اب آپ کو اجازت دینی پڑے گی۔ یہ نامہ ملاحظہ فرمائیں۔ امام نے نامہ ہاتھ میں لیا تو دیکھتے ہی اپنے بھائی حسن کو یاد کر کے رونے لگے۔ مضمون پڑھ کر فرمانے لگے۔ اچھا بیٹا قاسم! اب تم ضرور وصیت پر عمل کرو گے مگر ذرا ٹھہرو کہ ایک وصیت مجھے بھی یاد ہے۔ جس کی تکمیل اب تک نہ کر سکا ہوں۔ چنانچہ آپ قاسم کو لے کر خیمہ میں تشریف لاتے اور جامعہ عروسی زیب تن کرایا اور اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے فرمایا۔ اور پھر فرمایا کہ بیٹا یہ تمہارے باپ کی امانت تمہارے سپرد ہے۔ یہ کہہ کر باہر تشریف لاتے۔ قاسم دلہن کا ہاتھ تھامے ان کا منہ تکتے رہے کہ تھوڑی دیر میں لشکر سعد سے مبارز طلبی ہوئی۔ آپ نے ہاتھ چھوڑ کر عزم میدان فرمایا تو دلہن نے دامن تھام لیا اور عرض کی

بگو کہ برین چہرا میروی

مرا میگذار می کجا میروی

قاسم نے فرمایا۔ اسے نوردیدہ علم مکرم۔ میدان کارزار میں جا

رہا ہوں اور تمہارے باپ پر فدا ہو کر عنقریب آ رہا ہوں۔ تمہارے میرے  
رشتہ کا لطف قیامت کے دن آئے گا۔

غبار سے برومید از راہ بسیداد  
شبے خوں کرد بر نسرين و شمشاد  
بر آمد ابر سے از دریا سے اندوہ  
فرو بارید سیلے کوہ تا کوہ  
ز روئے زشت باد تشد بر خاست  
ہوارا کرد با خاک زمین راست  
رسید از عالم غیبی صدا سے  
صدا سے نہ ندا سے آشنا سے  
اے احسنت اے زمانہ دے زمین زہ

عروساں را بد اما داں چنہیں وہ

مواہن نے عرض کی کہ قیامت کے دن آپ مجھے کہاں ملیں گے  
آپ نے فرمایا تمہارے باپ وادا کی خدمت میں ہی حاضر ہوں گا  
اور اپنی آستین کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر دیا۔ کہ اسی طرح وہاں میری آستین  
دریدہ دیکھ لینا۔

قاسم کی روانگی کے صدمہ نے اہلبیت حرم کو بیتاب کر دیا۔ اس طرح  
رود و کر سب کہنے لگے

قاسما ایں چہ ظلم و بسید اولیست

ایں نہ آبتن و رسم و اما اولیست

آخرش قاسم امام حسین سید الشہدا کی خدمت میں آخری سلام کر

حاضر ہوئے۔ امام زار زار رو کر وداع فرما رہے تھے۔ آپ نے میدان میں آکر  
رجز پڑھا جس کا ترجمہ ابوالمفاخر نے یہ کیا ہے ۛ

دل خسریدار جاہ خواہم کرد  
جاں شکر ریز شاہ خواہم کرد  
با اساس و لباس و امانی  
عزم و ترتیب را خواہم کرد  
رسم مرکب و سر نینہ  
ماہ و ماہی تباہ خواہم کرد  
آب ہندی و باد تازی را  
بر شہادت گواہ خواہم کرد  
بلبل آئیں بہ نغمائے حزیں  
بانگ و اسیدہ خواہم کرد  
کبریا را و کیل خواہم ساخت  
مصطفیٰ را گواہ خواہم کرد  
با بتول و علی شکایت قوم  
در حریم الہ خواہم کرد

پھر آپ مبارز طلب ہوئے۔ مگر کسی کی ہمت نہ تھی جو سامنے آتا۔  
آخرش ابن سعد کہنے لگا کہ اسے بہادر و! یہ محمدی کچھار کا شیر نر ہے۔  
اس کے مقابلہ میں جمعیت کے ساتھ کے ساتھ جاؤ۔ تنہا ہرگز مقابلہ  
نہ کرنا مگر کسی میں دم ہی نہ تھا۔ جو جمعیت سے مقابلہ کرتا یا تنہا آگے  
بڑھتا۔ آپ نے تین بار مبارز طلب فرمایا۔ پوچھی بار خود ہی میمنہ پر

مثل اجل کے جا پہنچے اور صفیں کی صفیں جہنم پہنچائیں۔ پھر پیسہ پر بڑھے۔ پھر قلب لشکر کو صاف کیا۔ آخر ابن سعد نے ارزق سے کہا۔ تو لشکر بڑید کا سپہ سالار ہے۔ دس ہزار دینار تنخواہ لیتا ہے۔ دلاور ان شام و عراق میں تیری دھوم ہے تیرے سوا کون جان سکتا ہے۔

ارزق نے کہا واہ حضرت! میری خوب قدر دانی کی۔ مجھے شام مصر میں سب جانتے ہیں کہ تنہا ہزار کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اس بچے کے مقابلہ میں جا کر کیوں بدنام ہوں۔ اگر میں نے اسے مار بھی دیا تو کیا ہو گا۔ ابن سعد نے برہم ہو کر کہا۔ کہ تو انہیں بچہ بتاتا ہے۔ ذرا دو چار ہو کر دیکھ زندگی بھر کا لطف آئے گا۔ یہ جگر بند مصطفیٰ لخت جگر حسن مجتبیٰ ہے۔ یہ وہ ہے جس کے مقابلہ میں اچھے اچھوں کی خاک اڑ جاتی ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ بھوکا پیاسا نہ ہوتا تو نہ معلوم کہ ہر سے ہماری جانیں قبض کر کے ہمارے لیے عزرائیل بن جاتا۔ نامردی سے، ہمانہ نہ کر اور جلدی جا۔

ارزق کہنے لگا بخدا ہرگز نہ جاؤں گا اگر تو ایسا ہی اصرار کرتا ہے تو لڑ کے کے مقابلے میں میرے لڑ کے کو بھیج دے یہ بھی بڑے دلیر اور جبری مشہور ہیں۔

غرض کہ اس کے چار بیٹے تھے۔ چاروں کو یکے بعد دیگرے بھیجا پہلا پہنچا مقابلہ شروع ہوا۔ دو تین چلت پھرت میں وہ گھوڑے سے نیچے آیا۔ اس کے بال لمبے لمبے تھے۔ آپ نے بالوں کو ہاتھوں میں لپیٹ کر ادھر اٹھا کر اس زور سے مارا کہ جہنم میں جا کر دم لیا۔ اس کی تلوار نہایت کھنی۔ آپ نے وہ لے لی۔ دوسرا بیٹا غصتہ میں بھرا ہوا بھائی کا بدلہ لینے چلا۔ سامنے آ کر گالیاں دینے لگا۔

آپ نے فرمایا جہنم کیوں بد لگام ہوا ہے لے تجھے بھی تیرے بھائی سے ملائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر جو نیرہ مارا تو پہلو سے پار ہو گیا اور جہنم میں جلنے لگا۔ تیسرے بھائی نے جو یہ کیفیت دیکھی۔ روتا پختا کپڑے پھاڑتا آگے آیا اور کہنے لگا تم نے میرے نامی بھائی مارے ہیں۔ اب تمھاری بھی خیر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہوش کی لے اور اپنی جان بچا۔ یہ کہہ کر نیرہ سیدھا کیا۔ اس کے پیٹ میں گھس گیا۔ اور وہ اصل جہنم ہوا۔

ارزق نے جب تین بیٹے بھیٹے چلے اور دیتے تو ڈکرا ڈکرا کر رونا شروع کیا۔ ڈاکڑھی کے بال نوچنے لگا۔ خود جانے کا ارادہ کرنے لگا تھا۔ کہ جو تھا بیٹا اہلیت اطہار کو گالیاں دیتا ہوا آگے آیا۔ حضرت قاسم نے اس کی گالیوں کی طرف اصلا التفات نہ فرمایا۔ اور ایک وار جو تلوار کا کیا۔ تو سیدھا ہاتھ کٹا۔ نیرہ دور جا کر پڑا۔ خون کے فوارے بہنے لگے۔ جان بچا کر بھاگا۔ آپ نے تعاقب کیا مگر وہ لشکر میں جا گھسا اور وہاں جا کر گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔ اب تو ارزق خود تیار ہوا۔ اور اسپ تازی پر سوار ہو کر میدان میں آیا۔ اور کہنے لگا تم بڑے سنگ دل بے انصاف ہو کہ میرے چار بیٹے مار ڈالے اور ایسے بیٹے جن کے مقابلے کا شام و عراق میں نہ تھا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ معاف کیجئے۔ مجھے یہ خبر نہ تھی کہ وہ آپ نے مجھے تحفہ بھیجے تھے ورنہ میں انھیں صندوق میں رکھ لیتا۔ خیر اب اس کی تلافی یوں ممکن ہے کہ تم کو بھی انھیں کے پاس پہنچا دوں۔

ارزق کی آتش غضب اتنی بھڑکی۔ کہ خود جلا جا رہا تھا کہنے لگا سچے تو نے بچوں کو مار لیا۔ اب مجھ سے جانبری محال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہم تو تجھ کو بھی بچہ ہی سمجھتے ہیں۔ باہمی جلت شروع ہوئی۔ قاسم کا نیرہ وہ رو کر

رہا ہے۔ قاسم اس کے ہاتھ کو خالی دے رہے ہیں۔ پھر بند بندھنے شروع ہوئے وہ باندھتا ہے قاسم کھول دیتے ہیں قاسم باندھتے ہیں وہ کھول دیتا ہے۔ امام کی منظر جو بڑی دیکھا کہ سخت جگر قاسم ایک پیلٹن سے مقابل ہے گھبرائے اور جناب الہی میں اس کی فتح کی دعا فرمانے لگے۔ جب نیزہ بازی میں برابر کی چوٹیں رہیں تو ارزق نے تلوار سنبھالی۔ قاسم نے بھی تلوار اٹھائی۔ ارزق نے غور سے دیکھ کر کہا قاسم یہ تلوار میری ہے۔ تمہارے ہاتھ کہاں سے آئی۔ آپ نے فرمایا تیرا بیٹا یا دوگارا میں دے گیا ہے۔ کہنے لگا۔ افسوس! میں نے یہ تلوار ہزار دینار میں خریدی تھی اور ہزار دینار دے کر زہر میں بکھوائی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ اسی کے شربت کا تجھے ذائقہ چکھاؤنگا پھر آپ نے تو یہ فرما کر ارزق سے کہا کہ ارزق تجھے ہم مردنبرد آزما سمجھنے تھے۔ مگر تو انتہا درجہ کا نا تجربہ کار نکلا کہ گھوڑے کے تنگ تک کا ہوش نہیں وہ دھوکہ میں آیا اور جھک کر تنگ دیکھنے لگا۔ آپ نے لکار کر ایک ہی وار ایسا کیا کہ بجلی کو ند گئی اور وہ گکڑمی کی طرح دو ہو گیا۔ آپ اپنے گھوڑے سے اچھل کر ارزق کے گھوڑے پر جا بیٹھے اور اپنے گھوڑے کی باگ تھامی۔ خیمہ کی طرف حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ واعماہ۔ العطش۔ العطش۔ چچا جان! پیاس نے بہت پریشان کر دیا۔ اگر ایک پیالہ پانی کامل جائے ابھی سب کو چٹکی میں مسل دوں۔

امام نے فرمایا۔ بیٹا عنقریب ساقی کو فر کے ہاتھ سے سیراب ہونا۔ تمہاری والد والدہ تمہاری جدائی میں بیتاب ہیں۔

خرا بہاست اندر جانش از دست فراق تو

دلش پیوستہ می سوزد ز درد اشتیاق تو



پھر آپ خیمہ میں تشریف لائے دیکھا کہ اماں جان اور دلہن بیٹھی آنسو بہا رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ اسے قاسم سے

رفتی از ویدۃ ومن بے سرو پا کم بے تو

تو کجانی کہ ندانم کہ کجسایم بے تو

آپ سامنے پہنچ گئے اور فرمانے لگے۔ اماں جان صبر کیجئے۔ آپ کا قاسم حاضر ہے۔ آپ کے رونے سے اس دلہن کا کیا ہوگا۔ آج یہ نسیم بھت و سرور ریاض قلوب پر بند ہے۔ شمیم شرح و سرور مشام ارواح میں ارباب مہر و محبت نہیں پہنچا سکتی۔ آج منظور ربی یوں ہی ہے کہ تمہیں زندگی میں خزاں آئے اور گلشن کامرانی کھلائے۔

غرض کہ سمجھا سمجھا کر میدان میں آئے دیکھا کہ ابن سعد میدان میں تخت زریں پر ہے۔ سامنے علم نصب ہے دل میں ٹھانی کہ اس خبیث کو واصل جہنم کرنا چاہیئے اور اس علم کو سرنگوں گھوڑا بڑھایا۔ مگر مشیت نے اپنا کام شروع کیا۔ آخر چاروں طرف سے گھر گئے۔ جب ۲۷ زخم کھا کر کمزور ہو گئے۔ تو شیش بن سعد نے سینہ بے کینہ پر نیزہ مارا آپ زین سے زمین پر آئے اور پکارے یاعساء ادماکنی امام اس آواز پر بیتا بانہ دوڑے۔ لاش پر پہنچے دیکھا کہ قاسم خاک و خون میں آلودہ ہیں۔ اور شیش خبیث سر پر کھڑا چاہتا ہے کہ سر مبارک تن سے جدا کرے۔ آپ نے ایک وار میں اسی کا سر اڑا دیا اور قاسم کو لے کر خیمہ میں آئے۔ رفق جان باقی تھی۔ امام نے سر قاسم کا پہلو میں لے رکھا تھا اور زار زار رو رہے تھے۔ کہ آپ نے آنکھ کھولی۔ دیکھا کہ چچا کی گود میں ہیں۔ متبسم ہوئے اور نقد جاں جہاں آفرین پر تصدق کر کے سیارۃ بہشت بریں ہوئے اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا لَبَرٌّ

قاسم کی شہادت قیامت آیت نے مخدرات اہلبیت میں ایک بے چینی پیدا کر دی تھی۔ جملہ حرم محترم زار زار رو تیں اور لاش پر غش کھاتیں۔ اور زبان حال سے یوں کہتیں۔

ورینا کہ پڑ مردہ شد ناگہانی  
گل باغ دولت بروز جوانی  
مولہن کی زبان پر سوائے شکر اور کچھ نہ تھا۔ دل باوازیوں کہہ رہا تھا  
باحسرت ازیں جہاں فانی رفتی  
ناخور وہ برسے زندگانی رفتی

### حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہ

آپ کے بعد حضرت ابوبکر بن علی رضی اللہ عنہ برا اور امام خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ بھائی جان مجھے بھی اجازت دو تاکہ میں بھی اس دار مصیبت سے نجات پاؤں۔ امام نے ایک آہ سرور دل پرورد سے کہنی اور فرمانے لگے۔ اچھا خیر تم ایک ایک کر کے سب جاؤ۔ مگر اتنا بتا جاؤ کہ مجھے کس پر چھوڑے جا رہے ہو۔ رو کر عرض کرنے لگے۔ بھائی جان آج آپ کے قابل میرے پاس سوائے جان کے کوئی تحفہ نہیں ہے۔ سب اپنی اپنی جانیں حضور پر صدقہ کر رہے ہیں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ جو کچھ کر سکتا ہوں اس سے دریغ نہ کروں۔

اسروز کہ یار من مرا مہمان است  
بخشیدن جان و دل مرا پیمان است

دل نخطر سے نیست سخن در جانست  
جان افشائتم کہ روز جاں افشانست

غرض کہ امام ہمام نے مجبور اجازت دی۔ آپ میدان میں تشریف لائے  
اور رجز پڑھنے لگے۔ جس کا ترجمہ ابوالمفاخر نے یہ کیا ہے

شاہ برادر من است اختر آسمان دین  
مہتر و بہتر زمان قبیلہ و قدوۃ زمین  
لالۃ روضہ مصف گلبن باغ آصفی  
چشم و چراغ مصطفی امیر و امام یاسین  
گوہر کان اجنبی مہر و سپہراہتدی  
طرۃ نشان طاوہا چہرہ کشائے یاسین  
من نہ برادر و دیم خادم و چاکر و دیم!  
پیش دو دیدۃ شما خار جیان تیر دین  
تخفہ جان و دل بکف آمدہ ام در گمش  
دیدہ و رخ بر آستان تیغ کفن در آستین

اس کے بعد آپ نے مبارز طلب کیا۔ مگر کسی میں تاب مقابلہ نہ تھی  
جو آتا۔ آخر خود صفوں اشقیاء میں گھسے اور کافی اشقیاء جہنم میں پہنچائے۔ اس  
گھسان میں آپ کے اکیس کاری زخم آئے۔ آخرش قدام موصلی خبیث  
یا بروایتے دیگر عبد اللہ بن عقبہ غنفری یا زخیر بن بدر نخعی خبیث کے  
تیرنے آپ کو نڈھال کیا اور آخر کار

رخت ازیں منزل فانی بر بست  
بطرہ خانہ جاوید نشست

بہشت بریں سدھارے۔ امام لاشعہ مبارک کو خیمہ میں لائے اور  
شہد اس ناز کے ہم پہلو سلا دیا۔

## حضرت عمرو بن علی میدان میں

اس کے بعد حضرت عمرو بن علی دوسرے بھائی امام ہمام کے باجائز  
امام میدان میں آئے اور فرمانے لگے کہ

ما عافیت نثارہ درد کردہ ایکم

جاں را بن یزید عدم فرد کردہ ایکم

ز پس بحر آب گوں چو کسے آب خوش خورد

دل را از آب خورد جہاں سر کردہ ایکم

پھر وہ محاربہ و مقاتلہ فرمایا کہ اشعیا کے وائے توڑ دینے آخرت بہشت بریں کو سدھارے۔

بعض کا قول ہے کہ آپ اس جنگ میں شریک نہ تھے اور اکثر علماء  
اسی قول کی تصحیح فرماتے ہیں مگر مشہور یہی روایت ہے کہ آپ کربلا میں  
شہید ہوئے۔

## حضرت عثمان بن علی میدان میں

پھر آپ کے تیسرے بھائی حضرت عثمان بن علی اجازت لے کر میدان  
میں رونق افروز ہوئے۔ اور اس طرح رجز پڑھنے لگے کہ

آمدہ عثمان بجنگ تیغ یماں دریمیں

خوردہ بقتل شہا پیشس بر اوریمیں

شامی مدیر سپر ایجنسی کشد بر حسین  
 نیست دلش را مگر ویدۃ النصار ہیں  
 صبح شہادت و مید وقت صبح من است  
 مست شوم و میدم از قدح حور عین

پھر کافی حرب و ضرب فرما کر ستر پا زخموں میں چور ہو کر یزید ابطحی کے  
 ہاتھ سے اپنی شمع حیات اور چراغ دودمان ولایت کو با داجل سے منطفی  
 فرمایا اور وہ گنج زواہر معالی دم کے دم میں زیر خاک فوات منتفی ہو گیا  
 اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

رفت و کحل روشنی در چشم عالم ہیں نماںد  
 برگ عیش و کامرانی در دل غم گیں نماںد

### حضرت عون بن علی میدان میں

پھر حضرت امام کے چوتھے بھائی حضرت عون بن علی جو ایک  
 حسین و جمیل جوان تھے امام ہمام سے اجازت حرب لے کر میدان میں  
 آئے اور مبارز طلب ہوئے۔ ابن الا حجار خبیث دو ہزار دو سیاہ  
 اشقیاء کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ آپ نے وہ جوہر شجاعت دکھایا کہ  
 عقوڑی دیر میں سب کو درہم برہم کر دیا۔ بچے کھچے اپنی جان لے کر  
 بھاگ پڑے۔

آپ واپس امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔  
 امام نے جو جسم اطہر زخموں میں چور دیکھا فرمایا۔ بھائی عون۔ اب تم  
 خیمہ میں آرام کرو۔ تم نے اپنی شجاعت کے جوہر علی وجہ الکمال

دکھا دیئے قدموں میں گر گئے اور عرض کرنے لگے۔ بھائی جان! مانا جان کی خدمت میں حاضر ہو جانے کے قابل ہو جانے دیجئے۔ پیاس کی شدت سے ویسے بھی جاں بلب ہوں۔ یہاں رہ کر بھی مینا مشکل ہے پھر اس سعادت سے کیوں محروم رکھا جاؤں۔ امام بہت روتے۔ پھر فرمایا۔ بھائی گھوڑا بدل لو کہ وہ زخموں سے اس قدر چور ہے کہ اس کی ہمت اب سواری دینے کی نہیں ہے۔ ابا جان نے تمہیں اسپ ادبم دیا تھا۔ وہ کسوا لو اس پر سوار ہو کر جاؤ۔ یہ تمہیں ارشاد امام گھوڑا کس کر لایا گیا آپ اس پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ نیزہ رومی آپ کے دست اقدس میں تھا۔ اُسے ہلا کر مبارک طلب ہوئے۔ اشقیاء میں شور ہو گیا۔ کہ لودھی عون پھر آرہے ہیں۔ ہم تو سمجھے تھے کہ مر گئے ہوں گے۔

چہ آفتت کہ باز این سوار پیدا شد

کہ ام سرورن بالائے زمین ہویدا شد

صالح بن یثار کی جو نہی نظر آپ پر پڑی۔ آگ بگولا ہو گیا۔ اس کو آپ سے پرانی دشمنی تھی اور وہ یہ کہ زمانہ خلافت مولیٰ علی شیر خدا میں یہ صالح شراب میں چور گرفتار لایا گیا تھا۔ مولیٰ علی شیر خدا نے حضرت عون کے ہاتھ سے اس کے اسی در سے لگوائے تھے۔ اسی دن سے اس کے دل میں آپ کی طرف سے کینہ بیٹھا ہوا تھا۔ آج اس نے انتقام کا موقع پا کر آپ کو گالیاں دینی شروع کیں۔ آپ کو اس کی یا وہ گوئی پر غصہ آیا آگے بڑھے اور فرمایا خبیث کیوں زندگی سے بیزار ہے۔ اس نے پیکر آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے اس کے وار کو خالی دے کر نیزہ مارا جو حلق سے پار ہو گیا۔ یہ تو اصل جہنم ہوا ہی تھا۔ کہ میمنہ اور میسرہ سے

دو ہزار فوج نے آپ کو زرخ میں لے لیا۔ مگر آپ دلیرانہ حملہ فرماتے رہے۔  
 آخرش یہ شیر نامدار بھی جراتہائے شمشیر جفا شعار سے زخموں میں چور  
 ہو چکا تھا۔ نیزہ خالد بن طلحہ کا زخم کاری لگا۔ اور آپ زین سے زمین کی طرف  
 تشریف لائے گرتے وقت زبان مبارک پر یہ لفظ تھے بسم اللہ و علی  
 ملۃ رسول اللہ۔ پھر آپ نے آواز دی۔ اے بھائی جان۔ اے ابن رسول اللہ۔  
 آپ ہی کی محبت میں دنیا میں آیا تھا اور آپ ہی کا عشق لے جا رہا ہوں۔

گر سرم خاک گشت بر در تو

باد حباننا سعادت سر تو

بعد ازاں آپ کے پانچویں بھائی حضرت جعفر بن علی روتے ہوئے  
 اجازت لینے آئے۔ مجبوراً امام نے اجازت دی۔ آپ میدان میں تشریف  
 لائے اور داد شجاعت دے کر بہشت بریں سدھارے۔

اے غمت اصل شاد مانیہا

وصل تو اصل کامرانیہا

میروم گوئیہاتے غم بر دل

می برم از دوت گرا نیہا

بھائی جان! اجازت دیجئے۔ بھائیوں کی جدائی کی تاب نہیں بنوں گے

بعد رو کہ بسیار اجازت لے کر میدان میں آئے اور محاربہ فرمانے لگے۔

ایک سو شتر اشقیاء جب واصل جہنم فرما چکے تو ہانی بن ثویب حضرمی

کے نیزہ سے جام شہادت نوش فرما کر سیارۃ بہشت بریں بنے۔

نجات یافت ازیں دامہائے رنج و غنا

نزول کروں گلزار جنت الماوسے

## حضرت عباس علمدار کی میدان میں شجاعت

اب ساتویں بھائی حضرت عباسؓ علمدار شکر کی باری آئی۔  
ہوا غل فوج اعدا میں کہ بھاگو اشقیاء بھاگو  
کہ اب عباس علمبردار خود میدان میں آتا ہے۔

آپ نالاں و گریباں خدمت امام میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔

کایا بر اور ان و عزیزان کجا شدند

ور و شست کر بلا ہمہ از ہم جدا شدند

اپنا سر امام کے قدموں میں جھکایا اور عرض کرنے لگے۔ بھائی جان!

اب مجھ سے ننھے ننھے بچوں کا بلکنا نہیں دیکھا جاتا۔ لہذا اجازت دیکھتے

تاکہ اشقیاء کو اول سمجھاؤں۔ اگر کچھ پانی دے دیں فہو المراد۔ ورنہ پھر جیسے

نبے لاؤں۔ امام ہمام زار زار رونے لگے کہ بھائی علمدار شکر تم ہی ہو۔

تمہارے بعد علم کون اٹھائے گا۔ اور میرے قلب مجروح پر مرہم کون

لگائے گا۔ عرض کرنے لگے اے ابن رسول اللہ۔ میری جان آپ پر

نثار۔ خدا کی قسم دنیا سے تنگ آ گیا ہوں۔ اب یہی چاہتا ہوں کہ چلتے

چلتے کچھ خدمت عرم کرتا جاؤں اور یہاں سے رخصت ہو جاؤں۔

آخرش امام کو مجبوراً اجازت دینی پڑی۔ آپ مبارز نامدار اور شجاع

ذی الاقتدار تھے۔ قوت بازو حیدر کرار سے میراث میں پائی تھی اور

بہت سے معرکے دیکھ چکے تھے۔ لہذا رتے ہوئے اور تیغ مصری

چمکاتے ہوئے رزمگاہ میں تشریف لائے۔



کس شیر کی آمد ہے کہ دن کانپ رہا ہے  
 دن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے  
 رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے  
 ہر قصہ سلاطین زمن کانپ رہا ہے  
 شمشیر بکف دیکھ کے جس کے رپس کو  
 جبریل لڑتے ہیں سمیٹے ہوتے پیر کو  
 کیا شان ہے اللہ سے ضیاء رخ انور  
 کیا نور ہے جس نور سے ڈھالیں تھیں منور  
 بس وامن صورا پہ گرمی نور کی چادر  
 جن آنکھ بچھانے لگے ہر ایک قدم پر  
 دکھلاتے جوانی کے چلن جب کبھی رک کر  
 سینہ سے لٹایا فلک پیر نے جھک کر

ابن سعد نے آپ کو آتے دیکھا۔ تو اپنے لشکر کو کہا کہ اب ذرا ہوشیاری

میں رہنا اس لئے کہ

آتا ہے خبر دار اب عباس علم دار  
 ناگاہ زمیں دن کی ہوئی مطلع انوار  
 ہر چار طرف سے یہ اٹھا غلغلہ اک بار  
 ہوشیار غیب دار ! غیب دار ! غیب دار  
 اے صلّ علیٰ کیا پس شیر خدا ہے  
 یہ شیر خدا گر نہیں شمشیر خدا ہے

صحرا ہوا پر نور زہے طلعت عباس  
 لرزہ ہے دلیروں میں زہے مہبت عباس  
 ملتا ہے مزہ دل کو زہے صورت عباس  
 کیا حسن ہے کیا جاہ زہے شوکت عباس  
 بازوئے حسین آتا ہے شمشیر زنی کو  
 یا شیر خدا آتے ہیں خیمہ شکنی کو  
 بولا کوئی چپ لاکٹی رہوار تو دیکھو  
 بجلی کی تڑپ گرد ہے رفتار تو دیکھو  
 ایک کہنے لگا شان عمار تو دیکھو  
 شان ایک طرف جلوۂ رخسار تو دیکھو  
 کس قمر سے ایک ایک کو لکار رہے ہیں  
 کس پیار سے رہوار کو چکار رہے ہیں  
 عمر سعد نے گھبرا کر شکر کو بلایا اور کہا تمام لشکر محو اداو عباس ہے ہر کس و  
 ناکس کی زبان پر تبار عباس ہے یہ موقع لڑائی کا نہیں بہتر صورت یہ ہے کہ  
 توجا اور ہاتھ باندھ کر کچھ اس طرح سمجھا کہ وہ ہم سے راضی ہو جائیں ۵  
 یاں خنجر و شمشیر کا موقع نہیں اصلا  
 اب جو ہر شمشیر زبان کچھ ہمیں دکھلا  
 منت سے سماجت سے عمار کو سمجھا  
 جس بات پہ راضی ہوں انھیں فوج میں آ  
 اب لشکر شبیر میں باقی یہ جری ہے  
 پھر خاتمہ جنگ حسین ابن علی ہے

یہ سن کے کہا شمر نے دشوار ہے یہ کیا  
عباس علمدار ہے تو ہے بھانجہ میرا  
یہ کہہ کے وہ اس خیمہ سے ہنستا ہوا نکلا  
شکر سے کہا شاد ہو بر آئی تمتا  
اب قتل فقط کیجیو تم سبط نبی کو  
میں جا کے لئے آتا ہوں عباس علی کو  
یہ کہہ کے چلا جانب عباس وہ جلا  
یاں ہو گئی آنکھوں میں رگ ہاشمی استاد  
عباس ہلانے لگے نیزہ بدل شاد  
کی شعلہ صفت کانپ کے یہ شمر نے فریاد  
میں جانتا ہوں زور میں تم شیر خدا ہو  
میں ایچی فوج ہوں مجھ پر نہ خفت ہو  
عباس نے فرمایا کہ اے شمر سنگ  
مسلم بھی تو تھا ایچی سبط پیغمبر  
کیوں اس کو کیا کوئیوں نے ظلم سے بے  
ہے عیب و غاتم میں۔ وفا اپنا ہے جوہر  
لے کہ تو وہ پیغام ہے کیا فوج لعین کا  
پر نام حقارت سے نہ لینا شہ دین کا  
یہ سن کے زمین بوس ہوا شمر بایاں  
اور بولا کہ اسے وارث تیغ شہ مرواں

یاں خورد کلاں آپ کے ہیں تابع فرماں  
 آؤ جو ادھر کو تو بڑا مجھ پہ ہو احساں  
 نے آپ سے مطلب ہے نہ اکبر سے غرض ہے  
 ہم کو تو سر سبط پیمبر سے غرض ہے  
 جس وقت یہ کی شمر تم گار نے گزار  
 تھرانے لگا صورتِ نور شیدہ علمدار  
 اور میان سے شمشیر نکل آئی کئی بار  
 فرمایا کہ خاموش ہو اسے کافر مکار  
 گو تختہ کہیں حلق پہ سو بار پھرے گا  
 سردار سے لیکن نہ علمدار پھریگا

اور آپ نے غصہ میں آکر اس کی طرف نیزہ چمکایا وہ خبیث سر پر پاؤں  
 رکھ کر بھاگا آپ نے فرمایا بے ایمان یہاں بھی ایچی بن کر جان بچا گیا۔ ورنہ  
 ابھی جہنم پہنچا دیتا۔ پھر آپ نے لشکر کی طرف مخاطب ہو کر یہ رجز پڑھا۔

میں سایہ چشم پسر شیر خدا ہوں  
 بھائی ہے جدا مجھ سے نہ میں ان جدا ہوں  
 شہ قبلہ ایماں ہیں تو میں قبلہ نما ہوں  
 وہ خاتم قدرت ہیں تو میں نقش وفا ہوں  
 میں ہوں جو سونے قبلہ دین عین شرف ہے  
 جو قبلہ نما ہے سو وہ قبلہ کی طرف ہے

ابن سعد نے شمر سے سب حال سن کر ابن زیاد کو لکھا کہ لشکر تمام ہیبت  
 عباس سے تہ وبالا ہے۔ چنانچہ اس نے نپتیس ہزار لشکر اور بھیجا۔ عباس سے ۱۔ بو

شکر کی کثرت دیکھی بچہراگتے اور نیزہ ہلا کر فرمانے لگے۔  
 اعدا کو سنا کر کہا کون آتا ہے دیکھیں  
 نیزہ کو ہلا کر کہا کون آتا ہے دیکھیں  
 تیروں کو ملا کر کہا کون آتا ہے دیکھیں  
 شمشیر دکھا کر کہا کون آتا ہے دیکھیں  
 ہم شمشیر ہیں ہم کو کوئی لٹکار سکے گا  
 تلواریں تو کیسی؟ کوئی دم مار سکے گا  
 ہاں مجھ کو رکھو یاد میں حیدر کا پسر ہوں  
 اور بارغ نبوت کے شجر میں شہزادوں  
 میں ویدہ ہمت کے لیے نور نظر ہوں  
 پیاسا ہوں مگر ساقی کوثر کا پسر ہوں  
 واللہ میری ضرب طمانچہ ہے بلا کا  
 ولبنہ ہوں میں شیر خدا شیر خدا کا  
 آف کروں تو سب فوج کے نیزے ابھی ہیں  
 پھل بھٹیوں کے شمع کی مانند پھل جاہلیں  
 تلواریں تڑپ کر ابھی قبضوں سے نکل جائیں  
 اور تم کو نیام اژدھے بن بن کے نگل جائیں  
 پرواز کریں تیر پرندوں کی طرح سے  
 پھنس جاؤ کمانوں میں کندوں کی طرح سے  
 ہوشیار ہو میں فاطمہ اطلس کا پسر ہوں  
 ستارے حرم ساقی کوثر کا پسر ہوں

میں شیر خدا قاتل انتہہ کا پسر ہوں  
عباس میرا نام ہے جسے کاپس ہوں  
پانی کے لیے آیا ہوں تم روک تو دیکھو  
شیروں کی لڑائی ہے ذرا ٹوک تو دیکھو

غرض کہ آپ اپنے مرکب تیز پائے آہن خاتمے رعد صابرق نما کو  
ایڑوے کر شمشیر و دم مصری اور سپر مکی خود رومی سجاتے ہوئے آگے بڑھے  
برقے گرفت در کف و ابرے پیش روئے

ماہے نہادہ بر سر و چرخے بنزیر ران

اور اس زور شور سے چلے کہ ہوا کا منہ تراکم غبار سے پھیر دیا اور صحن کمر ہلا کر اپنے  
حسن و جمال سے مثل عرصہ گلستان کے منور و مزین فرماتے ہوئے ایک مقام  
پر ٹھہرے اور فرمانے لگے اے بیدینو! خوف خدا کرو۔ یہ سید و سرور فرزند  
ستودہ پیمبر ہیں۔ جن پر تم نے پانی بند کر دیا ہے۔ مان جاؤ اور تھوڑا پانی دیدو۔  
قیامت کے دن ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم پر کوئی نالشی نہ ہوگا۔ اور ہمیں اجازت  
دیدو کہ کہیں چلیں۔ مکہ۔ مدینہ بلکہ قرب عرب و ولایت جاز کو بھی ہم چھوڑ جائیں گے کبھی  
لوٹ کر ادھر نہ آئیں گے۔ اس پیغام جگر سوز نے فوج اشقیاء میں ایک سنسنی  
پیدا کر دی کوئی زار زار رو رہا تھا۔ کوئی خاموش تھا۔ کوئی ابن زیاد کو گالیاں دے  
رہا تھا کہ شمر ذی الجوشن۔ شیبث ربیع اور حجر بن العجار آگے بڑھے اور کہنے لگے۔  
اے برادر ابو تراب! اپنے بھائی سے کہہ دیجئے کہ تمام درخواست منظور ہے  
مگر اس شرط پر کہ یزید کی بیعت کر لو اور بصورت عدم بیعت ایک قطرہ  
کی ہم سے امید نہ رکھو۔

اب واپس خمیمہ میں تشریف لائے۔ اور امام سے غبتا کی سرکشی ظاہر کی۔

اہم متبسم ہوتے اور فرمانے لگے۔ خیر اپنا کام اتمام حجت تھا اب ہم پر کوئی بار نہ رہا۔ اور جو ہونا ہے وہ ضرور ہوگا۔ کہ اتنے میں خیمہ سے آواز العطش آئی شروع ہوئیں آپ خیمہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا شدت تشنگی سے ننھے ننھے بچے اڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ پیاس کی وجہ سے زبانیں باہر آرہی ہیں۔ آپ سے ضبط نہ ہوا۔ مشک کا ندھے پر رکھی۔ اور مرکب برق رفتار پر سوار ہوئے اور امام کی خدمت سے رخصت ہوئے اور عرض کی حضرت ابھی پانی لانا ہوں۔ ان کتوں کی قوت کا اندازہ بھی دیکھتا ہوں۔

روایت ہے کہ ساحل فرات پر چار ہزار شقی محافظ تھے۔ ان میں دو ہزار پیادہ اور دو ہزار سوار تھے جب آپ ساحل کی طرف چلے یہ سب مانع ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو یا کافر؟ سب کہنے لگے مسلمان۔ آپ نے فرمایا۔ مسلمان کو یہ کب روا ہے کہ سوزہ کتے۔ چرند۔ پرند سب اس پانی سے سیراب ہوں اور فرزند ان مصطفیٰ جگر گوشگان فاطمہ زہرا پیاس سے تڑپاتے جاہیں۔ اس کا مزہ تمہیں قیامت کے دن آنے گا جب تم پکارتے آؤ گے۔

ماہمہ نشہ بیاہم تونی آب حیات  
 لطف فرما کہ وحد میگز روشد لبی  
 بجاتے اس کے کہ شرماتے بمنفعل ہوتے۔ پانچ سو اشقیانے یکبارگی  
 آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے جب اس طرف سے پیش دستی دیکھی۔ نیز اٹھایا  
 بس میان سے شمشیر دلاور نکل آئی  
 پھلی دہن مار سے باہر نکل آئی  
 کس حسن سے شمشیر تڑپ کر نکل آئی  
 بجلی سی گری فوج کے اندر نکل آئی

اک ضرب سے جانوں کی لعینوں کی پڑی تھی  
 دینے کے لیے داوقضنا آن کھڑی تھی  
 بجلی سی چمک کر جو صدف جنگ سے نکلی  
 فریاد کی آواز دل سنگ سے نکلی  
 اسوار کے سر پر جو گرمی تنگ سے نکلی  
 سینہ میں در آئی تو عجب رنگ سے نکلی  
 چھوڑا جسے مقتل میں لہو چاٹ کے چھوڑا  
 پایا جسے اس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا  
 جس شامی کے شانہ پر گرمی شانہ جدا تھا  
 پہنچی تک آپہنچی تو دستاں جدا تھا  
 تبکہ خدایہ نعرہ شہزادہ جدا تھا  
 اپنوں سے ہر اک صورت بیگانہ جدا تھا  
 اس جنگ میں بھائی کو نہ بھائی کی خبر تھی  
 ہاں تھی تو سرو تن کی جدائی کی خبر تھی  
 جنتوں میں غل تھا کہ سلیمان ہے سلیمان  
 کہتے تھے وہ رومی سے یہ اسکندردوراں  
 مصری یہ جھگڑتے تھے کہ ہے یوسف کنعاں  
 کہتے تھے یہودی کہ ہے یہ موسیٰ عمسراں  
 عیسائی رکھے دست سلام اپنے جبیں پر  
 کہتے تھے کہ عیسیٰ اتر آتے ہیں زمین پر



تھوڑا سا جو باقی رہا شکر وہ قنارہ  
 اعجاز و کرامت نے تقییبانہ پکارا  
 اسے سامریو کلمہ پڑھو جلد خدا را  
 باطل ہوا جاو و کی طرح دین تمھارا  
 بھاگو ار سے بھاگو یہ شجاع ازلی ہے  
 شبیر جو موسیٰ ہیں تو ہارون ولی ہے

اور اسی نجیث ایک ہی تلم میں جہنم پہنچا دیتے۔ باقی جان بچا کر بھاگے۔  
 سواروں نے اپنے گھوڑے پانی میں کودا دیتے۔ آپ یہ رہز پڑھتے  
 جاتے تھے۔

عباس علی است شیر غازی  
 ازبیشہ خیر و محبازی  
 آورده بزیر ران او داد سست  
 آب یعنی و باد تازی  
 سر می بازم مگر کہ یابم  
 نزدیک خدا تے سرفرازی  
 بر آل نبی سپاہ کشیدن  
 کاریست کہ نیست کار بازی  
 غافل مشوید ازاں کہ نبود  
 بیہود سخن بدیں و رازی

فرجی نیزہ کے ٹور اور خوف تلوار سے دور دور بھاگ گئے جتنی کہ  
 آپ پانی پر پہنچ گئے چاہتے تھے کہ مشک پڑ کریں کہ ایک ہزار

نے پھر گھیر لیا۔ آپ نے پھر انہیں لاکارا۔ کتوں کی طرح بھوکتے ہوئے پھر بھاگے  
 آپ نے مشک پانی سے پڑ فرمائی۔ کندھے پر رکھی۔ چلو میں پانی لے کر چاہا  
 کہ تھوڑا پیوں۔ مگر تشنگی اہلبیت یاواگئی۔ پانی پھینک دیا اور قسم کھائی۔ کہ سیرابی  
 اہلبیت سے قبل ایک قطرہ بھی پینا مجھے حرام ہے۔ پھر اپنے مرکب کو حکم دیا  
 کہ تو پی لے۔ اس نے زبان حال سے عرض کی کہ حضور اگرچہ حیوان ہوں۔ مگر  
 آپ کے فیض صحبت نے یہ حس مجھے دی ہے کہ اہلبیت کے مقابلہ میں اپنی  
 پیاس کی کوئی حقیقت نہ سمجھوں۔ مجھے بھی تب تک ایک قطرہ آب بھی  
 حرام ہے۔ جب تک اہلبیت حرم سیراب نہ ہوں۔ اللہ اللہ! فیض صحبت  
 امام کا اثر تھا۔ مولانا نے سچ فرمایا ہے ۵

صحبت صالح ترا صالح کنہ

صحبت طالح ترا طالح کنہ

حدیث صحیح میں علی الاطلاق ارشاد ہے لِلصُّحْبَةِ تَأْتِرُ وَكَلْوُ  
 كَانَ سَاعَةً۔ صحبت میں بہت اثر ہے اگرچہ وہ ایک ساعت ہی  
 کی ہو۔

عرض کہ رہوار اور عباس علمدار دونوں پیاسے مشک پانی کی پڑ کر کے  
 دوش اقدس پر لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں جو شقی حائل ہوا اسے  
 کاٹتے صفحہ ہستی سے مٹاتے قریب خیمہ کے پہنچے تھے کہ نوفل بن ارنق  
 خیمہ نے قریب پہنچ کر دایاں بازو سے اقدس کاٹ دیا۔ آپ نے  
 بلا خوف و خطر بوجلت تام بائیں کندھے پر مشک رکھ لی اور یہ رجز پڑھا

وَاللّٰهُ لَوْ قَطَعَتْ مِیْنِیْ

لَا تُخِیْمِنُ مَجَادًّا عَنِ دِیْنِیْ

وَعَنْ إِمَامٍ صَادِقٍ أَمِينٍ  
سَبَّطِ النَّبِيَّ الظَّاهِرِ الْأَمِينِ

اس کا ترجمہ کسی نے خوب کیا ہے

اگر کاست دشمنِ زمینِ دستِ راست  
زویں وز مردیم پیرِ بے نکاست  
زخمِ تیغِ نندیشم از مرگِ بیج  
کہ بے آبِ برگشتن از من خطاست  
اگر آبِ یامِ و گرنہ کنوں  
سر اندر سدا آبِ کردنِ رواست

خبیث نے پیچھے پیچھے آکر بایاں بازو بھی کاٹ دیا۔ آپ نے پھرتی  
سے مشک کو کندھے سے لے کر دانتوں میں تقام لیا اور فرمایا

يَا نَفْسُ لَا تَخْشِي مِنَ الْكُفَّهِ  
وَالْبَشْرِ بِرَحْمَةِ الْعَفَا  
مَعَ النَّبِيِّ سَبَّطِ الْأَطْهَارِ  
قَدْ قَطَعُوا بَيْغِهِمْ بَسَا  
وَقَدْ طَعَنُوا أَهْلَ الْبَيْتِ الْكُفَّهِ  
فَأَصْلُهُمْ يَا سَرَّابِ حَرَّ النَّهْرِ

کہ ناگاہ ایک خبیث نے تاک کر ایسا تیر چھوڑا کہ سینہ سے پار ہو کر  
مشک کو چھید گیا اور پانی اس طرح گرا کہ تشنگانِ حرم کی آنکھیں دیکھ رہی  
تھیں۔ آپ کے آنسو نکل پڑے اور دربارِ الہی میں عرض کرنے لگے کہ  
خدا یا اس میں کون مصلحت تھی کہ تشنگانِ حرم کے حلق تک پانی نہ پہنچنے

حَرَّ

دیا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے آیا ہوا پانی بہا دیا۔ غیب سے آواز  
آئی کہ عباس!

بآب شور جہاں تر مکن لب، ہمت  
کہ شربت تو مہیاست از شراب طہور  
بریں مفیق فت اول منہ کہ جائے دگر  
برائے عشرت تو برکشیدہ اند قصور

ادھر ہاتھوں کے کٹنے سے کمزوری ادھر سینکڑوں زخم تیروں کے جسم  
پر تھے مگر آپ کی ہمت مشک سے بندھی ہوئی تھی۔ پانی ادھر گرا۔ آپ  
گھوڑے سے ادھر گریے اور پکارے یا اخاکہ ادراک اخاکہ بھائی جان  
اپنے جان نثار بھائی کی لاش اٹھالے جائیں۔ امام اس آواز پر بیتابانہ چلے  
اور اپنے علمدار کی لاش پر پہنچے۔ دیکھا کہ عباس سیارہ فرودس بریں ہو چکے  
ہیں۔ ایک آہ سرودل پڑو دوسے اس زور کی کھینچی کہ زمین کر بلا میں لرزہ  
آگیا

پیر گردوں زبیں مصیبت جامہ جاں چاکرہ  
خسروے اکہم کلاہ خسروی بر خاک زو  
قامت گردوں دو تاؤ چہرہ مد شد سیاہ  
برق این آتش مگر بر قبہ افلاک زو

آپ لاشہ عباس کو خیمہ میں لائے اور زبان مبارک پر یہ جملہ تھا اَللّٰہُ  
اِنکسر ظہرہ جی و قَلت جیبتی اب میری پشت شکستہ ہوگئی اور سہارا گیا  
رفت آن ماہ و من بے چارہ شتم  
ذکوئے خوش دلی آوارہ گشتم

ایک روایت میں ہے کہ محمد بن انس شہرِ اودہ کے آگے کھڑے تھے۔ جیسے انہوں نے آواز عباس سنی دوڑے اور لاشِ عباس پر پہنچے دیکھا کہ جثامہ تم نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر رکھا ہے۔ اور جسمِ مطہر کے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ اتنے میں سر مبارک کو نیزہ پر اٹھا کر خبیث اپنے لشکر سے جا ملے۔ و اوتہم بشہیدان و گرمحقق شد۔ عرض کہ حضرت عباس کی شہادت کا امام کو اس قدر

صدمہ ہوا جو بیان سے باہر ہے

چلائے گر کے لاش پہ شبیر نامدار  
 بھائی تمھاری نرگسی آنکھوں پہ میں نشار  
 اس زغہ میں بھی تمھیں بھائی کا انتظار  
 آنکھیں پھرا کے ڈھوڑتے ہو مجھ کو بار بار  
 شاید زباں ہے بند جو لب کھولتے نہیں  
 روتے ہوئے ہم آئے تو اب بولتے نہیں  
 بے تاب ہے حسین براور جو اب دو  
 اے میرے نوجواں مرے صدفِ جواب دو  
 اب جاں بلب ہے سبطِ ہمیر جو اب دو  
 اے نور چشم ساقی کوڑ جو اب دو  
 لکنت زباں کنشک کو ہے تشنہ کام ہیں  
 بھائی تمھارے سر کی قسم تمام ہیں  
 سن لو تمھیں دیا ہے سکیئہ کے کچھ پیام  
 ایسا نہ ہو کہ یاں چلی آئے وہ تشنہ کام

جنبش ہوتی لبوں کو بھتیجی کاشن کے نام  
 کی عرض اب غلام کی رخصت ہے یا امام  
 قدموں پہ آنکھیں ملنے کو دن بیقرار تھا  
 مولیٰ تمھاری وید کا بس انتظا تھا  
 منہ رکھ کے منہ پہ کہنے لگے شاہ خوشحال  
 کیوں چپ ہوتے کچھ اور کہو اپنے دل کا حال  
 ان سوکھے سوکھے ہونٹوں پہ صدقہ علی کلال  
 بھائی مدو کو آتے ہیں اب شیر ذوالجلال  
 رخ کیوں ہے زرد کون سی ایزد گزرتی ہے  
 کیوں دم بدم کراہتی ہو کیا گزرتی ہے  
 گودی میں ہے مرے دم آخر تمھارا سر  
 اور پائنتی جوان بھتیجہ ہے نوحہ گر  
 گزرے گی ہم پہ جو تمھیں اس کی بھی ہے خبر  
 سینہ پہ ہوگا تیغ لیے شہر بدگھر  
 شمشیر حلق خشک پہ چلتی ہے کس طرح  
 دیکھیں ہماری روح نکلتی ہے کس طرح  
 یہ بات سن کے نزع میں عباس تھر تھراتے  
 قطرے لہو کے آنکھوں سے عارض پہ بہکے تھے  
 دوبارہ ٹپک کے پکارے کہ ہاتے ہاتے  
 پرخوں و مہن حسین کے قدموں کے پاس لائے

بچکی کے ساتھ موت کا بخبر بھی چل گیا  
 سر پاؤں پر دھرا رہا اور دم نکل گیا  
 اکبر پکارے ہاتے چپا بھی گزر گئے  
 رو کر حسین بولے کہ بھائی کدھر گئے  
 منہ تو اٹھاؤ خاک سے رخسار بھر گئے  
 واحسرتا حسین کو بے آس کر گئے  
 اب کون دیگا دکھ میں نبی کے سپر کا ساتھ  
 دم بھر میں تم نے چھوڑ دیا عمر بھر کا ساتھ  
 اے شیر صف شکن اے میرے نوجواں  
 پاؤں کا تم سا چاہنے والا میں اب کہاں  
 شیر خدا کا آج جہاں سے مٹا نشان  
 تم کو حسین جانتا تھا اپنے تن کی جاں  
 تینوں میں اب سپر نہیں بھائی کے ہوتے ہو  
 باز دکٹائے شیر سے دریا پہ سوتے ہو

اکبر

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ اب فقط تین صاحبزادے  
 اور خود بدولت کے سوا لشکر میں کوئی ایسا نہیں ہے جو امام ہمام کی مصیبت  
 سنے اور غم غلط کرے۔ علی اکبر آج ۱۸ برس کے سن عین شباب کے  
 دن میں ہیں۔ علی اصغر طفل شیر خوارہ ششماہہ ہیں۔ زین العابدین بستر  
 بیماری پر دراز ہیں۔

آخر شش ماہیوس ہو کر خود عزم میدان فرمایا۔ مرکب برق رفتار پر سوار  
 ہوتے تھے کہ علی اکبر ہم شکل پیغمبر خدمت میں حاضر ہو کر قدموں میں گر

گئے اور رو کر عرض کرنے لگے۔ ابابجان وہ گھڑی خدا نہ دکھائے جو میرے سامنے حضور کا چہرہ زیبا خاک و خوں میں ملے۔ اس ساعت سے میں پناہ مانگتا ہوں۔ جو آپ کے سایہ بغیر مجھ پر آئے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ آپ شہید ہوں گے مگر اتنا توقف فرمائیے کہ پہلے میں جہم شہادت پنی لوں۔ ابابجان! جس طرح گود میں لے کر پیدائش کے وقت تکبیر و اذان دی تھی۔ اسی طرح اب گود میں لے کر جنازہ بھی پڑھ لیجئے۔ مختصر یہ کہ چاروں طرف سے عرم محترم نے آکر گھیر لیا اور مجبور حضرت علی اکبر کو رکنا پڑا۔ علی اکبر کی طرف سے جب امام بیفکر ہو گئے۔ اور خود سلاح جنگ آراستہ فرما رہے تھے کہ حضرت عباس کے دو صاحبزادے چاند کے ٹکڑے لخت جگر عزمیں سامنے آگئے۔

### حضرت ابن العباس

ایک کلام ابن العباس اور دوسرے قاسم ہیں۔ عرض کرنے لگے۔ چچا جان ابھی آپ نہیں جاسکتے پہلے ہم نشانہ ہوں گے۔ امام نے رو کر فرمایا کہ جان عم۔ بس یہ کافی ہے کہ تمہارے باپ کی جدائی کا داغ مجھے لگا۔ وہ عرض کرنے لگے واللہ یا عمنا بل انفسنا للذالذال ائذنا لنا خدا کی قسم اسے چچا! ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں گی۔ ہمیں اجازت دیجئے۔ غرض کہ اجازت عرب لے کر پہلے ابن عباس میدان میں آئے اور اشقیاء کے آگے کھڑے ہو کر یہ رجز پڑھا

أَقْسَمْتُ لَوْ كُنْتُمْ لَنَا أَعْدَادًا  
وَمِثْلَكُمْ وَكُنْتُمْ أَفْرَادًا



يَا أَشْرَجَ جَبَلٍ سَكَنُوا الْبِلَادَا  
 وَشَرِقْتُمْ أَظْهَرُ الْفَسَادَى  
 سَنُتْرِكُكُمْ شَرَدَا  
 وَتَدْرِي الرَّؤُوسَ عَنِ الْإِجْسَادَى

پھر اس قدر مقاتلہ فرمایا کہ دو سو پچاس سوار واصل جہنم کئے پھر مسلم  
 خولانی ایک سیلتن نبرد آزمانے بیڑا اٹھایا کہ میں اس لڑکے کو قتل کرونگا۔  
 چنانچہ وہ خلیفہ ایک جماعت کے ساتھ حملہ آور ہوا اور آپ کو زخمی کیا۔  
 جب ہر بن موسیٰ خون کے فوارے بہنے لگے۔ تو آپ پکارے یا عملاء  
 ادھکنی امام لاشہ پر آئے دیکھا کہ جسم مبارک زخموں سے چور ہے۔ آپ  
 زار زار روتے ہوئے لاشہ کو خیمہ میں لائے اور ۶۹ سال کی عمر میں بہشت  
 میں پہنچے۔

ان کے بعد دوسرے بھائی قاسم بن عباس حاضر ہوئے اور عرض  
 کرنے لگے یا عملاء یا عملاء لی بعدہا چچا آپ کے بعد زندگی بیکار  
 ہے آخر اجازت لے کر میدان میں آئے اور یوں فرمایا۔

إِيكُمْ مِنْ بَنِي الْمُخْتَارِ ضَرْبًا  
 يَشِيدُ هَوْلَهُ الْبَطْلُ الرَّضِيْعُ  
 الْآبَا مَعْشَرَ الْكُفَّاءِ جَمْعًا  
 يَكُلُّ مِنْهُمْ خَشَبٌ قَطِيْعٌ

پھر آپ مبارز طلب ہوئے مگر کوئی نہ آیا۔ آخر ش خود صفوف اشقیاء  
 میں گھے اور آٹھ سو واصل جہنم فرما کر امام کی طرف آئے اور پیاس کی  
 شکایت فرمائی۔ امام نے فرمایا بیٹا صبر کرو۔ عنقریب اپنے نانا سے

کو ترپنا۔ اس خوش خبری پر واپس میدان میں آئے اور بیس سوار اور مارے۔  
پھر کسی غیث کے تیر سے آپ سیارۃ فرود میں بریں ہوئے۔ امام لاش پر آئے  
تو ہزاروں اشقیانے لاش کو گھیر رکھا تھا۔ آپ نے چار سو سوار جہنم پہنچائے  
اور لاشہ کو خیمہ میں لائے۔

## حضرت علی اکبر کی میدان میں جلوہ آوری

اب سوائے حضرت علی اکبر کے کوئی جانے کے قابل نہ تھا۔ امام نے  
خود عزم فرمایا کہ حضرت علی اکبر زار زار رونے لگے اور عرض کی۔ اب جان؟ تمہیں  
حکم کر چکا۔ اب میری درخواست منظور فرمائیے۔ عرض کہ کچھ ایسے دروس سے  
اجازت مانگی کہ امام نے کلیجہ تمام لیا اور اپنے ہاتھ سے اعمامہ محمدی زیب فرق  
ناز فرمایا۔ ذوالفقار حیدری کمر سے لگائی۔ نیزہ دست اقدس میں دیا اور نصرت  
کرتے وقت فرمایا

تو عزم سفر کردی و رفتی زبیر ما  
بستی کمر خویش شکستی کمر ما

آپ کا سن مبارک اٹھارہواں ہے۔ آپ حسن و جمال خط و خال میں بالکل  
مشابہ صورت زبیرا سے محمد رسول اللہ ہیں۔ بلکہ اہل مدینہ کو جب شوق دیدار  
محمدی بیتاب کرتا۔ آپ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے۔ جب آپ  
میدان میں تشریف لائے تو آپ کی جلوہ گری کی خوب کسی نے تعریف کی ہے۔

میدان کو جب حسین کا نور منظر چلا  
تاج و لاج بھی پہلے سے بالائے سر چلا

لیلیٰ یہ کہہ رہی تھی کہ پیسار افسر چلا  
 پھو پھی بھی دو رہی تھیں کہ تخت جگر چلا  
 دیتے تھے اہل بیت دہائی امام کی  
 تصویر گھر سے جاتی ہے خیمہ الانام کی  
 بھائی کے غم میں عابد بیکس تھے بقیہ  
 اٹھتے تھے اور زمیں پہ گرتے تھے بار بار  
 بہنیں یہ کہہ رہی تھیں کہ بھائی ترے نثار  
 روتی تھی زار زار خواتین بحال زار  
 اک حشر تھا جدا علی اکبر جو ہوس تھے  
 جھوٹے میں پھوٹ پھوٹ کے لسنو بھی تھے  
 نکلا حرم سرا سے جو وہ نور حق کا نور  
 خادم نے دی صدا کہ برآمد ہوتے حضور  
 حضرت گھڑے تھے خیمہ کی ڈیوڑھی میں گھوڑے  
 دستِ اوب کو باندھ کے بولا وہ ذی شعور  
 رخصت ہوں اب جو حکم شہ نامدار ہو  
 رو کر کہسا حسین نے اچھا سوار ہو  
 گھوڑے پہ شاہزادۂ عالم ہوتے سوار  
 گویا چلے جہاد کو محبوب کردگار  
 تھا ثانی از براق فلک سیر راہوار  
 سر صر سے تند و تیز تو بجلی سے بقرار

یوں سامنے سے وہ دم بولاں نکل گیا  
 گویا ہوا پہ تخت سلیمان نکل گیا  
 حضرت تو زار زار تھے یاں تمام کر چکر  
 جاسوس نے یہ لشکر اعدا میں دی خبر  
 آتا ہے اک جواں حسین غیرت فسر  
 چہرہ پہ جس کے نور محمد ہے جلوہ گر  
 شان و شکوہ سب اسد کبریٰ کی ہے  
 کہتے ہیں سب بشر انہیں قدر خدا کی ہے  
 ہے دھوم ذرہ ذرہ میں اس آفتاب کی  
 خوشبو ہے زلف و جسم میں مشک گلاب کی  
 سر تا قدم ہے شان رسالت پینہا کی  
 تصویر ہے رسول خدا کے شبہا کی  
 گھوڑے کے گرد چین و ملک کا ہجوم ہے  
 صلوا علی النبی کی بیاباں میں دھوم ہے  
 روشن کیا ہے روتے منور نے راہ کو  
 رخسار نہیں ٹھہرنے کا یا را نگاہ کو  
 حیراں ہے عقل و بکود کے زلف سیاہ کو  
 آنکوش میں لیے بے شب قدرے ماہ کو  
 چہرے کے نور پر شب ماہتاب ماند ہے  
 خالق گواہ ہے کہ اندھیرے کا چاند ہے

یہ ذکر تھا کہ نور خدا جلوہ گر ہوا  
 گویا رسول پاک کا ان میں گزر ہوا  
 چلائے اہل شام کہ طالع قسمر ہوا  
 ہنگام نلسر تھا یہ گمان سحر ہوا  
 جلوہ دکھایا برق تجلی طور نے  
 نورشید کو چھپا دیا چہرہ کے نور نے  
 غش ہو گیا کوئی۔ کوئی گر کر سنبھل گیا  
 صلّ علی کسی کی زباں سے نکل گیا  
 نخلت سے آفتاب کا نقشہ بدل گیا  
 چمکا جو نور دھوپ کا جو بن بھی ڈھل گیا  
 دریائے نوریوں کا فقط اوج موج تھا  
 سب پست تھے زمیں کے ستارے اوج تھا  
 وہ کرو فرود و بدبہ وہ ہیبت و جلال  
 وہ طنطنہ شباب کا وہ جلوۂ جسمال  
 بل کھار ہے تھے غیظ سے زلف و تابال  
 کٹ جائے جس سے تیغ وہ ابروئے بہمثال  
 حلقہ کیا تھا چشم کو پلکوں نے گھیر کے  
 گویا کہ دو غزال تھے پنچوں میں شیر کے

ابن سعد نے آپ کو آتما ہوا دیکھا۔ تو تصویر حیرت ہو گیا اور متحیر ہو کر  
 شمر سے پوچھنے لگا۔ یہ کس کا ماہ پارہ ہے؟ کس برج کا ستارہ ہے؟ شمر  
 نے کہا۔ یہ گوہر درج خلافت انختر برج امامت آفتاب جہاں تاب

امام حسین سید الشہداء کی آنکھوں کا تارا ہے۔ عمامہ کی سجاوٹ بالوں کی بناوٹ نور کی صورت خدا کی قدرت دیکھ کر عمر سعد اپنے لب کاٹنے لگا اور کہنے لگا کہ آج گویا جبل احد پر حبیب خدا رونق افروز ہیں۔ اور لشکر میں باہمی یہ گفتگو تھی۔

بخشی ہے خدا نے اسے توفیر محمد  
گیسو ہیں کہ ہرزلف گرہ گیسو محمد  
پہرہ ہے کہ آئینہ تصویر محمد  
باتوں میں ہے رنگینی تقریر محمد  
شوکت وہی صولت وہی دستور وہی ہستی  
نقشہ وہی انداز وہی نور وہی ہے

پھر آپ میدان میں آکر لکارے اور اس طرح رجز پڑھنے لگے۔

أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ  
وَنَحْنُ وَفِي اللَّهِ أَوْلَادُ النَّبِيِّ  
أَطَعْنَاكُمْ بِالرُّمْحِ طَعْنَا صَيْبِي  
أَضْرَبُكُمْ بِالسَّيْفِ أَجْمَعِ عَنِ أَبِي  
ضَرِبَ غُلَامٍ هَاشِمِيٍّ عَرَبِيٍّ  
مِنْ آلِ بَيْتِ الْهَاشِمِيِّ الْيَثْرَبِيِّ

ابوالموید راوی ہیں کہ جب آپ میدان میں تشریف لائے تو آپ کے رونے رنگین پر چار گیسو تھے۔ دو آگے دو پیچھے۔ شجر و حجر آپ کے منقبت یوں گارہے تھے۔

خسروا مشتری غلام تو باد  
توسن چرخ درلحم تو باد

سبز خنک فلک مسخر تست

ابلق روزگار رام تو باد

آپ کے رجز کا ترجمہ نور الائمہ خوارزمی نے اس طرح کیا ہے

منم علی حسین علی کہ خسرو مہر

فراز تخت فلک کمرترین غلام منت

من از نژاد شہس ام کہ قدر اومی گفت

کہ خط شریف سردی بنام منت

عناں ز معرکہ خصم برخواہم تافت

چرا کہ تو سب تن کسپر رام منت

غرض کہ آپ نے بہار طلب فرمایا۔ مگر پہلے ہی کسی میں دم نہ تھا۔

رہا سہا اور نکل گیا۔ اب آتا تو کون؟ آخر خود ہی میمنہ و میسرہ لشکر پر مثل صاعقہ

جا کر چمکے اور... ۵ سوار و اصل جہنم فرمائے۔ پھر آپ خیمہ کی طرف تشریف

لائے اور عرض کرتے لگے یا ابتلا غارت عینا من العطش ابان

آنکھوں میں ترور سے آنے لگے ہیں اور پیاس بہ شدت ہے۔ آپ زار زار و

لگے۔ پھر فرمایا بنی قاتل ما اسرع الملتقی بحداد المصطفیٰ یسقید

بکاسہ الادتی جان پدر! جلدی مقاتلہ شروع کر کے منزل مقصود کو

پہنچو۔ تمہارے جد امجد سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم جام کوثر لئے منتظر ہیں۔ آپ

والس میدان میں تشریف لائے اور پھر رجز پڑھا جس کا ترجمہ ابوالمفاخر نے

یوں کیا ہے ۵

ساقی کوثر آب سے خواہد

میر مجاہد شراب سے خواہد

گیسوان سید سید حسین  
 کیست کز غول خضاب می خواهد  
 کیست آنکہ ز فطر بے نمکی  
 دل زہرا کبیا سے خواهد  
 بچہ شیر در طریق خطر  
 راہ آب از گلاب می خواهد  
 مومناں را بہشت و منکر ما  
 سوتے دوزخ شتاب می خواهد

پھر آپ نے مبارز طلب فرمایا۔ جب کوئی نہ آیا تو عمر سعد خبیث نے طارق بن شیبث کو کہا کہ امام حسین کے اس چاند کو غروب کر آ۔ اور حکومت رقد و موصل ابن زیاد سے لے لے۔ طارق نے کہا اب تو تو کہتا ہے مگر ممکن ہے بعد میں انکار کر جائے۔ اطمینان دلا۔ عمر سعد نے اپنی انگوٹھی دی۔ طارق انگوٹھی لے کر چلا۔ ادھر بھی رگِ ہاشمی جو شہزاد ہوئی۔ پھر کیا تھا ایک ہی وار میں اسے رقد و موصل کا مزہ چکھا دیا۔ اس کا بیٹا طلحہ بن طارق پڑھا۔ آپ نے اس کے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر ادھر اٹھا کے دسے مارا اور سجین پہنچا دیا۔ تمام لشکر میں دھوم ہو گئی۔ عمر سعد گھبرا یا۔

آخرش مصراع بن غالب کو خوشامد در آمد کر کے بھیجا۔ دو تین روپوں کے بعد ایک ہی وار میں اس کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر تو ابن نوفل اور محکم بن عقیل کو ہزار ہزار سوار دسے کر آپ کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ادھر بھی ہوش ہاشمیست متہیج ہو گیا۔ پھر وہ حشر بہا ہوا کہ



بجلی گرمی بجلی پہ احسب آئی اہل پر  
 ایک زلزلہ طاری ہوا گردوں کے محل پر  
 سیارے ہٹے کر کے نظر تیغ کے پھل پر  
 مزج گرا شمس پہ اور شمس زحل پر  
 چہرہ نہ کیا سامنے سورج کی چمک نے  
 نوودانتوں سے تاروں کے زمین بکڑی فلک نے  
 دو کرتی ہوتی گردن بدکیش سے نکلی  
 ارواح جفت بسم بدانیش سے نکلی  
 پھلی کی طرح بازوئے دل ریش سے نکلی  
 آڑے کبھی ہو ہو کے پس پیش سے نکلی  
 دم سینہ میں کافر کے رکا اور یہ الگ تھی  
 دو ہو کے وہ دو سمت گرا اور یہ الگ تھی  
 اس صفا پہ گرمی تیغ تو ہٹ کر اسے مارا  
 سیدھی گرمی اسپر تو الٹ کر اسے مارا  
 ہٹ کر اسے مارا تو پٹ کر اسے مارا  
 بڑھ کر اسے مارا کبھی کھٹ کر اسے مارا  
 اللہ سے صفائی کہ ذرا خوں نہ بھرا تھا  
 یہ کاٹ کے نکلی بھی تو سرتن سے جدا تھا  
 اس برق نے پوزنگ سرتاف کیا تھا  
 پھر تاف میں گھر تیغ لے تاف کیا تھا  
 منصف نے عجب طرح کا انصاف کیا تھا

مطلع پئے خورشید علی صاف کیا تھا  
 عجب خون میں ڈوبی ہوئی انبوہ سے نکلی  
 تھا شور کہ وہ لال پری کوہ سے نکلی  
 غمگینہ آہی شجاعت لیری کی وہ شان تھی کہ زبان قلم سے ادا کرنا دشوار ہے ایک طرف یہ آواز آرہی تھی  
 آئی جو تیغ ہاتھ میں باز و قوی ہوا  
 قبضہ سے ملک فتح پہ قابض جبری ہوا  
 شوق جہاد میں جو کھڑا یہ ولی ہوا  
 روشن چراغ جوششِ حبت علی ہوا  
 سینہ تو تپا پشت خمیدہ بھی تن گئی  
 قدرتِ خدا کی تھی کہ کہاں تیر بن گئی  
 مغز سے جھکاٹلم کے گردن میں در آئی  
 گردن سے سر کنا تھا کہ جوشش میں در آئی  
 جوشش سے گزرنا تھا کہ بس تن میں در آئی  
 تن سے ابھی اتری تھی کہ تو سن میں در آئی  
 پچھا کوئی کیا تیغ وقتنازگ کے سینھے  
 اک برق غضب کوند گئی تنگ کے سینھے  
 تیری کبھی گمہ خون میں نہسا کر نکل آئے  
 ٹٹھرے کبھی غوطہ کبھی کھاکے نکل آئے  
 کالی طہو زرد فوج میں جا کر نکل آئے  
 منجھڑھار سے دو ہاتھ لگا کر نکل آئے

کیا ڈر اُسے طوفاں کا جو چالاک ہو ایسا  
 جب باڑ پہ دریا ہو تو تیرا کس ہو ایسا  
 دم بھرنہ ٹھہرتے تھے عجب طرح کا دم تھا  
 تیز می پہ جسے ناز تھا سراسر اس کا قلم تھا  
 ناگن میں نہ یہ زہر نہ افعی میں یہ سہم تھا  
 یہ فتح کے جو یا تھے قد اس واسطے خم تھا  
 بد اصل تکبیر کا سخن کہتے ہیں اکثر  
 جو صاحب جو ہر ہیں جھکے رہتے ہیں اکثر  
 بجلی سی چمک کر صدف کنار سے نکلی  
 آواز بزن تیغ کی جھنکار سے نکلی  
 گہ ڈھال میں ٹوہنی کبھی تلوار سے نکلی  
 در آئی جو پیکاں میں تو سو فار سے نکلی  
 تھے بند خطا کاروں پہ در امن دامان کے  
 چلے بھی چھپے جاتے ہیں گوشوں میں کمان کے  
 پانی میں جال بن کے گئے اور نکل گئے  
 معدن میں لال بن کے گئے اور نکل گئے  
 ماضی میں حال بن کے گئے اور نکل گئے  
 جی میں ملال بن کے گئے اور نکل گئے  
 اُٹھے گرسے بلند ہوئے پت ہو گئے  
 پی پی کے کافروں کا لہو مست ہو گئے

فتح

آنکھوں میں بال بن گئے اور نکل گئے  
 پتلی میں خال بن گئے اور نکل گئے  
 دل میں خیال بن گئے اور نکل گئے  
 سینہ میں بھال بن گئے اور نکل گئے  
 کوتاہ اس کی منظروں میں پست و بلند تھے  
 کیوں کراڑے پری کہ وہ شیشہ میں بند تھے  
 اس صفت کی اجاڑ اوہ پرا کر دیا سونا  
 ششیر تھی یا قسرا لئی کا نمونہ  
 چاٹا جو لو کاٹ بڑھا تیغ کا دونا  
 پر ننگا سمجھتی تھی وہ کفار کا چھونا  
 اللہ سے صفا غول کیا صاف عدو کا  
 و صبت لگے دھار میں قاتل کے لو کا  
 تیزی کا عالم اسے کاٹا اسے مارا  
 غل اٹھتا تھا پیہم اسے کاٹا اسے مارا  
 یاں سر لیاواں دم اسے کاٹا اسے مارا  
 حیران تھے اعظم اسے کاٹا اسے مارا  
 اس تیغ کے سایہ کا زمیں پر نہ گزر تھا  
 قبروں میں کسی مردے کی گردن پر نہ سر تھا  
 یاں شور و پای غل ادھر آئے ادھر آئے  
 وہ چمکی وہ تڑپی وہ چھپی وہ نظر آئی

اسے

وہ شیرگتی جسم میں وہ سر میں در آئی  
گردن سے بڑھی سینہ لیا تا کمر آئی  
سن اس کا گھٹنا تھا جو ویسا نہ بڑھاتا  
منہ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اس کے چڑھاتا

غرض کہ اکیاسی نامی سوار اور ہزاروں نابکار ہنرم پھنچا دیتے پھر خیمہ کی  
طرف تشریف لاتے اور العطش العطش فرمانے لگے۔ امام نے فرمایا۔ بیٹا  
غم نہ کرو۔ عنقریب حوض کوثر سے سیراب ہو گے۔

آپ رخصت ہو کر پھر لشکر اشقیاء پر آئے۔ یہاں جمہوری حملہ کی پہلے ہی  
ٹھکان لی تھی۔ آخرش ابن نمیر خبیث نے ایسا نیزہ دیا کہ سینہ مبارک سے پار  
ہوا۔ آپ بخت عَدْنِ مَفْتَحَةٍ لَهْمُ الْاَبْوَابِ کا مشرودہ سنتے ہوئے  
گھوڑے سے گرے اور پکارے یا ابتاہ ادراکنی ابا جان! اپنے  
نور نظر کو سنبھالئے۔ آپ میدان میں تشریف لائے۔ علی کو نہ پایا۔ پکارے

اے عزیز پدر کجا رفتی  
وز کنار پدر چہرا رفتی  
بر نخوردہ ز بوستان حیات  
سوتے کاشانہ بہتا رفتی  
نہ کنزیں کلبتہ فنا رفتی  
بہ سرا پردہ بہتا رفتی  
مصطفیٰ جدتت میدانم  
کہ بہ نزدیک مصطفیٰ رفتی

فردع زہراؤ مرتضیٰ بودی

سوئے زہراؤ مصطفیٰ رفتی

آپ کی والدہ حقیقی حضرت یسلی بنت ابی مرہ مسعود ثقفی اور دوسری  
 ماں حضرت شہربانو اور تیسری والدہ حضرت ام رباب بنت امراء القیس  
 اور چوتھی حضرت ام اسحاق زار نزار دوسری تھیں۔ امام ہمام کلیجہ تھا مے صبر  
 فرماتے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ بار بار پڑھ کر پکارتے یا علی  
 آپ جواب فرماتے ادراکنی یا ابتاہ ابا جان ! ادھر آکر مجھے سنبھالئے۔  
 آپ ادھر جاتے تو نہ پاتے پھر پکارتے یا علی۔ پھر آپ جواب دیتے ادراکنی  
 یا ابتاہ

عرض کہ کفار نے اس طرح زرعہ کیا تھا۔ کہ اس زخمی شیر کو اس محمدی  
 چاند کو ادھر ادھر کر رہے تھے۔ آخرش امام سے نہ رہا گیا۔ صفوف  
 اشقیاء کو مارتے کاٹتے چیرتے پھاڑتے اندر گھسے تو دیکھا منقذ بن نعمان  
 آپ پر حملہ آور ہے آپ نے اسے داخل جہنم کیا اور آپ علی اکبر کو معدان  
 کے گھوڑے کے لے کر خیمہ اطہر کی طرف تشریف لائے۔ آپ اور جملہ عرم  
 لاشہ مجروح پر اشک خونیں بہا رہے تھے اور فرما رہے تھے

من خود از آزار این سنگین دلال

زار بودم گشتم اکنوں زار تر

اسی حالت میں علی اکبر نے آنکھیں کھولیں۔ دیکھا کہ باپ کے زانو پر  
 سر ہے۔ متبسم ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ ابا جان ملاحظہ فرمائیے۔ امام  
 نے فرمایا کیا دیکھوں۔ عرض کرنے لگے۔ ابا جان ! نانا جان سیدالانش و الجان  
 دو قدح شربت بہشت کے لیے ہوئے ہیں مگر مجھے ایک عطا فرماتے

ہیں۔ میں دونوں مانگ رہا ہوں کہ بہت پیاسا ہوں۔ مانا جان فرماتے ہیں۔  
 جان عزیز! ایک پی لو۔ باقی جتنا جی چاہے جنت میں پینا۔ دوسرا تمہارے  
 باپ کے لئے ہے کہ وہ بھی عنقریب آنے والے ہیں۔ امام یہ سن کر رو رہے  
 تھے۔ کہ علی اکبر سیارۃ فرودس اعلیٰ ہوئے۔ افسوس کہ وہ ہلال نوگستر آسمان ولایت  
 جو ابھی افق امامت و ہدایت سے طلوع ہوا ہی تھا۔ مدارج کمال ہدایت کو نہ  
 پہنچا تھا کہ حجاب غروب و نقاب افول میں محتجب ہو گیا اِنَّكَ لَدِهْ وَاِنَّا لَبِهِرٍ جَوَّادٌ  
 پھر آپ نے لاشہ علی کو زمین پر لٹا کر یوں فرمایا

جب خاک پر لٹا چکے لاشہ پسر امام  
 تا دیر روئے اور یہ زمیں سے کیا کلام  
 میں ابن بو تراب ہوں مظلوم و شہدہ کام  
 اور میرا ہے یہ لختِ بگر بدر لالہ فام  
 ایذا نہ دیجیو کہ میرا گلعدار ہے  
 برتھی کے پھل سے اس کا کلچہ نگار ہے  
 حسرت زدہ جہاں سے اٹھا ہے یہ مرہ جبیں  
 سن سن کے اس کا واقعہ آئیں گے مومنین  
 تیغوں سے پاش پاش ہے جسم نازنین  
 رکھیو بہ احتیاط اسے امن میں لے نہ میں  
 اٹھارہ سال کی ہے یہ دولت حسین کی  
 اب ہے تیرے سپرد امانت حسین کی

اب وقت یہ ہے کہ نہ بظاہر کوئی یار ہے نہ ننگسار نہ ہمدرد ہے نہ مددگار۔  
 سب آنکھوں دیکھتے خاک و خون میں نہاد ہو کر بہشت پہنچ چکے۔ اسی فکر میں تھے

کہ اب مجھے جانا ناگزیر ہے۔ مگر اہلبیت کے متعلق کیا انتظام کروں کہ اتنے میں حجرات عصمت و طہارت سے مخدرات عفت پناہ کے رونے کی آواز درد بھرے کالوں میں مسموع ہوئی آپ تشریف لے گئے اور فرمایا صبر کرو کہ شکیبائی اپنا شعار ہے۔ بلا میں صبر سبب ابھرتے پھر حضرت سیکنہ گو گو وہیں لے کر اشک نوری بہا کر گلے سے لگایا اور فرمایا اسے پیاری سیکنہ تو عنقریب تقسیم ہونے والی ہے۔ افسوس کہ تیرے سر سے سایہ پدری اٹھنے والا ہے۔ پھر اہل حرم کی طرف مخاطب ہو کر وصیت فرمائی۔ کہ خیر و ارجب میری لاش کو تم گھسٹو روں میں کھداتے دیکھو چلا کر نہ رونا بیاں بکھاں نہ کرنا۔ چھاتی ماتھانہ کو ٹنا کہ شعار مذہب و اخلاق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ ہاں اپنی بے کسی و غربت مظلومی و کربت پر آنسوؤں سے رونا۔ میرے بعد تم پر گونا گوں آلام و مصائب آئیں گے۔ ابھی تمہاری مصیبتوں کا خاتمہ نہیں ہوا ہے تم تنگے سراوٹوں پر قیدیوں کی صورت میں لے جانی جاؤ گی۔ تمہاری حسرت بھری نگاہیں سب کی لاشیں خاک میں پڑھی ہوئی دیکھیں گی۔ مگر خیر وار! اُف نہ کرنا۔ شکر الہی کے سوا دوسرا جملہ زبان سے نہ نکلتے پائے۔ یہ فرما کر باہر تشریف لائے کہ خیمہ سے پھر رونے کی آواز مسموع ہوئی۔ آپ پھر تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ بھائی جان اور تمام مصیبتیں منظور ہے۔ گوارا ہیں۔ مگر اس طفل شیر خوار علی اصغر کی حالت نہیں دیکھی جاتی۔ چھہہینے کا بچہ فرط تشنگی سے ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ کاٹھاسی زبان ننھے ننھے منہ سے نکال کر تڑپ رہا ہے آپ نے فرمایا اچھا اسے مجھے دو۔ اگرچہ اشقیات سے امید نہیں کہ انہیں اس پر بھی رحم آئے۔ مگر خیر کم از کم یہ بھی اتمام حجت ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے علی اصغر کو لاکر گو د میں سے دیا۔ امام انہیں لے کر صفا اعدا میں تشریف لائے اور فرمایا



لگے اسے قوم جفاکار! اگر گنہگار ہوں۔ تو تمہارا میں ہوں۔ اس دودھ پیتے  
 بچے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ کم از کم اسے ایک گھونٹ پانی دے دو۔ تو اس  
 کی جان بچ جائے گی۔ اس کی ماں کا دودھ بوجہ پیاس بھوک کے خشک ہو  
 گیا ہے۔ ورنہ یہ سوال بھی تم سے نہ کیا جاتا۔ اس ایک گھونٹ پانی کے بدلے  
 میں ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ کل قیامت کو تمہیں حوض کوثر سے سیراب کرائیں گے۔  
 مگر ان خائیاں و حتمتار کا حصہ حوض کوثر میں تھا ہی کب بجائے پانی کے گھونٹ کے  
 حرملہ بن کاہل مردود نے ایسا تاک کر تیر مارا کہ جرعہ خون سے حلقوم اصغر سیراب  
 ہو گیا۔ اور گلوٹے مبارک کو چھیدتا ہوا۔ امام جنت مقام کے بازو سے پیوست  
 ہو گیا۔ آپ نے حسرت بھری نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور تیر کو نکال کر پھینک  
 دیا۔ خون کا فوراً معصوم گلے سے ابلنے لگا۔ آپ نہایت صبر سے اس خون کو  
 وامن مبارک میں لیتے اور زمین پر ایک قطرہ بھی نہ گرنے دیتے تھے۔ کہ بلادان  
 خمیشوں پر کوئی بلائے الہی نازل نہ ہو جائے۔ پھر آپ خمیہ میں تشریف لائے۔  
 اور شہر بانور رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ کہ لو اب فرات کی بجائے آب پیکان پلا دیا گیا  
 ہے۔ اب یہ ایسے سیراب ہوئے ہیں۔ کہ اب تم سے کبھی پانی نہ مانگیں گے اس  
 کیفیت کو شاعرانہ رنگ میں کسی نے کہا ہے

رکی جو سانس تو چلائے اصغر ماہ رو  
 تڑپ کے کھول دیا منہ ٹپک پڑے آنسو  
 دہن سے دودھ بہا حلق ناز میں سے لہو  
 ہلال بن گیا خون کے شفق میں طوق گلو  
 دکھائی شکل اجل نے تو ڈر گئے اصغر  
 لپٹ کے باپ کی چھاتی سے مر گئے اصغر

پھر سے وہاں سے جولا شہ لئے ہوئے شیر  
 کھڑی تھیں ڈیوڑھی پہن رہی تھیں سب دلگیر  
 قریب آ کے یہ بولے وہ شاہ عرش سدریہ  
 سدھارے اصغر بے شیر کھل کے حلق پہ تیر  
 تمھارا ماہ لقان خون میں بھر گیا بانو  
 تڑپ کے گود میں معصوم مر گیا بانو

اب رسالہ اوراقِ عم کا پچھلا حصہ اور تاریخ شہادت کا آخری خواب  
 اور امام تشنہ کام شہزادہ کونین سیدنا حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت  
 باقی ہے۔ جس کے لکھنے کو قلم بے زبان ہے اور زبان بیان بے جان ہے  
 دردِ دل اٹھ اٹھ کے کس کا راستہ تکتا ہے تو

پوچھنے والا مریض بے کسی کا کون ہے

ہے اس وقت کوئی اتنا بھی نہیں کہ شہسوار میدانِ رضا اور سفیرِ وادیِ بلا کی  
 رکب تھامے۔ افسوس کوئی سوار ہوتے وقت وداع کرنے والا بھی نہیں۔  
 پاں کچھ بکیں قیموں کی درد بھری آہیں اور بے بس حریمِ عفت پناہ کی مایوس  
 نگاہیں ہیں جو ہر گام پر امام کے ہم رکاب ہیں۔ امام عزمِ میدانِ فرما رہے  
 ہیں۔ بچوں کی شبیہ۔ بیوہ عورتوں کی بے بسی۔ آپ کا دامن تھامے ہوئے  
 ہے۔ حریمِ عفت۔ غایتِ سبر و استقلال سے تصورِ خاموش ہیں۔

امام المتقین اپنے متعلقین کے سامنے وداعی جملہ فرما کر سبر کی تلقین فرما  
 رہے ہیں۔ آنسوؤں کا غیر منقطع سلسلہ راہِ امام میں چھڑکاؤ کر رہا ہے۔  
 ازواج کے اداس چہرے اپنا اڑا ہوا رنگ دکھا دکھا کر امام کے زخمِ جگر  
 پر نمک پاشی کر رہے ہیں۔ جگر گوشوں کی شہادت۔ امام کی رخصت

بے بسی بے کسی میں طرفہ مسیبت چمنستان نبوت کے خزانہ محمدی پھولوں کی جے جاتی تو نہالوں کی بے زبانی ایک طویل کہانی ہے۔ جس کو بیان کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ یاں ہاں وہ محمدی برات کا ڈلہا آج سرخ بوڑا زیب تن کرنے والا ہے۔ عالم فنا سے برات کی بری لے کر کوٹک بقایا میں عروس رحمت کے ہم آغوش ہونے والا ہے۔ اسے فرات؛ تیری روانی قیامت تک رہے گی۔ ساقی کوثر کے جگر گوشہ تیرے ہوتے اگر پیاسے جا رہے ہیں مگر دیکھ کوثر نے ان کے لیے اپنے ٹھنڈی اور خوش گوار پانی کی سبیل تیار کر رکھی ہے۔ ان کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ کہ تین دن کے پیاسے اس کے کنارے جلوہ افروز ہونے کو آرہے ہیں۔ طوبی نے اپنے سایہ کے دامن فراخ کر رکھے ہیں اسے معلوم ہے۔ کہ کربلا کی کنکر ملی زمیں پر تیز دھوکے کے یٹنے والے تشریف لاکر آرام فرمائیں گے۔ اللہ! اللہ! کیا وقت ہے۔ آج میدان کربلا میں جنتوں سے حوریں سنگار کئے ٹھنڈے ٹھنڈے کوثر کے قباب بلوری لئے حاضر ہیں۔ آسمان سے ملائکہ کی آمد کی ایک غیر منقطع سلسلہ نے سطح ہوا کو پڑ کر دیا ہے۔ پاک روحوں نے بہشت کے عمل سونے کر کے کربلا آباد کی ہے۔ خود سرور عالم تاج دار عرب و عجم سبز گنبد سے اپنے لاٹولے لال اور نہال کی قتل گاہ میں رونق افروز ہوئے ہیں۔ محاسن اقدس اور سر مقدس کے بال گرد میں آلودہ ہیں۔ مقدس آنکھوں سے اشک عجم کا تار بندھا ہوا ہے۔ دست اقدس میں ایک فیض ہے۔ جس میں شہیدان ناز کا خون جمع فرمایا گیا ہے اب دل کے چین نور عین شہزادہ حسین کے خون کی باری ہے۔ سبوحیان عرش میں کھلبلی ہے۔ عرش و کرسی میں درد ہے۔ آج میدان کربلا میں حسین سیلا ہے۔

حوروں کو مشرودہ ہے۔ کہ عنقریب ان کے دلہا آپس میں انھیں حکم ہے۔  
 کہ اپنی خوشبو دار چوٹیاں کھول کر کر بلا کا میدان جھاڑیں کہ ان کے دلہا ان کے  
 آقا و نعمت فاطمہ زہرا کے لال علی مرتضیٰ کے نو نہال کے شہید کرنے اور  
 ان کے جسم نوری کو خاک کر بلا پر لٹائے جانے کا وقت قریب ہے۔ رضوان  
 کو حکم ہے کہ جنتیوں کو بھینی بھینی خوشبو ڈوں سے بسا کر دلکش آرائشوں سے  
 سجا کر دلہن بنا رکھیں کہ بزم شہادت کے نوشاہ خون کی دھاروں کا سہرا  
 باندھ کر جراحوں کے ہار گلے میں ڈال کر کم خواب سرخ کا جوڑا زیب تن  
 فرما کر عنقریب آنے والے ہیں غرضکہ

ساعت آہ و بکاوبے قراری آگئی

سید مظلوم کی دن میں سواری آگئی

ساتھ والے بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید

اب امام بیس و تنہا کی باری آگئی

بہ چہ ناز رفتہ باشد ز جہان نیاز مندی

کہ بوقت جان سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

اسی اثنا میں شمر ذی الجوشن خلیفہ جمعہ ایک جماعت کے خیمہ اطہر کی

طرف بڑھا۔ امام نے یہ بے حیائی دیکھ کر فرمایا۔ بیدنو! اگر دین نہیں رکھتے اور

اور قیامت سے نہیں ڈرتے تو کم از کم شرافت سے کام لو اور میرے حرم

سرا کی طرف جانے سے باز آؤ۔ شقیو! یہ وہی حرم ہیں۔ جن میں ملائکہ معصوم

بلا اجازت داخل ہونے کی ہمت نہیں کرتے تھے غرض کہ اس طمانٹ سے

سے بیزیدی کتہ خیمہ کی طرف جانے سے رُکے اور امام مظلوم پر جو شوق

شہادت میں ہزاروں اشقیاء کے مقابلہ کو تنہا شریف لائے ہیں زرغہ

ہوا۔ امام عالی مقام جس طرف حملہ فرماتے۔ دور تک سوار پیادوں کا نشان نہ رہتا۔ غرض کہ پورا پورا مقابلہ و مقابلہ ہوا۔ آفرش دشمنوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور محمدی شیر کے مقابلہ کی تاب نہ رہی۔ اب لڑائی نے طول کھینچا۔ دشمنوں کے چھلکے چھوٹے۔ حتیٰ کہ امام کا مرکب ذوالجناح بھی شہید ہوا۔ مگر پیادہ بھی وہ قتال فرمایا کہ سواروں سے ممکن نہ تھا۔

ایک شقی نے فرات کی طرف اشارہ کر کے طرز اکھا۔ وہ دیکھتے کیسا لہریں لے رہا ہے۔ مگر آپ اس کی ایک بوند بھی نہیں پی سکتے۔ یہاں تک کہ پیاس سے ہی مارے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھے پیاسا مارے۔ علی القوٰۃ پیاس میں مبتلا ہوا۔ پانی پیتا مگر پیاس نہ جاتی۔ یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے آنتیں پھٹیں اور پیاسا ہی ہنم پہنچا۔

آپ وقت مقابلہ دشمنوں پر چاروں طرف حملہ آور ہوتے اور فرماتے جاتے کیا میرے قتل پر جمع ہوتے ہو۔ ہاں ہاں۔ خدا کی قسم میرے بعد ایسے کسی کو قتل نہ کرو گے۔ جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کے غضب کا باعث ہو۔ خدا کی قسم مجھے اُمید ہے کہ اللہ تمہیں ذلیل کرنے میں کمی نہ کریگا۔ خدا کی قسم اللہ تم سے وہ بدل لے گا۔ جو تمہارے خواب و خیالی میں بھی نہ ہوگا۔ آفرش جب شمر جنیث نے کام مکھانا دیکھا تو لشکر کو لٹکا اور کہا کہ تمہاری مائیں تمہیں روئیں کیا انتظار کر رہے ہو۔ حسین کو قتل کرو۔ اس کرحمت آواز نے چاروں طرف سے ابر غلٹ کی طرح فاطمہ کے پاند پر ہالہ کیا۔ اس وقت امام کی شجاعت و دلیری اس شان کی تھی کہ خود شجاعت دست بوس شجاع تھی۔ جو انصوری و بہادری قدم بوس امام تھی ملائکہ امام کو تحسین دے رہے تھے۔ اور کفار پر نفریں۔ آپ کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

خيرة الله حق الحق الجب  
 بعد جدای وانا الخیرتین  
 والدی شمس واهم قهر  
 وانا الکوکب و ابن النیرین  
 فضة قلاصیغت من ذهب  
 وانا الفضة و ابن الذهبین  
 من له جد کجدی فی الوری  
 ام کاهنی فی جمیع الثقلین  
 فاطمة الزهراء امی و ابی  
 فارس الخلیل و راحی النبیلین  
 هانرم الایطال فی هیجانه  
 یوم بدار ثم احد و حستین  
 ابن عمی المصطفی من هاشم  
 و شجاع حامل اللرایتین

اس کا ترجمہ کسی نے خوب کیا ہے

جد من خیر الوری فاضل ترین ابیاست  
 آفتاب اوج عزت شمع جمیع اصفیاست  
 منقبتہائے پدرگر بر شمارم دور نیست  
 موز و رج لافتی و بدر برج بل اتی است  
 ماور خیرہ السار فرزند خاص مصطفیٰ  
 بر کمال او کلام بضعتہ منی گواہ است

وزیر اور گریپر سی بہت شاہ دین حسن  
 آنکہ سبط مصطفیٰ و نور چشم مرتقی است  
 بہت عمم جعفر طیار کا ندر باغ خسلد  
 داتا پرواز و دوتا آشیاں کبریا است  
 حمزہ سرخیل شہیداں باشند عمم پدر  
 این چنین اصل و نسب در جملہ عالم کراست  
 لے ستمکاران سنگین دل کہ اخلاق شما  
 بیوفار و با نفاق و حیلہ و جور و جفاست  
 جملہ فرزندان و خویشان و عزیزان مرا  
 قتل کردن این چہ آئیں ست این <sup>طغیان</sup> کراست  
 دین زماں بہر ہلاک من کمر بستہ آید  
 کشتن من در کد این مذہب دست روا  
 تشنہ لب رفتند یاراں من از پے میر  
 در قیامت حضرت حق ماکم ماؤ شماس

پھو جو کہ ہاشمی متحرک ہوئی تو وہ زبردست ہوا اچلائی کہ اشقیاء کے لوگوں کو کھڑ گئے اور ہزار شعلہ جہنم پہنچا دیتے

گاہ زمین کے یہ کف پاسے نکل گئی  
 پیر فلک کی پشت دوتا سے نکل گئی  
 فوق السماء تحت فری سے نکل گئی  
 اک سالس میں یہ بر طوط کے ہوا سے نکل گئی  
 جاتی تھی دھوپ مثل پرندہ اڑی ہوئی  
 پد سوسے تیغ خوف سے گردن مڑی ہوئی

سکاو

چمکی ہو خود سر پہ تو سر سے نکل گئی  
 مثل قرار سب کے جگر سے نکل گئی  
 سینہ میں دم لیا تو کمر سے نکل گئی  
 حیران تھا خود بدن کہ کدھر سے نکل گئی  
 اونچی ہوئی تو فرق عدو کو فرد کیا  
 گر کراٹھی تو راکب و مرکب کو دو کیا

اس مقابلہ میں اشقیاء بھاگ پڑے اور مقابلہ نہ کر سکے۔ آپ میدان جنگ سے خیمہ میں تشریف لائے اور وصیت صبر و شکیبائی اتنے میں دیکھا کہ نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے عابد بیمار لڑکھڑاتے ہوئے میدان کو جا رہے ہیں۔ آپ آگے بڑھے۔ اور عابد کو روکا۔ پھر فرمایا۔ بیٹا تم ہرگز ہرگز نہیں جاسکتے۔ ابھی تمہیں بہت کچھ مصیبتیں دیکھنی ہیں۔ پھر اپنے فیوض و برکات سے عابد کو مال مال کر کے خیمہ پر چھوڑا۔ اور دوسرا مرکب لے کر سوار ہو کر غزم میدان فرمایا۔ اس مقابلہ میں زرعہ بن تمیمی خبیث نے بائیں شانہ مبارک پر کاری زخم لگایا۔ اہم ہمام نڈھال ہوئے۔ اب تک ۳۳ زخم نیزے کے ۳ گھاؤ تلوار کے جسد اطہر پر لگ چکے ہیں۔ اور تیروں کا شمار نہیں ہے۔ خون کی کافی مقدار بہ جانے سے آپ اس قدر نحیف ہو گئے ہیں کہ اٹھنا چاہتے ہیں مگر گر پڑتے ہیں۔ کہ اچانک سنان بن انس نخعی شقی ازلی تا کہ کر سینہ اقدس پر نیزہ مارتا ہے۔ اس وار سے وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا۔ سنان خبیث نے خولی بن یزید سے سر کاٹنے کو کہا۔ اس نے کاٹنا چاہا۔ مگر ہاتھ لرزنے لگا۔ سنان ولد الشیطان کہنے لگا تیرا ہاتھ بیکار ہو گیا۔ ٹھہر خود گھوڑے سے اترا اور محمدی جگر پار سے تین دن کے بھوکے پیاسے کو ذبح کیا اور سر مبارک جسد نوری



سے جدا کر لیا۔ شہادت جو دلہن نبی ہوئی۔ سرخ جوڑا پہنے۔ جنتی خوشبوؤں سے بسی ہوئی منتظر اقبال تھی۔ اپنا گھونگھٹ اٹھا کر بتا بانہ دوڑی اور زہرا کے لال علی کے بدر کمال اپنے دلہا حسین شہید کے گلے سے پیٹ گئی۔

انا لله وانا اليه راجعون وصلى الله على سيدتنا ونبينا وغيثنا  
وعيلتنا ومغيثنا وغيثنا ومولانا محمدا وآله وصحبه وشهدا  
امته اجمعين ولعنة الله على اعدائه واعدائهم الظالمين ه

علامہ ابی اسحاق اسفرائینی اپنی کتاب فور العین میں یوں فرماتے ہیں :-

ولد الشيطان سنان جب حلقوم ناز تریشنے کو آیا۔ تو اس پر اس قدر ہیبت

پڑی کہ بھاگ گیا۔ پھر شمر بن ذی الجوشن خبیث آیا۔ آپ نے فرمایا من انت لقد

اسرا تکت و الله اثما عظیمها تو کون ہے خدا کی قسم تو زبردست گناہ کا

از نکاب کر رہا ہے اما تستحی من الله ورسوله کیا تجھے خدا اور رسول

سے شرم نہیں آتی تو شمر نے کہا انا شمر بن الجوشن میں شمر بن ذی الجوشن

ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ویدک اما تعرفنی وائے تجھ پر کیا توجھے نہیں

جاننا۔ شمر نے کہا انت الحسین و ابوك على ابن ابی طالب آپ حسین ہیں

اور آپ کے باپ حضرت علی ابن ابی طالب ہیں۔ آپ نے فرمایا خبیث یحیا۔

جب تو مجھے جاننا ہے تو کس وجہ سے قتل کرنے پر آمادہ ہے۔ شمر نے کہا۔

محض جاہ و مال دنیا کے لالچ میں جو یزید سے مجھے ملے گا۔ آپ نے فرمایا

ویدک احب الیک الجائزۃ من الیزید او شفاعۃ جدی۔ وائے

تجھ پر۔ جاہ و منال دنیا یزید سے چاہتا ہے۔ یا میرے جدا مجد کی شفاعت

شمر نے کہا۔ مال دنیا کی طلب غالب ہے۔ آپ نے فرمایا خیر ذکم از کم قتل سے پہلے

ایک گھوٹ پانی پلاوے۔ خبیث کہنے لگا ہیہان ان تذوق الماء

بل تذوق الموت بہت بعید ہے کہ آپ کو پانی پلایا جائے۔ بلکہ عنقریب  
 جام موت پلاتا ہوں۔ امام نے فرمایا اکشف لی عن لثامك فكشفہ فاذا  
 هو ابرص عوسا والقبع لہ بوزکیوزا لکلب وشعر کشعر الخنزیر  
 اپنی پیٹھ تو کھول کر مجھے دکھا۔ اس نے دکھائی۔ تو آپ نے دیکھا کہ پیٹھ پر برص  
 کا داغ ہے۔ اور سور کے بالوں کی طرح اس کی پیٹھ پڑ ہے۔ آپ نے ملاحظہ  
 فرما کر کہا اللہ اکبر لقد صدق جدای میرے جدا محمد نے پر سح فرمایا تھا  
 شمر نے کہا و ما قال جداک۔ آپ کے جدا محمد نے کیا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے  
 فرمایا تھا کہ ایسا شخص مجھے قتل کرے گا جیسا تو شمر غصہ میں آکر کہنے لگا تشبہنی بالکلب  
 والتخزین والله لاقتلک آپ مجھے کہتے اور سورت سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خدا کی قسم  
 اب ضرور قتل کروں گا۔ پھر آپ کو خبیث نے شہید کیا۔ اور سر مبارک نیزہ میں  
 ٹوم کر ابن زیاد کو دے دیا۔ مگر اب بھی آتش حسد و عناد منطقی نہ ہوئی۔ آپ  
 کا یہ عمامہ مبارک عمر بن زید نے لیا۔ روایتے مبارک یزید بن سہل نے لی۔ زیدہ اقرک  
 اور انگوٹھی سنان بن انس نخعی نے ہتیائی اور بمقیہ لباس مبارک معہ مغلیں اقدس محمد بن شعث  
 کندی کے ہاتھ آئے۔ ذوالفقار مبارک بن شبیر مردود نے ہرٹپ کی۔ سروال مبارک  
 یعنی قمیص اقدس یحییٰ بن کعب نے لیا۔

تاریخ اعظم کو فی میں ہے کہ امام کے شہید ہوتے ہی غبار سرخ ظاہر ہوا۔  
 جس سے تمام جہان تاریک ہو گیا۔ اور اس قدر اندھیرا چھایا کہ پاس کھڑے  
 ہونے آدمی کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ لوگوں نے یقین کر لیا تھا کہ یہ عذاب  
 الہی کا مقدمہ ہے مگر ایک ساعت کے بعد وہ غبار فرو ہو گیا۔

امام ہمام کے مرکب اقدس نے شہادت امام کے بعد تھوڑی دیر اپنی پیشانی  
 خون میں رکھی اور رونارٹا۔ پھر خیمہ کی طرف آیا۔ اہل حرم نے خون آلودہ پیشانی

اور پشت خالی جب گھوڑے کو دیکھا۔ اس سے مخاطب ہو کے کہنے لگے۔ اے  
 مرکب تو نے ہمارے والی و سرتاج کو کہاں چھوڑا۔ تیرے دل نے کیسے گوارا  
 کیا کہ اپنے مالک کو دشمنوں میں چھوڑ کر یہاں آگیا۔ گھوڑا سر ٹپکتا ہوا امام زین العابدین  
 کے پاس آیا۔ اور اپنا سر ان کے قدموں میں جھکا کر اشک خونی آنکھوں سے بہانے  
 لگا۔ ابوالموید خوارزمی اس تمام واقعہ کو لکھ کر یہ اور لکھتے ہیں۔ کہ اسی کرب و رنج  
 میں گھوڑے نے زمین پر سر مار مار کر جان دیدی ابوالمفاخر کہتے ہیں۔ کہ وہ  
 جنگل چلا گیا۔ یہ روایتیں تاریخ میں حضرات شیعہ سے مروی ہیں۔ ہم نے یہاں  
 فضائل میں نقل کر دی ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ جب یہ گھوڑا حرم عفت پناہ میں آیا تو حضرت  
 شہر بانو اسپر سوار ہوئیں اور دو کر فرما لے لگیں مجھے کہیں لے چل صاحب بحر صاحب  
 لکھتے ہیں۔ کہ وہ کوہستان سے میں پہنچا وہاں حضرت شہر بانو نے جناب الہی میں دعا کی۔  
 کہ الہی مجھے دنیا سے پوشیدہ کر دے۔ پہاڑ شق ہوا۔ آپ معہ گھوڑے کے اس  
 میں سما گئیں۔ بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ زمان حرم کیساتھ تمام گئیں۔  
 صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں۔ کہ قاسم نامی ایک اور صاحبزادے تھے  
 جو بیمار تھے مگر آپ بوش محبت سے میدان میں گئے اور دشمنوں پر حملہ فرما کر شہید  
 ہو گئے۔ مگر اور بڑی تواریخ میں ان قصہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ یہ روایتیں حضرت  
 شیعہ ہی لکھ رہے ہیں آپ کے اس واقعہ کے بعد اجنہ میں شور ہو گیا۔ جوں  
 کی غائبانہ آوازیں آتی تھیں اور یہ مرثیہ مسوع ہوتا تھا۔

مسح الرسول جبینہ فله بویق فی الخداود

ابواہ من علیا قریش وجلاہ خیر الجلاود

تو: جلاہ۔ نبی نے ان کی پیشانی سے چومی کہ روشن ہیں کا چہرہ چاند سا تھا

علی تھے باپ گرا علی قریشی تو نانا ان کا تھا سرورِ جہان کا  
بعض آوازوں میں یہ مرثیہ مسموع ہوتا تھا

الایا عین فابتھلی بجمہد  
ومن یبکی علی الشہداء بعدی  
الی متبیر فی ملک عہدی

ترجمہ:۔۔ جہان تک ہو رو خوب اے چشم تر  
غضب ہے کہ ان ظالموں کو قریب  
کوئی مثل تیرا نہ پھر بعد ہو  
اجل کھینچ لائی ہے شبیر کا

بعض طرف سے یہ مرثیہ مسموع ہوتا

الغی حینا ہبلا  
توجہ:۔۔ خبر حین کے مرثیہ سنانا ہوں  
کان حینا جبلا  
جو صبر کرنے میں تھی کوہ سے بھی افزوں

## حضرت امام حسین اور یزیدِ پلید کے نسبی تعلقات

آپ اور یزیدِ پلید نسباً یک جدی ہیں۔ اس لیے کہ عبد المناف سے ہی  
باشم تھے اور عبد مناف سے ہی عبد شمس تھا۔ مگر حرص و آرزو نے اس شیرازہ  
اتحاد کو منتشر کر کے بنا کر اسلام منہدم کی۔

ناظرین کرام! اتحادِ مسلمین بجزوئے حکم رب العالمین اتنا ضروری  
ہے کہ اسکے بغیر حیاتِ دنیاوی محض لغو اور فضول ہے۔ اَدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً  
اور علاوہ اس کے بہت سے احکام ہیں اس اتحاد کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر فرد  
انسان سے اتحاد لازمی ہی نہیں بلکہ خالص الاعتقاد و احناف کا اتحاد ضروری  
ہے۔ اور جب تک یہ شیرازہ متحد نہ ہوگا۔ ہمارے گوڑے کے تین تین رہیں  
گے۔ دیکھے یک جدی جماعت نے حرص و آرزو کے باعث دین و دنیا خراب  
کیا اصلی علت دوہی ہیں۔ اول اتحاد کا ٹھون۔ دوسرے حرص و آرزو کا مضمون۔

آپ کا نسب یوں ہے۔

عید مناف

باششم  
عبدالمطلب

ابوطالب

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ

وقت شہادت آپ کی عمر مبارک پچھن سال پانچ ماہ پانچ یوم تھی اور دن جمعہ  
کا تھا۔ تاریخ دس محرم الحرام سال۱۰ وقت دوپہر نماز ظہر تھا ماضی اللہ عنہم  
ومن معہم اجمعین ۵

مورخین بالاتفاق کہہ رہے ہیں کہ امام ہمام سید الشہداء رضی اللہ عنہ

کے چھ صاحبزادے اور چار صاحبزایاں تھیں۔ علی اکبر۔ علی اوسط۔ علی اصغر۔  
عبد اللہ۔ محمد جعفر۔ میدان کہ بلا میں ہمراہ تشریف لائے۔ وہ علی اکبر علی اوسط۔  
اور علی اصغر تھے

علی اکبر کی عمر مبارک اس وقت ۱۸ سال کی تھی۔ اور بعض روایات سے  
معلوم ہوتا ہے۔ ۲۲ سال کی تھی۔ علی اوسط کی عمر مبارک اس وقت ۲۱ یا ۲۲ سال کی تھی  
تھی۔ علی اصغر کی عمر مبارک اس وقت ۶ ماہ کی تھی۔ امام زین العابدین کی عمر  
مبارک اس وقت ۱۸-۱۹ سال تھی۔ انہی کو علی اوسط کہا جاتا ہے۔ . . . .  
آپ علی اکبر سے عمر میں کم تھے۔ اس لحاظ سے علی اکبر کی عمر مبارک کی ۲۲  
سال والی روایت معتبر معلوم ہوتی ہے۔ آپ ہی اس معرکہ عظیم سے بچ  
کر تشریف لائے ہیں۔ آپ سے نسل چلی ہے۔ آپ ہی کی اولاد نے تمام کائنات

عاصم میں جلوہ گری فرمائی اور آپ کی اولاد ہی سید کہلاتی ہے آپ کے ہی دم سے قیامت تک سادات رہیں گے۔ باقی تین صاحبزادے غالباً صفحہ سنی میں ہی انتقال فرما گئے۔ امام ہمام کی چاروں صاحبزادیاں یہ تھیں۔ فاطمہ کبریٰ۔ فاطمہ صفحہ سنی۔ سکینہ۔ زینب۔ فاطمہ کبریٰ کی عمر گیارہ سال کی تھی اور دیار شام میں انتقال فرمایا اور حضرت سکینہ کی عمر مبارک سات سال کی تھی اور آپ مدینہ منورہ تک ہمراہ کاروان اہلبیت تشریف لائیں اور حضرت مصعب بن زبیر سے آپ کا نکاح ہوا۔ یہ سراسر لغو روایت ہے کہ آپ نے واپسی پر دیار شام میں وفات پائی اور فاطمہ صفحہ سنی اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ میں رہیں۔ آپ کے شوہر کا نام حسن مثنیٰ تھا۔

اگرچہ آپ کی ازواج مطہرات کا تذکرہ اجمالاً ہو چکا ہے مگر تفصیلاً یہاں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ علی اکبر کی والدہ حضرت لیلیٰ بنت مرہ بن مسعود بن شقفی ہیں آپ سردار بنی ثقیف سے ہیں۔ علی اوسط جن کا نام امام زین العابدین ہے۔ وہ حضرت شہر بانو شاہ زنان بنت یزدجر بن خسرو پرویز نوشیرواں سے ہیں۔ علی اصغر کی والدہ کا نام محقق نہیں۔ ممکن ہے حضرت قضاعہ ہوں جن کے لطن سے حضرت جعفر بھی پیدا ہوئے۔ علی اصغر کی والدہ شہر بانو مشہور ہیں وہ غلط ہے۔ مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ کی والدہ قوم عرب اور نسل بنی قضاعہ سے تھیں۔ فاطمہ کبریٰ اور فاطمہ صفحہ سنی یہ حضرت ام اسحاق سے تھیں اور حضرت ام اسحاق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو عشرہ مبشرہ ہیں۔ اور حضرت سکینہ کی والدہ رباب بنت امرئ نقیس بن عدی قبیلہ بنی کلب سے تھیں۔ باقی صاحبزادیوں کی والدہ کا نام تاریخ میں ہمیں محقق نہ ہوا۔ اس وجہ سے مجبوراً اسی پر اکتفا

کیا گیا۔

اب کچھ حالات کا روان اہل بیت کی روانگی کے سن لیجئے :۔  
 اگرچہ ضخامت رسالہ مضمون بڑھانے کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر گزشتہ  
 مضمون وقائع آیت لکھے بغیر نا تمام رہ جاتا ہے۔ لہذا بطریق اختصار بقدر  
 ضرورت نذر ناظرین ہے۔

اسیران بلا کا قیدی بنا کر دمشق لیجانا اور سر اقدس امام سے خرق عاوا کاٹنا

بڑھ گئی حد سے سوا حشر کا ساماں نکلا

حوصلہ اب تو تیرا اسے شب بھراں نکلا

اب اشقیاء میں جشن و طرب ہے۔ سرہانے شہد اکا تقاسمہ ہوا ہے ۲۲  
 سر قبیلہ ہوا زن کو دینے گئے۔ تیرہ ابن اشعث کو۔ چھ بنی اسد کو۔ چودہ  
 بنی تمیم کو اور پانچ ایک اور قبیلہ کو جس کا نام اچھی طرح معلوم نہیں اور بارہ  
 سر متعدد اہل لشکر کے حوالے کئے گئے۔

سر اقدس امام ہمام خولی بن یزید کو دے کر پہلے روانہ کیا گیا۔ ابن سعد  
 خبیث تین روز ٹھہرا اپنے ہمراہی جہنمی جو ہلاک ہو گئے تھے سب کی  
 لاشیں جمع کیں خود نماز جنازہ پڑھی اور سب کو مدفون کیا۔ پھر روانہ ہوا  
 مگر لاش ہائے شہداء تمام و کمال اسی طرح بے گود و کفن اس زمین پر رہیں۔  
 اس خبیث میں اتنا بھی ایمان نہ تھا کہ خوف الہی کر کے اب دفن کر دیتا۔ بعض  
 روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خبیث کے کوچ کے بعد تمام حاضرین جو  
 ایک گاؤں نہر فرات کے کنارے تھا۔ یہاں کے لوگ آئے اور تمام لاشوں  
 کو دفن کر گئے۔ اور کچھ دال چاول گوشت گندم وغیرہ جمع کر کر نکوایا اور

ایصال ثواب کرایا۔ غالباً یہی اصل حلیم کی ہے۔ جو اب تک پاک وہند میں مروج ہے۔

باقی تمام سرگائے شہداء جن کا تقاسم ہوا تھا انہیں حکم دیا گیا کہ نیزوں پر چڑھا کر ابن زیاد بانی بیداد و بد نہاد کے پاس لے جائیں اور تمام شہر میں ان سرور کا گشت ہو۔ یہی صورت علم کی ہے۔ آج سر تو ان لوگوں کو میسر نہیں۔ بیچارے ناریل لیموں ٹانگ کر گشت کراتے ہیں اور محبت اہلبیت کے دعویدار ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت کرے اور اگر اسے علم جہاں سمجھتے ہیں تو آپ کے علم میں نہ لیموں تھا نہ ناریل نہ تلواریں تھیں نہ گھر کی بیویوں کے دوپٹے بلکہ ایک جھنڈا تھا جس میں لا الہ الا اللہ محمد رسول منقش تھا تیرھویں کو ان سرور کے ساتھ ساتھ ہی تمام فوج جیاسونڈوانہ ہوئی۔ اور شاہی حرم محترم محمدی اہلبیت اطہار بے پردہ اونٹوں پر سوار کئے گئے۔ حضرت عابد بیمار جو اس شقیہ کے حملوں سے جان بری پا چکے تھے۔ اسی بیماری کی حالت میں پاپیادہ رکھے گئے ہیں آپ کے دست اقدس میں تمام حرم کے اونٹوں کی ہار دے دی گئی آپ زار زار روتے تھے اور گرتے پڑتے چلے جاتے تھے۔ حرم جس وقت مقتل شہداء سے گورے تو وہ اضطرابی کیفیت طاری ہوئی۔ کہ اکثر کئی چیخیں نکل گئیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد سب نظارہ بے نیازی دیکھتے ہوئے یاس و حسرت کی بے کسی و بے بسی میں نگاہیں ڈالتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

جب یہ قافلہ شام تک چل کر منزل پر پہنچا۔ حرم محترم کے سامان کی لوٹ میں ایک اونٹ ملا تھا وہ ذبح کیا گیا جب کھانے بیٹھے تمام گوشت خون بن گیا اور اس میں سے آگ نکلنے لگی۔ پھینک دیا گیا اور خرمے کا شور



پی کر گزر کی پھر روانہ ہوئے۔ دوسری منزل پر جب فجر لعین معطل ہوئے  
 اسیران بلا حرم محترم سید الاصفیا پہنچے۔ وہاں ایک گرجا کے قریب قیام کیا  
 اور سرہانے شہداد جو بیڑوں پر تھے دیوار کینسہ سے ملا کر کھڑے کئے۔ سرہانے  
 شہداد سے خون برابر بہ رہا تھا۔ اچانک دیوار کینسہ ٹٹک ہوئی۔ اور ایک ہاتھ  
 نکلا۔ جس میں لوہے کا قلم تھا۔ اس ہاتھ نے اس قلم کو خون شہداد میں تر کر کے  
 یہ شعر لکھا

اترجوا امۃ قتلت حینا شفاعۃ جلالہ یوم الحساب  
 کیا ہے قتل جنہوں نے حسین پیارے کو ہے کیا امید شفاعت انہیں بھی عشرت میں  
 اس شعر کو دیکھ کر تمام اشقیہ سرا سیمہ ہو گئے۔ یہاں سے بھی کوچ کیا آگے  
 چلے تو اور کینسہ ملا اور اس کی دوار کے ایک پتھر پر وہی شعر نظر آیا۔ اس کینسہ  
 کے راہب کو بلایا پوچھا یہ شعر کس نے لکھا ہے۔ راہب نے کہا مجھے نہیں معلوم  
 مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہمارے آباد اجداد کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان کی پیدائش  
 سے ۵۰۰ برس پہلے کا ہے اس نے پوچھا تم کون لوگ ہو اور کس کا سر لائے ہو  
 یزیدیوں نے کہا کہ ہم مسلمان لوگ ہیں اور یہ سران باغیوں کے ہیں۔ جو امیر المؤمنین  
 کے مخالف ہو گئے تھے۔ راہب نے سر امام کی طرف نظر کر کے کہا یہ کس  
 کا سر ہے۔ یزیدیوں نے کہا یہ سر حسین کا ہے۔ راہب نے پوچھا حسین کون  
 تھے۔ یزیدیوں نے کہا جو علی شیر خدا کے جگر گوشہ تھے۔ راہب نے کہا علی  
 شیر خدا وہی نابو تمہارے نبی آخر الزمان کے داماد تھے۔ یزیدیوں نے کہا  
 ہاں۔ راہب نے کہا تو یوں کہو نا کہ یہ تمہارے نبی کے نواسے کا سر ہے

وہی حسین ہیں جن کا یہ سر ہے نیزے پر  
 تمہیں نے قتل کیا اسے گروہ بد اختر

بتاؤ تو مجھے جلدی یہ اسے گروہ یزید  
 کیا حسین کو بے جرم کیا تمہیں نے شہید  
 خدا کی نار ہو تم پر خدا کا قہر پڑے  
 تمہیں نبی کے نواسیوں سے کربلا میں لوکا  
 کھلا یہ ماجر سب مجھ کو آج سدا سدا  
 تمہیں شقی ازل ہو تمہیں ہو بدگوہ  
 تمہارے ہی تو پیمبر کا یہ نواسا تھا  
 یہی حسین کئی دن کا بھوکا پیاسا تھا  
 ازل سے تھا تمہیں اس نور احمدی سے نفاق  
 تمہیں پہ آل محمد کا دم تھا گورا شاق  
 بس اور کیا کہوں تم پر خدا کی لعنت ہو  
 بلا وہ آئے کہ دونوں جہاں میں غارت ہو

پھر اس راہب نے کہا کہ اگر یہ سر شیب بھر کو مجھے دے دو اور صبح  
 کو چر کرتے وقت واپس لے لو تو میں دس ہزار درم تمہیں دوں گا۔ بے دین  
 عبداللہ ہم والدینا اس پر راضی ہو گئے کیونکہ انھوں نے اسی مال کی وجہ سے  
 دین خراب کیا تھا۔ راہب نے اس سراقہ کو گلاب کی بو سے دھویا  
 اور ایک مندل کی چوکی پر نمٹلی خلوت چڑھا کر مشک و عنبر سے معطر  
 کر کے عود کا دودھ خوردشن کر کے اس سر کو اس پر رکھا اور ہاتھ باندھے ہوئے  
 رات بھر سونے کھڑا رہا۔ جمال حق نما اور نور خدا کا مشاہدہ کرتے کرتے دیکھتا ہے  
 کہ ایک نور سراقہ سے نکل کر آسمان تک بلند ہوتا ہے اور انوار ملائکہ سے  
 تمام فضا منور ہو جاتی ہے۔

آتے تھے دیکھنے میں کرشمہ نور کے ہر ذرہ میں تھے جلوہ عیاں کوہ طور کے  
 صبح ہوتے ہی راہب اس سر سے کہنے لگا کہ فرودہ مصطفیٰ آپ سرے نہیں ہیں  
 بیٹک آئے ہیں۔ آپ کو لو لکر کے کہتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ  
 وَ جَدُّہٗ سَوَّلَ اللهُ

تعجب ہے کہ سراقوس کے فیوض و برکات صحبت سے ایک راہب کو اسلام  
 ملے اور کلمہ پڑھنے والے محمد رسول اللہ کا نام لینے والے ایسے بیدین مجاہدین۔ سچ ہے کہ  
 حسن زبیر مدظلہ از ہمیش صہیب از روم ز خاک مکہ ابو جہل ابن چہ لو اکجی ست

صبح اس نو مسلم سے دس ہزار درم اور سراقوس لے کر کوچ کیا۔ راستہ میں درم  
 تقسیم کرنے چاہے تو دیکھا کہ تمام درم خاک ہو گئے چند درم بچے انہیں دیکھا  
 تو ان میں یہ آیتیں دو طرفہ منقش تھیں۔ ایک طرف وَلَا تَحْتَبِقَنَّ اللهُ غَافِلًا  
 عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ یعنی ظلم کرنے والوں کے ظلم سے خدا کو بخبر  
 نہ سمجھو اور دوسری طرف یہ آیت کریمہ منقش تھی وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ  
 مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ یعنی وہ وقت ہے کہ ظالموں پر کسی کیسی مصیبتیں پڑیں گی۔  
 جب کاروان اہلبیت ابن زیاد بد نہلا کے پاس کوڑہ پہنچا تو اہلبیت کی پریشانی حال  
 پر اہل کوڑہ افسوس کرنے لگے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نہ رہا گیا۔ فرط نے

لگیں

ما سفا بیجانی کا تمہارا  
 تمہاری وجہ سے آئیں بلائیں  
 تمہیں نے بیوہ ہم سب کو بنایا  
 لٹایا ہے تمہیں نے گھر نبی کا  
 تمہیں تو باعث جور و جفا ہو  
 سمجھتی ہوں کہ یہ ایک اور جل ابھارا  
 خطائیں ہیں تمہاری سب خطائیں  
 تمہیں نے قتل سب کنبہ کرایا  
 کڑایا تم نے سب کنبہ علی کا  
 تمہیں سب قاتل آل عبا ہو

ہوتی ہم پر جو یہ کچھ داد بے داد  
تمہیں نے تو کیا ہے ہم کو برباد  
یتیموں پر الم ڈالا تمہیں نے  
یسروں پر ستم پالا تمہیں نے

غرض کہ سب اہل کو ذمہ چھپاتے ہوتے اپنے اپنے گھروں میں جا  
چھپے اور اسیران بلا کا قافلہ ابن زیاد کی ظلم گاہ تک پہنچ گیا۔ سب کو خبیث  
نے اپنے سامنے طلب کیا۔ مصیبت زدہ حرم محترم اشک خوئی بہاتے  
ہوئے معہ عابد مظلوم اس شقی ازلی کے سامنے لائے گئے۔ ابن زیاد خبیث  
بکنے لگا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے آج دشمنوں پر فتح پائی اور حق غالب  
آیا اور باطل فنا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا۔ آپ نے  
فرمایا خبیث سچ کہہ۔ تو جو کچھ کہہ رہا ہے کیا تیرا دل بھی اس کی تائید کر رہا  
ہے۔ اپنے ضمیر سے فتویٰ لے کر تو نے کس راستہ پر قدم رکھا ہے اور کہاں  
جا رہا ہے؟ ایمان سے کہہ کیا ہم ناحق پر ہیں۔ کیا حسین باطل پرست تھے۔  
کیا یزید مسرود حق پر ہے۔ ابن زیاد دین گیا سو تو گیا مگر کیا چائی بھی مفقود ہو  
گئی۔ ملت نہیں تو کیا شرافت بھی معدوم ہے۔

امام زین العابدین کے برجستہ جواب سے ابن زیاد اس قدر شرمندہ ہوا  
کہ لا جواب ہو کر کہنے لگا۔ اسے بھی قتل کر دو اور تمام امراء کے سلطنت میں کھڑے  
ہو کر خطبہ پڑھنے لگا۔ جس میں یزید کی تعریف اور امام حسین سید الشہداء  
کی مذمت بیان کی۔ سب کانوں میں نیل ڈالے دنیا طلبی کی وجہ سے سنتے  
رہے ایک صحابی بن کا نام عبد اللہ بن عقیف تھا۔ ان سے نہ رہا گیا۔  
وہ اٹھے اور ابن زیاد سے کہنے لگے او دشمن خدا بانی جفا تو جھوٹا اور تیرا باپ

جھوٹا اور جسے تو امیر کہتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ تہ ہے تیرے اسلام پر پھینکا  
تیری صورت پر۔ تو نے رسول کے تحت جگر کو قتل کیا۔ محبوب خدا کی آل اطہار  
کو قیدی بنایا۔ اس پر کہ تو بجائے اس کے نخل و سنفل ہوتا اور مسرت کا اظہار  
کر رہا ہے۔ اس منبر پر جو خطبہ گماہ اختیار ہے چڑھ کر خرافات تک رہا ہے تجھے  
خوف خدا و شرم نبی نہیں تو انصاف کم از کم کر اتر منبر سے ورنہ ابھی غضب  
الہی نازل ہو جائے گا اور خبردار۔ زین العابدین کے قتل کا حکم تو درکنار خیال  
بھی نہ کیجیو۔

ابن زیاد غضب ناک اور خجالت سے نیچے اُترا اور چونکہ عبد اللہ بن عقیف  
کا گروہ شام وغیرہ میں قوت دار تھا۔ اس نے کچھ نہ کہا اور قتل عابد سے بھی  
باز رہا۔ مگر مصیبت زدگان پر اور یہ مصیبت ڈالی کہ تمام عرم محترم کو کوفہ  
کے کوپوں میں پھراپا۔ سر امام ہمام تین دن تک دروازہ کوفہ پر ٹانگے رکھا۔  
پھر شمر ذی الجوشن خلیفہ کو ۵ ہزار سوار دے کر تمام اسیران بلا کومعہ سرہانے  
شہد اردمشق روانہ کیا۔ خولی بن یزید کربلا سے سراقہ میں جب لے کر چلا تھا۔  
جیسا کہ ہم اول لکھ آئے ہیں۔ تو یہ پہلے اپنے گھر گیا۔ اور اس نے سر مبارک  
کو تنور میں رکھا۔ اس کی بیوی نے پوچھا تو کہاں تھا تو جواب دیا کہ ایک شخص  
یزید کا دشمن ہو گیا تھا۔ اس کے مقابلہ کو گیا تھا۔ اس کی بیوی محب اہلیت  
کھٹی اور پابند اوقات خولی تو سو گیا اور وہ عقیفہ پچھلے پرتہجد کو اٹھی تو اتفاقاً  
اس کی نظر تنور پر پڑی۔ دیکھا کہ وہ تنور اس قدر نور انگین ہے کہ اس تجلی انوار  
سے نظر خیرہ ہوئی جاتی ہے۔ اسے تعجب ہوا کہ تنور میں آگ نہ تھی۔ پھر یہ  
روشنی کیسی ہے۔ دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ چند بیویاں آئیں اور  
اس تنور میں سے انہوں نے سر نکالا۔ اسے سر کو بغور دیکھا۔ تو وہ تمام نوری شعاع

اس میں سے نکل رہی تھیں۔ ان بیویوں نے اس سر کو مشک و گلاب سے دھویا اور چوما۔ پھر آلسو بہائے اور اسے سینہ سے لگایا اور کہا اے میرے لال اے میرے شہید۔ اے میرے مظلوم اللہ بروز جزا تیرا انصاف فرمائے گا اور جب تک میں تیرا خون بہانہ لے لوں گی۔ کنگرہ عرش نہ چھوڑوں گی۔

پھر اس سر کو تنور میں رکھ کر وہ خواتین نظر سے پہنچاں ہو گئیں اور وہ اشعثہ نوری بھی ناپید ہو گیا۔ اب یہ خود اٹھی اور تنور پر آئی سر اقدس کو نکالا۔ غور سے دیکھا۔ چونکہ امام ہمام کی زیارت سے یہ بارہا مشرف ہو چکی تھی پہچان لیا اور ایک نعرہ آہ لگا کر بے ہوش ہو گئی۔ عالم بے ہوشی میں دیکھتی ہے کہ چند بزرگ تشریف لائے اور فرمایا تو پریشان نہ ہو۔ تیرے شوہر کے گناہ میں تو ماخوذ نہ ہو گی۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ بیویاں کون تھیں تو انھوں نے کہا۔ کہ سر سینہ لگانے والی حضرت سیتہ فاطمہ زہرہ اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھیں اور زرارہ رولنے والیاں حضرت صدیقہ اور مریم بنت عمران تھیں کہ اتنے میں اسے ہوش آ گیا۔ اس نے اس سر اقدس کو چوما۔ آنکھوں سے لگایا اور بلند مقام پر نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ رکھ کر اپنے شوہر کو غصہ میں جگایا اور کہا مردود! تو نے تو مجھ سے کہا تھا۔ کہ یزید کے باغی کے مقابلہ کو گیا تھا۔ بے ایمان یوں کیوں نہ کہا کہ فرزند رسول جگر گوشہ زہراہ و بتول کے قتل کو گیا تھا اٹھ اور دیکھ ملائکہ کے گروہ اس کی زیارت کو آ رہے ہیں۔ زمین و آسمان میں شور و فریاد و فغاں ہے اور بس ہَذَا اِفْرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ میرا تیرا ساتھ ختم ہوا۔ میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں بیزار ہوں اور خبردار! مجھ سے اب تیرا کوئی واسطہ نہیں۔ نہ تو میرا خاوند نہ میں تیری بیوی۔

یہ کہہ کر چادر اوڑھ کر گھر سے نکلی اور تھوڑی دیر میں نظروں سے غائب ہو گئی۔ پھر اس کو کسی نے نہ دیکھا۔

حضرت زید بن ارقم راوی ہیں کہ جب سر امام گشت کرتا ہوا میرے مکان کے قریب سے گزرا۔ میں بالاخانہ میں درپچہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے سنا۔ اس سر مبارک سے یہ آیت پڑھنے کی آواز آرہی تھی اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیَاتِنَا عَجَبًا میرا تمام جسم لرزنے لگا اور میں سمجھ گیا کہ یہ سر امام سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اور ایک بزرگ نقل فرماتے ہیں کہ جب سر امام شہد اور الامارۃ کوفہ میں لائے گئے میں نے دیکھا کہ لبہا مبارک حرکت میں ہیں۔ میں نے اپنے کان قریب کئے تو سنا آپ فرما رہے ہیں وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهُ غَفْلًا عَمَّا تَعْمَلُ الْفَالِقُ پھر ابن زیاد بن بدہلو نے اس سر اقدس کو اپنے ہاتھ میں اٹھا کر دیکھنا شروع کیا تو اس کا ہاتھ لرزنے لگا۔ گھبرا کر اپنی ران پر رکھ لیا۔ اس میں سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا۔ جو اس خبیث کی قبا پر پڑا اور تیزاب کی طرح وامن قبا سے پار ہو کر جبہ اور پیراہن اور انار سے گزر کر ران کو برساتا ہوا تخت پر پہنچا اور تخت سے پار ہو کر زمین پر گر گیا اور غائب ہو گیا۔ یہ زخم عمر بھر ابن زیاد کی ران پر رہا۔ اس میں ایسی بدبو آئی تھی کہ وہ نافہ مشکلی ران پر باندھتا تھا۔ پھر بھی لوگ اس کے پاس نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ جس دن یہ مارا گیا۔ تو حضرات ابراہیم بن مالک بن اشتر نے اس خبیث کو اسی علامت سے پہچانا تھا جس کا تذکرہ سزا قاتلان میں مفصل مذکور ہو گا۔

مقام حیران پر جب یہ قافلہ پہنچا۔ تو ایک یہودی جس کا نام یحییٰ تھا۔ بالاخانہ پر بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر سب سروں پر پڑی جو نیروں پر تھے۔ جب امام کے سر کو دیکھا تو لبھائے متحرک دیکھے کان لگا کر سنا تو آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مَنقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ یحییٰ حیرانی حیران ہو کر کہنے لگا۔ یہ کن کے سر ہیں۔ بتایا گیا کہ یہ سر ہائے اہلبیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا کہ سب سے آگے کس کا سر ہے کہا گیا کہ یہ امام حسین، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور عین کا سر اقدس ہے یحییٰ کہنے لگا اگر ان کے نانا حق پر نہ ہوتے تو ان کے نواسہ کے سر سے یہ کرامت کیسے ظاہر ہوتی۔ علی الفور مسلمان ہوا اور زنان حرم محترم کے لیے حلقہ ہائے مصری لایا۔ حضرت زین العابدین کی خدمت میں ایک ہزار درم نقد اور لباس فاخرہ پیش کیا۔ بد بختوں نے یحییٰ سے کہا کہ تم شاہی قیدیوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرو ورنہ قتل کئے جاؤ گے۔ یحییٰ کو جوش آگیا۔ تلوار نکال لی اور فرمایا۔ خبیثو! یہ شاہی مجرم نہیں یہ مجرمان عشق و محبت ہیں۔ ورنہ دم زدن میں تمہیں نیست و نابود کر دیتے پھر تکبر کا نعہ لگا کر غلبہ مقابلہ کیا۔ پانچ خبیثوں کو جہنم پہنچا کر وصال غلبہ ہوئے ۛ

موصل کے قریب جب سر ہائے مبارک معہ کاروان اہل بیت پہنچے یہاں قیام کیا اور سر مبارک کو ایک پتھر پر رکھا گیا۔ وہاں ایک قطرہ خون اس پتھر پر گر کر جم گیا۔ اور عبد الملک بن مروان کے زمانہ تک اسے سال محرم میں تازہ ہوتا رہا۔ پھر وہ کہیں پوشیدہ کر دیا گیا۔ مگر شہد



نقطہ کے نام سے ایک گنبد وہاں بنا دیا گیا ہے جس کی اب تک زیارت ہوتی ہے۔ اہل موصل کے حاکم عماد الدولہ تھے۔ وہاں کے لوگوں نے بہتخریک عماد الدولہ ان خبیثوں کو شہر میں نہ آنے دیا اور بجائے خوشی کے شہادت امام پر اظہار غم کیا اور یزید کی کوئی پرواہ نہ کی۔ مجبور شہر یہاں سے شہر نصیبین چلا گیا۔ وہاں کے امیر منصور بن ایاس خبیث نے یزید کی خوشامد میں شہر کو آنا ستہ کیا اور شہر کے استقبال کو شہر سے باہر آیا۔ مگر حیثیت حق کو یہ بات ناگوار گزری۔ ابھی سر ہائے شہدار دروازہ شہر پر ہی پہنچے تھے کہ اس شہر پر بجلی گرمی اور آدھے شہر سے زیادہ کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا۔ شہر گھبرا یا اور یہاں سے بے جھلت روانہ ہو کر ایک اور قصبہ میں پہنچا وہاں بھی فساد کی صورت دیکھ کر بھاگا اور حوالی حلب میں بالائے کوہ معمورہ ایک موضع تھا۔ وہاں جا کر قریب موضع دامن کوہ میں ٹھہرا۔ شہر معمورہ کا رتیں عزیز یہودی تھا۔ اس کو خبر ہوئی۔ تو اس نے کوئی التفات نہ کیا شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام ایشک بار تشریف فرما ہیں۔ یہ ٹوہبانہ حاضر ہوا اور سبب گریہ دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا عزیز! بنی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ امام حسین شہید ہوتے ہیں اور ان کے رفقاء کے سر معہ ان کے سروں کے تیرے موضع کے قریب لائے گئے ہیں اور یہ تمام سر شام لے جائے جا رہے ہیں۔ تو جا اور ہمارا سلام پہنچا۔ اس صلہ میں امام کی آواز کردہ کنیز شیریں تیرے نکاح میں آئے گی۔

قبل اس کے کہ ہم واقعہ روانگی بیان کریں۔ شیریں کا تذکرہ ضروری

سمجھتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو قصہ کے سمجھنے میں وقت نہ ہو۔

زمانہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں جب استیصال مملکت ایران ہوا تو شہر بانو یزد و جبر و شاہ ایران کی صاحبزادی مدینہ میں لائی گئیں اور ان کے ہمراہ سو کنیز اور تھیں۔ فاروق اعظم نے معہ سو کنیزوں کے شہر بانو کو بہ پاس وقار خاندان حضرت امام حسین کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب شہر بانو رضی اللہ عنہا دولت موصلت امام سے مشرف ہوئیں۔ تو آپ نے اپنی لونڈیاں اس خوشی میں آزاد فرمادیں۔ پھر جناب امام زین العابدین کی ولادت ہوئی تو چالیس کنیزیں آزاد کیں۔ اب صرف دس لونڈیاں آپ کے پاس رہ گئیں۔ ان میں حضرت شیریں بھی ہیں جو نہایت حسین و جمیل عاقلہ فرزانہ ہیں۔

ایک روز جناب امام نے بطور مزاح حضرت شہر بانو سے شیریں کے حسن و جمال کی تعریف فرمائی تو آپ نے یہ سمجھ کر کہ حضور کی رغبت شیریں کی طرف ہے۔ شیریں کو آراستہ کر کے پیش کیا اور عرض کی یہ حضور کی نذر ہے اور اب یہ آپ کی ملک ہے آپ نے نہایت مسرت سے قبول فرما کر شیریں کو آزاد فرمادیا اس وقت حضرت شہر بانو نے ایک خلعت فاخرہ شیریں کو لاکر پہنا دیا۔ حضرت امام نے فرمایا شہر بانو تم نے بہت لونڈیاں آزاد کیں مگر کسی کو خلعت نہ دیا۔ شیریں کو خلعت دینے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے عرض کی حضور ان کو میں نے آزاد کیا تھا اور شیریں کو آپ نے اس لیے میں نے یہ امتیاز اعزاز ملحوظ رکھا ہے۔ پھر حضرت شیریں بعد آزادی بھی حضرت شہر بانو کی خدمت میں ہی رہی اور کربلا میں خواتین حرم کے ساتھ تھیں۔ یہ قصہ غلط مرثی

خوانوں میں ہے۔ جو مشہور ہے کہ قلعہ شیریں کے برابر حرم پہنچے اور شیریں نے کاروان اہل بیت کی دعوت کی اور کیا کیا۔ اس کی اصلیت سوائے ایک مرتبہ کے ہمیں کسی تاریخ کتاب میں نہیں ملی۔ آدم برسر مطلب۔

عرض کہ عزیز خواب سے بیدار ہو کر روانہ ہوا۔ اور یہاں حضرت شیریں نے یہ سوچ کر حرم عفت پناہ کے کپڑے جریدہ اور میلے ہو گئے ہیں ارادہ کیا کہ معمورہ میں جا کر اپنا زیور فروخت کروں اور خوانین کے لیے کپڑے لاؤں۔ دروازہ معمورہ کو چلیں۔ ادھر یہ دروازہ پر آئیں۔ ادھر عزیز آیا۔ دروازہ بند تھا۔ انہوں نے کھولنا چاہا۔ عزیز کہنے لگا شیریں ٹھہرو دروازہ کھولنا ہوں۔ شیریں حیرت میں تھیں کہ یہ کون شخص ہے اور اس نے مجھے کیسے پہچانا۔ عزیز نے دروازہ کھولا اور شیریں سے واقعہ ماضیہ کہا۔ پھر یہ سر امام پر آیا اور سلام انبیا، عرض کیا۔ پھر امام زین العابدین نے شیریں سے عزیز کا عقد فرمایا۔ اس واقعہ کو سن کر تمام اہل ایمان معمورہ سلمان ہو گئے۔

اب شمر نے یہ حکم دیا کہ دن میں سرہانے شہدائے شہزادہ پر نہیں شب کو تمام سر صندوقوں میں مقفل رکھے جائیں حضرت اسماعیل ابو الخنوق سے راوی ہیں وہ کہتا تھا کہ ہر رات سرہانے شہدائے شہزادہ پر ۵۰ محافظ متعین ہوتے ان میں ایک روز میں بھی تھا جبکہ جنگل میں قیام ہوا۔ اتفاقاً جب رات بہت گزر گئی اور نگہبان بھی سو گئے تو مجھے نیند نہ آئی۔ پہلے میں نے ایک مہیب آواز سنی۔ پھر دیکھا۔ ایک مرد گندم گوں سفید لباس آسمان سے اترے اور اپنا سر برہنہ کر کے سر امام کو صندوق سے نکالا اور بہت روئے۔ ابو الخنوق لکھتا ہے۔ میں نے چاہا۔ کہ وہ سران سے لے کر صندوق میں بند کروں۔ مگر مجھے کسی نے زور سے لٹکار دیا اور

کہا خبردار۔ یہ حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم میں سر اسیمہ ٹھہرا گیا۔  
 پھر ایک اور صاحب تشریف لائے اور آواز آئی کہ یہ نوح نبی اللہ ہیں۔  
 پھر ابراہیم خلیل اللہ اور اسماعیل ذبیح اللہ اور اکثر انبیا کرام تشریف لائے۔ اخیر  
 میں سردور انبیا سند الاصفیا محبوب خدا مع صحابہ کرام و مولا علی رضی اللہ عنہما  
 و حسن مجتبیٰ و حمزہ سید الشہداء اور جعفر طیار کے تشریف لائے۔ سب نے  
 یکے بعد دیگرے سراقہ کو چوما۔ پھر ایک کرسی نورانی لگائی گئی اور حضور  
 اس پر جلوہ افروز ہوئے۔ تمام انبیا حضور کے گرد و پیش کھڑے ہوئے پھر  
 ایک فرشتہ آیا جس کے ہاتھ میں ایک تلوار اور گرز آتشیں تھیں۔ اس نے میرا  
 ہاتھ پکڑا۔ میں نے فریاد کی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں تو آپ کا غلام  
 ہوں۔ مگر یہ لوگ مجھے بھیر ہمارا لے آئے ہیں۔ مگر اس فرشتہ نے ایک  
 طمانچہ مار ہی دیا۔ پھر حضور نے فرمایا۔ اچھا اب اسے چھوڑ دو۔ پھر میں  
 ہیبت سے بیہوش ہو گیا جب صبح ہوئی تو مجھے ہوش ہوا۔ میں نے  
 دیکھا کہ لوگ محافظان سر ہار شہداء کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ مگر ان کا کہیں پتہ  
 نہیں۔ جہاں جہاں وہ سوتے تھے وہاں ایک راکھ کا ڈھیر نظر آتا ہے۔  
 حضرت اسماعیل فرماتے ہیں کہ ابوالخنوق اس تمام واقعہ کو شمر کے  
 سامنے کہہ رہا تھا۔ جب سب کچھ وہ کہہ چکا۔ تو شمر نے اس کے اس رخسار  
 کو دیکھا۔ جہاں طمانچہ لگا تھا۔ تو وہ سیاہ تھا۔ پھر ابوالخنوق نے زور سے  
 ایک آہ کی اور گر کے مر گیا۔ شمر گھبرایا اور جلدی سے کوچ کیا۔ آخرش قریب  
 شام ایک دیر کے نیچے ٹھہر جانا چاہا۔ مگر یہاں آکر سنا کہ مسیب بن  
 قعقاع شہزادہ سر ہار شہداء لے جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ گھبرا کر  
 تمام سرحدوں میں مقفل کئے اور معہ تمام حرم کے دیر میں بھیج دیئے۔

ویر نے ان سروں کو ایک حجرہ میں رکھا کہ مقفل کیا اور حرم محترم کو اس حجرہ کے قریب ٹھہرا دیا۔

ابوسعید دمشقی کہتا ہے کہ وہاں سوائے میرے اور کوئی نہ رہا۔ کیونکہ ابوحنوفی کے واقعہ سے سب ڈرے ہوئے تھے اور سروں کی حفاظت راہب ویر کے سپرد کر دی گئی۔ ویر کے باہر معہ فوج کے شمر نے قیام کیا۔ راہب نے تمام شب اس حجرہ کے قریب گزار دی۔ جس میں سربائے شہداء تھے۔ اس نے دیکھا کہ شب کو وہ حجرہ یک ایک منور ہو گیا اور اس قدر روشنی بڑھی کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ راہب نے روزن میں سے جھانک کر دیکھا تو اس مکان کی چھت شق ہوئی۔ اور آسمان سے ایک محافظ نازل ہوا۔ اس کے چاروں طرف خوبصورت خواتین تھیں جو کہہ رہی تھیں۔ حضرت عوا کی سواری آئی۔ اسی طرح حضرت سارہ۔ حضرت ہاجرہ۔ حضرت راحیل یوسف علیہ السلام اور حضرت صفورہ دختر حضرت شیبث علیہ السلام اہلبیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کلثوم خواہر موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آسیہ فرعون کی بیوی۔ اور حضرت مریم۔ حضرت ام المومنین خدیجہ البکری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دیگر ازواج مطہرات کی سواری آئی۔ سب کے بعد ایک عماری نورانی نازل ہوئی۔ اس وقت آواز آئی۔ اے راہب روزن سے ہٹ جا کہ یہ مستورات عفت ہیں۔ اب سیدہ خاتون جنت تشریف لا رہی ہیں۔ راہب روزن سے ہٹ گیا۔ مگر آوازیں سنتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھر دیکھنا چاہا۔ تو اس کو معلوم ہوا کہ ایک حجاب نورانی حائل ہے۔ کچھ نظر نہ آیا اور اقسام اقسام کے مرثیہ پڑھے گئے پھر وہ راہب تو بیہوش ہو گیا۔ معلوم اور کیا کیا ہوا۔ جب اسے ہوش ہوا۔ تو وہ روشنی تھی

نہ وہ خواتین نہ وہ بقعات نور۔ مگر حجرہ کا تالا ٹوٹا پڑا تھا۔ اور صندوق سب کھلے ہوئے تھے۔ راہب نے سر مقدس امام صندوق سے نکالا اور ایک قیمتی مصلے پر رکھ کر خوشبوئیں لگائیں۔ اور مژدب دوزانو اس کے آگے بیٹھ کر عرض کرنے لگا۔ اے سر سرداران آدم۔ دے مہتر و بہتر ان عالم۔ یہ تو میں سمجھ گیا۔ کہ آپ ان لوگوں میں ہیں۔ جن کا وصف تورات و انجیل میں مرقوم ہے۔ مگر میں آپ کو اسی خدا کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے آپ کو یہ جاہ و منزلت عطا فرمایا۔ کہ خاتونان قیامت آپ کی زیارت کو آئیں۔ اور آپ پر گریہ زاری کر کے تشریف لے گئیں۔ یہ مجھ کو بتا دیجئے۔ کہ آپ کون ہیں۔ اسی وقت سر مبارک نے اس طرح تکلم فرمایا

انا مظلوم۔ انا مہموم۔ انا مقتول۔ انا غریب۔ انا بن النبی المصطفیٰ۔ انا بن الولی المر تفضی کوم اللہ تعالیٰ وجہد۔ جب راہب نے یہ بات سنی تو اسی وقت اپنے تمام متوسلین کو بلا کر زناریں توڑیں اور جناب امام زین العابدین کے دست اقدس پر اسلام قبول فرمایا۔ پھر آپ سے اجازت طلب کی کہ شمر کو اس کے کیف کر دار تک پہنچاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ امر مشیت الہی کے خلاف ہے۔ یہ خود عنقریب اپنی سزا کو پہنچیں گے۔ غرض کہ اسید طرح کے بہت سے واقعات فرق عادات راستہ میں ظاہر ہوئے۔ جتنی کہ دربار شقاوت آثار یزید بد کردار میں اسیران اہلبیت کی آمد کی خبر سرباز شہدار کے پہنچی۔ بے دین بہت مسرور ہوا۔ قصر امارت کو آراستہ کیا۔ تمام امراء و رؤسا شام جمع کئے گئے۔ ادھر سرباز شہدار بازار دمشق میں سے گزرتے ہوئے قصر امارت کی طرف جا رہے ہیں۔ اہل دربار

جوق درجوق تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ ان میں ایک مرد مسافر محب اہلبیت بھی اس سانحہ کو دیکھ رہا ہے اور زائر رورہا ہے۔ جناب امام زین العابدین کی نظر اس پر پڑی۔ تو فرمایا۔ اے شخص آج وہ یوم انقلاب ہے کہ تمام تماشائی خوش ہیں۔ تو کیوں رورہا ہے اس نے عرض کی۔ حضور آپ کا غلام ہوں۔ اس امر پر افسوس کر رہا ہوں کہ آج تنہا میں یہاں کیوں آیا۔ کاش! آج نہ آتا۔ تو اس سانحہ کو نہ دیکھتا۔ اپنے آقا کا یہ احوال مشاہدہ نہ کرتا۔ میں مسافر ہوں اور تنہا ورنہ کچھ خدمت کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتا۔ میں اس وقت اپنے قبیلہ کے لوگوں سے دور ہوں۔ ورنہ اس خوشی کا انہیں سزا چکھا دیتا۔

آج

امام زین العابدین نے ایک درو مند کی درو مندی دیکھ کر دعا دی اور فرمایا اللہ تمہیں اس ہمدردی کی جزا جزیل عطا فرمائے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو اتنا سلوک کر کہ اس شتر بان کو جو سر امام لئے ہوئے جا رہا ہے۔ ذرا آگے جانے پر تیار کر دے کہ لوگ اس سر کا تماشہ دیکھ رہے ہیں اور ہمارے حرم شرم و حجاب سے عرق عرق ہیں۔ یہ اونٹ ذرا آگے ہو جائے تو ہمارے حرم عفت پناہ کے پاس اتنا ہجوم نہ رہے گا اور یہ عریم عفت پر و گیان دیار رسالت کچھ تو نظر خلاق سے محفوظ رہیں گی۔

یہ شخص آگے بڑھا اور اس شتر بان کو جس کے پاس سر امام تھا چپا س دینا دینے اور اونٹ آگے بڑھوا دیا۔ پھر بازار سے کچھ چاودیں خرید کر مستورات کی پردہ پوشی کے لیے پیش کیں اور جناب امام زین العابدین کے لیے ایک عمامہ پیشکش کیا۔ اس شخص کا نام انڈر تھا چند روز بعد اسے

کچھ آدمی جمع کر کے انتقام امام کی نیت سے یزید پر چڑھائی بھی کی۔  
 بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سہیل ساعدی صحابی تھے۔ تجارت  
 کے لیے باہر گئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے اس ہی وقت واپس آئے تھے  
 جس وقت سر امام لے جایا جا رہا تھا۔

غرض کہ جب یہ جلوس مروان میدان صبر و رضا یزید کے قصر  
 نحوست میں پہنچا تو امام زین العابدین نے دیکھا کہ خبیث ایک تخت  
 مکمل بجواہر پر بیٹھا ہوا ہے۔ شامی امرار درگردوست بستہ کھڑے  
 ہیں۔ پہلے اہلبیت کو بلا یا گیا اور ایک صفہ میں پر وہ ڈال کر ٹھہرایا۔ پھر  
 سر ہائے شہداء تخت کے آگے رکھے گئے۔ یزید ہر سر کو دیکھتا اور  
 حال پوچھتا شمر نے یزید کے مزاج کا اندازہ لگانے کو سر امام بشیر بن  
 مالک کو دے کر سمجھا دیا تھا۔ کہ تو یہ ظاہر کرنا کہ میں نے ہی آپ کو شہید  
 کیا ہے۔ چنانچہ بشیر بن مالک نے یزید کے سامنے سر امام لے جا  
 کر رکھا اور چند اشعار فخریہ پڑھے۔ جن کا یہ مفہوم تھا کہ میں نے محض  
 تیری رضا جوئی کی خاطر خیر خلق اللہ کا سر کاٹا ہے۔ اب انعام دے۔  
 یزید اس لفظ پر بگڑ گیا اور کہنے لگا۔ جب تو انہیں خیر خلق اللہ جانتا  
 ہے۔ تو پھر انہیں قتل ہی کیوں کیا۔

غرض کہ اشقیاء سے اس خون ناحق کا منجانب اللہ انتقام کر بلا سے  
 روانگی کے وقت ہی شروع ہو چکا تھا۔ اب چن چن کر خاص طور پر  
 شروع ہوا۔ چنانچہ یزید نے یہ سنتے ہی بشیر کے قتل کا حکم دیا۔  
 جلاد بشیر کو قصر سے باہر لایا۔ اور ایک ہی وار میں جہنم پہنچایا۔ یہ بشیر  
 انہیں دس آدمیوں میں تھا۔ جو قتل امام پر متفق ہو کر آگے بڑھے تھے۔



اس کے بعد یزید نے لشکریوں سے حالات شہادت امام دریافت کئے۔ ثمر نے سب مفصل بیان کئے۔ پھر ایک طشت میں سر امام رکھوا کر اپنے تخت نکبت کے آگے رکھوایا۔ اس وقت اس خلیفہ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ جس کو بار بار لب و دندان مبارک سے مس کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ کہ اس شخص کے لب اور دانت کس قدر خوبصورت ہیں کہ اب بھی حسن جھلک رہا ہے۔

اس مجلس میں سمرۃ بن جندب صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ آگے بڑھے اور فرمانے لگے۔ اے یزید! تجھ پر خدا کی مار۔ یہ کیا کر رہا ہے۔ چھڑی ہٹالے۔ خدا کی قسم یہ وہ لب و دندان ہیں۔ جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے دیکھا ہے۔ خدا تیرے ہاتھوں کو توڑے اور تجھے فنا کرے۔

یزید اس نصیحت پر جھنجھلایا اور کہنے لگا۔ اب مجھے تمہاری صحابت کا پاس نہ ہوتا تو تمہاری اس گستاخی پر تمہیں قتل کر ڈالتا۔ حضرت سمرہ نے فرمایا۔ یہ اور بھی تعجب خیز بات ہے کہ شرف صحبت کا تو لحاظ کرتا ہے اور شرف عینیت کو بالائے طاق رکھ کر راکبِ دوش رسول پر تیغ جفا چلانا گوارا کر لیتا ہے۔ بے دین تیرے حکم سے تو یہ محبوب خدا کے جگر پارہ کے پارے ہوئے۔ تو نے ہی تو دنیا کو دین پر مقدم رکھا۔ حضرت امیر معاویہ کی وصیتوں کو مٹایا۔ صبر کر آج گل چھڑے اڑالے کل قیامت میں اس کا کفن خونی ہوگا اور تو اس تقریر سے اہل دربار کے دل بھر آئے۔ سب زار زار

رونے لگے۔ یزید نے خوفِ فتنہ سے آپ کو قتل تو نہ کروایا۔ مگر فتنہ شاپی سے باہر کرا دیا۔

پھر یزید نے زنانِ حرم کو سامنے بلایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ یزید تجھے شرم نہیں آتی۔ تیری عورتیں جو ہماری لونڈیا بننے کی اہلیت نہیں رکھتیں وہ پردہ میں ہوں اور ہم جو ناموس رسول اللہ ہیں۔ اس طرح بے حرمتی سے آگے لائی جائیں۔ ذرا خوف کرتوںے اب تک کوئی ظلم اٹھانا نہ رکھا ہے۔ کیا یہی چاہتا ہے کہ ابھی تجھ پر کوئی عذاب آئے۔ بے ایمان حمیتِ حق کی حرکت کو دیر ہے۔ یزید اس تقریر سے لرز گیا اور پھر تمام مخدراتِ عصمت کو پردہ میں بھیج دیا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو سامنے بلایا اور کہنے لگا۔ تمہارے والد چاہتے تھے کہ منبروں پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ مگر خدا نے ان کی آرزو پوری نہ کی اور دیکھو اللہ نے مجھے کامیاب کیا امام نے فرمایا او بد لگام بے دین۔ ذرا ہوش کی دو کر۔ ایمان سے کہہ۔ یہ منبر تیرے باپ نے بنایا یا ہمارے باپ دادا نے۔ انصاف سے کہہ خلافت ہمارے اب و عم کا حق تھا یا تیرے باپ دادا کا۔ بہ سادہ راہ خدا میں میرے جد امجد نے کیا یا تیرے آباؤ اجداد نے۔ قرآن جس پر مدارِ ایمان ہے۔ تیرے باپ دادا پر نازل ہوا یا میرے نانا پر۔ مگر صبر کر عنقریب تیرا میرا انصاف کل قیامت کے دن جناب الہی کے حضور ہوگا وَ سَيَعْلَمَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔ اس تقریر نے یزید کی آتشِ غیظ و غضب اس قدر مشتعل کر دی کہ از خود رفتہ ہو کر امام کے قتل کا حکم دے دیا۔ جب حسبِ آواز

کے قتل کو آگیا۔ تو حضرت ام کلثوم نے فرمایا۔ اوہ ہندہ کے بیٹے دیکھو۔ اس بچے کو قتل نہ کر۔ اب نسل پیبر پر منحصر ہے۔ تو نے سب کو شہید کر دیا۔ یہ ایک نشان نبوت باقی ہے۔ ہم بیکس۔ بیوہ۔ یتیم۔ مصیبت زدوں کا محرم سوائے اس کے کوئی نہیں ہے۔ اللہ رحم کر۔ خبیث نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب آپ مایوس ہو گئیں۔ تو جوش میں کھڑے ہو کر مدینہ والے غیاث و دکون۔ سبز گنبد والے سراپا خون اپنے جد امجد کے حضور اس طرح پکاریں ۵

انا دیک یا جد االا یا خیر مرسل  
 حسینک مقتول ونشک منا کع  
 ز خاک اسے لالہ سیراب بر خیز  
 چو ز گس خواب چند از خواب بر خیز  
 اسے جہاں کے داد اس فریاد ہے  
 آہ۔ قبائل پر تیرے بے داد ہے  
 شہیدوں میں ملے شب تیر ہائے  
 ہوئی جاتی ہے اب سب نسل بھی ضائع  
 خبر لیجئے خدا را اب ہماری  
 کہاں تک ہم کریں گے اشک باری

دربار رسالت میں یہ آواز اسی وقت مسموع ہوئی اور یزید پر وہ  
 ہیبت غالب آئی۔ کہ متحیرانہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ علی الفوار اس  
 ظالمانہ حکم کو واپس لیا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا۔  
 کہ آپ آداب شاہی کا لحاظ رکھئے۔ آپ نے فرمایا بے دین

ہمیں موت سے کیا ڈراتا ہے۔ آداب شاہی ملحوظ رکھنا تیرا فرض ہے نہ کہ ہمارا۔ سچ کہہ ہم شہزادہ ہیں یا تو۔ اتنے میں یزید کا بیٹا آگیا۔ یزید نے کہا آپ اور یہ عمر میں برابر ہیں۔ دیکھیں کشتی میں کون جیتے۔ ذرا لڑو تو۔ آپ نے فرمایا یہ کیا بیہودہ بک بک ہے۔ ارے اگر مقابلہ چاہتا ہے تو مردانہ مقابلہ کر۔ ایک تلوار اسے دے اور ایک ہمیں پھر دیکھ کس کا وار کارگر ہوتا ہے۔ اتنے میں مجلس راتے میں نوبت بخنے لگی۔ یزید کا بیٹا کہنے لگا۔

بتاؤ یہ نوبت تمہارے باپ کی ہے یا میرے باپ کی۔ اتنے ہی میں اذان کی آواز آئی۔ آپ نے فرمایا تیرے باپ کی نوبت تب تک ہے جب تک نقارہ سلامت ہے اور یہ اسی بیت ظلم تک محدود ہے۔

دیکھ یہ میرے باپ کی نوبت ہے جو عرش سے فرش تک سبج رہی ہے اور قیامت تک بچتی رہے گی۔ بتا اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ میرے جدِ امجد کے لیے کہا جاتا ہے یا تیرے باپ دادا کیلئے۔ یزید یہ سب باتیں سن کر متاثر ہوا اور کچھ خوف غالب آیا۔ امام زین العابدین سے کہنے لگا۔ آپ مجھ سے کچھ خواہش کریں۔ میں اسے پورا کروں گا۔

امام زین العابدین نے فرمایا کہ مجھے تجھ سے امید نہیں کہ جو میں کہوں گا اسے تو پورا کرے گا۔ یزید نے اطمینان دلایا آپ نے فرمایا۔ چار باتیں ہیں وہ پوری کر دے۔ اول یہ کہ میرے باپ کے قاتل کو میرے حوالہ کر کہ میں اسے قتل کروں۔ دوسری یہ کہ سرِ جامہ شہداء مجھے دیدے کہ میں انہیں تنہا تے مقدسہ کے ساتھ دفن کر دوں۔ تیسری یہ کہ آج جمعہ کا دن ہے مجھے اجازت دے کہ منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھوں کہ عالم میں سب سے زیادہ اس منصب کا میں ہی مستحق ہوں۔ چوتھی یہ کہ ہمارے لٹے ہوئے قافلہ کو مدینہ پہنچا دے۔

یزید نے چاروں سوال سن کر سب سے اول قاتل امام کو پوچھا لوگوں نے کہا خولی بن یزید ہے۔ خولی بن یزید نے صاف انکار کیا۔ کیونکہ وہ بشیر بن مالک کا انجام دیکھ چکا تھا اور سنان بن انس کا نام لیا۔ سنان بولا کہ میں تو قاتل امام پر لعنت پڑھتا ہوں۔ آخر یزید نے بعفتہ میں آکر کہا کہ آخرش کسی نے قتل بھی کیا یا نہیں۔ سنان نے کہا شمر ذمی الجوشن اصلی قاتل ہے۔ تمام درباریوں نے اس کی تصدیق کی۔ مگر شمر صاف انکاری ہو گیا۔ یزید جب برہم ہوا۔ تو شمر بھی بگڑ گیا۔ اور کہنے لگا۔ میں کیوں قاتل ہونے لگا۔ میری کون سی سلطنت حسین نے دبا رکھی تھی۔ اصل میں وہ قاتل حسین ہے۔ جس کو حسین کی طرف سے اپنی سلطنت کا خوف تھا۔ جس نے قبائل عرب کو جمع کر کے انہیں ہتھیار زرد جو اہر دے کر ان کے ایمان خراب کئے اور قاتل امام پر برا بیگناہ کیا۔ انہیں منصب اور عہدے اور جاگیریں بخشیں۔ اور آپ آرام سے دور بیٹھا رہا۔ اور دوسروں کے ہاتھوں اس کام کو پورا کر کر شہر آب پی پی کر مست بنا رہا۔ چونکہ پانی خود پر مڑتا تھا دل میں شرمندہ ہوا اور کوئیوں سے کہنے لگا۔ خدا تم سب پر لعنت کرے۔ میرے سامنے سے چلے جاؤ شمر نے کہا اب تو چلے ہی جاؤ اس لیے کہ کام تو ہو ہی گیا۔ خود بے ایمان بنا سو تو بنا۔ مگر دوسروں کے ایمان بھی خاک میں ملائے۔ غرض کہ بہت کچھ فتنہ بڑھ گیا۔

پھر یزید نے امام سے عرض کی کہ درخواست تو رہنے دیجئے باقی اور سب درخواست منظور ہیں مگر جب جامع مسجد دمشق میں آیا تو دیکھا کہ تمام امرائے شام جمع ہیں۔ اپنے وعدہ پر پشیمان ہوا۔ اور خیال کیا کہ اگر انہوں نے خطبہ پڑھا تو بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔ بجائے امام

کے ایک شخص کو جو شامی تھا منبر پر چڑھا دیا۔ اس نے آل سفیان کی تعریف اور آل ابوطالب کی مذمت بیان کی۔ امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی بہت کچھ برائیاں کہیں۔ اس پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا۔ کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر فرمایا بس الخطیب انت۔ اسے شامی تو جھوٹا ہے اور قتمہ انگیز خطیب ہے۔ ایک سیہ کار بندے کی خوشامد میں اللہ کے احکام کی نافرمانی کرتا ہے اور غضب الہی سر لیتا ہے۔ پھر آپ نے یزید کی طرف مخاطب ہو کر اس کا وعدہ یاد دلایا۔ یزید اجازت دینا نہیں چاہتا تھا۔ مگر اہل و مشق کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ حجاز اور خاندان نبوت کی فصاحت و بلاغت بے مثل ہے۔ ہم انہی کا خطبہ سنیں گے۔ یزید نے اپنے ہوا خواہوں سے کہا۔ یہ ہاشمی شیر ہے۔ علاوہ اس کے یہ اس خاندان سے ہے۔ جس کی فصاحت و بلاغت معرب و حجاز میں معرب المثل ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی بلاغت کا جادو چلا کر بنا بنا یا کام بگاڑ دے سب نے کہا ابھی یہ سچے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وعظ و نصیحت کے سوا اور کچھ کہنے کی ہمت نہ کریں گے۔ آخرش یزید نے مجبور ہو کر اجازت دی۔ آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ شروع فرمایا۔ جس میں اول حمد و نعت بیان فرما کر اس طرح فرمانا شروع کیا۔ جس کو علامہ ابواسحاق اسفرائینی اپنی کتاب نور العین میں اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

ایہا الناس! احد ذکر الدنیا وما فیہا فانہا داسرا نوال وھی  
قد انت کفروک الماضیة وھم کافوا اکثر منکم مالا واطول اعمارا وقد  
اکل التراب جسومہم وغیر احوالہم افتطمعون بعد ھم ہیما ت!  
ھیما ت! فلا بالحق والملتقی۔ فتدبروا ما مضی من عمرکم

وما بقى وافعلوا فيه ما سوف تلتقى . عليكم بالاعمال الصالحة  
قبل القضاء الاجل وفروع الامل . فعن قريش توخذون من القصور  
الى القبور ، ويا فعالمكم تحاسبون فكم والله من فاجر قد استكملت  
عليه الحشرات وكم من عزيز وقد وقع في مسالك الهلكات حيث  
لا ينفع الندم ولا يفتات من ظلم ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا  
يظلمون ربك احدا . ايها الناس من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني  
اعرف بنفسى انا على بن الحسين بن على انا ابن فاطمة الزهراء  
انا ابن خديجة الكبرى انا ابن مكة ومتى انا ابن المروية والصفاء  
انا ابن من صلى بملأمة السماء انا ابن من دنى فتدلى فكان قاب  
قوسين او اذنى . انا ابن صاحب الشفاعة الكبرى انا ابن  
صاحب الحوض والدواء انا ابن صاحب اللاتل والمعجزات انا ابن صاحب  
القرآن والكرامات انا ابن سيد محمود وانا من لمان صاحب الكرم والجود  
انا ابن المتوج بالاشراق انا ابن من ركب البراق انا ابن حكمة صفوة  
اسماعيل انا ابن صاحب التاويل وانا ابن الصادق والوارث انا ابن  
الزهد العابد انا ابن العاقى بالعهود انا ابن رسول الملك المعبود  
انا ابن سيد البرية انا ابن المنزلة عليه سورة البقرة انا ابن من  
تفتح له ابواب الجنان انا ابن المخصوص بالرضوان انا ابن المقبول  
ظلمنا . انا ابن مجدو ذى الرأس من القفا انا ابن العطشان حتى  
قضله انا ابن طريق كربلاء انا ابن مسلوب العمامة والردى انا ابن  
من بكت عليه ملائكة السماء

ايها الناس ان الله ابتلانا بلاء حسن حيث جعل فينا آية

الهدى وجعل في غيرنا اية الرد او فضلنا على جميع العالمين  
واننا ما لمریوث احدا من العالمين وخصنا بخمسة اشياء لم  
يوجدوا في الخلق اجمعين - العلة والشجاعة والسخا وحب الله  
وسر سوله واعطانا ما لم يعط احدا من العالمين -

ترجمہ :- اسے لوگو! میں تم کو دنیا اور اس کی فریب کاریوں  
سے بچنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ ایک زوال پذیر جگہ ہے۔ جس  
کے لیے بقا نہیں اور اس نے گزشتہ قرون کو فنا کر دیا ہے۔ حالانکہ  
ان کے مال تم سے زیادہ تھے۔ ان کی عمریں تم سے لمبی تھیں۔ ان کے لجام  
مٹی نے کھالیے اور وہ پہلے سے ان کے حالات نہ رہے تو کیا ان کے  
بعد تم دنیا و فانیہا سے کسی بہتری کی امید رکھتے ہو۔ افسوس! افسوس!!  
خبردار ہوشیار ہو جاؤ کہ اس میں مل جانا اور جذب ہو جانا بے سود ہے۔  
لہذا اپنی گزشتہ اور آئندہ (باقی) زندگی پر غور کرو اور اس میں نفسانی  
آرزوؤں سے فارغ ہونے اور مدت عمر سے اختتام سے پہلے نیک  
کام کرو۔ جن کا آئندہ تمہیں اچھا صلہ ملیگا۔ کیونکہ ان بلند بالا مخلقات  
سے عنقریب تم قبروں کی طرف بلا لئے جاؤ گے اور اپنے اچھے  
برے افعال کا حساب کئے جاؤ گے۔ خدا کی قسم! پھر کتنے ایک  
فاجروں کی حسرتیں پوری ہوتیں؟ اور کتنے ایک جابر جو ہلاکت کے  
گھر ہوں میں گرے۔ جہاں انہیں ان کی ندامت نے فائدہ نہ دیا  
اور نہ ظالم کو اس کی فریادرسی نے (اور انہوں نے جو بھی کیا تھا اس کا  
صلہ پایا اور اسے نبی تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا)  
اسے لوگو! جو مجھے جانتے ہیں وہ تو جانتے ہی ہیں اور جو نہیں



جانتے۔ میں ان سے تعارف اپنا کرتا ہوں کہ میرا نام علی ہے اور حسین بن علی کا لخت جگر ہوں۔ میں فاطمہ زہرا کا جگر گوشہ ہوں۔ میں خدیجہ ابوبکر کا فرزند ہوں۔ میں مکہ زادہ اور صفا و مروہ اور منیٰ کا بچہ ہوں۔ میں اس ذات قدسی صفات کا بیٹا ہوں۔ جس پر آسمان کے فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔ میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس کی تعریف تقرب میں خالق السموات والارض فرماتا ہے دَنِي فَدَنِي فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنَىٰ۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو شفاعت کبریٰ کا مالک ہے میں اس کا بیٹا ہوں جو قیامت میں حوض کوثر کا ساقی ہوگا۔ اور جو بروز قیامت صاحب علم ہوگا۔ میں صاحب دلائل اور معجزات کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو کرامتوں اور قرآن کا مالک ہے۔ میں بیٹا ہوں اس کا سردار کا جس کے لیے قیامت کو مقام محمود مخصوص ہے۔ میں صاحب سخاوت و عطا کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں۔ جو تاج و رخسندہ پہنایا گیا۔ میں صاحب براق کا بیٹا ہوں میں صفات و حکم اسماعیلی کہنے والے کا بیٹا ہوں میں صاحب تاج کا بیٹا ہوں میں صاحب صدور و کا بیٹا ہوں میں عبد و زاہد کا بیٹا ہوں میں عدے و فاکر نیولے کا بیٹا ہوں میں خدا مالک معبود کے رسول کا بیٹا ہوں میں سرور برابر کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس پر بقرہ انار گئی۔ میں اس کا بیٹا ہوں۔ جس کے لیے بہشتوں کے دروازے کھولے جائیں گے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے لیے جنت رضوان مخصوص ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو ظلم سے قتل کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر ہتھیلیوں پر گھمایا گیا میں اس کا بیٹا ہوں۔ جس نے پیاسے جان دمی۔ میں بانی کربلا کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا عمارہ اور چادر سلب کئے گئے۔ میں اس کا بیٹا ہوں۔ جس پر آسمان

کے فرشتے روئے۔

اے لوگو! ہمیں خدا نے اچھی آزمائش سے امتحان کیا کہ علم ہدایت ہمیں عطا کیا اور ہمارے مخالفوں کو ضلال کا جھنڈا پکڑا یا اور ہمیں جملہ عالمین پر فضیلت عطا فرمائی اور ہمیں وہ کچھ دیا۔ جو اہل عالمین سے کسی کو نہیں دیا۔ اور ہمیں پانچ اشیا کے ساتھ خاص فرمایا جو مخلوق میں سے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ یعنی علم۔ شجاعت۔ سخاوت۔ محبت۔ خدا اور محبت رسول اور ہمیں وہ کچھ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔“

حضرت جعفر صادق راوی ہیں کہ اس خطبہ کو سن کر لوگوں پر یہ اثر پڑا کہ چیخیں مار مار کر رونا شروع کیا اور اس قدر میحان و جوش بڑھا کہ یزید نے گھبرا کر اذان کی طرف اشارہ کر دیا۔ غرض کہ اذان شروع ہو گئی۔ امام نے جب اللہ اکبر سنا۔ تو فرمایا اللہ اکبر فلو ق کلم کبیر۔ بیشک اللہ سب سے بڑا ہے پھر مؤذن نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ آپ نے بھی فرمایا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ جب مؤذن نے کہا اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ تو حضرت زین العابدین نے فرمایا بِاللهِ عَلَيْكَ اُسْكُتُ اے مؤذن تجھے خدا کی قسم ذرا چپ رہ۔ وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے یزید سے فرمایا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ اَمْ جَدُّكَ فَاِنْ قُلْتَ جَدُّكَ فَانْتَ صَادِقٌ وَاِنْ قُلْتَ جَدُّكَ فَانْتَ كَاذِبٌ۔ اے یزید! سچ کہہ۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نانا ہیں یا تیرے۔ اگر تو کہے میرے ہیں تو سچا ہے اور آپ کے ہیں تو جھوٹا ہے۔ یزید کہنے لگا بل جَدُّكَ نہیں بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے نانا ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

بیجا جب تو یہ جانتا ہے تو لِمَ قَتَلْتَ ذُرِّيَّتَهُ وَسَبَّيْتَ حَرِيمَهُ  
 فَسَكَّتَ تَوْتُرُ نَسْ لِيَسَ اِن كَنِبَه كَو قَتْل كِيَا اور ان كے حرم كو گاياب  
 ولائيں بيسن كر يزيد خاموش هو گيا۔ اس پر تمام اہل مسجد حنغ حنغ كر رو  
 لگے۔ يهاں تك كه يزيد كو اپني جان كي پڑ گئي۔ گھبرايا اور پكار كر سمنے لگا  
 اَيُّهَا النَّاسُ اتَّظُنُّونَ اِنِّي قَتَلْتُ الْحُسَيْنَ فَلَعَنَ اللهُ مَنْ قَتَلَهُ  
 اِنَّمَا قَتَلَهُ عَبْدُ اللهِ بْنِ نَهْيَا عَامِلِي بِاَلْبَصْرَةِ اے لوگو!  
 كيا تمھارا يہ گمان ہے كه ميں نے حسين كو قتل كيا ہے۔ اللہ لعنت كرے  
 قاتل حسين پر۔ اس كو قتل كرنے والا عبید اللہ بن زياد عامل بصرہ ہے۔  
 پھر حكم ديا۔ كه جس نے سر امام جد اكياء ہے۔ اسے حاضر كرو۔ اور ان كو بھی  
 جو اس كے مددگار تھے۔ چنانچہ سب حاضر كئے گئے۔ سب سے پہلے  
 يزيد كے سامنے شيفت ربعي كيا۔ يزيد نے كہا وَيْلَكَ اِنَّا اَمْرٌ نَك  
 بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ۔ وائے تجھ پر۔ كيا ميں نے قتل حسين كا تجھے حكم ديا  
 تھا۔ شيفت ربعي نے كہا لَا لَعَنَ اللهُ مَنْ قَتَلَهُ وَاَسْأَلُ اِلَى  
 خَوْلِي بْنِ يَسِيدٍ۔ ہرگز نہیں۔ لعنت ہے خدا كي اس پر جس نے  
 انہيں قتل كيا اور خولي بن يزيد كي طرف اشارہ كيا۔ يزيد نے خولي سے  
 بھی وہي سوال كيا۔ خولي نے بھی وہي جواب ديا۔ جو شيفت ربعي كا  
 تھا۔ يهاں تك كه يہي سوال جواب ہوتے ہوتے حسين بن نمير تك  
 نوبت پہنچی۔ اس نے بھی وہي جواب دے كر برأت حاصل كي۔  
 پھر سمنے لگا كيا تو يہ چاہتا ہے كه ميں تجھے قاتل حسين بتا دوں۔ يزيد  
 نے كہا۔ ہاں۔ حسين بن نمير نے كہا اعطني الامان فقال لك  
 الامان مجھے جان كي امان دے۔ يزيد نے كہا۔ امان ہے۔ تو پھر

حصین بن نمیر نے کہا اعلیٰ ایہا الامیر ان الذی عقدا الرایات ووضح الاموال وجیش الجیوش وارسل الکتب واعد الوعدا ثدھو الذی قتلہ۔ اے امیر! بیشک یہ کام اس کا ہے جو نشان قائم کر نیوالا ہے۔ مال و منال دینے والا ہے۔ لشکر جمع کر نیوالا ہے۔ جس کے خطوط بھجوا کر وعدہ و عید کر اگر انہیں بلا یا وہی امام کا قاتل ہے۔ یزید نے کہا من فعل ذالک یہ کام کس نے کیا۔ ایسے کام کر نیوالا کون ہے۔ حصین بن نمیر نے کہا انت بیشک تو ہی ہے۔

اس جواب پر یزید بہت غضب ناک ہوا اور جامع مسجد چھوڑ کر گھر آگیا اور سر امام کے کر رونے لگا۔ اس کی بیوی ہندہ نے کہا۔ اب رونابیکا ہے۔ میں شام کو جب سوئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ملائکہ کی تمام جماعتیں نازل ہو رہی ہیں اور وہ سب سر امام پر آرہی ہیں اور کہہ رہی ہیں السلام علیک یا ابا عبد اللہ اتنے میں ایک ایر آسمان سے اترا۔ اس میں بہت سے آدمی ہیں ان میں ایک شخص ہیں۔ جن کا چہرہ چاند سے زیادہ روشن ہے۔ وہ آگے بڑھے اور امام کے قریب پہنچ کر روئے پھر فرمایا السلام علیک یا ولدی قتلوک و من شرب الماء منعوک اتر اھرو ما عرفوک انا جدک المصطفیٰ و هذا ابوک علی المرتضیٰ و هذا اخیک الحسن و هذا عمک جعفر۔ سلام تجھ پر اے میرے نخت حسرت افسوس کہ تجھے قتل کیا اور ایک ایک گھونٹ پانی تجھ پر بند کیا گیا۔ تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ لوگ تجھے نہیں پہچانتے۔ میں تیرا نانا مصطفیٰ ہوں۔ یہ تیرے باپ علی مرتضیٰ ہیں اور یہ تیرے بھائی حسن ہیں اور یہ تیرے چچا

جعفر طیار ہیں۔ بس اس معاملہ کو دیکھتے ہی میں اپنی خواب سے چونک پڑی۔ یزید نے یہ تمام خواب سنا۔ پھر متفکر ہو کر سوچتا رہا بعد ازاں حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بلا کر نہایت تعظیم و تکریم سے بٹھا کر کہنے لگا۔ امام! جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب آپ اگر یہاں رہنا پسند فرماتے ہیں تو بڑی خوشی سے رہتے۔ میں آپ کی خدمت کو حاضر ہوں اور اگر تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ تو میں بھیجنے کے لیے بھی حاضر ہوں۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یزید امام ہمارے ہم جدا ہو چکے ہیں اور علیہ اللہ بن زیاد نے ہمیں خوب رلایا۔ لہذا ہم اب یہی چاہتے ہیں کہ اپنے گھر پہنچ کر جس طرح ممکن ہو بقیہ زندگی بسر کر لیں اب و مشرق میں نام کو بھی کوئی قریشی ہاشمی نہیں رہا۔ جن جن کے صاف کر دیتے گئے ہیں۔ پھر ہمارے رہنے میں کیا مزہ ہے۔ غرض کہ ایک ہفتہ یزید نے لباس فاخرہ اور کچھ نقدی جمع کی اور حضرت زینب کی خدمت میں پیش کر کے کہنے لگا۔ یا زینب خذ هذا المال عوضاً عن مصیبتکم اسے زینب یہ مال و متاع آپ کی مصیبت کے بدلہ میں پیش کرتا ہوں اسے قبول فرمائیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غصہ آیا اور فرمانے لگیں یا ویلکما قتل حیاک واجلب وجہک تقتل انی و تقول خذوا عوضہ مالا۔ وائے تجھ پر۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ روسیہ میرے بھائی کو قتل کر کے کہتا ہے کہ یہ عوض لے لو۔ آپ نے سب مال واپس کر دیا۔ مجبوراً یزید نے آخرت سے مایوس ہو کر ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ کو مدینہ روانہ کیا۔ اور سربازتے امام وغیرہ کو مشک و کافور سے معطر کر کے جناب امام زین العابدین کے سپرد کئے۔

مختصر یہ کہ سیدوں کا لٹا ہوا کارواں روانہ ہو کر بلا آیا۔ یہاں آ کر تمام لاشیں دیکھیں تو اسی طرح بے گور و کفن پڑی تھیں۔ امام نے یہاں آ کر قیام فرمایا اور معہ سر ہا شہدا ر سب کو دفن کیا۔ ۲۰ صفر المنظر کو کر بلا پہنچ کر لاشہ ہائے شہیدان صبر و رضا مدفون کئے گئے۔ مگر اس ایک ماہ دس دن کی مدت میں لاشوں کا کچھ نہ بگڑا بلکہ وہی زخموں سے خون کے فوارے جاری تھے۔ با آنکہ شدید گرمی کا موسم تھا۔ سبحان اللہ۔ صدق اللہ۔ رب عرش العالی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرَوُّوْنَ

اگرچہ روایات میں بہت سے اختلاف ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ سر اقدس امام بیرون شہر دمشق مدفون کیا گیا۔ اسی طرح لاشہ ہائے شہدا میں بھی اختلاف ہے۔ علامہ ابواسحاق تو یہی لکھ رہے ہیں کہ ۲۰ صفر کو آ کر دفن کیں۔ بعض یہ لکھ رہے ہیں کہ ۱۳ محرم کو فرات کے قریب ایک گاؤں غافتر تھا۔ وہاں کے لوگوں نے آ کر دفن کر دیں جیسا کہ ہم اول لکھ رہے ہیں۔ مگر روایت صحیح ہی معلوم ہوتی ہے۔

یہاں سے چل کر کارواں اہلبیت مدینہ کو روانہ ہوا۔ تو سب سے اول جس نے خیر مقدم کیا وہ جابر بن عبد اللہ انصاری تھے۔ پھر خیر ہوتی گئی اور جماعت مدینہ والوں کی حاضر ہوتی گئی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نار نار رہ رہی تھیں اور اس طرح فرما رہی تھیں۔

مدینة جدنا لا تقبلینا  
 خرجنا منك بالاهلین جمعا  
 فبالحشرات والكسرات جینا  
 رجعنا لاهل حال ولا بیننا  
 وجئنا علی البلیا را کبینا  
 رجعنا بالقطیعة خائبینا  
 وکنا فی الخروج علی المطایا  
 وکنا فی امان اللہ جمعا

و مولانا الحسين لنا انيسا  
فلا عيش يدوم لنا دواما  
فنحن كفيئنا هرب البرايا  
ونحن الباقيات على الحسين  
ونحن السائرون على المطايا  
ونحن بنات يسين و طه  
ونحن الصابرون على البلياء  
الا يا جدا قتلوا حيننا  
و رجعنا لا حسين ولا معيننا  
و نرين الخلق مدفون خزينا  
ونحن الصابرات و صابرينا  
ونحن الناديات الساكبيننا  
نساق على جدال المغضبيننا  
ونحن الباقيات على ابينا  
ونحن الباقيات القائديننا  
ولم يرعوا جنابك يا ابينا

ترجمہ منظوم از قبلہ حضرت مولانا ابو محمد سید ویدار علی شاہ صاحب والد  
خاکسار مؤلف کتاب ہذا

حسرت بھرے دلوں سے ہم آئے ہیں لوٹ  
اے میرے نانا جان کے مسکن نہ کر بدر  
کس طرح ہم گئے تھے پدر اور پسر کے ساتھ  
لوٹے ہیں آج بے پروا بنا یہ پدر  
کیا شان تھی سواریوں کی وقت کوچ کے  
اب ہیں سوار رنج و بلا ہائے پرخطر  
اک دن امن سے بیٹھے تھے طیبہ میں صبر سے  
اور آج آرہے ہیں پریشان پر حذر  
تھے حضرت حسین ہمارے انیس و یار  
بے یار و غمگسار ہیں اب اور چشم تر

عیشِ جہانِ فانی کو ہرگز نہیں قرار  
 اور زینتِ جہاں ہیں مدفنِ بگڑ و فر  
 بے شک کفیل ہمارا ہے ہر حال میں خدا  
 صبر و رضا ہے حال ہمارا بلا خطر  
 روتے ہیں آنسوؤں سے فراقِ حسین میں  
 ملعون ہے جو نوحہ کرے فرہے نوحہ گر  
 ہم ہیں سوارِ اونٹوں پہ محبوبِ بے حجاب  
 ہم ہیں بناتِ سرورِ سلطانِ بکروبر  
 غرض کہ موسمِ بلا و مصائب گزار کر دشتِ بے کسی میں شہیدان  
 صبر و رضا کو خونِ بھرے کفن اڑھا کر قبروں میں سلا کر مدینہ کی سرزمین  
 سے گزرتے ہوئے گنبدِ خضرا کے حدود میں پہنچے۔ پہاڑیوں کے وسط میں  
 سے گنبدِ رسول اللہ منظر آنے لگا۔ عابدِ مغموم جو اس لٹے ہوئے قافلہ کے  
 سپہ سالار آگے آگے آ رہے تھے دیکھتے ہی بے تابانہ درود پڑھنے  
 لگے۔ حریمِ عفتِ بلبک بلبک کر آئیں وہاں لگے۔ انہیں وہ وقت یاد  
 آ گیا۔ جب کہ امام حسین سید الشہداء، مظلومِ کرب و بلا کے ساتھ یہاں سے  
 مکہ چلے تھے۔ ہائے ایک وہ وقت تھا کہ دل امیدوں سے بھرے ہوئے  
 تھے۔ آج وہ دن ہے کہ دل نامراد و ناشاد ہے۔ امام زین العابدین نے  
 ناقہ کی ہمارو کی اور بے تابانہ گنبدِ رسول کو دیکھ کر پکارے۔ اے بیکوں  
 کے سہارے اور اے بے سہاروں کے کنارے۔ اے بے ٹھکانوں کے  
 ملجا۔ اے غریبوں کے کسوں کے ماویٰ۔ آج میں آپ کے نوزِ نظرِ دل کے  
 چین سیدنا اوابیتا کو دشتِ بے کسی میں سلا کر آپ کے حرمِ محترم



کو لٹا کر فرقت و جدائی کا غم لے کر دائمی فراق کا زخم کھا کر حاضر ہوا ہوں۔

یا رسول اللہ برآر از روضہ سدا بن گری

اہل بیتِ نوحِ شتن رازار و بیمار و حسنین

در بلائے دشمنان دین گرفتار آئدہ

کس مبادا در جہاں ہرگز گرفتار این چنین

اہل مدینہ پیچ پیچ کر رہے ہیں۔ فرط غم سے آنکھیں پھوڑ رہے ہیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ بیمار ہیں۔ یہ آواز دردناک سن کر باہر آتے ہیں۔ نقاہت

سے اُٹھتے ہیں۔ چند قدم چل کر پھر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ پہنچے۔

امام ہمام کی شہادت۔ حرم محترم کی مصیبت۔ زین العابدین کی کربت و غربت

دیکھ کر زار زار روتے لگے۔ وا آخاہ و احیناہ کی صدا نہیں بلند کیں۔ یہاں

تک کہ روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو کہنے لگے۔ افسوس

میں یہاں رہا اور میری پس غیبت میں میرے بھائی پر یہ مصیبتیں آئیں۔

کاش؟ میں بھی وہیں ہوتا۔ پھر روضہ مقدس پر پہنچے۔ روح پر فتوح سرکار

ابد قرار اپنے نونہال کے پھولوں کی محبت میں باہر آگئی۔ سب کو گلے لگایا۔

امام زین العابدین دست بستہ روضہ اقدس پر کھڑے ہو کر عرض

کرنے لگے

الایا جانا الاعداء فینا تحکموا

یا جانا اراادوا بی متذللًا

وقدر فعو اسألہ فوق ذابل

وعادو علینا ینہبون قیامنا

وقد حملونا ظہور جمالہم

ونالوانبا وادلہ کل مناء

قتیلًا و فی الاحشاء منہ ظلماء

کما البدر یشرق فی علو السماء

وقد سلبونا مالنا من نصراء

بغیر و طایا احدنا و غطاء

وطا قوبنا شرق البلاد غربها  
 اتوبنا دمشق نحو يزيدهم  
 وقال انا بكم نلت كل مقصد  
 وقد رام قتلى كى يقطع نسلها  
 وصاح به كل الحضور جميعهم  
 والناس صاحوا خلف يزيدهم  
 جميعهم يهجوننا بهجاء  
 واوقفونا بين يديه سواء  
 بقتل اخيكم قد بلغت ههنا  
 وذى عمتى صاحت لغير مراء  
 فقال دعوة ذامن الطلقاء  
 فقال اطلقوا لانه مرضاء

فخذ حقنا يا جدانا منه فى غدا

وفى يوم حشر يوم فصل قضاء

ترجمہ :- اُسے نانا جان دشمنان دین ہم میں حکم کر رہے ہیں۔ اور قسم بخدا تمام آرزوئیں انہوں نے ہمارے ساتھ حاصل کریں۔ اُسے نانا جان دشمنوں نے ہمارے پدر بزرگوار کو بجا لیت تزلزل ہلاک کیا اور بھوکے پیاسے شہید ہوئے اور ان کا سر کاٹ کر نیزوں پر بلند کیا جیسے ماہ کامل چمکتا ہے علو سما میں۔ اور انہوں نے ہم پر جو رستم کیا اور ہمارے خیمے لوٹ لیتے اور ہمارا مال و اسباب چھین لیا اور آنکھ لیکہ ہمارا کوئی تدوکار نہ تھا۔ اور سوار کیا انہوں نے ہم کو اپنے اونٹوں کی تنگی پیٹھوں پر بغیر آسانی کے اور بغیر پوشش کے۔ اور گشت کی ہمارے ساتھ بلا د کے مشرق و مغرب کے۔ تاکہ ہماری ہجو اور توہین کریں۔ وہ ہمیں یزید کے پاس مقام دمشق میں لاتے اور ہمیں اس کے سامنے برابر کھڑا کیا۔ اور یزید نے کہا میں نے تمہارے ساتھ اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ اور تمہارے برابر عظیم کے قتل سے مجھے خادمانی حاصل ہوئی اور اس نے میرے قتل کا بھی مقصد کیا تاکہ ہماری نسل منقطع ہو جائے

اور میری پھوپھی زاد بہن دور سے پکاریں اور تمام حاضرین نے شور مچایا تو یزید نے کہا اسے چھوڑ دو۔ یہ آزادوں میں سے ہے۔ اور جب تمام آدمی یزید کے پیچھے بیٹھے۔ تو یزید نے کہا کہ اسے چھوڑ دو یہ بیمار ہے۔ اسے نانا جان اس سے کل قیامت میں ہمارا حق لیجئے اور کل حشر میں فیصلہ کے دن فیصلہ کیجئے۔

اس کے بعد سب اپنے اپنے گھروں سے دھوئے چلے گئے اور امام بھی دولت سرا میں مقیم ہو گئے۔

جی تو یہ چاہتا تھا کہ عثمان بن محمد ابی سفیان یزید کے شرابی بھائی حاکم مدینہ سے لے کر مدینہ کی چڑھائی۔ تین روز تک مسجد نبوی میں یزیدی گھوڑوں کا رہنا۔ مکہ پر چڑھائی کر کے غلاف کعبہ کا جلانا۔ اجلہ صحابہ کا شہید ہونا۔ سب مفصل لکھ کر تمام امراء کے حالات تفصیل وار رکھوں۔ مگر ضخامت کتاب نے مجھے اس امر پر مجبور کر دیا کہ ان تمام واقعات کو اس کے حصہ دوم پر موقوف رکھوں۔ لہذا اب صرف سزا قاتلان امام ہمام تھوڑی سی مختصر اندر ناظرین کے کتاب اوراق غم کو ختم کرتا ہوں۔ یہ نام تاریخی ہے جس سے ۲۴۸ھ نکلتا ہے۔ **خوف** : دوسرا حصہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات طیبہ میں تحریر فرما سکے۔

حضرت امام زین العابدین اب زیادہ گوشہ نشین رہتے تھے۔ ہر وقت رونے سے کام ہے۔ مدینہ کا حاکم عثمان بن محمد ابی سفیان جب مقابلہ کی تاب نہ لاسکا۔ تو حاکم مدینہ بنانے کو چند اجلہ صحابہ حضرت زین العابدین کی دولت سرائے میں تشریف لائے۔ عبد اللہ بن غنظلہ نے ابھی تک اہل مدینہ سے بیعت لی ہے۔ مگر منظر بن زبیر نے ان سے کہا۔ کہ تم امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ کے ہوتے بیعت لینے کے کیونکر حقدار بن گئے۔ انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کی۔ اور کہا بیشک مجھ سے غلطی ہوئی۔ چلو میں بھی عرض کروں اور تم بھی کہو۔ واقعہ میں ان کے ہوتے مجھے کوئی حق نہیں۔ اس کا مفصل تذکرہ ہم حصہ دوم میں بیان کریں گے۔ یہاں اجمالاً ذکر ہے)

مختصر یہ کہ تمام صحابہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کر کے بیٹھے۔ امام کو دیکھا کہ عجیب حال میں ہیں۔ چہرہ زرد ہے۔ ہونٹ خشک ہیں۔ آنکھیں آنسوؤں سے پر ہیں۔ مصلے پر بیٹھے اپنے خالق حقیقی کے حضور میں راز و نیاز میں مشغول۔ آپ نے فرمایا۔ آپ لوگ مجھ مصیبت زدہ مظلوم کے پاس کس غرض سے تشریف لائے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ آگے بڑھے اور تمام واقعہ عرض کر کے کہنے لگے۔ حضور یہ واضح رہے کہ ہم لوگ کوئی نہیں ہیں۔ ہم حضور کے جدا مجد کے غلام ہیں۔ حضور کے قدموں پر جانیں قربان کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ لہذا ہاتھ لائیں تاکہ ہم سب حضور کے ہاتھ پر جان فروشی کی بیعت کریں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک آہ سرد دل پرورد سے کھینچ کر آنسو بہانے شروع فرمائے۔ پھر فرمایا۔ بس بابا۔ اللہ واسطے مجھے معاف کرو۔ میرے سینہ میں اس قدر زخم ہیں کہ اور زخموں کی گنجائش نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے مظلوم و مسافر باپ کو اسی خلافت کے دعویٰ میں نہیں۔ بلکہ محض وہم میں صید بلا و مصائب دیکھا ہے۔ ان کے نوری رخسار خاک و خون میں غلطاں دیکھے ہیں۔ ان کے ساتھ دوسرے ننھے ننھے بچے تیر و تبر و میزوں سے تڑپائے گئے۔ میرے خاندان حرم کی وہ پردہ دریاں ہوتیں۔ وہ رسوائیاں ہوتیں کہ جن کے بیان کی مجھ میں تاب نہیں۔ میرے دادا علی کا

وقت کیا آپ لوگ بھول گئے۔ اب تو میرا دل اس دنیا سے بیزار ہو گیا۔ اب تو میں نے اس دامن کو مضبوط پکڑا ہے۔ جو کبھی بے وفائی کرے تو والا نہیں۔ خدا را مجھے اس دروازے سے نہ ہٹاؤ۔ میں اپنی مصیبتیں اس سے کہہ رہا ہوں۔ وہ سن رہا ہے۔ میں اپنے زخمِ دل سے دکھا رہا ہوں۔ وہ دیکھ رہا ہے۔

مجھے جو لطف اس آستانہ کی جبیں سائی میں آیا ہے۔ دنیا کی کسی سلطنت میں نہیں آسکتا۔ میرا ایک سجدہ شوق ہزار تخت و تاج سے افضل و اعلیٰ ہے۔ جاؤ اور لہو مجھے نہ ستاؤ۔ میرے دکھے دل کو نہ دکھاؤ۔

صحابہ پھر کچھ اصرار کرنے لگے تو آپ نے فرمایا۔ اگر تم لوگوں کو میرا اس مدینہ میں رہنا نا پسند ہے۔ تو میں آج اپنے عزیز و لاچار مظلوم و معصوم لٹے ہوئے خاندان کو لے کر کہیں چلا جاؤں گا۔ اس پر صحابہ سب خاموش ہو گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ اب انہیں نہ چھڑو۔ یہ بہت غم زدہ ہیں۔ ان کی داستانِ الم جگر کے ٹکڑے کر دینے والی ہے۔ خیر چلو۔ کچھ اور انتظام کریں گے۔ ان کے انتظام کا مفصل حال تو ہم حصہ دوم میں بیان کریں گے۔

اب امام کی سنتے۔ آپ اسی وقت اٹھے اور گھر جا کر تیاری سفر شروع فرمائی۔ حتیٰ کہ روانہ ہو گئے۔ اور مقامِ یثرب شروع تشریف لے گئے۔ یثرب مدینہ شریف سے چار دن کے سفر کا راستہ ہے اور یہاں امام کے پدری ورثہ کی ایک جاگیر بھی ہے۔ مدینہ میں جب یہ خبر مشہور ہوئی۔ تو اہل مدینہ کو بہت افسوس ہوا۔ مگر یہ سچیدہ خاموش ہو گئے۔ لیکن وقار شرافت سب کے دلوں میں جاگزیں تھا۔ جس کو ہشام بن عبدالملک کے زمانہ کی ایک حکایت ہم یہاں نقل کر کے ثابت کرتے ہیں۔

جب ابن عبد الملک حج بیت اللہ کے لیے آیا۔ اور طواف کر کے  
 استلام حجر کے لیے چلا تو اس قدر اثر و حاکم تھا کہ نہ جاسکا۔ آخر ایک طرف منبر  
 لگ گیا۔ اس پر یہ بیٹھ گیا اور لوگوں کو دیکھتا رہا۔ اس کے ارد گرد شامیوں کے  
 ہونا خواہو موجود تھے۔ کہ اچانک امام ہمام زین العابدین رضی اللہ عنہ طواف کعبہ  
 سے فارغ ہو کر استلام حجر کے لیے تشریف لائے۔ تو لوگوں نے آپ کو آتا  
 دیکھ کر علی الفور دور یہ صفت باندھ لی۔ اور شہزادہ صاحب استلام حجر کو  
 تشریف لے گئے۔ ایک شامی کہنے لگا۔ یہ کون شخص ہے جس کا اہل مکہ پر اس  
 قدر رعب و اب ہے۔ تو ہشام ناک چڑھا کر کہنے لگا۔ نہ معلوم کون ہے۔  
 میں اسے نہیں جانتا۔ یہ اس خوف سے کہا کہ مبادا شامی ان کی طرف بھاگ  
 پڑیں اور مجھے چھوڑ دیں۔ ابو الفراس فرزوق جو وہیں حاضر تھے فرمانے لگے  
 انا والله اعرفہ ہشام تو اگر انہیں نہیں جانتا تو خدا کی قسم میں انہیں  
 پہچانتا ہوں۔ ہشام تیوری بدل کر کہنے لگا من هذا کون ہے یہ۔ تو چونکہ  
 ابو الفراس عرب کے نامی شاعروں میں سے تھے۔ اسی وقت برجستہ مدح امام  
 میں اس طرح قصیدہ فرمانے لگے۔

هذا الذي تعرفه البطحاء وطئته  
 والبيت يعرفه والحج والحرم  
 هذا ابن خير عباد الله كلهم  
 هذا التقى الفتى الطاهر العلم  
 اذا سراته قریش قال قائلها  
 الى مكارم هذا ينتهي الكرم

ينهى الى ذرارة العز والعلی قصرة  
 عن نيلمتا عرب الاسلام والعجم  
 يكاد يميكه عرفان سراحته  
 ركن الخطيم اذا ماجاء يستلم  
 يغضى حياء ويغضى من مهابته  
 فما يكلم الا حين يتبسم  
 ينشق نور الهدى من نور غرته  
 كالشمس ينجا ب عن اشرق القنم  
 مشتقة من رسول الله نبعته  
 طابت عناصره والخيم والشيم  
 هذا ابن فاطمة ان كنت جاهله  
 بحمد انبياء الله قد ختموا  
 الله شرفه قدراً وعظمه  
 جرحى بذاك له في لوحه القلم  
 وليس قولك من هذا بظائره  
 العرب تعرف من انكوت والعجم  
 كلتا يديه غياث عم نفعهما  
 يستوكفان ولا يعرفهما عدم  
 سهل الخليفة لا تخشى بواد سراه  
 يزينه اثنان الخلق والشيم

ما قال لاقط الا في تشهدا  
لو لا التشهد كانت لاثه نعم  
علم البرية بالاحسان فنانقشعت  
عنهما الغيامب والاملاق والعرم  
من معشر حبههم دين وبعضهم  
كفر - وقربهم منجى او معتصم  
ان عد اهل التقى كانوا ائمتهم  
او قيل من خير الامراض قبلهم  
مقدم بعد ذكر الله ذكرهم  
في بعدها ومختوم به الكلم  
من يعرف الله يعرف اولية ذا  
فالذين من بيت هذا ناله الامر

اس قصیدہ کو سن کر ہشام غضب ناک ہو گیا اور ابوالفراس فرزدق  
کو قید کر دیا۔ جب امام زین العابدین نے یہ سنا تو بارہ ہزار روم اسے بھیجے۔  
اس نے واپس لوٹا دینے اور عرض کرایا کہ مدحتہ اللہ لالعطاء  
والصلۃ۔ حضور میں نے اللہ کے لیے حضور کی سچی مدحت کی تھی نہ کہ  
انعام اور بدلہ لینے کے لیے۔ آپ نے وہ وراہم واپس فرما کر کہا بھیجا  
انا اهل البيت اذا وهبنا شيئاً لا نفود فيه ہم اس گھرانے  
والے ہیں کہ جب کوئی چیز کسی کو بخشے ہیں تو اسے واپس نہیں لیتے۔  
آخر ابوالفراس نے وہ تبرکات لے لئے ۛ



## حضرت محمد بن حنفیہ کی کوفہ پر چڑھائی

اب اس کے بعد حضرت محمد بن حنفیہ نے ابراہیم کی شرکت سے کوفہ پر چڑھائی کر کے ہزاروں اشقیاء واصل جہنم فرمائے۔ پھر کچھ بغاوت ہوئی۔ مگر زمانہ مختار میں فرو ہو گئی اور مختار نے خون سید الشہداء کے بدلے لینے کا قطعی عہد کیا۔ سب سے پہلے وہ لوگ گرفتار کرائے جنہوں نے خاص طور پر امام کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے شمر اور عمرو بن سعد گرفتار ہو کر لاتے گئے۔ مختار نے کہا تم ہی وہ لوگ ہو۔ جن کے حکم سے آل رسول کے پیاسے حلقوم پر خنجر جفا چلایا گیا۔ عمرو بن سعد ذرا بتا تو اس وقت ایمان کہاں رکھ دیا تھا اور پتہ کہ اس کے عوض میں تجھے کتنی دولت ملی۔ مردود تجھے شرم نہ آئی۔ جن کا کلمہ پڑھتا تھا۔ ان کے نواسہ پر ظلم کیا۔ شمر و عمرو سعد کا پنے لگے اور منہ سے کچھ نہ کہہ سکے۔

مختار نے حکم دیا۔ اچھا ان ملعونوں کو میرے سامنے ذبح کرو۔ شمر و عمرو عاجزی کرنے لگے اور کہنے لگے ہم بے قصور ہیں۔ ابن زیاد نے ہمیں حکم دیا تھا۔ مختار نے کہا اچھا گھبراؤ نہیں۔ ابن زیاد کو بھی عنقریب تمہارے پاس بھیجوں گا۔ وہاں اس سے شکوہ و شکایت کر لینا۔ یہ کہہ کر جلاو کو حکم دیا۔ اس نے علی الفور دونوں شقی واصل جہنم کر دیئے۔ حاضرین جلد سکتے میں تھے۔ اہل کوفہ آنکھوں سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ کہ کوفہ کے نامی سردار خاک و خون میں ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ مگر کسی کی مجال نہ تھی جو دم بھی مارتا۔

پھر مختار نے حکم دیا۔ کہ جس خبیث نے پیرہن مبدلک اتارا تھا۔

جس نے ان کی لاش اقدس پر گھوڑا دوڑایا۔ سب کو گرفتار کر کے پیش کر دو۔ جس نے علی اکبر کو شہید کیا۔ جس نے علی اصغر کے حلقوم تشنہ کو چھیدا۔ جو لوگ بنہمہ کے لوٹنے کو گتے تھے۔ جن لوگوں نے خیمہ اطہر کی لوٹ غارت میں شرکت کی تھی سب کے نام لکھو اور یکے بعد دیگرے گرفتار کر کے میرے سامنے لاؤ۔ اس حکم پر علی الفور عمل کیا گیا۔ اور جفا کاران قوم گرفتار ہو ہو کر آنے لگے۔ جو آتا تھا تیغ انتقام کے سپرد کیا جاتا تھا۔ اتنے میں ایک شخص خولی بن یزید کو پکڑ کے لایا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے سر امام نیرزہ پر چڑھا کر ابن زید کے پیش کیا تھا۔ مختار اسے دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا۔ فوراً حکم دیا کہ اس بے ایمان خبیث کو چومیخہ کرو۔ پھر اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر ایک طرف ڈال دو تاکہ خلقت اس کا تماشہ دیکھے۔ غرض کہ ایسا ہی کیا گیا۔ آخر وہ اس ذلت و رسوائی میں تڑپ تڑپ کر جہنم پہنچ گیا۔ اسی طرح صد ہا یزیدی کو ذہنی انار کئے گئے اور کچھ بھاگ کر بصرہ چلے گئے۔ مگر جو بارے گئے انہوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ بے کسی میں مرنا۔ لاچار می میں قتل ہونا کیسا ہے۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ دنیا کی خاطر دین چھوڑنا۔ عاقبت کو بھلا کر دنیا طلبی کرنے کا یہ مزہ ہوتا ہے۔ ہر فرعون نے راموسی اس طرح صحیح ہوتا ہے۔ آج ان کی مدد کو نہ یزید آیا۔ نہ ابن زیاد نے کوئی حمایتی بھیجا۔ آج انہیں یقین ہو گیا۔ کہ اس لاڈلے نور دیدہ مسطفیٰ مظلوم نے جو پیشینگوئی فرمائی تھی۔ وہ جوں کی توں صحیح نکلی۔

اب ابن زیاد کی باری آئی۔ جب قلنہ انگیز کوئی مغلوب ہو چکے۔ قاتلان حسین بن علی کو مارے گئے۔ تو اب مختار کو ابن زیاد کا خیال آیا۔ ابراہیم بن مالک بن اشتر سے کہا۔ میں نے تمہیں موصل سے

کو فیوں کی بغاوت کے سبب بلا لیا تھا۔ اب تم جاؤ اور اپنے بھائیوں کی مدد کرو۔ راستہ میں قیام و آرام کا خیال نہ کرنا۔ جہاں تک ہو سکے اپنے بھائیوں کی مدد پر پہنچو۔ ابراہیم بن مالک بن اشتر نے علی الفوری کمر باندھی اور اپنی سپاہ کو ہمراہ لے کر روانگی کا عزم سلام کے لیے آئے۔ مختار نے کہا شرط اللہ کو ضرور ساتھ لے جانا۔ خدا اس کی برکت سے تم کو فتح یاب کرے گا۔ جب تک یہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ خدا تمہیں منصور منظر رکھے گا۔ چنانچہ ابراہیم نے نہایت دھم دھام سے شرط اللہ اٹھائی اور لشکر کے پاس جا پہنچے۔ یہ وہ مختار ہے جو اول محب اہل بیت تھا۔ بعد میں مدعی نبوت بھی رہا۔

## شرط اللہ کی حقیقت

یہ حضرت علی کے ایک صاحبزادہ حضرت طفیل کے پاس حضرت علی کی ایک کرسی تھی۔ جس پر آپ اجلاس فرما کر مقدمات فیصل کیا کرتے تھے۔ آپ کی شہادت کے بعد یہ حضرت طفیل کے حصہ میں آئی۔ مختار نے اپنے زمانہ حکومت میں حضرت طفیل کو ہدیہ بے بہا نذر کر کے یہ کرسی ان سے مانگ لی اور ایک قیمتی صندوق میں رکھ کر چاندی کے قفل سے مقفل کر دی اور اس صندوق کو جامع مسجد دمشق میں رکھ دیا۔ جس دن یہ صندوق جامع مسجد دمشق میں رکھا گیا۔ اس روز مختار نے کھڑے ہو کر قوم کے آگے ایک تقریر کی جس کا یہ مضمون تھا۔

حضرات! جس طرح مسلمانوں کا مقام ابراہیم اور بنی اسرائیل کا تابوت سکیں ہے۔ اسی طرح شیعوں کے واسطے یہ کرسی شرط اللہ ہے۔

اب شیعوں کا دنیا میں بول بالا رہے گا۔ اس لئے کہ ملائکہ فتح و نصرت اس کرسی کے ساتھ ہیں۔ جس لشکر کے ساتھ یہ ہوگی۔ وہ اپنے سے ہزار گنے لشکر پر غالب آئے گا۔ یہ شبیر خدا اسد اللہ کا نشان ہے: کما روای الامامیہ  
 خیر۔ ابراہیم شرط اللہ لے کر پہنچے۔ تو ابن زیاد بد نہاد کا سپہ سالار لشکر عمرو بن اسلمی، ابراہیم بن مالک کا دوست تھا شب نخبہ طور سے ابراہیم کے پاس آیا اور عہد کیا کہ کل سعد فوج کے تمہارے لشکر سے آلوں گا۔ ابراہیم کی ہمت اس وعدہ سے بہت بلند ہو گئی۔ مگر دوسرے روز لڑائی میں عمرو اسلمی کی فوج نے بڑی جان بازی سے مقابلہ کیا۔ ابراہیم انتظار کر رہا ہے کہ عمرو اب آکر ملے گا۔ آخر مایوس ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہ بھی بے ایمان کی ایک بے ایمانی تھی۔ آخر شرط اللہ اٹھائی اور ایک پر زور حملہ کیا کہ شامیوں کے ہوش اڑ گئے۔ اور عمرو کے لشکریوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ابن زیاد صفوں کی پشت پر اپنے خیمہ میں تھا۔ اس نے سنا تو تلوار کھینچ کر میدان میں آگیا اور اپنے لشکریوں کو پکارا۔ اسے بھگوڑو! میں عبید اللہ ابن زیاد موجود ہوں بہت کیوں ہارتے ہو۔ دشمن کی تعداد بہت کم ہے۔ ابھی سب کوفیوں کو خال میں ملانے دیتا ہوں اس آواز سے منتشر فوج پھر جمع ہوئی۔ اور کوفیوں پر حملہ کر کیا۔ کوفی بھی شرط اللہ کو دیکھ کر نہایت جوش کیساتھ معرہ لگاتے ہوئے دیوانہ وار چلے خوب گھمان کارن ہوا عبید اللہ ابن زیاد کا کاسہ عمر لبریز ہوا۔ اور اس کی تمام تر جدوجہد بیکار ہو گئی۔ نوشتہ تقدیر کے آگے کچھ نہ چلی۔ کہ بلا کا خون سر پر کھل کھیلنا۔ ایک کوفی سے آیا اور ابن زیاد کے سینہ پر اس زور سے برچھے کا وار کیا کہ وہ گھوڑے کی پشت پر اٹھا جھک گیا۔ شامی بھاگے پکے کہ ابن زیاد کو سنبھالیں اور کوفی سے بدلہ لیں۔ مگر اس سوار نے فرصت ہی نہ دی۔ معاد دوسرا

ہاتھ تلوار کا اس زور سے مارا کہ جلیٹو کی طرح کندھے سے سینہ اور سینہ سے  
 کمر تک کھول گیا۔ ابن زیاد اپنی تمام آرزوئیں دل کی دل میں لئے ہوئے آہ  
 کہتا ہوا گرا۔ اب کیا تھا شامی فوج کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور حواس باختہ  
 بھاگی۔ اس وقت ابراہیم بن مالک نے حکم دیا کہ جو شامی آئے مار ڈالو۔  
 کسی شامی پر رحم نہ کرو۔ اور ابن زیاد کا سر کاٹ کر کوفہ میں مختار کے پاس بھیج  
 دیا۔ یہاں مختار اس سر کے آنے سے تین روز پہلے کوفہ والوں سے کہہ چکا  
 تھا کہ ابن زیاد مارا گیا اور عنقریب اس کا سر آنے والا ہے لوگ اس پر  
 چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آج  
 یہ بھی علم غیب کا مدعی بنا ہے۔ لیکن جب واقعہ میں اس کا سر آ گیا۔ تو  
 تمام کوفی شرمندہ ہوئے اور حیرت میں رہ گئے۔

مختار اس مقام پر تھا۔ جہاں ابن زیاد اپنے زمانہ حکومت میں بیٹھا  
 ظلم کرتا تھا۔ آج ابن زیاد کا سر بھی اسی جگہ آیا۔ جہاں جناب امام حسین رضی اللہ  
 عنہ کا سر مبارک لایا گیا تھا۔

اب مختار کے بعد دعوائے نبوت اس کی موت اور مصعب بن  
 زبیر کا قتل۔ حجاج کی مکہ پر چڑھائی۔ حضرت زید کی شہادت۔ حضرت  
 یحییٰ بن زید کی مظلومی وغیرہ۔ مروان بن حکم کی طرز حکومت۔ عبد الملک  
 بن مروان کی سیاسی رفتار۔ ولید بن عبد الملک کے اصول و ضوابط۔  
 سلیمان بن عبد الملک کی صورت نظام۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی  
 خدا پرستی۔ یزید بن عبد الملک کی ملک رانی۔ ہشام بن عبد الملک  
 کی سلطنت میں روائی ولید بن یزید بن عبد الملک کی عیش پرستی۔  
 یزید بن ولید بن عبد الملک کی کفایت شعاری۔ ابراہیم بن ولید

بن یزید بن عبد الملک کی حسرت بھری کہانی۔ مروان الحمار کی نادانی۔ وغیرہ مفصل حصہ دویم میں بیان کرنے کا وعدہ کر کے صرف یزید کے کچھ حالات اور اس کی موت بیان کرتا ہوں۔ پھر کچھ فضائل عشرہ۔ نوافل محرم بتا کر عنقریب آپ سے رخصت ہوتا ہوں ۛ

## یزید کی موت

یزید کی تخت نشینی اور ولی عہدی۔ حضرت امیر معاویہ کی وصیتیں ہم اول لکھ آئے ہیں۔ اب ان کا وہرانا تحصیل حاصل ہے۔ غرض کہ جب ۶۸ھ میں یزید تخت نشین ہوا اور چار برس کچھ دن حکومت کر کے وسط ربیع الاول ۶۹ھ میں مر گیا یا مارا گیا اور شہر دمشق کے باہر دفن ہوا (عقد الفرید)

یزید کے پانچ بیٹے تھے۔ معاویہ بن یزید۔ خالد بن یزید۔ ابوسفیان بن یزید۔ یہ تینوں ایک بیوی سے تھے اور عبد اللہ بن یزید۔ عمر بن یزید دوسری بیوی سے۔ ایک بیٹی تھی جس کا نام عاتکہ تھا۔ عبد اللہ تو معتوۃ العقل تھے۔ خالد بڑا فاضل عالم تھا اور زاہد بھی اعلیٰ درجہ کا۔ صاحب طبری لکھتے ہیں کہ نبی امیہ میں یہ اعلیٰ زاہد تھا۔ طبری نے ۱۲ بیٹے بتاتے ہیں مگر نام صرف دس گنائے ہیں۔ عبد الاحضر۔ ابوبکر۔ حرب۔ عبد الرحمن۔ محمد۔ معاویہ۔ ابوسفیان۔ خالد۔ عبد اللہ۔ عمر یزید کی عمر مرتے وقت ۳۸ برس کی تھی۔ عقد الفرید میں اس کی موت قریب پچاس کے بتائی ہے۔ وہاں ایک جنگل بے حواریں اس میں مرا۔ اس کے بعد معاویہ بن یزید تخت نشین ہوئے۔ مگر ان کی سلطنت

صرف چند منٹ ہی رہی۔ اس لیے کہ انہوں نے تخت نشین ہو کر خطبہ پڑھا اور خطبہ میں صاف کہہ دیا کہ سلطنت کی اہلیت فاروقی۔ صدیق نہیں تھی۔ مجھ کو معاف کرو۔ میں اس سے دست بردار ہوں۔ پھر جو گوشہ میں بیٹھے تو چالیسویں دن مرے ہی نکلے۔ بس یزید کی نسل کی حکومت کا یہاں ہی خاتمہ ہو گیا۔ ان کے بعد کسی کو تخت میسر نہ ہوا۔ پھر مروان بن الحکم حاکم مقرر ہوا اس کی تفصیل حصہ دوم میں بیان ہوگی)

یہ قصہ ایک ایسا قصہ ہے کہ ہر آنکھ اس کی طرف یزید کیسے سرا؟ نظر اٹھا رہی ہے۔ ہر کان اس کے سننے کو وا ہے۔ لہذا سننے کہ کیونکر سرا اور کس ذلت سے دنیا میں سرا اور جہنم پہنچا۔

ایک روایت میں ہے کہ سر سون بن منصور یزید کا بہت

سارا مصاحب تھا۔ معاملات عشق و فسق میں یہ دونوں شریک رہتے تھے۔ کبھی کبھی رقابت بھی ہو جاتی تھی۔ سیر و شکار سے بہت زیادہ شوق تھا۔ ابتدائی زمانہ میں عبید اللہ بن زیاد ساتھ رہا۔ اور زمانہ حکومت میں سر سون بن منصور یزید ایک بار شکار کو سر سون کے ساتھ جا رہا تھا۔ ایک راہب رومی النسل کی لڑکی پر اس کی نظر پڑی۔ ولدادہ و فریفتہ ہو گیا۔ اور اس کی جستجو اور فکر استحصال میں روزانہ اس کینسہ تک آتا۔ ایک روز وہ لڑکی نہا کر بال خشک کر رہی تھی۔ یزید دیوانہ ہو کر اسے پکارنے لگا۔ اس رومی النسل حینہ راہب زادی نے دیکھا اور سوچا کہ جیسے کتا چاند پر بھونکتا ہے۔ خبیث میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اور یہ وہی بیوفابے ایمان ہے۔ جس نے اپنے نبی کے نواسہ کا پاس نہ کیا اور بی رحمی سے شہید کیا۔ اس کو کسی ذریعہ سے جان سے مارنا ضروری ہے۔ ورنہ حکومت اس کے ہاتھ میں ہے۔ کہیں کچھ گل نہ کھلا دے۔ اپنے باپ سے سب

کہا۔ اور اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ باپ نے کہا۔ اچھا جو تیری مرضی۔

اس کے بعد پھر جب یزید آیا۔ تو اسے اشارہ سے کہا۔ کہ سرخون بن منصور کو ساتھ نہ لا۔ جب میں تجھ سے ملوں۔ شہوت پرست۔ ناعاقبت اندیش دوسرے دن تنہا یہاں تک آیا۔ اس لڑکی نے گھوڑا کس رکھا تھا۔ یزید کے آتے ہی تلوار دامن قبایس دبائی اور سوار ہو کر اس کے ساتھ ہوئی۔ یہاں تک کہ قریب حمص دشت حواریں میں لے گئی۔ یہاں تک کہ ٹھنڈی ہوائ نے اس کے نشہ کو بہت ہی بڑھا دیا۔ بدست تھا۔ یہ لڑکی پیچھے ہوئی اور نظر بچا کر اس زور سے وار کیا کہ گر گیا۔ پھر سینہ پر چہرہ کھینچ کر کہنے لگی۔ بے ایمان! اب اپنے مددگاروں کو بلا۔ ظالم تجھ سے تیرے نبی کے نواسوں پر رحم نہ ہوا۔ ان سے بے وفائی کی۔ تیری طرف سے کون امید وفا کر سکتا ہے۔ ٹھہر۔ اب تیرا خون پئے لیتی ہوں۔ یہ کہہ کر اس کے جسم کے ٹکڑے کر دیئے۔ تین چار روز تک یہ لاش چیل کوڑوں کی دعوت میں رہی۔ پھر پتہ لگاتے لگاتے اس کے ہوا خواہ پہنچے اور وہیں اس کو دفن کر آئے۔

عقد الفرید طبری وغیرہ میں یوں ہے۔ کہ شراب نوشی نے اس کو بہت خراب کر دیا تھا۔ پھیپھڑے بالکل بیکار ہو چکے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ کتے اس کے ارد گرد رہتے۔ ان سے کھیلا کرتا۔ رنا کار اول درجہ کا تھا۔ عرض کہ چند امراض کبدی میں مبتلا ہو کر دست پھرتا مر گیا اور بیرون دمشق دفن ہوا۔

اور علامہ ابوالحسن اسفرائینی اپنی کتاب نور العین فی مشہد الحسین میں اس کی موت یوں تحریر فرماتے ہیں کہ یزید ایک ہزار سواروں کے ساتھ شکار کو گیا۔ اور تلاش شکار میں جاتے جاتے دمشق سے دو دن کی راہ پر



ووزن کل آیا۔ اسے ایک ہرن نظر پڑا۔ اس نے اپنا گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا۔ یہاں تک کہ ایک لقمہ ووق میدان میں پہنچا۔ ہرن تو غائب ہو گیا۔ اور اس کو پیاس نے ستایا۔ مگر کتنا کس سے لشکری سب دور رہ گئے۔ آخر پیاس کی بے چینی سے داخل جہنم ہوا۔ اور اس کے پیچھے پیچھے اس کے دس پتے جان نثار بھاگ دیوانہ وار آ رہے تھے۔ وہ بھی جب یہاں پہنچے تو انہیں بھی پیاس نے تڑپا کر جہنم پہنچا دیا۔ اب لشکری اس کی تلاش کرتے کرتے یہاں آئے۔ تو یہ بھی سب کے سب اسی طرح ہلاک ہوئے اور جب سے اب تک اس جنگل کا نام واوی جہنم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بچے کھچے یزیدی متعدد قسم کے عذاب میں مبتلا کئے گئے۔ حرط بن کامل جس نے علی اصغر کا حلقوم تشنہ چھیدا تھا۔ اس عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ کہ اس کا اگلارخ شکم کی جانب سے ہر وقت جلتا رہتا اور پھلا پست کی جانب سے عذاب زہریر میں مبتلا ہوا۔ پشت کی طرف وہ آگ جلاتا اور آگے ہر وقت پنکھا کرتا۔ پیاس کی یہ شدت بڑھی کہ ہر وقت پانی پیتا رہتا مگر پیاس نہ بھتی۔ آخر اس مصیبت سے مارا گیا۔

جابر بن یزید ازوی جس نے عمارہ مبارک لیا تھا۔ مجنوں الحواس ہو گیا۔ سر موربوں سے پانی پیتا اور گوبر کھاتا ہوا سرا۔ جو نہ حضرمی جس نے پیراہن مبارک اتار کر پہنا تھا۔ کوڑھ میں مبتلا ہوا۔ اور سطر سطر کمرہ۔ عبد الرحمن بن حصین بھی مبروص ہوا۔ اسود بن سمنظہ جس نے توارلی تھی جذام میں مرا۔ شمر کے قتل ہوتے وقت سور کی شکل ہوئی۔ خولی بن یزید جب تک قتل نہ ہوا۔ اس وقت تک اس پر موکلان عذاب مستولی ہوئے۔ روزانہ شب کو اسے اوندھا لٹکاتے اور نیچے آگ جلاتے۔ پھر مختار کے ہاتھ سے جہنم پہنچایا گیا

نعوذ باللہ من غضب الجبار ایسے بہت سے واقعات ہیں جو بخوف طوالت نہیں لکھے گئے :

## فضائل عاشورا

اب فضائل عاشورا نذر ناظرین ہیں۔ اس کے بعد اوراقِ غم کا اختتام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم نبی محترم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور نے فرمایا جو ایک دن محرم میں روزہ رکھے۔ اس کو ہر دن کے بدلے میں ایک ماہ کے روزہ کا ثواب ہے۔ پھر انہی سے دوسری حدیث میں ہے۔ جو عشرہ محرم میں عاشورا کا روزہ رکھے اس کو ۱۰ ہزار فرشتوں کا ثواب عطا فرمایا جائے اور دس ہزار شہیدوں کا اجر ملے اور دس ہزار حج و عمرہ کا ثواب ہو اور جو عشرہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ ہر سال کے عوض میں ایک درجہ جنت میں بلند فرمائے۔ اور جو عشرہ کے دن کسی کا روزہ افطار کرادے۔ تو اس کو تمام امت مرحومہ کے روزہ افطار کرانے کا اجر ملے۔ بلکہ تمام امت مرحومہ کے روزہ افطار کرانے کا اجر ملے۔ بلکہ تمام امت مرحومہ کو شکم سیر کر کے کھلانے کا اجر ملے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا عاشورے کو اللہ نے سب ایام پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ تو حضور نے فرمایا ہاں۔ اللہ جل وعلیٰ تبارک و تعالیٰ نے اسی دن آسمان پیدا فرمائے اور اسی دن زمین کی تخلیق کی۔ اسی دن پہاڑ بنائے۔ اسی دن دریا۔ اسی دن قلم ظاہر کیا اور اسی دن لوح۔ اسی دن آدم علیہ السلام مخلوق ہوئے اور اسی دن داخل جنت۔ اسی

دن ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن انہوں نے اپنے صاحبزادہ اسماعیل علیہ السلام کا قدیم پایا۔ اسی دن فرعون غرقِ ثلج ہوا۔ اور اسی دن کشفِ بلائے یوب علیہ السلام ہوا۔ اسی دن آدم علیہ السلام کی توبہ مقبول ہوئی۔ اسی دن داؤد علیہ السلام پر اظہارِ رضا۔ اسی دن عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن قیامت ہوگی۔

دوسری حدیث میں ہے۔ سب سے پہلے بارش اسی دن ہوئی۔ سلیمان علیہ السلام کو ملک اسی دن ملا۔ اول نزولِ رحمت اسی دن ہوا۔ پھر فرمایا۔ جو عشرہ کے دن غسل کرے تو وہ سوائے مرضِ موت کے کبھی بیمار نہ ہو۔ جو سترہ خالص اس دن لگائے۔ سال بھر اس کی آنکھ آشوب نہ کرے۔ اور جو کسی مریض کی اس دن عبادت کرے اس کو تمام اولادِ آدم کے مریضوں کی عبادت کا اجر ملے اور جو کسی کو ایک گھونٹ پلاوے تو گویا وہ ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ ہے اور جو عشرہ کے دن

چار رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد شریف کے قل هو اللہ چپاس بار پڑھے تو اللہ اس کے چپاس برس کے صغائر گناہ معاف فرمائے اور ملا۔ اعلیٰ میں اس کو ایک محلِ نوری عطا ہو۔

ایک حدیث میں ہے جو چار رکعت دو سلاہوں سے پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد شریف سورہ اذکارِ اولت ایک ایک بار قل یا ایہا الکافرون ایک بار قل هو اللہ ایک بار اور دو شریف تہ بار پڑھے تو ایسے عیدِ حلتِ اعلیٰ حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل پر سال بھر میں عشرہ کے دن کا روزہ محرم میں اللہ نے فرض کیا تھا۔ تم بھی اسی دن کا روزہ رکھو اور اپنے اہل و عیال پر فراخی کیا کرو۔

اس لیے کہ جو اس عشرہ میں عیال پر فراخی کرتا ہے اللہ تمام سال اس پر فراخی رکھتا ہے اور جو اس دن روزہ رکھے تو اس کے لیے یہ روزہ چالیس سال کا کفارہ ہو جاتا ہے اور جو اس عشرہ کی رات میں جبکہ مسلمان مرد و عورتیں تعسزیوں کی سیریزیں پھرتے ہیں، رات بھر جھکے اور عبادت کرے تو اللہ اس کے رزق میں برکت دیتا ہے۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پچاس سال سے تجرہ کر رہا ہوں۔ اللہ مجھ پر وسعت ہی فرما رہا ہے۔

حضرت غوث الثقلین۔ غیث الکونین۔ غیث  
عاشورہ کی وجہ تسمیہ الملویں۔ غیث الدارین۔ سیدی محی الدین۔

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب غیث الطالبین میں یوں لکھتے ہیں کہ بعض نے تو یوں لکھا ہے کہ دس دن ہونے کی وجہ میں اسے عاشورہ کہنا جاتا ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس عشرہ میں دس بھلائیاں ہیں اس وجہ سے اس کا نام عاشورہ ہے۔ اول اسی دن تو بہ آدم علیہ السلام مقبول ہوئی۔ اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو اٹھایا اور مکان مرتفع عطا فرمایا۔ اسی دن سفینہ نوح علیہ السلام جو دی پر پہنچا۔ اسی دن ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن خلیل بنائے گئے۔ اسی دن نادر فرود سے آپ کو نجات ملی۔ اسی دن داؤد علیہ السلام کی دعا مقبول ہوئی۔ اسی دن سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا ہوا۔ اسی دن ایوب علیہ السلام کی بلائیں ختم ہوئیں۔ اسی دن موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی اور وہ نیل میں معہ لشکر کے غرق ہوا۔ اسی دن یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکالے گئے۔ اسی دن عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے اسی دن عالم ارواح میں سرکار مدینہ تاجدار عرب و عجم کا ظہور ہوا:

ترکیب نماز شب عاشورہ اور روز عاشورہ از جناب ہدایت مآب  
حضرت مولانا شاہ

عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فضائل میں لکھا  
ہے کہ جو اس طرح عمل کرے اسے دین و دنیا میں بھلائی ملے ہر قسم  
کی مصیبت سے ہمیشہ محفوظ و مصئون رہے وہ ہوندا۔ شب عاشورہ یعنی قتل کی  
رات میں آٹھ رکعت دو دو کی نیت سے پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد شریف  
بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ۱۸ مرتبہ معہ تسبیح قل ہو اللہ پڑھے۔ بعد دو رکعت کے  
سلام پھر کہ سبحان اللہ والحمد لله والاله الا الله والله اكبر ولا حول  
ولا قوة الا بالله العلی العظیم ط معہ بسم اللہ ستر بار پڑھے پھر سجدہ میں  
دونوں ہاتھ اٹھے رکھ کر یعنی آسمان کے رخ پر کئے ہوئے استغفر اللہ ربی  
من کل ذنب و اصلح التوبۃ معہ بسم اللہ ستر بار پڑھے۔ پھر اللہم صل علی  
سیدنا محمد وعلیٰ الہ وسلم ستر مرتبہ پڑھ کر پھر دو رکعت کی نیت  
کرے اسی طرح بارہ رکعت ختم کرے۔

دوسری ترکیب شب عاشورہ کی یہ ہے کہ چھ رکعت دو دو کی نیت سے پڑھے۔  
پہلی رکعت میں بعد الحمد والشمس وضحما دوسری رکعت میں انا انزلنا تیسری رکعت  
میں اواز زلزلت۔ چوتھی رکعت میں قل ہو اللہ احد۔ پانچویں میں قل أعوذ برب الفلق  
چھٹی میں قل أعوذ برب الناس معہ بسم اللہ پڑھے۔ پھر ستر سجدہ میں رکھ کر قل  
یا ایہا الکافرون چار چار بار پڑھ کر بتوسل شہید کر بلا اپنی مراد طلب کرے۔  
یہ حضرت مولانا سے خواجہ عبد الرحمن صاحب قدس سرہ لکھنوی کو پہنچا اور انہوں  
حضرت مولانا عبد الغنی شاہ مؤلف کتاب تنقیح الشہادتین کو عطا فرمایا۔ انہوں نے  
بمغرض رفاہ عام اس کو عام کیا اور اجازت دی۔ لہذا میں بھی ان سے اس کو نقل کر کے

شائع کرتا ہوں:

## عرض مؤلف بخدمت ناظرین کرام

- یہاں مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ تعزیرہ داری شرعی کیسی ہے اور اس کی اصلیت شرع میں کیا ہے۔ مگر ناظرین رسالہ ہذا کی خدمت میں مؤدبانہ ملتزم ہوں کہ قطع نظر شرعی پابندی کے اپنے ضمیروں سے فیصلہ کیجئے۔ کہ آیا یہ جو کچھ اس تعزیرہ داری میں کیا جا رہا ہے وہ مجہان اہلبیت کے اتباع میں ہے یا ان کے جنہوں نے قتل امام پرچشمن منائے تھے۔ خیمہ اطہر امام ہیں۔ ۱۰ محرم کو لاشوں کے ڈھیر تھے۔ حرم محترم لوٹے جا رہے تھے۔ اشقیاء سامان حرم لوٹ کر خوشیاں منا رہے تھے۔ ابن زیاد کے آگے باجے بچ رہے تھے۔ عمر سعد گانے گوا کر باجے بجا کر جشن کر رہا تھا۔ حرم نبوی آنسوؤں سے زار زار رو رہے تھے۔ حسرت بھری نگاہیں لاشوں پر ڈال رہے تھے اور مجبور خاموش تھے۔ مسلمانوں خدا را ذرا الصاف سے فیصلہ کرو۔ ۱۰ محرم تمہارے میلہ منانے باجے بجانے عمدہ رنگ برنگ کے کپڑے پہن کر فرضی کر بلا جانے کا دن ہے یا غم امام ہیں بیٹھ کر عبادت کرنے کا۔

حضرت امام قاسم کی شادی ہوئی۔ اسلام میں اول تو ہندی لگانا نوشہ کیلئے حرام۔ پھر شہزادہ قاسم کے نام کی ہندی اور وہ بھی بہت سے چراغوں میں بجلائو۔ زعم و رواج کو چھوڑو۔ سچے غلام بنو۔ مثل مشہور ہے کہ آج تو ان کے گھی کے چراغ جل رہے ہیں۔ افسوس! قاسم نوشہ امام دلہا بن کر خونی جوڑا مظلومی کفن پہنیں اور ہم ان کے محب ہو کر گھی کے چراغ جلائیں۔ ہندی چڑھائیں۔ شرم! شرم! شرم!!! ہاں فاتحہ کرو۔ حلیم بنا کر غربا کو کھلاؤ۔ شربت

پلاؤ۔ روزہ داروں کو افطاری بھیجاؤ۔ اور اس کا ثواب روح پر فتوح امام کی نذر کرو۔ امام کے یہاں جب سوائے غم کے مایوسی کے حسرت کے آج کوئی حسرت نہ تھی۔ تو تم باجے گاجے بجا کر کیوں ابن زیاد اور عمر و سعد خلیفہ کے ساتھی بنتے ہو۔ یزید کے آج خوشی ہے۔ ابن زیاد کے آج مسرت ہے۔ عمر و سعد کے آج شادی ہے۔ شمر کے آج انبساط ہے۔ امام کے ازدواج آج اپنا سہاگ خاک میں ملا چکے ہیں۔ رہا سہا سا مان خیمہ لٹ رہا ہے۔ اعزہ واقربا کی آنکھوں دیکھتے خون کی ندی میں بہ رہے ہیں اور افسوس تم باجے گاجے بجا کر لغو مرثیہ پڑھتے ہو جشن کی شکل بنا کر رسم کی صورت پوری کر کے دوست نما دشمنی کر رہے ہیں شرم! شرم!! شرم!!!

علی عباس علمدار لشکر کا علم اگر ساتویں کوز کمال رہے ہو۔ تو ایک جھنڈا جس پر لا الہ الا اللہ ہونے کا لو۔ تاشے باجے نہ ہوں۔ اور اگر یوں نہیں تو پھر ناریل ٹانگ کر لمیوں لگا کر گھر کی بیویوں کے ڈوپٹے باندھ کر تلواریں لگا کر گلی کوچوں میں گشت کراتے ہو تو علم کو کیوں بدنام کرتے ہو۔ ابن زیاد کی نقل کیوں نہیں کرتے اس نے سر امام معہ شہداء کے نیزوں پر چڑھا کر کوفے کی گلیوں میں گشت کرایا تھا۔ پیک امام کا کوئی نہ تھا۔ صرف ایک صحابی قاصد بنا کر بھیجے گئے جو راستہ میں ہی شہید کر دیئے گئے۔ باقی شمر کے، عمر سعد کے، ابن زیاد کے، پیک برابر بھاگ دوڑ میں تھے۔ جو امام کے پاس آ کر بیعت یزید کی بابت کہتے اور جواب نفی میں پا کر ابن زیاد، عمر سعد، شمر کو خوب بھڑکاتے۔ ذرا شرم کرو اور ایسے ذلیل افعال سے باز آؤ۔ کل قیامت کو ان کے سامنے جانا ہے۔

خدا را اپنے بچوں کو بند کرو کہ وہ کوڑی دے تیل خاص معروض دے تیری گلی میں برکت کی صدا میں لگا کر مخالفین

اسلام ہنود کی زبان سے شہزادہ کوئین کو گالیاں نہ دلوائیں۔ ان کی توہین نہ کریں۔ تمہارے بچے کھیل بنا کر یوں کوڑی تیل مانگ کر شب کو ہائے دوست کھیتے ہیں۔ ہنود میں اس کے استہزا ہوتے ہیں وہ مذاق اڑاتے ہیں کہ ان کے بڑے اس دن اسی طرح بھیگ مانگتے رہے ہیں۔ مسلمانو! بیچانی کی حد ہو ہو گئی۔ بے شرمی اعتدال سے بڑھ گئی بس وہ بہت کچھ کر چکے۔ خدا کے لیے ہوش میں آؤ۔ اب دعا ہے کہ الہی! کفنِ خونی کے صدقے میں ہم مسلمانوں کو سچا محبِ اہلبیت بنا دے۔ الہی شہیدِ کربلا کے صدقے میں ہمیں اتباعِ اسلام کی توفیق دے۔ الہی سیدہ زہرا کی طفیل سے ہماری حالتوں کی اصلاح کر۔ الہی شہیدِ مظلوم علی شیرِ خدا کا واسطہ۔ الہی حسن مغموم کا صدقہ الہی علی اسفر کے حلقوم تشنہ کا واسطہ ہماری حالت درست کر۔ ہم کو توفیق نیک عطا فرما۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔ یحرمنا النبی الامین المکین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم آمین یا ارب العالمین۔

## دعا گو

خبیر اندیش خلائق ابواکسناات سید محمد احمد قادری چشتی۔ صابری جنفی مشہدی۔

علوی۔ الوری۔ مقیم لاہور

تصحیح فقیر قادری امین الحسنات سید محیضیل احمد قادری اشرفی



اہل علم کیلئے ضیاء القرآن پبلیکیشنز، وقت کی ایک اور عظیم علم مشکوہ

قرآن حکیم بن نظر میں آٹھ شمارے کے موجودہ نمبر ایک میں بنی نوع انسان کو یکت باقوا۔

منہ قبل کی راہ دکھاتا ہے

چرفی علوم کا پیشہ بہا خیر

لقد آتانا

مؤلف

مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

کا مجید کو سب سے بہتر تفسیر اسات آپ کے راہنما کی

پیشہ پر بدوں پر مشتمل ہے

ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

